WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ادارہ 08

قرآن کی باتیں

دین و دنیا میں فلاح پانے کیلئے قرآن کی باتوں پر عمل کرنا انسانی زندگی کیلئے اہم ہے

احسان سحر 37

دل کا خون

آرزو، تمنا اور خواہش کے لبادے میں چھپا اصل دل کا روگ اور بڑھ کر کی حقیقت پیش کی

رفعت محمود 51

شب قدر

احکام خداوندی سے منحرف لڑکی کیلئے دل دہلا دینے والی حیرت انگیز کہانی

صبا محمد اسلم 81

عذاب تنہائی

ڈیرہ میں کی مسجد بنانے والے اکثر خسارے میں رہتے ہیں۔ کہانی پڑھ کر دیکھ لیں

مدثر بخاری 99

وہ کون تھی

دل و دماغ پر خوف کا سکہ بٹھانے والی اور رگوں میں لہو منجمد کرتی پُراسرار اور دلچسپ حقیقت

محمد خالد شاہان 16

روح کا انتقام

ایک ایسی روح کا عجیب و غریب قصہ جو کہ اپنے دشمن سے بدلہ لینے کے لئے سرگرداں تھی

رضوان بھٹی 41

بے گناہ

خزانے اور مال و دولت کو پرچھائیں کرنے والے خود بھی کبھی سکون سے نہیں رہتے۔ حقیقت کہانی میں ہے

اے وحید 56

رولوکا

وہ عجیب و غریب مخلوق کا ملک جس کی حیرت انگیز اور جادوئی کہانی پڑھ کر آپ دنگ رہ جائیں گے

ملک فہیم ارشاد 89

خونی بارش

احکام خداوندی کو انکار کرنے والے اکثر نشانِ عبرت بن کر قدرت سے آشکار ہو جاتے ہیں

ایم اے راحت 112

سنہری تابوت

شاہکار کہانیوں کے شوقین لوگوں کے لئے انتخاب میں ماورائی حیرت انگیز اور تحیر انگیز کہانی

ایڈیٹر و پبلشر آصف علی نے سی پریس تالپور روڈ کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

141 عمران قریشی
ثبوت
کسی کے دل میں اپنی بات داخل کرنا مشکل نہیں
بلکہ جان جوکھم کا کام ہے۔ ثبوت کہانی میں ہے

157 ایس امتیاز احمد
خونی کاوش
اپنے آپ کو عقل کل سمجھنے والے ایک شخص کا
عبرتناک اور حیرتناک دل دہلا دینے والا خونی واقعہ

174 ایم الیاس
عشق ناگن
یہ داستان ہے سندر ہے لیکن کہانی محبت کی زندہ
رہے گی۔ انہی الفاظ کو احاطہ کرتی دلگداز کہانی

208 نعیم بخاری آکاش
واصل جہنم
خود غرض، مطلب پرست کی ایک ناقابل
یقین دل دہلا دینے والی انجام کو پہنچتی خونی کہانی

223 ادارہ
قوس قزح
قارئین کے بھیجے گئے اشعار جنہیں قارئین
بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں....

148 عثمان غنی
وچ ڈاکٹر
حقیقت سے چشم پوشی اور اندھا اعتماد انسان کو
زندہ درگور کر دیتا ہے، ثبوت کہانی میں ہے

169 ساجدہ راجہ
پراسرار وجود
ایک مافوق الفطرت ہستی کی دیدہ دلیری کا
جسے پڑھ کر اہل دل عش عش کر اٹھیں گے

195 فائزہ رحمن
شاہکار تخلیق
ایک ماورائی مخلوق کی محبت کی انوکھی کہانی
جسے پڑھنے والے عش عش کر اٹھیں گے

217 شائستہ سحر
آزمائش
رات کے گھٹا ٹوپ اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ
دینے والے اندھیرے سے جنم لینے والی کہانی

228 شہزادہ چاندزیب
زندان کی روح
ایک رات کے پجاری کی عبرت انگیز اور
حیرت انگیز خونی اور ناقابل فراموش حقیقی روداد

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ ڈر ڈائجسٹ نوران آرکیڈ نیو سبزی منڈی کراچی: 32744391

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY | PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

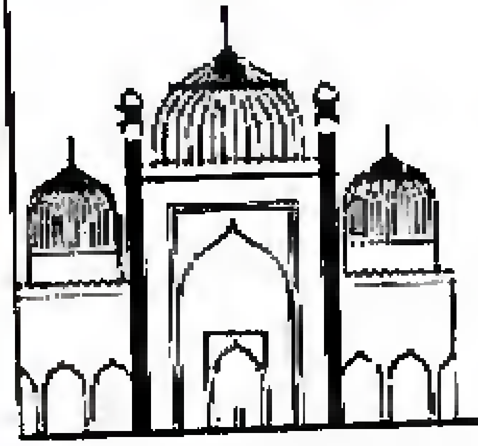

قرآن کی باتیں

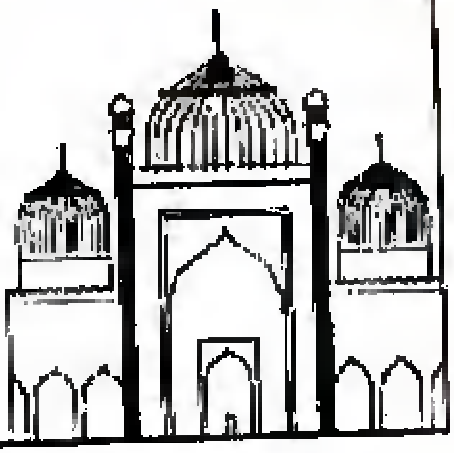

☆ مومنوں تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ روزوں کے دن گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرلے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں لیکن رکھیں نہیں وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلادیں۔ اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اول اول نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا ہے تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں رکھ کر ان کا شمار پورا کرلے اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔ اور یہ آسانی کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو۔ (سورۃ بقرہ 2 آیت 183 سے 185)

☆ اللہ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر جن کے خلاف کرو گے، مواخذہ کرے گا تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اور جس کو یہ میسر نہ ہو تو وہ تین روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو اور اسے توڑ دو اور تم کو چاہیے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو اس طرح اللہ تمہارے سمجھانے کے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔ (سورۃ مائدہ 5 آیت 89)

☆ مومنوں جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارنا۔ اور جو تم میں سے جان بوجھ کر اسے مارے تو یا تو اس کا بدلہ دے اور وہ یہ ہے کہ اسی طرح کا چارپایہ جسے تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کردیں ہدیہ کرے اور یہ قربانی کعبے پہنچائی جائے یا کفارہ دے اور وہ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کام کی سزا کا مزا چکھے اور جو پہلے ہو چکا وہ اللہ نے معاف کردیا اور جو پھر ایسا کام کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ غالب اور انتقام لینے والا ہے۔ (سورۃ مائدہ 5 آیت 95)

☆ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY | PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔(سورۃ حج 22 آیت 41)

☆ بیٹا نماز کی پابندی رکھنا اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا امر اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو اس پر صبر کرنا۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ (سورۃ لقمان 31۔ آیت 17)

☆ اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا اور حکم دیا کہ جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنالو۔ اور ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو۔(سورۃ بقرہ 2 آیت 125)

☆ اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں بیٹھے ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جانا اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں۔(سورۃ بقرہ 2 آیت 187)

☆ اور دن کے دونوں سروں یعنی صبح اور شام کے اوقات میں اور رات کی چند پہلی ساعات میں نماز پڑھا کرو۔ کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ان کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔(سورۃ ھود 11 آیت 114)

☆ اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادو یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور نماز آداب سے پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔(سورۃ حج 22 آیت 34 سے 35)

☆ جو بات کو سنتے اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔(سورۃ زمر 39 آیت 18)

☆ جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو ایسا پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ اور جو اس کو نہیں مانتے وہ خسارے پانے والے ہیں۔(سورۃ بقرہ 2 آیت 121)

☆ اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (سورۃ اعراف 7 آیت 204)

☆ مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں۔(سورۃ انفال 8 آیت 2)

(کتاب کا نام "قرآن مجید کے روشن موتی" ہمکر شیخ بکس اینجنسی کراچی)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

خطوط

قارئین کرام و دیگر حضرات السلام علیکم! جولائی 2014ء کا ڈر ڈائجسٹ آپ کے زیرِ نظر ہے۔ ماہ جولائی میں ہی رمضان المبارک اور عید الفطر ہے۔ اس لئے آپ سب کو رمضان المبارک کا نیکیوں بھرا مہینہ مبارک ہو اور پھر عید مبارک بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک اور بابرکت ماہ سے نوازا۔ قارئین کرام رمضان المبارک کا تقدس ہمارے ذہنوں میں ہے کہ اس ماہ ہر ایک نیکی کے بدلے ستر گنا ثواب ملتا ہے تو ہم پر لازم ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ نیکی کے لئے عمل کریں اور ساتھ ہی ساتھ دوسروں کا بھی خیال رکھیں ان لوگوں کا جو کہ ہمارے نیک سلوک کے مستحق ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہم مستحق افراد کے ساتھ نیک سلوک کریں اور اپنی خوشیوں میں بھی ان کا خیال رکھیں اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے۔ قارئین کرام میں تہہ دل سے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگ ڈر ڈائجسٹ کو ہی ہر ماہ پسند کرتے ہیں اور اپنی اچھی اچھی کہانیاں و دیگر تحریریں ارسال کرتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب پر ہمیشہ اور ہر پل اپنا فضل و کرم کرے اور خوشیوں سے نوازے۔ (آمین)

(خالد علی چیف ایڈیٹر)

مصباح کریم چکوال سے۔ ایڈیٹر صاحب میں کرن ہوں اور آپ نے تو مجھے لڑکا بنا دیا ہے۔ میری ساری فرینڈز میرا مذاق اڑا رہی ہیں جب پہلا خط آیا تو میں نے سوچا شاید پرنٹ ہونے میں غلطی ہو گئی ہوگی مگر جون میں بھی ایسا ہی ہوا تو مجبوراً لکھ رہی ہوں، پلیز خیال رکھنا۔ ایگزام ہو رہے ہیں ابھی بھی ایک پیپر باقی ہے۔ خدا کا شکر ہے آپ کی دعائیں ہیں کہ تمام پیپر بہت اچھے ہو گئے ہیں۔ آپی ساحل دعا بخاری کا خط بھی اچھا تھا۔ کوئی بھی اسٹوری ایگزام کی وجہ سے نہیں پڑھی مگر امید ہے کہ سب پسند آئیں گی۔ میں ڈر اور دوسرے ڈائجسٹ پڑھنے والی گرلز سے دوستی کرنا چاہتی ہوں جو Sms پر دوستی کی خواہش مند ہوں وہ بھائی خالد شاہان یا انکل ریاض حسین شاہد سے میرا نمبر لے سکتی ہیں۔ ڈر کے تمام اسٹاف کو میرا سلام اور ہمیں پتا وعدہ یاد ہے جلد ہماری اسٹوری آپ کے پاس ہوگی۔

☆☆ مصباح صاحبہ: آپ کو لڑکی سے لڑکا لکھنے پر ہماری Sorry قبول کیجئے خوش ہو جائیں اب آپ مستقل لڑکی ہی رہیں گی، ہماری اور قارئین کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حسب خواہش اچھے نمبروں سے کامیاب کرے۔ آپ کے نوازش نامہ کا اگلے ماہ بھی انتظار رہے گا۔

ارم اعجاز کراچی سے۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں تمام اسٹاف اور سب دوست خیر و خیریت سے ہوں گے۔ 3 سال کے بعد ڈر میں دوبارہ شرکت کر رہی ہوں، امید کرتی ہوں سارے احباب مجھے خوش آمدید کہیں گے۔ ان سالوں میں کافی مصروف رہی لیکن ڈر کو بھولی نہیں۔ میں کلاس 5 تک کلاس میں تھی وہاں ڈر ڈائجسٹ کو کافی مس کیا، کیونکہ ڈر ڈائجسٹ وہاں نہیں ملتا۔ کراچی آنے کے بعد دوبارہ ڈائجسٹ سے ناطہ جوڑ لیا۔ سب سے Best کہانی رولا کا جاری ہے، سنہری تلاوت، عشق نا کرے اتنی کی تمام کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ ساحل دعا بخاری، ایس حبیب خان، ایس امتیاز احمد اور شہزادہ چاند زیب عباسی کی کہانیاں اچھی ہوتی ہیں۔ غزل بھی اچھی لگی، بلقیس خان، عثمان غنی، ایم اے ہیری بلوچ کی غزل اچھی تھی، ایک غزل بھیج رہی ہوں، پلیز شائع کیجئے گا۔ اللہ حافظ۔

☆☆ ارم صاحبہ: ڈر ڈائجسٹ میں موسٹ ویلکم، خط لکھنے اور اتنے عرصہ تک ڈر ڈائجسٹ کو یاد رکھنے کے لئے بہت بہت شکریہ اور اب امید ہے کہ حسب وعدہ ہر ماہ نوازش نامہ معہ تحریر بھیجنا نہ بھولیں گی نہیں۔ Thanks۔

شائستہ سحر راولپنڈی سے۔ السلام علیکم! امید ہے تمام اسٹاف ممبرز خیر و عافیت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے تو معذرت چاہوں گی پچھلی بار کہانی بھیجنے میں تاخیر ہو گئی تھی۔ امید ہے آپ ناراض نہیں ہوں گے میری معذرت کو قبول ضرور کریں گے۔ پوچھنے پر اپنے کا تہہ دل سے شکریہ۔ میں کافی دن سے ماہنامہ سائنٹ کے لئے کہانی لکھنے میں مصروف تھی مطلب مکمل ہوئی تو ارسال کر رہی ہوں اور آپ کے لئے میری یہی دعا ہے کہ "خدا آپ کو ڈھیروں کامیابیاں عطا فرمائے اور اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔ اسی نیک دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔ خدا حافظ۔

☆☆ شائستہ صاحبہ: چلئے معذرت قبول کرتے ہوئے قوی امید ہے کہ جلد از جلد ہی کہانی ارسال کر دیں گی اور ویسے بھی رمضان میں مصروفیات بڑھ جاتی ہیں۔ نوازش نامہ کا شدت سے انتظار رہے گا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

عطیہ زاہرہ لاہور سے۔ السلام علیکم! ڈر ڈائجسٹ کے اسٹاف اور تمام قارئین کرام کے لئے دعا گو ہوں۔ اس دفعہ تبصرہ ارسال کرنے میں دیر ہوگئی ہے اس کی وجہ میری یہ کہانی ہے جو ڈر کے لئے بطور خاص بڑی محنت سے میں نے لکھی ہے۔ حسب وعدہ کہ اب معلوماتی کہانی کے بجائے دوسری کہانی ارسال کروں گی۔ یہ کہانی میں نے ایک انگریزی ناول سے متاثر ہوکر لکھی ہے۔ کہانی میں ہر کردار مناسب لگے گا۔ (انشاء اللہ) اور میں امید کرتی ہوں کہ قارئین اور ڈر ڈائجسٹ کو بھی یہ کہانی بہت پسند آئے گی۔ میں امید کرتی ہوں جس طرح میری کہانیوں کو ڈر نے باقاعدگی سے جگہ دی۔ اس کو بھی فوری جگہ ملے گی اور اس طرح میری محنت وصول ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ایک نظم ارسال کر رہی ہوں امید ہے جگہ پائے گی۔ اب اجازت دیں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ ہم سب کو اپنے امان میں رکھے۔ میرے لئے خاص دعا کیجئے گا۔ 21 جولائی کو میری سالگرہ ہے۔ اس لئے دوستوں کی دعاؤں کی مجھے شدید ضرورت ہے۔ اچھا اللہ حافظ۔

☆☆ عطیہ صاحبہ: بیشک اچھائی کا صلہ اچھائی ملتا ہے، ہماری اور قارئین کی طرف سے آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر ہمیشہ اپنا فضل و کرم رکھے اور خوشیوں سے نوازے۔ نئی کہانی اور آئندہ ماہ کی تجزیہ کے لئے شکریہ قبول کیجئے۔

شگفتہ ارم درانی پشاور سے۔ جون کا رسالہ ہر لحاظ سے مکمل اور بہترین تھا۔ خریدتے ہی آدھے سے زیادہ پڑھ لیا اور یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ لکھاری بہتر سے بہترین کہانیاں لکھ رہے ہیں۔ جو کہانیاں بہت پسند آئیں ان میں ذہن زادی، لا حاصل انتظار، انوکھا پیار، اسیر انتظار، زندگی کا خاتمہ اور بدروحوں کا مسکن شامل ہیں۔ قوس قزح میں تمام شعراء نے بہت پیارا کلام پیش کئے جنہیں پڑھ کر مزہ آ گیا۔ جن قارئین کو میری پچھلی کہانی پسند آئی ان کی پسندیدگی کا بہت بہت شکریہ۔ ایک اور کہانی پیش خدمت ہے امید ہے پسند آئے گی۔ اگلے ماہ تک کیلئے اجازت ڈر کی ترقی کے لئے دعا گو۔

☆☆ شگفتہ صاحبہ: نئی کہانی بھیجنے اور کہانیوں کی تعریف کے لئے ویری ویری تھینکس، اگلے ماہ بھی نئی تحریر کا بہت بہت انتظار رہے گا۔

بلقیس خان پشاور سے۔ السلام علیکم! اور سلام کے بعد ڈر کے دوستو! ہم نے تو ڈر ڈائجسٹ میں ایک مہینے کی غیر حاضری کیا لگائی کہ سب نے ہمیں بھلا دیا۔ پر ہم سب کی مشکور ہوں کہ انہوں نے یاد رکھا۔ شکریہ ڈر ڈائجسٹ! ڈر میں خطوط کی محفل تو اس بار عروج پر تھی۔ مگر ڈر ڈائجسٹ میں کہانی کی کمی تھی۔ اور وہ کمی صرف ہماری تھی۔ ہم جو محفل میں نہیں تھے۔ ماشاءاللہ میں مہارت رکھتی ہے۔ عطیہ زاہرہ آ گئی تے چھا گئی۔ شگفتہ ارم والی کیری آن! سید عابد کل یوں طرح تحریریں بھیجئے، فائزہ رحمان کیا بات ہے، ساحرہ غوری آپ بھی ماسٹر بن جائیں گی۔ قسط وار تحریریں اچھے طریقے سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ ویسے میری اسٹوری انوکھا پیار شائع کرنے پر سرخ گلاب ادارے کو قبول ہوں۔ بھئی میرے تو پیپرز ہو رہے ہیں بس جیسے ہی ختم پہلی فرصت میں خط لکھ دیا۔

☆☆ بلقیس صاحبہ: چلئے پیپرز تو ختم ہو گئے اب جلد نئی کہانی پر نظر ڈالیں کیوں ٹھیک ہے ناں۔

ندا انور غوری لاہور سے۔ السلام علیکم سب سے پہلے امید کرتی ہوں کہ ادارہ ڈر کی پوری ٹیم خیریت سے ہوگی۔ مئی کا شمارہ میرے سامنے ہے اور جون کا بھی۔ مئی کا تو ڈر بہت اچھا تھا اس کی ہر کہانی اچھی تھی۔ اور جون کا ڈر میرے پاس پڑا ہے۔ ڈر کا ٹائٹل بہت پیارا ہے۔ ڈر قرآن کی باتیں اچھی رہیں۔ سب سے پہلے کہانیوں کی بات ہو جائے۔ روبا کا ناولٹ پیار، عشق، ناگن اور سمیرا کی ناولٹ اچھی تھی۔ جناب مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ پرانے قارئین کو ہی نہیں بلکہ نئے قارئین کو بھی جگہ دیتے ہیں یہ بہت اچھی بات ہے۔ ہمارے خط کو ڈر میں دوبارہ جگہ دینے کا شکریہ بس مجھے ایک ہی شکایت ہے۔ کہ آپ نے میری کہانی شائع نہیں کی۔ پچھلی بار ہمت کر کے میں نے ایک کہانی لکھی تھی اور وہ بھی آپ نے شائع نہیں کی۔

☆☆ ندا صاحبہ: نمبر آنے پر آپ کی کہانی بھی شائع ہوگی۔ ایک دو کہانیاں اور بھی لکھ بھیجیں کیونکہ لکھتے لکھتے آدمی لکھاری بنتا ہے۔ آپ کے خلوص نامہ کا آئندہ ماہ بھی بہت انتظار رہے گا۔

ماریہ سحر اسلام آباد سے۔ السلام علیکم! پیپر کی تیاری کی وجہ سے خط نہ لکھ پائی۔ ڈر میں اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اتنی کہ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں اور یہ جان کر اور خوشی ہوئی کہ آپ کا محمد خالد شاہان سے رابطہ ہوا ہے اور یہ جان کر اور بھی خوشی ہوئی کہ ان کی کہانی بھی ڈر میں شائع ہوگی۔ میری گزارش ہے کہ ہر ماہ شاہان صاحب کی تحریر شائع کیجئے گا۔ ہمیں اور میری فرینڈز کا جو گروپ ہے۔ ہمیں ڈر ڈائجسٹ بہت پسند ہے۔ ایک اور گزارش [illegible] بڑے شوق سے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پڑھتی ہے۔ آج کل کچھ کہانیوں میں کمہاتی باتیں تحریر ہیں۔ جو ڈر ڈائجسٹ کے معیار کے مطابق نہیں ہیں۔ امید ہے میری بات پر غور کیا جائے گا۔ ادارے کی ترقی کے لئے میں شب و روز دعا گو ہوں۔

☆☆ ماریہ صاحبہ: خوش ہو جائیں کیونکہ خالہ شاہان کی کہانی شامل اشاعت ہے اب حسب وعدہ قوی امید ہے کہ آپ تمام فرینڈز ہر ماہ اپنے ادارے کو بھولیں گی نہیں۔

آویشہ نیازی بٹہ سوڑی مکرام سے۔ السلام علیکم امید ہے ڈر ڈائجسٹ کا پورا اسٹاف خیریت سے ہوگا۔ جون کا شمارہ اپنے کزن کاشف مجید سے لیکر تھوڑا بہت پڑھا۔ پھر مجھے بھی خط لکھنے کا شوق ہوا۔ یہ میرا کسی ڈائجسٹ میں پہلا خط ہے۔ جو میں نے ڈر ڈائجسٹ کے نام کر دیا ہے۔ مجھے ڈر ڈائجسٹ بہت پسند آیا ہے۔ میں اسی طرح خط ارسال کرنے کی کوشش کروں گی۔ آئندہ اگر آپ نے میری غزل اور چھوٹی موٹی تحریروں کو جگہ دی تو میں آئندہ بھی لکھتی رہوں گی۔ اصل میں میرا کزن اور بھی رسالوں میں لکھتا رہتا ہے۔ میرا پہلا خط شائع کر دیجئے گا۔ میں نے بہت دل سے لکھا ہے۔ ڈر میں شامل تمام کہانیاں بہت عمدہ ہوتی ہیں۔ آخر میں ڈر ڈائجسٹ کی ترقی کے لیے دعا گو ہوں۔

☆☆ آویشہ صاحبہ: ڈر ڈائجسٹ میں خوش آمدید آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ کو ڈر ڈائجسٹ میں شائع کہانیاں اچھی لگتی ہیں چلئے حوصلہ افزائی ہوگئی۔ اور اب امید ہے کہ آپ ہر ماہ اپنا نوازش نامہ ارسال کرنا بھولیں گی نہیں۔

ایم اے خان بہاولپور سے۔ ڈر کی محفل میں سب قارئین رائٹرز اور جملہ اسٹاف کو آداب قصہ کچھ یوں ہے کہ تقریباً 15-20 دن پہلے ایک بک اسٹال سے ایک ڈائجسٹ خریدنے گیا تو ڈر ڈائجسٹ کا اگست 2012 کا شمارہ نظر آیا سرورق دیکھ کر خرید لیا۔ جب پڑھنے بیٹھا تو ایک ہی نشست میں ختم کر لیا۔ پھر اس کے بعد جون 2014 کا شمارہ خریدا جو کہ ابھی زیر مطالعہ ہے۔ اب آتا ہوں اس بات کی طرف جس نے مجھے خط لکھنے پر مجبور کر دیا وہ ہے ”دولوکا“ جی ہاں ”دولوکا“ بارے میں رسالے پر یہ اسٹوری کچھ اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ بس الفاظ نہیں تعریف کے لیے میں ہو جیسی اور بھی ماہناموں کا مستقل قاری ہوں لیکن خط کسی میں بھی نہیں لکھا یہ اسٹوری مجھے بہت پسند آئی ہے پھر میں دوبارہ اسی بک اسٹال پہ گیا اور دولوکا کے پرانے نمبر 5 اور 3 ملے وہ بھی لے آیا آپ کیا مجھے بتا سکتے ہیں کہ دولوکا کے کتنے حصے مارکیٹ میں آچکے ہیں تاکہ میں تمام کے تمام ہی خرید سکوں اس کے بعد سنہری تابوت کمال کا ناول ہے وہ اس وہ حسب روایت آپ کا یہ ناول بھی حسب سابق ناول کی طرح کمال لگتا ہے۔ بس اب انتظار ہے کہ کب یہ کتابی شکل میں چھپ کر آئے دولوکا اور سنہری تابوت میں کمال کی خاص بات ہے کہ جب پڑھتے ہیں مزہ آنے لگتا ہے تب کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ میں دولوکا کے شروع کے اور اب تک کے تمام کتابی شکل میں لینا چاہتا ہوں اس کا کیا طریقہ کار ہوگا اور میں شروع شروع کا سلسلہ قرآن کی باتیں یہ مجھے بہت اچھا لگا امید ہے اور سے میرا سلسلہ جڑ جائے گا اب اجازت چاہتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ ڈر ڈائجسٹ کے تمام اسٹاف قارئین اور رائٹرز کا حامی و ناصر ہو آمین۔

☆☆ ندیم صاحب: ڈر ڈائجسٹ میں خوش آمدید، بہت بہت شکریہ کہ آپ کو ڈر ڈائجسٹ اچھا لگا اور اس کی کہانیاں خاص طور سے دولوکا بہت پسند آئی، دولوکا کے کل 8 حصے چھپ کر مارکیٹ میں آچکے ہیں۔ اگر آپ ان کو خریدنا چاہتے ہیں تو بذریعہ منی آرڈر یا ایزی پیسہ کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ چلئے آپ کا ڈر ڈائجسٹ سے سلسلہ جڑ گیا۔ اب آپ کے خلوص نامہ کا ہر ماہ انتظار رہے گا۔

Thanks

محمد ندیم عباس ہواتی چوکی سے۔ جون کا ڈر ڈائجسٹ مجھے 22 مئی کو مل گیا تھا مگر امتحان تھے جو آج ہی ختم ہوئے ہیں۔ کہانی تو صرف ایک ہی پڑھی ہے۔ تصویر کا شاہکار جو کہ بھائی رفعت محمود نے لکھی تھی بہت پسند آئی۔ خالہ شاہان بھائی شکریہ جو آپ بھی ڈر میں تشریف لائے۔ اور جناب حسین ہواتی بھی موسٹ ویلکم۔ آپ تو بہت تیز اور چالاک نکلے باقی غزلیں اور اشعار بھی بہت اچھے تھے او بھائی ابو ہریرہ اور ابو رفعتی آپ کو بھی مبارک ہو اور ویلکم۔

☆☆ ندیم صاحب: خط لکھنے اور کہانیوں کی تعریف کے لئے شکریہ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ تمام فرینڈز کو امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیاب و کامران کرے۔ اگلے ماہ بھی آپ کے خلوص نامہ کا شدت سے انتظار رہے گا۔

رضوان حسین رحمت آباد فیصل آباد سے۔ امید کرتا ہوں کہ ڈر کی پوری ٹیم اور قارئین کرام خیریت سے ہوں گے۔ میں ڈر کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

بہت پرانا قاری ہوں مگر شرکت پہلی بار کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے مجھے مایوس نہیں ہونا پڑے گا۔ جون کا شمارہ 24 مئی کو خریدا۔ تمام رائٹرز نے انتھک محنت کی۔ لیکن ایس، امتیاز صاحب کی کہانی ہمدردوں کا مسکن ان کی محنت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عطیہ صاحبہ کی "شکاری" بھی ویلڈن رہی خوفناک عفریت، شیطانی تصویر اور عشق ناگن بہت پسند آئیں۔

☆☆ رضوان صاحب: ڈر ڈائجسٹ میں خوش آمدید خط لکھنے اور کہانیوں کی تعریف اور آئندہ ماہ بھی خط بھیجنے کے لئے ڈھیروں شکریہ قبول کیجئے۔

عثمان غنی پشاور سے۔ السلام علیکم! امید ہے ادارے سے وابستہ تمام افراد خیر و عافیت سے ہوں گے۔ ماہنامہ ڈر ڈائجسٹ جون کا شمارہ 21 تاریخ کو ملا، سرورق اچھا تھا۔ ایڈیٹر صاحب میں آپ سے ناراض ہوں آپ نے ہمیں ادارے سے نکال باہر کیا ہے۔ یعنی نو لفٹ کا بورڈ لگا رکھا ہے۔ پلیز! مہربانی فرمائیں۔ خطوط کی محفل میں میری سب سے پیاری بہن ساحل دعا بخاری کا خط بہت ہی اچھا لگا۔ دیگر گڑیا پیاری بہن، باقی خطوط بھی ٹھیک ٹھاک تھے۔ تمام دوستوں کو سلام! ڈر میں بہترین کہانیوں میں، جن زادی، اسیر انتظار، اور انوکھا پیار، ہمدردوں کا مسکن، ناگن، شکاری نے بہت جگہ حاصل کر لی۔ قسط وار تحریریں بھی زبردست انداز میں آگے بڑھ رہی ہیں۔ نئی کہانی میں میری محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ ورنہ اس بار پکا ناراض ہو جاؤں گا۔

☆☆ عثمان صاحب: اب تو ناراضگی ختم ہو گئی ناں، ہم نے آپ کو مزید ناراض ہونے سے بچا لیا اور خط شائع ہو گیا مٹھائی خرید کر کھا لیجئے گا اور دوست احباب کو بھی کھلا دیجئے گا۔ آپ کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔

راجہ باسط مظہر [illegible] سے۔ السلام علیکم! امید کرتے ہیں کہ ڈر ڈائجسٹ کی پوری ٹیم خیر و عافیت سے ہوگی۔ کافی ٹائم ہو گیا ڈر ڈائجسٹ میں حاضری دیئے ہوئے، اصل میں مصروفیات کچھ زیادہ ہو گئی تھیں۔ دراصل تھیں ہی۔ اب ڈر ڈائجسٹ کے لئے ایک مکمل ناول لکھ رہا تھا۔ نام "بلیک" ناول ہے امید ہے کہ شامل اشاعت فرما کر شکریہ کا موقع ضرور دیں گے۔ ناول ہر لحاظ سے ڈر ڈائجسٹ کے لئے بہترین ثابت ہوگا اور ایک گزارش تھی کہ یہ کہانی میرے اپنے دماغ کی تخلیق ہے۔ اگر کہانی میں موجود شاعری آپ کے نقطہ نظر سے غور طلب ہوئی تو پلیز! غور فرما لیجئے گا۔

☆☆ باسط صاحب: نئی کہانی بھیجنے کے لئے شکریہ قبول کریں، کہانی اچھی ہے اپنے مقررہ وقت پر ضرور شائع ہوگی۔ ویسے آپ ہر ماہ اپنی کہانیوں کے متعلق ضرور ارسال کر دیا کریں۔ Thanks۔

کاشف عبید کاوش ہموڑی بٹ گرام سے۔ نہایت ادب و احترام کے ساتھ السلام علیکم! قوی امید ہے کہ ڈر ڈائجسٹ کے تمام قارئین بھی خیریت سے ہوں گے۔ جون کا ڈر ڈائجسٹ 21 مئی کو بک اسٹال پر پایا۔ جون کا ڈر ڈائجسٹ بذریعہ ڈاک ارسال کرنے کا بہت بہت شکریہ۔ ڈر ڈائجسٹ میں میرے خط اور غزل کو جگہ عطا کرنے کے لئے میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔

☆☆ کاشف صاحب: خط لکھنے اور کہانیوں کی پسندیدگی کے لئے آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ کی کہانی وقت آنے پر ضرور شائع ہو جائے گی۔ آئندہ ماہ تک کے لئے اللہ حافظ۔

ثناء اللہ فہیم بٹ گرام پشاور سے، السلام علیکم! میں ڈر ڈائجسٹ کا پرانا قاری ہوں اور ہر ماہ ڈر ڈائجسٹ بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ مجھے ڈر ڈائجسٹ بہت پسند ہے۔ میں ڈر ڈائجسٹ ایبٹ آباد سے منگواتا ہوں۔ یہ میرا ڈر ڈائجسٹ سے محبت اور پسندیدگی کا ثبوت ہے۔ امید ہے میری محبت کا مثبت جواب ملے گا۔

☆☆ ثناء اللہ صاحب: ڈر ڈائجسٹ میں خوش آمدید، ڈر ڈائجسٹ سے آپ کی محبت و پسندیدگی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اب امید کرتے ہیں کہ آپ ہر ماہ خط بھیج کر اپنی محبت کا ثبوت دیتے رہیں گے۔ شکریہ۔

طاہر اسلم بلوچ سرگودھا سے۔ السلام علیکم! جون کا ڈر ڈائجسٹ پڑھا، بہت خوب صورت کہانیوں سے بھرپور تھا۔ میں ڈر ڈائجسٹ عرصہ ایک سال سے پڑھ رہا ہوں اور بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ ڈر ڈائجسٹ میں پہلی بار لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں اور ایک خوب صورت کہانی لے کر حاضر ہوا ہوں، مجھے امید ہے کہ آپ میری کہانی ضرور شائع کر دیں گے۔ میری طرف سے ڈر ڈائجسٹ کے تمام قارئین، رائٹرز اور اسٹاف کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے سلام قبول۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

☆☆ طاہر اسلم صاحب: ڈر ڈائجسٹ میں خوش آمدید، آپ کی کہانی ضرور شائع ہوگی تھوڑا انتظار کریں۔ امید ہے آئندہ بھی اپنی کاوشیں ضرور بھیج کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

فرحان احمد نصیب کراچی سے۔ السلام علیکم! امید کرتا ہوں کہ ڈر کی پوری ٹیم خیریت سے ہوگی اور تمام قاری اور لکھاری بھی مزے میں ہوں گے۔ ادارے کا بے حد شکریہ کہ مجھے یاد رکھا اور میرے بھیجے ہوئے خطوط، غزل اور لطیفے وغیرہ ایک ساتھ شائع کرنے کے بجائے الگ الگ ماہ میں شائع کیے تاکہ میرا نام آتا رہے۔ جس کے لئے میں دل سے مشکور ہوں۔ جون 2014ء کا پرچہ مجھے اب تک نہیں ملا اس لئے تبصرہ نہیں کرسکتا۔ ساجدہ راجا بہن پلیز سستی چھوڑیں اور حاضری دیں۔ میں ڈر میں سب سے پہلے آپ کی کہانی تلاش کرتا ہوں اور بلقیس خان آپ ایک کہانی بھیج کر کہاں کھو گئیں؟ پلیز! کچھ نیا لکھ بھیجیں۔ آخر میں ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

☆☆ فرحان صاحب: ڈر کے قارئین بہت ذہین ہیں ان میں آپ بھی شامل ہیں، کبھی کبھار کوئی کہانی دماغی کمپیوٹر سے نکل جاتی ہے۔ آپ کی کہانی اگلے ماہ ضرور شائع ہوگی۔ اپنا خیال رکھئے گا۔

طارق محمود کامرا کلاں سے۔ السلام علیکم! محترم ایڈیٹر صاحب پہلی دفعہ ڈر کے لئے کچھ لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ بزم میں تاخیر سے آیا ہوں جس کے لئے معذرت۔ ڈر بہت اچھا جا رہا ہے، کافی عرصے سے پڑھ رہا تھا۔ پڑھتے پڑھتے میرا دل بھی چاہا کچھ لکھنے کو تو کہانیاں اور دو غزلیں بھیج رہا ہوں، کسی قریبی شمارے میں جگہ دے کر ممنون کریں۔ شکریہ۔ دوسری اگر آپ کو پسند آگئیں تو آگر کہانیاں معیار کے مطابق نہیں تو پلیز کا بتا دیجئے ضرور دیجئے گا۔

☆☆ طارق صاحب: ڈر ڈائجسٹ میں خوش آمدید، امید ہے کہانیاں اچھی ہوں گی، اصلاح کر کے کوئی نہ کوئی ضرور شائع ہوگی۔ امید ہے آپ آئندہ بھی شکریہ کا موقع دیتے رہیں گے۔

ضرغام محمود کراچی سے۔ یونہی بے صاحب فروش ہوں، ابتدائی وی دیکھنا اور کتابیں پڑھنے کے سوا کوئی کام نہیں ہے، ہاکر سے کہہ کر مختلف ڈائجسٹ وغیرہ منگوائے تو اس نے ڈر ڈائجسٹ بھی لا کر دیا، ڈر ڈائجسٹ پڑھا، بہت افسوس ہوا ارے۔۔۔ ڈر سے نہیں، افسوس اس لئے ہوا کہ اتنا اچھا ڈائجسٹ پہلے کبھی نہیں پڑھا۔ واقعی ڈر ڈائجسٹ بہت اچھا ہے۔ جس طرح بچپن میں جھولوں پہ بیٹھ کر اور نو عمری میں بارہ مودی دیکھ کر رہ جاتی ہیں مسلتی کی ایک لہر دوڑتی تھی ڈر ڈائجسٹ پڑھ کر بالکل ایسا ہی لگا۔ ایسے انسان بھی خوب ہے اپنے ڈر سے بھی لطف اندوز ہوتا ہے۔ ڈر ڈائجسٹ ایک مکمل ڈائجسٹ ہے اللہ تعالیٰ اس کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ ماہ جون کے ڈائجسٹ پر تبصرہ مکمل ڈائجسٹ پڑھنے کے بعد کروں گا۔ اس خط کے ساتھ ایک تحریر "خونی حویلی" روانہ کر رہا ہوں برسوں بعد قلم اٹھایا ہے۔ پلیز ایک Sms کے ذریعے مجھے اطلاع دیجئے کہ کہانی کیسی لگی اور ڈر کے معیار پوری اترتی یا نہیں۔

☆☆ ضرغام صاحب: ڈر ڈائجسٹ میں خوش آمدید، یہ آپ کا حسن نظر اور ذوق ہے کہ ڈر ڈائجسٹ آپ کو اچھا لگا۔ اس کے لئے بہت بہت ویری تھینکس۔ کہانی ابھی پڑھی نہیں مگر توقع امید ہے کہ اچھی ہوگی، عنقریب شائع ہو جائے گی۔ امید ہے ہر ماہ آپ شکریہ کا موقع دیتے رہیں گے، جنبش قلم سے۔

فیضان فلک رحیم یار خان سے۔ السلام علیکم! جون کا شمارہ ہمیشہ کی طرح دل کو خوش کر گیا، سرورق ہمیشہ کی طرح خوب صورت لگا۔ قرآن کی آیات کا ترجمہ پڑھ کر دل میں ایمان کی شمع مزید روشن ہو گئی۔ خدائے پاک ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ کہانیوں میں شہزادہ جانزیب کی کہانی "خوفناک عفریت" سب سے پہلے پڑھی۔ ایس امتیاز احمد صاحب کی کہانی "بدروحوں کا مسکن" ایک دلچسپ کہانی تھی، "ڈرولوکا" "بدروحوں کا مسکن" ایک دلچسپ کہانی تھی۔ ہدولکا، سنہری تابوت اور عشق؟ کی بھی اچھی رہیں، عطیہ زاہرہ کی کہانی ہر دفعہ کی طرح دماغ کو جھنجھوڑنے والی تھی، ساحل کی کہانی "میرا انتظار" بہتر کاوش رہی۔ باقی سب کہانیاں ابھی زیر مطالعہ ہیں۔ خدائے ذوالجلال پاکستان کو امن، سکون اور محبت کا گہوارہ بنا دے۔ آمین۔

☆☆ فیضان صاحب: خط لکھنے اور کہانیوں کی تعریف کے لئے شکریہ، امید ہے آپ ہر ماہ نوازش نامہ بھیج کر شکریہ کا موقع دیتے رہیں گے۔ Thanks۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

محمد اسلم جاوید فیصل آباد سے۔ السلام علیکم! آپ کی خیر و عافیت اور نیک دعاؤں کے ساتھ اس بار رسالہ کافی لیٹ ہو گیا ہے جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں، کیونکہ میری مصروفیات اور حالات ہی ایسے تھے آج کل وقت بہت کم ہی ہوتا ہے گرمی کا آغاز اور بجلی کی لوڈشیڈنگ جیسے عذاب سے زندگی بیزار ہے۔ آج بھی شہر جانا نصیب ہوا بکسٹال پر ماہ مئی کا شمارہ پر نظر پڑی دیکھا بہت خوب صورت اور حسین تحریروں سے مزین تھا۔ اندھیرے میں جیسے چراغ جلتے ہوں۔ آپ کا ہمارے ساتھ تعاون ہی خط تحریر کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ سرورق پہلے سے زیادہ بہتر اور دلکش تھا۔ یہ ایک معیاری پرچہ ہے جس کا ہمیں مقررہ تاریخ پر بڑی بے تابی سے انتظار ہوتا ہے ڈر ڈائجسٹ کے سارے سلسلے انگوٹھی میں نگینے کی طرح فٹ ہیں۔ مثلاً قرآن کی باتیں، خطوط، قوس قزح، غزلیں اور کہانیاں وغیرہ غزل شائع کرنے کا بہت بہت شکریہ

☆☆ اسلم صاحب: آپ کا خط پڑھ کر دلی سکون اور بہت خوشی ہوتی ہے، جس ماہ آپ کا خط نہیں آتا تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے کچھ کمی رہ گئی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل و کرم کرے اور خوشیوں سے نوازے۔

ایس امتیاز احمد کراچی سے۔ السلام علیکم! امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا! ماہ ورواں کا ڈر ڈائجسٹ ہمارے سامنے ہے خوب صورت ٹائٹل کے ساتھ تمام تر سلسلے خوب رہے ماشاء اللہ اور غزلوں کا انتخاب لاجواب رہا۔ آرٹیکلز کی نے کا شکریہ اسٹوریز آپ کے پاس ہیں۔ پلیز دیکھئے گا۔ مزید Ad سیٹرز میں۔ دلفت (ترجمہ)، چاپ پائی (مراسلہ)، غزل یہ ارسال خدمت ہیں۔ پلیز قریبی اشاعت میں جگہ دیں، تجزیہ جلد لکھیں گے۔ آپ کو ہماری طرف سے اور اسٹاف اور ڈر ڈائجسٹ کے تمام خوب صورت لکھنے والے لکھاریوں اور تمام خوب صورت پڑھنے والے دوستوں کو سلام۔ پلیز اپنا خیال رکھئے گا۔

☆☆ امتیاز صاحب! اپنا خیال رکھئے گا، کہانیاں بھیجیں اور خوش رہیں۔ یہی دعا ہے میری آئندہ ماہ پھر ملیں گے۔ اللہ حافظ۔

مدثر بخاری شہر سلطان سے۔ السلام علیکم! جون کا ڈر 20 مئی کو موصول ہوا سرورق شاندار تھا۔ سرورق سے آگے جانے کا ارادہ کیا اور آگے چلے تو دوستوں کی محفل میں آ صفہ سراج لیڈ کرتی نظر آئیں۔ ہماری پہلی شہر تاشہ کو بھی پسند کرا لیا شکریہ جی! ساحل صاحب اپنے منفرد انداز سے نظر آئیں۔ ایس امتیاز احمد صاحب البتہ Busy آ رہی ہیں۔ ہم سب کے پرزور اصرار پر بھی تبصرہ نہ لکھیں گے۔ جناب! ملکی حالات خراب ہیں ہر روز سڑکوں پر ایک نیا دھرنا Dt نظر آتا ہے۔ امتیاز بھائی! فوری تبصرہ لکھیے ورنہ ایک عدد دھرنا آپ کے لئے Int نظر آتا ہے۔ خیر دوستوں کی محفل میں مزہ آیا۔ ابتدائی، جگمگاتی چمکتی اور قریبوں کے پہلے سب وہاں ہوتا ہے جہاں محبت کے پھول ہوں۔۔۔! کچھ باتیں Stories کی۔۔۔۔ عطیہ صاحبہ ڈر ڈیجیٹل میں ایک اچھا اضافہ ہے۔ خوب صورت طرز تحریر، بہت اچھا تخلیق ہیں۔ مغربی طرز کی تحریر شاہکاری نے دل موہ لیا۔ راشد صاحب! اچھے فنکار ہیں کمال کی تحریر۔۔۔۔ بلقیس صاحبہ! تصویر کا شاہکار لے کر حاضر ہوئیں۔ میری گڈ ووٹ صاحب! آپ کی تحریریں اچھی ہوتی ہیں۔ مختصر تحریر پڑھ۔ ایس حبیب خان! ساجدہ لے کر جلوہ گر ہوئیں۔ گڈ۔ غزلوں میں راحیل بخاری، ساحل بخاری، شاہد کتاب اور احسان سحرانی شاعری اچھی لگی۔۔۔۔ میری گڈ غزلیں اور آنی۔۔۔ سارہ میرا بھی اچھا رہا۔۔۔۔! اور ان تمام دوستوں کا شکریہ جنہوں نے مجھ ناچیز کی تحریروں کو پڑھا اور پھر پسند بھی کیا Thanks you so much۔۔۔۔! دو نئی تحریریں حاضر خدمت ہیں۔ نفرت عشق۔۔۔۔ وہم جاناں۔۔۔۔ عکس پر گلشن کے حوالے سے ہیں۔ دیکھ لیجئے گا۔ جہاں فٹ رہے۔ غم جاناں، حقیقی تحریر، میں چاہوں گا ضرور شائع ہو۔۔۔۔! شکریہ آپ کے پاس میری تحریریں موجود ہیں۔ امید ہے کہ اچھی ہوئیں تو ضرور سامنے آ جائیں۔ ہمیں مکمل اعتماد ہے ادارہ پر۔۔۔۔ کوئی جلدی نہیں۔۔۔۔ جناب۔۔۔۔! آم کھانے کا موسم مبارک ہو! ٹھنڈے شربت اور آئس کریم کا سیزن مجھے بہت پسند ہے۔ بجلی کی ٹک ٹیک اور لوڈشیڈنگ۔۔۔۔! خیر چھوڑیں سیزن! بارش رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔ لگے رہو دوستو! بس سیلاب نہ آنے پائے۔ سیلاب کے بعد امداد اور امداد میں امراء نے موجے کرتے ہیں۔ غریب مرتا ہے تو دو بندے اس بیچنے کا حق ہی کیا ہے۔ تڑپ کر جینے سے بہتر ہے مر ہی جائے۔۔۔۔! اگلے ماہ کے ڈر کا شدت سے انتظار۔۔۔۔! خوش رہیں۔ ور دراز ی کا پی آف جون کا دلی شکریہ۔۔۔۔!

☆☆ مدثر صاحب ہم آپ کی بات صحیح ہے جہاں محبت، چاہت، خلوص ہو وہیں اچھی باتیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو خوش و خرم اور منظم رکھے (آمین) امید ہے امتیاز بھائی ضرور لب کشائی کریں گے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

روح کا انتقام

محمد خالد شاہان۔ صادق آباد

چشم زدن میں نوجوان کی آواز بھاری اور کرخت ہوگئی، اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل کر معمر شخص کی طرف بڑھیں اور پھر وہ معمر شخص نیچے سے اوپر کو اٹھنے لگا اور وہ ہوا میں معلق ہوگیا اور زبان باہر کو نکل کر لمبی ہوگئی کہ پھر……

ایک روح کا عجیب و غریب شاخسانہ جو کہ اپنے دشمن سے بدلہ لینے کے لئے سرگرداں تھی

وہ وحشی اور پراسرار چاندنی میں نہائی ہوئی رات یوں سسک رہی تھی جیسے کوئی جواں سال خوبرو دوشیزہ اپنے سیاہ بال کھولے ماتم کناں ہو۔ یہ دور افتادہ مضافاتی اور جنگلاتی علاقہ تھا۔ تارکول کی چمکتی ہوئی ایک پکی سڑک آگے جا کر تین حصوں میں منقسم ہو کر سامنے تاریک جنگل کے سینے میں پیوست ہو رہی تھی۔ چہار سو گھمبیر سناٹے کا راج تھا۔ البتہ کبھی یوں ہوتا کہ اگر کوئی تیز رفتار گاڑی طوفانی رفتار سے گزر جاتی تو اس کے زناٹے دار آواز کی وجہ سے اس پر ہیبت ماحول کے سکوت میں ذرا دیر تک تھرتھراہٹ طاری رہتی اور پھر پراسرار سناٹا ہر سو مسلط ہو جاتا۔

ماحول کو پراسرار بنانے والے سرکی کے باسیوں کی طرح کنڑے پیڑوں میں جدھر سڑک کنارے بھربھری مٹی بکھری ہوئی تھی، وہاں کسی ان دیکھی روح کے پیروں کے نشان یوں بنتے جا رہے تھے جیسے کوئی دھیرے دھیرے چہل قدمی کے انداز میں آگے ہی آگے بڑھ رہا ہو۔ مٹی پر ابھرنے والے پیروں کے نشانات کسی عورت کے معلوم ہوتے تھے۔

لیکن ایک بات دہشت ناک حد تک عجیب تھی کہ زمین پر بننے والے پیروں کے نشانات تو واضح ہو رہے تھے۔ مگر وہ وجود دکھائی نہیں دے رہا تھا جس کے چلنے سے نشانات بن رہے تھے۔

اگر کوئی جیتا جاگتا انسان ان ابھرنے والے پیروں کے نشانات کو دیکھ لیتا تو دہشت سے اس کے سینے میں دھڑکتا ہوا دل یقیناً دھڑکنا بھول جاتا۔

اسی لمحے سامنے سے کسی گاڑی کی تیز روشنی نظر آئی اور سڑک کے کنارے بننے والے پیروں کے نشانات بننے بند ہوگئے۔ جس کا واضح مطلب یہی نکلتا تھا کہ وہ ان دیکھی روح ایک لمحے کو شاید رکی تھی۔ مگر پھر اگلے لمحے وہ پھر چل پڑی تھی۔

مگر اب وہ خاصی تیز رفتاری سے آگے ہی آگے چل رہی تھی، کیونکہ پیروں کے نشانات اب جلدی جلدی ملنے لگے تھے۔

ذرا آگے پکی سڑک سے ملحقہ کچا مگر قدرے کشادہ اور ناہموار راستہ اندر تاریک جنگل میں چلا گیا تھا۔ قدموں کے نشانات اب تیزی کے ساتھ اس جانب دوڑے جا رہے تھے۔

ادھر اس گاڑی کی روشنی جو اس کی ہیڈ لائٹس کی تھی بتدریج نزدیک آتی جا رہی تھی۔ وہ ایک کار تھی، پھر یوں ہوا کہ کار کی رفتار آہستہ ہوتی چلی گئی، اور اگلے ہی لمحے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

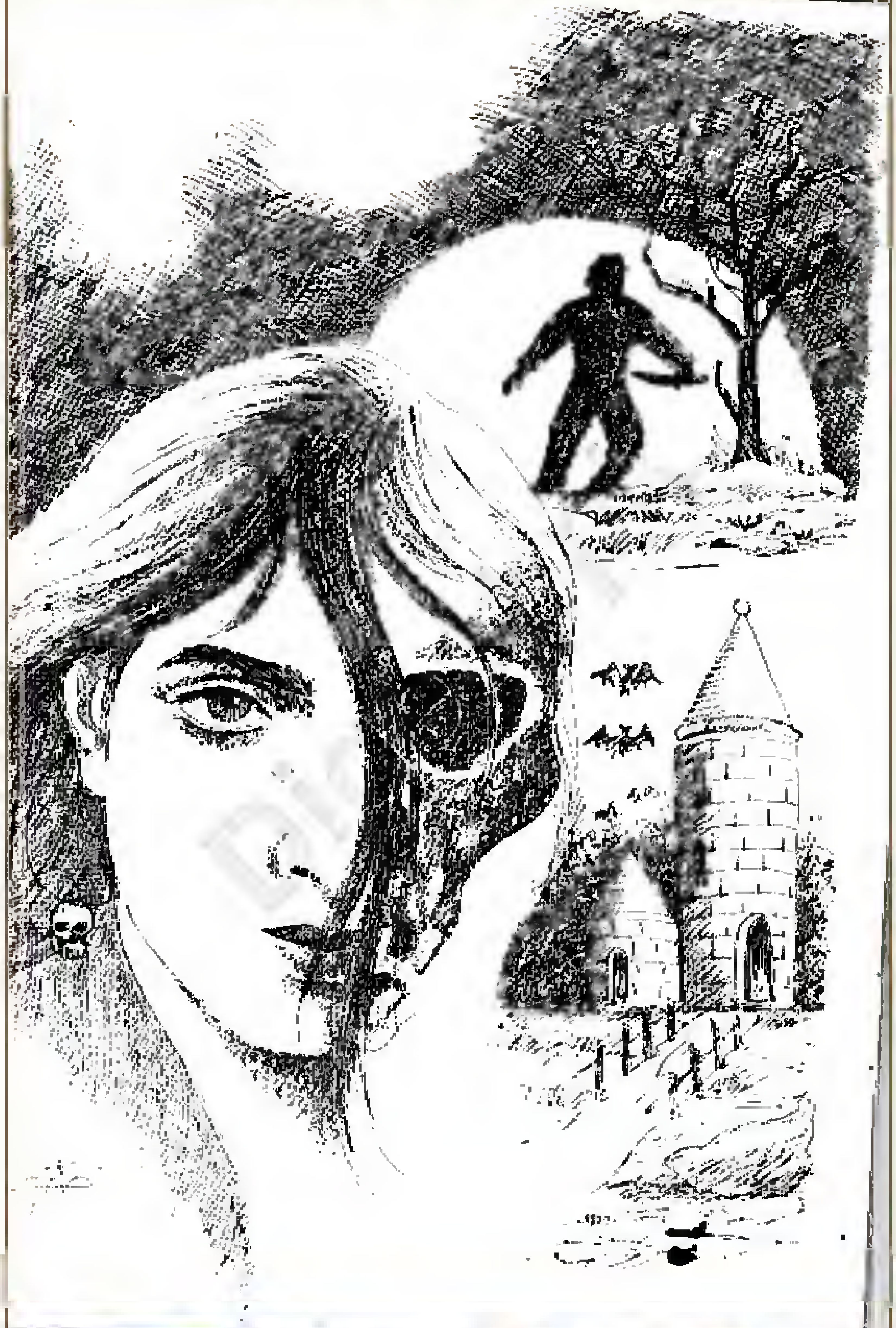

www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

نے کچے ناہموار راستے کی جانب موڑ کاٹا جدھر کچھ پہلے ہی وہ نادیدہ وجود اڑتی ہوئی روح غائب ہوئی تھی۔

کچے راستے پر اترتے ہی کار نے ہچکولے کھانے شروع کر دیئے۔

اسٹیئرنگ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کار کی رفتار قدرے کم کر دی گئی تھی۔ اب کار دھیمے ہچکولے کھاتی ایک پرانے کھنڈر کے قریب سے گزر رہی تھی۔

مشتاق احمد چالیس کے لپیٹے میں تھے، برابر والی سیٹ پر ان کی بیوی سلمٰی اور پچھلی سیٹ پر جوان بیٹا، جواد براجمان تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بلا کی معصومیت اور آنکھوں سے اشتیاق جھلک رہا تھا۔ مشتاق احمد کی نگاہیں ونڈ اسکرین کے پار...... کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں ویران راستے پر جمی ہوئی تھیں۔ کبھی کبھار شاید نہ جانے کیوں ان کے سپاٹ چہرے پر ایک لمحے کے لئے گہری تشویش کے آثار نمایاں ہو جاتے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ جلد سے جلد اپنی منزل تک پہنچ جانا چاہتے ہوں۔ شاید رات زیادہ اتر آئی تھی۔ اس لئے وہ ذرا فکرمند بھی تھے۔

درحقیقت انہیں سرِ شام ہی اپنی منزل پر پہنچ جانا چاہئے تھا۔ مگر بدقسمتی سے راستے میں ٹائر کی بے رخی کی وجہ سے لیٹ ہو گئے تھے۔ سفر کی ابتدا میں یہ مختصر سا خاندان بڑے پرلطف انداز میں سفر سے محظوظ ہو رہا تھا۔ مگر پھر جیسے جیسے رات گہری اور منزل قریب ہونے لگی تو باتوں کا سلسلہ بھی بتدریج موقوف ہوتا چلا گیا اور ان سب کو ایک پراسرار چپ لگ گئی۔

کار نے مڑا ایک تنگ سا موڑ کاٹا۔ اور اس کے بعد وہ ایک سنسان قبرستان کے پاس سے گزرنے لگی۔ جو چاند کی ہلکی اور اداس روشنی میں بے حد پراسرار لگ رہا تھا۔ اچانک پھر جانے کیا ہوا کہ ایک دم مشتاق احمد نے کار کی رفتار تیز کر دی...... رفتار تیز ہونے کی وجہ سے کار کچے اور ناہموار راستے پر تیزی کے ساتھ ہچکولے کھانے لگی۔

"مشتاق کیا ہوا...... آہستہ چلو...... دیکھو راستہ کتنا خراب ہے۔" معاً ان کی بیوی نے کہا۔

لگے ہی لمحے پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ان کے بیٹے جواد کے حلق سے ایک چیخ برآمد ہوئی تو اسی لمحے مشتاق احمد کا پاؤں بریک پر پڑ گیا۔ ٹائر یک دم جام ہو کر کچے راستے پر آگے کو گھسٹتے چلے گئے۔

جواد کی پھیلی ہوئی آنکھیں ونڈ اسکرین کے پار کسی کو دیکھنے کی کوشش میں محوِ حیرت تھیں۔

"کیا ہوا ہے جواد بیٹے؟" مشتاق احمد نے اپنی گردن گھما کر پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے بیٹے کی جانب دیکھا اور تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ابو...... آ...... آپ نے کچھ نہیں دیکھا...... سامنے۔" قدرے رک رک کر جواد نے کہا۔ اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں جیسے ونڈ اسکرین کے پار گڑی ہوئی تھیں۔

"نہیں بیٹا مجھے تو کچھ نہیں دکھائی دیا، کس کی بات کر رہے ہو...... تم نے آخر کس بات پر چیخ ماری۔"

"جواد ایسا تم نے کیا دیکھ لیا تھا۔" اس کی امی نے قدرے اچنبھے کی حالت میں پوچھا۔

"امی مجھے یوں لگا ہے...... جیسے کوئی انسان شاید وہ کوئی عورت تھی۔ جو اچانک ہی کار کے سامنے آ گئی تھی۔" وہ جیسے کچھ یاد کرتے ہوئے بولا۔

"اوہو! یہ تمہارا وہم ہو گا بیٹا۔ والدہ نے اپنا سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

"نہیں امی...... میں نے خود دیکھا تھا اسے انہی آنکھوں سے حیرت ہے وہ آپ دونوں کو کیوں نظر نہیں آئی۔" جواد حیرت سے بولا۔ جواد کے اٹل لہجے نے مشتاق احمد کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اپنی کار کے شیشے اتارے اور گردن باہر کو نکال کر دیکھنے لگے۔ مقصد اپنے بیٹے کی تسلی کرنا بھی تھا۔ باہر چاروں طرف گہرا سناٹا تھا۔ البتہ قبرستان کا پرہول ماحول ہلکی چاندنی میں پرہیبت منظر پیش کر رہا تھا۔ بڑا ڈراؤنا اور ہیبت ناک سناٹا دلوں پر سکتہ طاری کر رہا تھا۔

"اوہو مشتاق...... تم بھی کیا بچے کے ساتھ بچے بن گئے۔ گاڑی تو چلاؤ۔ اس ویرانے میں کیوں کھڑی کر رکھی ہے۔" اب سلمٰی نے قدرے بیزاری سے کہا۔ یہ الگ بات تھی کہ ان کا بھی خاصا خوف محسوس ہو رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مشتاق نے بیوی کے بے لاگ تبصرے پر گاڑی کو گیئر میں ڈالا اور آگے بڑھا دی۔ تاہم وہ اپنے بیٹے کو تسلی دیتے ہوئے مختصر بولے..... "بیٹے..... ایسے ماحول میں اس قسم کے وہم ہونا کوئی حیرانی کی بات نہیں..... یہ ضرور تمہارا وہم ہی تھا۔"

جواد ان کی بات پر خاموش ہو رہا..... لیکن اس کے چہرے پر یہ بات ظاہر تھی، کہ وہ اپنے والد کی بات سے متفق نہیں، وہ کسی طور پر بھی اس پراسرار حقیقت کو اپنے وہم پر محمول نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ اس نے اپنی جاگتی آنکھوں سے سامنے کار کی ونڈ اسکرین کے پار کسی عورت کا سایہ دیکھا تھا، جس کے چہرے کے نقوش واضح نہ تھے۔ تاہم اپنے خدوخال سے وہ کوئی عورت ہی نظر آ رہی تھی، اور ایسا محسوس ہوا تھا، جیسے وہ یک دم کار کے نیچے آ گئی ہو.....

مگر ایسا کچھ نہیں ہوا تھا، یہ بات جواد کو متحیر کئے دے رہی تھی۔ وہ پراسرار سایہ صرف اسے ہی کیوں نظر آیا، وہ سایہ اس کے امی ابو کو کیوں نہ دکھائی دیا تھا..... جو بالکل سامنے اگلی سیٹ پر براجمان تھے۔

بہر طور سفر ایک بار پھر خاموشی کے ساتھ مگر قدرے سست روی کے ساتھ شروع ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی اس بات کو تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک جواد اپنی ماں سے بولا..... "امی ابھی آپ نے مجھ سے کچھ کہا۔"

"ارے لڑکے تو پاگل تو نہیں ہو گیا ہے..... میں تو چپ بیٹھی ہوئی ہوں، کافی دیر سے۔" اس کی امی گڑبڑا کر بڑے تیز لہجے میں بولیں۔

"کیا ہوا بیٹا تم نے کیا سنا..... تمہاری امی نے تو کچھ بھی نہیں کہا..... میں ان کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا ہوں۔" مشتاق احمد بولے۔

"جی..... جی ابو مجھے یوں لگا تھا جیسے کسی نے میرے کان میں سرگوشی کی ہو..... میں سمجھا شاید امی نے دھیرے سے مجھ سے کچھ کہا ہے۔"

"اس کا دماغ چل گیا ہے۔" سلمٰی نے کہا۔ جواد کی اس بات کو بھی سلمٰی نے اسی وہم پر محمول کیا تھا۔ جبکہ جواد کا اس سلسلے میں خیال مختلف تھا۔ اس کے ذہن میں اب کئی قسم کے جواب طلب سوالات گردش کر رہے تھے۔

وہ ویسے بھی فطرتاً ایڈونچر پسند لڑکا تھا۔ سفر جاری رہا تھا۔ اسی لمحے ایک بار پھر جواد کو اپنی سماعت سے مرتعش سی آواز سنائی دی جیسے کسی نے گہرے سانس لئے ہوں..... اور سرگوشی کی ہو..... لیکن وہ الفاظ اس عجیب انداز میں ادا کئے گئے تھے کہ وہ ان کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔

مگر اب وہ یہ بات اپنی امی اور ابو کو بتا کر دوبارہ مذاق کا نشانہ نہیں بننا چاہتا تھا۔ ویسے بھی وہ خود کافی مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔

ادھر مشتاق صاحب کو مدہم چاندنی میں کسی آبادی کے دھندلے آثار دکھائی دیئے تو انہوں نے کار کی رفتار ذرا تیز کر دی تھی..... اب راستہ بھی کافی حد تک ہموار ہو چکا تھا۔ پھر دھیرے دھیرے کچے پکے مکان کے دھندلے خاکے واضح ہونے لگے۔ وہ چک 64 کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ ذرا دور ایک قدرے اونچے ٹیلے پر ایک قدیم طرز کی حویلی کی عظیم الشان عمارت نظر آئی۔ یہ چوہدری اسد کی حویلی تھی۔

کار کچے پکے راستوں اور گلیوں سے گزرتی ہوئی شمال کی سمت مڑ گئی۔ جہاں چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کی بہتات تھی۔ مکان اب پیچھے رہ گئے تھے۔ پھر ایک ٹیلے کو کراس کر کے کار رک گئی۔ سامنے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں مٹیالے پتھروں سے بنی ایک عمارت نظر آ رہی تھی۔ جو اپنی مخصوص قدیم طرز کی بناوٹ کے باعث بڑی پرشکوہ لگ رہی تھی۔ لیکن اس وقت وہ گہرے سکوت اور عجیب سی اداسی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ "لو بھئی آ گئے۔ اپنی منزل پر۔" مشتاق صاحب کار کے اسٹیئرنگ پر اپنا ہاتھ مارتے ہوئے قدرے بلند آواز میں بولے۔ اور ساتھ ہی کار کا ہارن دو تین مرتبہ بجا دیا۔ حویلی کے آگے مختصر سا باغیچہ بنا ہوا تھا..... اور پھولوں کی کیاریاں صدر دروازے تک چلی گئی تھیں۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا۔ اور ایک بوڑھا اپنے ہاتھ میں ایک لالٹین تھامے نمودار ہوا۔ اس بوڑھے کو یہ لوگ پہلی نظر میں پہچان گئے تھے۔ یہ دینو بابا تھے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

جنہوں نے مشتاق احمد کو گودوں میں کھلایا تھا۔ دینو بابا کا مشتاق احمد بہت احترام کرتے تھے۔ دینو بابا کو دیکھ کر یہ لوگ کار سے اتر آئے۔ دینو بابا کا ایک بیٹا بھی تھا جس کا نام حمید تھا۔

جب کبھی بھی مشتاق احمد یا ان کے عزیز وغیرہ اس پر فضا علاقے میں بغرض سیر و تفریح کے لئے آتے تو اس حویلی میں ٹھہرتے تھے۔ اور کوئی عزیز یہاں سیر و تفریح کے لئے آتا تو دو روز پہلے دینو بابا کو اطلاع بھیج دیتا تھا اور اس طرح دینو بابا حویلی کی صفائی ستھرائی کر دیتے تھے۔

"دینو بابا کیسے ہو؟" مشتاق احمد ذرا آگے بڑھتے ہوئے بولے۔

"اللہ کا کرم ہے سب اور آپ خیریت سے پہنچ گئے۔ بڑی رات کر دی آپ نے۔" دینو بابا بولے۔

"آجاؤ بیٹا اندر آجاؤ۔" دینو بابا جواد اور سلمیٰ سے بولے۔ اور اپنی رہنمائی میں تینوں کو ساتھ لیتے ہوئے غلام گردشوں اور بل کھاتے زینوں سے ہوتے ہوئے ایک بڑے کمرے میں لے آئے، کمرے کی آرائش بڑی خوب صورت تھی۔

باہر سے حویلی جتنی قدیم طرز کی بنی تھی۔ اندر سے اتنی ہی جدید ساز و سامان سے آراستہ تھی، یہ لوگ تھکے ہوئے تھے۔ لہٰذا کھانا کھاتے ہی سو گئے۔ جواد بھی سونے کے لئے اپنے کمرے میں آگیا تھا۔ لیکن ذہنی بے کلی کے باعث اسے نیند نہیں آرہی تھی۔

رات دبے پاؤں آگے ہی آگے بڑھ رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور اس پر جھولتا ہوا مہین پردہ خراماں خراماں کرتی ہوا کی وجہ سے ہل رہے تھے۔

جواد کی مسہری کے عین سامنے دیوار گیر کلاک رات کے دو بجا رہا تھا۔ اس قدر سناٹے میں کلاک کی سوئی کی آواز جواد کے دل و دماغ پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔

جواد اپنی مسہری پر لیٹا اپنے ساتھ پیش آئے ان پراسرار واقعات کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ جس نے اس کی نیند اڑا کر رکھ دی تھی۔ کار کے آگے یک دم کسی عورت کا پراسرار سایہ آجانا، پھر اپنے کانوں میں کسی نسوانی سرگوشی کی سرسراہٹ یہ سب اسے بے چین کئے ہوئے تھے۔ ایک لمحے کو تو اس کے ذہن میں یہ بھی خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اس کا وہم ہی ہو۔ جو بقول اس کے والد مشتاق احمد کے کہ یہ سب ویران اور ہولناک ماحول کی کارستانی ہوتی ہے۔ جو انسان کی قوت کو مہمیز کر کے اس پراسرار انداز میں حملہ آور ہوتی ہے۔

معاً کمرے کے دروازے کے دونوں پٹ زور سے آپس میں ٹکرائے۔ اور جواد کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ چونکا۔ وہ یکدم اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اعصاب تن گئے۔ پھر وہ آہستگی سے چلتا ہوا دریچے کے قریب آیا۔ سامنے باہر کا ماحول ہولناکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ آسمان دور تک بالکل صاف تھا۔ دور تک چاندنی اور ان گنت ٹمٹماتے ہوئے تاروں کی روشنی میں اسے ٹیلوں کی چوٹیاں نظر آ رہی تھیں۔ جو نشیب میں گھنے اور تاریک جنگلوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

ایک لمحے کو جواد کو وہ نظارہ بڑا بھلا لگا۔ بہر طور جواد کو دریچے کے دونوں پٹ زور سے بجنے کی وجہ یہی سمجھ آئی تھی کہ ہوا کے کسی تیز جھونکے نے دونوں پٹ کو آپس میں ٹکرا دیا ہوگا۔

لیکن اسے ہوا کا کوئی تیز جھونکا محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ دوسرے اسے یہ بھی اچھی طرح یاد تھا۔ دونوں پٹ جو اندر کی سمت کھلتے تھے۔ لہٰذا ان کے خود بخود کھل کر بجنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جواد کا دل یہ سب کچھ سوچ کر یکبارگی زور سے دھڑکا۔ بہر طور اس نے دوبارہ دونوں پٹ اندر کی طرف کھول کر اٹکا دیئے۔ تاکہ دروازہ کھلا رہے اور ہواؤں کا آنا جانا جاری رہے۔

لیکن ابھی وہ واپس اپنی مسہری کی جانب پلٹا ہی تھا کہ اچانک اسے یوں لگا جیسے اس کے قریب ہی کسی نے زور سے گہرا سانس کھینچا ہو۔ وہ ٹھٹک گیا۔ لیکن رکا نہیں۔ وہ محتاط انداز میں اطراف کی سن گن لیتا مسہری تک پہنچا۔ اور دھیرے دھیرے تھکے ہوئے انداز میں مسہری پر دراز ہو گیا۔ اسی لمحے پھر اس کی سماعت سے پراسرار نسوانی سرگوشی ٹکرائی۔ اور اس بار بہت واضح تھی۔ "بیٹا تم

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

آ گئے..... اور میں سکون میں ہو جاؤں گی..... مجھے..... مجھے اب طاقت مل جائے گی۔"

سرگوشی سن کر جواد کو پہلی بار اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ مگر پھر ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ اسے یوں لگا کہ جیسے وہ خود بخود نیند کی گہری اور پرسکون وادی میں اترتا چلا جارہا ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ پرسکون نیند میں ڈوب چکا تھا۔

اگلے دن بھی اس کی صبح جواد کی آنکھ کھل گئی بلکہ اسے دینو نے امی کے کہنے پر اتنی صبح جگا دیا تھا۔ رات والے واقعے کو جواد نے سردست راز میں رکھنا ضروری سمجھا تھا۔ وہ اب پہلے اس گاؤں کی صبح سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ جو اس کی کمزوری تھی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ گاؤں کی صبح اور شام کے مناظر بڑے دلفریب ہوتے ہیں۔ صبح کی سیر کے لئے جواد نے دینو بابا کے بیٹے حدی کو ساتھ لیا۔ حدی ایک سیدھا سادا اور معصوم سا لڑکا تھا۔ وہ حدی کے ساتھ باہر چہل قدمی کرتا ہوا حویلی سے ذرا آگے نکل آیا۔ بہت جلد دونوں آپس میں مکمل گھل مل گئے تھے۔ کیونکہ جواد بہت عرصے بعد آیا تھا، بہاولنگر کے علاقے میں یعنی حیدر آباد بڑے خوب صورت پر فضا علاقے میں واقع تھا۔ دور تک سبزے کی چادر زمین پر بچھی ہوئی تھی۔ ایک جانب طویل جنگلی پہاڑی سلسلہ تھا۔ جس کی دلفریب ڈھلانوں پر گھنے جنگل بنے ہوئے تھے۔ اور جہاں سے ان گنت خوش رنگ پرندوں کے زور زور سے بولنے اور چہچہانے کی جل ترنگ آوازیں آرہی تھیں۔ دینو کا بیٹا حدی نے بتایا کہ یہ وہ دن کا جنگل اور ٹیلے کئی سو میل تک پھیلے ہوئے ہیں۔ جو آگے جا کر ایک اور جنگل میں مل جاتے ہیں۔ جواد ان معلومات سے کافی محظوظ ہو رہا تھا اسے ٹیلے اور شفاف آسمان پر کہیں کہیں بادلوں کے سفید ٹکڑے روئی کے گالوں کی طرح تیرتے ہوئے بھلے نظر آرہے تھے۔ جواد ہری بھری گھاس والے ایک ٹیلے پر مشرق کی سمت اپنا منہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اپنے ہونٹ سختی سے بند کرنے کے بعد اندر کو گہرا سانس کھینچا اور پھر دھیرے دھیرے خارج کرنے لگا۔ اس کے بعد اسے یوں لگا جیسے کہ اس کے جسم میں بڑی نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔

وہ اب خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا اور یہی نہیں بلکہ اپنے اندر اعصابی قوت بھی محسوس کر رہا تھا۔ ایک غیر معمولی اعصابی قوت اور پھر اس کے بعد وہ حیدر کے ساتھ واپس حویلی میں آ گئے..... جہاں حویلی کے باغیچے میں اس کے امی ابو ناشتے میں مصروف تھے۔ اس کی امی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ورزش وغیرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم کون سا فربہ جسم ہو۔"

"اونو امی ورزش سے محض جسمانی نہیں بلکہ ذہنی سکون بھی ملتا ہے۔" جواد جوس کا گلاس اپنی امی سے لیتے ہوئے بولا۔ "اس سے قوت فیصلہ مضبوط اور روح کو سکون ملتا ہے۔"

"اچھا بھئی رہنے دو اپنی تقریر۔" اس کی امی جان چھیڑنے والے انداز میں بولیں۔ سدرہ کی بات پر مشتاق احمد نے مسکرانے پر اکتفا کیا اور جواد بھی اپنے باپ کی طرح مسکرا کر ناشتہ کرنے بیٹھ گیا۔ شام کا وقت تھا۔ اور جواد اس بات پر غور کرنے لگا کہ "آخر وہ کس کی سرگوشیاں تھیں۔" جو اس کی سماعت سے ٹکرائی تھیں اور گزشتہ شب بھی اس کے کمرے میں واضح سرگوشی سنائی دی تھی۔ جس میں بہت بھری حلاوت تھی۔ اسے کسی نے بیٹا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ "سرگوشی کے الفاظ اس کے دل و دماغ میں گونج رہے تھے۔ پھر اسے وہ بات بھی یاد آنے لگی۔ جب حیدر آباد آتے ہوئے اچانک ہی ان کی کار کے آگے کسی عورت کا ہیولا آ گیا تھا۔ مگر تعجب خیز بات یہ تھی کہ وہ سایہ اس کے امی ابو کو دکھائی نہیں دیا تھا۔ حالانکہ وہ دونوں بھی کار کی اگلی سیٹ پر براجمان تھے۔ "کیا وہ سب اس کا وہم تھا۔ یا پھر حقیقت کوئی پراسرار حقیقت یا کوئی ایسا راز جس پر سے پردہ اٹھنے والا ہے۔ اور جو اس کی ذات سے وابستہ تھا۔" معاً جواد کھڑے کھڑے چونک گیا۔ اس کے خیالات منتشر ہوتے چلے گئے۔

اسے اپنے سامنے تھوڑے فاصلے پر ایک شاندار سیاہ بگھی آتی ہوئی دکھائی دی۔ جس پر ایک حسین

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

شہزادی جیسی شان والی لڑکی براجمان تھی۔ جواد اس وقت اکیلا ہی سیر کو نکلا تھا۔ جواد یک ٹک اس پری پیکر کو دیکھنے میں محو تھا۔ وہ اسی جانب آ رہی تھی۔ اس لڑکی کا چہرہ متاثر کن تھا۔ اس کے چہرہ کے انوکھے پن نے جواد کو بالکل ہی مسحور کر کے رکھ دیا تھا۔

آنے والی پری پیکر نے باگیں کھینچ لی تھیں۔ فوراً دونوں گھوڑے ہنہنا کر رک گئے۔ وہ لڑکی جواد پر نظریں جمائے نیچے اتری۔ اس کے قریب آئی..... دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ پھر شاید دونوں کے دلوں نے بیک وقت اس بات کی گواہی دی کہ عرصے سے ان کا دل ایک دوسرے کے لئے چپکے چپکے تڑپ رہا تھا۔ بس پھر صدیوں کا سفر الفت لمحوں میں طے ہوتا چلا گیا۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہ رہے۔

لڑکی کا نام زیبا تھا۔ وہ تحسین آباد کے چوہدری اسد کی اکلوتی بیٹی تھی۔ دونوں کے درمیان رسمی بات چیت ہوئی اور پھر دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے واپس جدا ہو گئے۔ اس کے بعد دونوں نے ملاقات کا معمول بنا لیا۔ اور جلد از جلد ایک دوسرے کے ہو جانا چاہتے تھے۔ جب یہ کہ جواد اور اس کے ابو کا حویلی میں قیام تھوڑے ہی عرصے کے لئے تھا۔ کیونکہ مشتاق احمد شہر کے ایک کالج میں پروفیسر تھے اور تھوڑے دنوں کی چھٹیاں لے کر تفریح کرنے تحسین آباد آئے تھے۔

"جواد تم اپنی امی ابو سے اس معاملے کی بات تو کرو۔" آخر زیبا نے اس سے یہ کہہ ہی دیا تو جواد تذبذب کا شکار ہو گیا۔ کیونکہ اسے خود زیبا کے بارے میں اپنی امی ابو سے بات کرنا عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ جواد کو خاموش پا کر زیبا دوبارہ بولی۔ "تم کہو تو میں خود ہی پہل کروں۔ اور اپنے ابو کے ساتھ تمہاری حویلی آ جاؤں۔"

"آں..... نن..... نن نہیں۔" جواد یکدم ہڑبڑایا۔ "یہ ابھی درست نہیں ہوگا..... اچھا تم ٹھہرو میں پہلے اپنی امی سے بات کروں گا۔ دیکھوں گا کہ وہ اس سلسلے میں مجھے کیا مشورہ دیتی ہیں۔" جواد کی بات سن کر زیبا کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمودار ہوئے۔ جواد کو مخاطب کرتے ہوئے زیبا بولی۔ "ٹھیک ہے..... مگر ذرا جلدی ہی بات کرنا۔ بلکہ آج ہی بات کر لینا تو بہتر ہوگا۔ کل اسی جگہ آ کر مجھے بتا دینا۔" اس کے بعد وہ دونوں مزید کچھ دیر گھومتے اور باتیں کرتے رہے۔ پھر اس کے بعد دونوں واپس لوٹ آئے۔

☆......☆......☆

"امی وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔" جواد موقع ملتے ہی تنہائی میں اپنی امی سے بولا۔ وہ زیبا کے بارے میں پہلے ہی اپنی امی کو اعتماد میں لے چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی امی مسکراتے ہوئے اس کے گال کو پیار سے تھپتھپا کر بولی۔ "ارے بھئی آخر تمہاری پسند ہے۔ کوئی غلط تو نہیں ہوگی۔ ہم تمہیں جیسے جانتے نہیں۔ زیبا کو راضی کرنے کے لئے تم نے کتنے پاپڑ بیلے ہوں گے۔ یہ تو وہی جانتی ہوگی۔ چلو میں تمہارے ابو سے آج رات ہی بات کر کے دیکھوں گی۔" امی نے کہا۔ اور جواد مطمئن ہو گیا۔

اس وقت رات کے دس بجے کا عمل ہوگا۔ جب مشتاق احمد اپنے اسٹڈی روم میں موجود تھے۔ دفعتاً دروازے پر ہلکی سی دستک کی آواز پر وہ چونکے۔

پھر یس کہتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا تو اپنی بیوی سلمیٰ کو اندر آتے دیکھ کر کتاب بند کر دی۔

☆......☆......☆

اگلے دن جواد نے خوشی خوشی زیبا سے ملاقات پر اسے خوشخبری سنائی کہ اس کی امی نے ابو سے اس سلسلے میں بات کر لی ہے۔ اور انہوں نے اس کے ابو سے اشارتاً تذکرہ بھی کروا لیا ہے۔ ایک آدھ روز میں امید ہے کہ یہ معاملہ طے ہو جائے۔ زیبا یہ سن کر ایک دم خوش ہو گئی۔ اور اسی خوشی میں اس کے جی میں جانے کیا سمائی کہ وہ جواد کو اپنی حویلی میں اپنے والد چوہدری اسد سے ملوانے کی غرض سے لے آئی اور جواد نے بھی اس کے ہمراہ جانے پر ذرا بھی تامل نہ کیا۔ زیبا اسے اپنی بگھی میں لے کر حویلی میں آ گئی۔ "زیبا تمہاری حویلی تو بہت شاندار ہے۔" جواد ایک ہال نما کمرے میں جو غالباً نشست گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ پہنچ کر خاصا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مرعوب ہوتے ہوئے بولا۔ دیواروں پر چوہدریوں کے چوڑے خاندان کی تصویریں آویزاں تھیں۔ "تم یہاں بیٹھو! میں اپنے ابو کو بتا کر آتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد جواد نے دیکھا کہ زیبا کے ہمراہ ایک بھاری بھرکم جسامت کا آدمی نمودار ہوا۔ جو ساٹھ کے لپیٹے میں تھا۔ جواد جان گیا کہ یہ زیبا کے والد چوہدری اسد ہیں......

جواد نے ادب سے انہیں سلام کیا تو چوہدری اسد نے جواد کو سلام کا جواب دینے کے بعد سامنے صوفے پر بیٹھ گئے، ابھی ان کے درمیان رسمی باتیں شروع ہوئی تھیں کہ اچانک ہی ایک عجیب واقع ہوا۔ ایک دم جواد کی حالت عجیب اور غیر ہونے لگی۔ اس کا خوب صورت چہرہ کرخت اور بہت بھیانک ہوتا چلا گیا۔ سامنے بیٹھے ہوئے چوہدری اسد اور زیبا جواد کی یک لخت بدلتی ہوئی چہرے کی ہیئت پر دم بخود رہ گئے۔ اسی لمحے جواد کے حلق سے ایک غرّاتی ہوئی آواز برآمد ہوئی۔ وہ چوہدری اسد سے مخاطب تھا۔ "چوہدری پہچان مجھے میں کنول ہوں جسے تو نے چاندنی رات میں قبرستان میں زندہ گاڑ دیا تھا..... اب اسی چاندنی رات کے آنے میں تھوڑے ہی دن باقی رہ گئے ہیں..... اور اتنے ہی دن اب تیری زندگی کے باقی بچے ہیں..... یہ جواد میرا خون اور میرا بیٹا ہے....." اور یہ جملہ ختم ہوتے ہی جواد اپنی اصلی شکل میں آ گیا۔ اس کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے اسے اپنی بدلی ہوئی خوفناک کیفیت کا بالکل بھی علم نہ ہو اور نہ ہی یہ کہ اس نے زیبا یا اس کے والد چوہدری اسد کو خوفناک انداز میں دھمکایا تھا۔

زیبا نے بغور اپنے ابو کی طرف دیکھا تو دنگ رہ گئی، کیونکہ اس کے ابو کا چہرہ خوف سے پیلا پڑ چکا تھا.....

"ممی..... یہ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ جواد تمہیں۔" زیبا حیرت اور خوف کے ملے جلے انداز میں بولی۔

"جواد خود حیران تھا کہ دونوں باپ بیٹی اسے اتنے عجیب انداز اور نظروں سے کیوں تکے جا رہے تھے اور چوہدری اسد کے چہرے پر خوف عیاں تھا۔

"اسے لے جاؤ یہاں سے زیبا..... دور لے جاؤ اسے میری نظروں سے۔" چوہدری اسد نے بوکھلائے ہوئے قدرے درشت لہجے میں زیبا سے بولا۔

"بچاری زیبا تو خود عجیب پریشانی و شش و پنج میں تھی کہ اتنے میں چوہدری اسد خود ہی اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

"زیبا یہ تمہارے ابو کو کیا ہو گیا۔" جواد حیرت سے بولا۔

"میرے ابو کو نہیں بلکہ تمہیں کچھ ہو گیا تھا جواد۔" زیبا ایک ایک لفظ کو جیسے چباتے ہوئے بولی۔ دراصل وہ خاصی پریشان ہو چکی تھی۔

"مم..... مجھے کیا ہو گیا تھا۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ، میں اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتا کہ کیا ہوا تھا مجھے۔"

اس کی بات پر زیبا چند لمحے کسی سوچ میں رہی، پھر جواد کو اس کی اچانک بدلتی ہوئی کیفیت کے بارے میں بتانے لگی..... آخر میں پھر زیبا بولی۔ "جواد تم کون ہو؟ مجھے اپنے بارے میں سچ سچ بتاؤ..... تمہیں ابو کے سامنے اچانک کیا ہو گیا تھا؟" جواد چند لمحے زیبا کی جانب حیرت بھری نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس کے بعد بولا۔ "مجھے خود نہیں معلوم میں جب تمہارے ابو کو سلام کرنے لگا تو اچانک میری آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ پھر میں خود کو جیسے بے حس و حرکت محسوس کرنے لگا۔ جب تاریکی چھٹی تو تمہارے ابو کو میں نے جانے کیوں خوف زدہ دیکھا..... کیا واقعی تم نے اچھی طرح دیکھا تھا کہ میرا چہرہ خوفناک اور آواز بھاری ہو گئی تھی۔

"ہاں جواد تمہارا خوب صورت چہرہ یک دم ڈراؤنا اور خوفناک ہو گیا تھا اور تم نے ابو کو دھمکایا بھی تھا۔" زیبا کی بات پر جواد پریشان سا ہو گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ چوہدری اسد سے بھلا اس کی کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ میں تو انہیں اس سے پہلے جانتا تک نہیں تھا۔ انہوں نے میرے بارے میں کیا سوچا ہوگا۔"

جواد کو پریشان اور ششدر دیکھ کر زیبا تشویش سے بولی۔ "گھبراؤ نہیں جواد یہ کوئی پراسرار معاملہ لگتا ہے۔ تم

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

اور اپنی کار میں آکر اسے ایک کپڑے سے اچھی طرح صاف کرکے اپنی بیوی کی گود میں ڈال دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھانا چاہی پھر اچانک ان کے ذہن میں آیا کہ "اس بدنصیب عورت کا جسد خاکی یوں چھوڑ دینا مناسب نہیں۔ لیکن چونکہ اب وہ مرچکی تھی۔ دوسرے نہ ہی ان کے پاس اس نازک حالت میں کوئی ایسا بندوبست تھا۔ جس سے وہ اس عورت کو دفنا سکتے۔ لہٰذا یہ خیال ذہن سے جھٹک کر انہوں نے گاڑی آگے بڑھادی۔

گاڑی چلانے کے دوران جہاں تک ان کی سمجھ میں آرہا تھا۔ وہ یہ تھا کہ "اس عورت کے ساتھ ضرور ناقابل برداشت زیادتی اور ظلم ہوا ہے۔

اب انہوں نے یہ حتمی فیصلہ کرڈالا تھا کہ وہ اس بچے کو اپنے پاس رکھ کر بیوی کو خوشیاں پہنچا ئیں گے۔

ممتا کی ماری سلمیٰ نے اس بچے کو واقعی اپنا بچہ سمجھ کر سینے سے لگالیا۔

وہ بچہ اب جواد کی صورت میں ان کا اپنا بیٹا بن چکا تھا۔ دونوں میاں بیوی اس بچے کی خوشیوں میں خوش تھے۔ جواد سے مشتاق احمد نے آج تک یہ سنسنی خیز اور اندوہناک راز چھپا رکھا تھا کہ وہ انہیں کن بھیانک حالات میں ملا تھا۔ اب وہ ماضی کو اپنے دل سے نکال چکے تھے۔ ہمیشہ کے لئے......

مگر اب بیس سال بعد جن پراسرار عجیب وغریب حالات سے جواد گزر رہا تھا۔ ان حالات نے مشتاق احمد کو ماضی کریدنے پر مجبور کردیا تھا۔ ان سارے حالات و واقعات کے تناظر میں مشتاق احمد نے تجزیہ کرتے ہوئے سوچا کہ بیس سال پرانے جس اندوہناک واقعے کو وہ دفن کرچکے تھے۔ شاید اس کے آشکار ہونے کا وقت آن پہنچا تھا...... جس کی کڑیاں جواد کی زندگی سے مل رہی تھیں اور اس پراسرار تعلق کی بنا پر جواد آج پراسرار حالات سے دوچار ہوچکا تھا۔ اور آخر اس نے تنگ آکر ان سے اپنے ماضی کے متعلق پوچھ لیا تھا۔

مشتاق احمد خود شش و پنج کا شکار تھے کہ وہ جواد کو اس اندوہناک واقعات سے آگاہ کریں تو کس طرح کریں۔ "کہیں یہ ماضی کی باتیں ان پر یا ان کی بیوی سلمیٰ کی پر یا پھر جواد پر منفی اثر نہ کر ڈالیں۔ اور پھر انہی خیالات کے سبب انہوں نے جواد کو ٹال دیا تھا۔

لیکن وہ یہ بات بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ انہیں آخر ایک نہ ایک دن تو جواد کے سامنے یہ اندوہناک حقیقت ظاہر کرنا پڑے گی۔

☆......☆......☆

کمرے میں ہلکا ہلکا دھواں پھیلا ہوا تھا۔ خاصے ڈیل ڈول اور آبنوسی رنگت کا ایک شخص گیروا رنگ کی دھوتی باندھے اپنے سامنے آگ روشن کئے کسی عمل میں مصروف تھا۔ اس کے قریب چارپائی پر چوہدری اسد خاصا پریشان بیٹھا تھا۔

نندو جلدی بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے کیا کوئی روح میرے خون کی پیاسی ہورہی ہے؟" چوہدری نے پوچھا۔

"تھوڑا صبر چوہدری صاحب۔" وہ شخص اپنی آنکھیں بند کئے آرام سے بولا۔ وہ کالے جادو اور سفلی علوم کا ماہر چوہدری اسد کا خاص آدمی تھا۔ "چوہدری جس انسان کا ماضی خونی کھیل میں ہی رہا ہو...... اسے بھی ہر مصیبت کا سامنا کرنے کے لئے پوری طرح تیار رہنا چاہئے۔"

"نندو...." چوہدری اسد حلق کے بل چیخا۔ جس میں اس کی ذہنی ابتری اور دیوانگی جھلک رہی تھی۔ "مانا کہ تو ہمارے خاندان کا پرانا خادم ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تو ہم سے اس لہجے میں بات کرے۔"

"چوہدری صاحب آپ مجھے غلط نہ سمجھیں۔" نندو شعلوں پر اپنی نگاہیں جمائے ہوئے بولا۔ "میں تو آپ کو تھوڑا سا صبر کرنے کو کہہ رہا ہوں۔ اچھا ذرا ٹھہریں بتاتا ہوں تمہیں۔" پھر وہ منہ ہی منہ میں کچھ بدبدانے لگا۔ اور چوہدری اسد بے چینی اور غصے کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگا۔

دراصل چوہدری جواد کے منہ سے نکلی باتوں کے بعد بری طرح خائف ہوگیا تھا۔ اسے نہ جانے کیوں یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اندازہ ہو رہا تھا کہ جواد کے اندر کوئی بے قرار بدروح گھسی ہوئی ہے۔ جو کہ اس کی جان کی دشمن ہے...... یا اس سے کسی قسم کا انتقام لینا چاہتی ہے۔ لہٰذا چوہدری نے تندو کو یہ سب بتا کر اسے بدروح کے خاتمے پر مامور کر دیا تھا۔

چند لمحوں بعد تندو اپنی آنکھیں کھول کر چوہدری کے سامنے گویا ہوا......

"چوہدری صاحب آج سے بیس برس پہلے ایک عورت اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ تمہاری جاگیر میں داخل ہوئی تھی۔ اور جسے تم نے اغوا کر کے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا تھا۔ اور اسے تم نے چاند کی چودھویں رات قبرستان کے قریب پھنکوا دیا۔ وہ بہت حسین اور خوب صورت تھی۔ اس کی گود میں ایک بہت چھوٹا بچہ تھا تمہاری زیادتیوں کے باعث وہ مر گئی تھی۔

اس بچے کو کسی نے اپنی اولاد کی طرح پال پوس کر جوان کیا۔" کچھ دیر تندو نے توقف کیا۔" پھر سے بولا۔

"چوہدری صاحب یہ سب باتیں مجھے تین دنوں تک عمل میں مصروف رہتے ہوئے معلوم ہوئی ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس بدنصیب عورت جسے تم نے اپنے ظلم کا نشانہ بنایا، اب اس کی روح کو ایک ایسی طاقت مل چکی ہے جو ٹھیک چاند کی چودھویں رات کو اپنے اس بیٹے کے شریر میں داخل ہو کر تم سے اپنے اوپر کیے ہوئے ظلم کا بدلہ لینا چاہتی ہے۔" تندو اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔

تندو کی آخری بات پر چوہدری خوفزدہ ہو کر ہکلاتے ہوئے بولا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو تندو۔"

اور مجھے اب اس روح سے کیسے نجات مل سکتی ہے۔"

تندو نے ایک بار پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں......

شعلوں میں یکبارگی حدت آ گئی۔ اور تندو کا چہرہ آتشیں ہونے لگا۔ وہ شاید پھر کسی عمل میں مصروف ہو چکا تھا۔

☆......☆......☆

رات انتہائی گہری اور تاریک تھی۔ اور اس وقت مشتاق احمد کی حویلی کے اطراف پراسرار ویرانی مسلط تھی۔ البتہ کہیں دور پرے گیدڑوں کے چلانے کی آوازیں رات کے سکوت میں برچھیوں کی طرح پیوست ہو رہی تھیں۔ جواد اپنے کمرے میں گہری نیند سویا ہوا تھا کہ مغرب کی سمت کھلنے والی کھڑکی جو کہ کھلی ہوئی تھی۔ اس کھڑکی میں اچانک ایک سایہ نمودار ہوا۔ جس نے اپنے منہ پر سیاہ چادر لپیٹ رکھی تھی۔ وہ سایہ نہایت ہوشیاری سے اندر کودا۔ وہ چند لمحے ساکت رہ کر سن گن لیتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں پھر شکرے جیسی چمک پیدا ہوئی۔ اس نے غالباً سامنے جواد کو گہری نیند میں سویا ہوا دیکھ لیا تھا۔ اب وہ آہستہ آہستہ مسہری کے پاس بڑھنے لگا۔

وہ چوہدری اسد کا بھیجا ہوا ایک آدمی تھا۔ جو اس کے حکم کے مطابق جواد کو موت کے گھاٹ اتارنے آیا تھا کیونکہ تندو نے چوہدری کو اس عورت کی روح سے نجات دلانے کا یہی طریقہ بتایا تھا وہ کسی طرح سے اس کے بیٹے جواد کو ہلاک کر ڈالے تو اس عورت کی روح بے بس ہو جائے گی...... کیونکہ وہ صرف اپنے بیٹے جواد کے جسم میں ہی داخل ہو کر چوہدری اسد کو ہلاک کر سکتی ہے۔ اور یہ موت کا کھیل اپنے انجام کو چاند کی چودھویں رات میں ہی پورا ہو سکتا تھا۔

جس شخص کو چوہدری نے جواد کے قتل پر لگایا تھا۔ اس کا نام دلاور تھا۔ جسے چاندنی رات سے قبل جواد کو ہر صورت میں مارنا تھا۔

اب وہ جواد کے سر پر کھڑا تھا۔ پھر اس قاتل نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اپنی چادر کے اندر سے ہاتھ باہر نکالا، اس کے ہاتھ میں ایک لمبے پھل والا خنجر چمک رہا تھا۔ اس نے ایک نظر سامنے دنیا و مافیہا سے بے خبر محو خواب جواد کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ جواد کے منہ پر رکھا۔ تاکہ چیخنے کی آواز حلق سے نہ نکل سکے۔ اور خنجر والا ہاتھ بلند کیا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ وار کرتا...... معاً جواد کی آنکھیں عجیب انداز میں کھل گئیں۔ اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں جانے کیا بات تھی کہ قاتل کا خنجر والا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اور جواد ایک دم مشتعل انداز میں

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مسہری سے اٹھ بیٹھا۔

اگلے ہی لمحے جواد کا چہرہ یکایک خوفناک ہوتا چلا گیا۔ اور اس پر سیاہ رنگ کی دراڑیں سی پڑنے لگیں۔ جسے دیکھ کر قاتل بری طرح خوفزدہ ہو گیا اور فوراً دو قدم پیچھے کی جانب ہٹ گیا۔

اس نے دیکھا کہ جواد کے خوفناک چہرے پر بڑی بھیانک مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور سرخ انگارہ آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔ تب اس کے حلق سے خرخراتی ہوئی غراہٹ بھری آواز ابھری۔ ”آؤ مجھے مارو...... آؤ...... یہ خنجر میرے سینے میں پیوست کر دو۔“ اس کے ساتھ ہی جواد کا چہرہ اس کے شانوں پر لٹو کی طرح گھومنے لگا...... دلاور یہ ڈراؤنا منظر دیکھ کر چیختا ہوا بھاگا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ...... اور کھڑکی سے باہر کود گیا...... اس کے بعد جواد کا چہرہ اپنی اصل صورت اختیار کر گیا۔ اور وہ پہلے کی طرح گہری نیند سو گیا۔

☆......☆......☆

چوہدری اسد کے بھاری ہاتھ کا زوردار تھپڑ دلاور کے گال پر پڑا...... اور وہ چند قدم پیچھے کو لڑکھڑا تا چلا گیا...... ”لعنت ہو تجھ پر بزدل کی اولاد۔“ چوہدری اسد زور سے پھنکارتے ہوئے بولا۔ ”تجھے سمجھا کر بھیجا تھا روح میں بھی اتنی طاقت نہیں آئی کہ وہ کسی کو نقصان پہنچا سکے۔ البتہ تیرے جیسے لوگ اگر اسی طرح ڈرنے لگے تو اس روح کو طاقت مل جائے گی۔ اور وہ ہم سب کا خون پی جائے گی۔ بے وقوف...... روح کو صرف چاندنی رات میں شکتی مل سکتی ہے...... وہ جواد کی صورت میں خوفناک چہرے بنا کر خوفزدہ تو کر سکتی ہے۔ مگر اس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ کسی کا کچھ بگاڑ سکے...... اور تو نے بدبخت وہ موقع گنوا دیا...... مجھے اب ہر قیمت پر جواد کا مردہ جسم چاہیے۔ ورنہ میں تجھے مردہ کر دوں گا...... جا دفع ہو جا یہاں سے۔“

دلاور وہاں سے دم دبا کر چلا گیا۔ اور چوہدری اسد کے چہرے پر شدید تذبذب کے آثار پھیلتے چلے گئے۔ وہ ہر قیمت پر جواد کو چودھویں کی رات سے پہلے ختم کرنا چاہتا تھا۔

صبح ہوتے ہی ایک لمبے پھل والا خنجر جواد کے کمرے سے ملا تھا۔ اس وقت مشتاق احمد کے ہاتھوں میں تھا اور ان کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار پھیلے ہوئے تھے۔ جواد بھی ان کے قریب حیران و پریشان کھڑا تھا۔ یہ وہی خنجر تھا۔ جو گزشتہ شب دلاور کے پاس تھا۔ اور خوف کے مارے وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ اور خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر یہیں گر گیا تھا۔

”ابو میرا خواب سچا تھا۔ اس کا مطلب۔“ جواد حیران ہوتے ہوئے بولا۔

”خواب کیا مطلب بیٹا......“

”ابو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی مجھے مارنے کے لئے میرے کمرے میں آیا ہے۔ اس قاتل کے پاس بالکل ایسا ہی خنجر تھا۔ لیکن پھر یوں ہوا کہ مجھ سے وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ اٹھا...... اور اپنا خنجر چھوڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میری آنکھ کھل گئی تھی۔“ جواد نے اپنا خواب بیان کیا۔

اس کی بات سن کر مشتاق احمد مزید پریشان ہو گئے۔ وہ سوچنے لگے کہ ”کوئی پراسرار چکر ضرور ہے۔ کوئی جواد کی جان کے درپے ہے...... لیکن وہ کون ہے؟ اور کیوں جواد کی جان کا دشمن ہے؟ وہ کوئی خفیہ اور پراسرار طاقت ہے۔ جس نے جواد کو اب تک محفوظ رکھا ہوا ہے؟“ تاہم انہوں نے جواد کو ہوشیار رہنے کی تاکید کر دی تھی......

”بیٹا اس بات کا ذکر امی جان سے نہ کرنا...... ورنہ وہ پریشان ہو جائیں گی...... انہوں نے کہا اور پھر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

☆......☆......☆

”جواد کو ختم کرنے کا کوئی اور طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔“ چوہدری اسد پرخیال لہجے میں تدبیر طلب نظروں سے نندو کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ دونوں اس وقت حویلی کے ایک کمرہ خاص میں موجود تھے۔ نندو نے بغور چوہدری اسد کی بات سنی اور دھیرے دھیرے اثبات میں سر ہلانے لگا۔ ”جواد کو ختم کرنا جتنا آسان ہے اتنا ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مشکل بھی ہے چوہدری صاحب..... تندو نے کہنا شروع کیا۔ "آسان اس لئے کہ جواد کو کسی بھی وقت اور کسی بھی طریقے سے ہلاک کیا جا سکتا ہے اور اس کی ماں کی روح بھی طاقت کے زور پر اسے نہیں بچا سکتی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ روح اپنے بیٹے جواد کو بروقت کسی ایسے طریقے سے صاف بچا لیتی ہے کہ اسے ہلاک کرنے والا خود خوفزدہ ہو کر بھاگ اٹھتا ہے۔ جیسا کہ دلاور کے ساتھ ہوا۔ حالانکہ اگر وہ اس کے خوفناک چہرے کی پرواہ نہ کرتا۔ اور وہ خنجر جواد کے سینے میں اتار دیتا تو اس کا بال بھی بیکا نہ ہوتا۔ جواد بھی ہلاک ہو جاتا۔ اور تمہیں بھی اس روح سے نجات مل جاتی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، تندو میں دلاور کو دوبارہ اچھی طرح سمجھا کر بھیجوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس بار جواد کا ضرور کام تمام کر کے لوٹے گا۔" چوہدری مضبوط اور پر امید لہجے میں بولا۔

"دلاور کو دوبارہ بھیجنے کی غلطی نہ کرنا چوہدری صاحب۔" تندو نے کہا۔ دلاور کے ناکام واپس لوٹنے سے جواد اور اس کے والد ہوشیار ہو گئے ہوں گے..... دلاور کو اگر تم دوبارہ بھیجو گے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس بار ان کے ہتھے ہی چڑھ جائے۔"

"میں کسی سے نہیں ڈرتا تندو..... اگر مجھے جواد کے ساتھ اس کے پورے خاندان کو بھی موت کے گھاٹ اتارنا پڑا تو ہرگز دریغ نہیں کروں گا۔" چوہدری بولا۔

"پرسکون چوہدری صاحب!" تندو اپنی گھنی بھنوؤں کو سکیڑ کر بولا۔ "یہ مت بھولو کہ تمہاری بیٹی زیبا جواد کو پسند کرتی ہے۔ اگر اسے پتہ لگ گیا کہ تم اس کی جان کے دشمن ہو تو....." اس نے دانستہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

تندو کی بات سن کر چوہدری اسد کے چہرے پر گہری الجھن لہرا آئی۔

"تندو پھر تم ہی بتاؤ۔ کیا کیا جائے..... چاندنی رات تو سر پر آن پہنچنے والی ہے....." چوہدری اسد کے لہجے میں اس بار لرزش تھی..... موت کی لرزش.....

تندو چند لمحے کسی گہری سوچ میں غلطاں رہنے کے بعد اچانک بولا۔ "کسی طرح جواد اگر دوبارہ حویلی میں آجائے تو میں خود ہی اسے ہلاک کر سکتا ہوں۔" تندو کے لہجے میں ایک سفاکی عود آئی۔

تندو کی بات سن کر چوہدری کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی تھی۔ وہ جلدی سے بولا۔ "لیکن تندو۔ جواد یہاں کیسے آئے گا ہو سکتا ہے کہ اس کے والد نے اس کے یہاں آنے پر پابندی لگا دی ہو۔"

"لیکن مجھے یقین ہے کہ ایسا نہیں ہوا ہوگا..... کیونکہ جواد تمہاری بیٹی سے بہت محبت کرتا ہے..... وہ اس کے کہنے پر یہاں ضرور کھنچا چلا آئے گا۔ بس تم کسی طرح سے اپنی بیٹی سے کہو کہ وہ جواد کو لے کر یہاں آئے۔" تندو نے کہا تو چوہدری یکدم بولا۔ "اس طرح اسے میری بیٹی کے ذریعے یہاں بلا کر تم اگر جواد کو ہلاک کرو گے تو کیا سوہن بدل نہ ہوگی۔"

"نہیں یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں اپنا کام صفائی سے کرنا جانتا ہوں۔ ویسے چوہدری صاحب اگر اپنی جان بچانی ہے تو یہ سب کرنا ہی پڑے گا۔"

ٹھیک ہے تندو تم ٹھیک کہتے ہو میں زیبا سے کسی بہانے جواد کو یہاں بلواؤں گا۔" چوہدری نے خوش ہو کر کہا۔

☆.....☆.....☆

فضا اس وقت نم آلودہ ہوا سے خنک ہو رہی تھی۔ دن کا وقت تھا۔ ایک جھیل کنارے سرسبز گھاس پر زیبا اور جواد ساتھ بیٹھے تھے۔ مگر ان کے متفکر چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ خوشگوار ماحول کی اثر پذیری سے یکسر بے نیاز تھے۔ قریب ہی زیبا کی شاندار جیپ کھڑی تھی۔ زیبا کچھ زیادہ ہی متفکر نظر آ رہی تھی۔ کیونکہ جواد اسے گزشتہ شب کے اس واقعے سے آگاہ کر چکا تھا۔ کہ کوئی اسے قتل کرنے کی غرض سے آیا تھا۔ "جواد تم ایسا کرو وہ خنجر جو تمہارے کمرے میں قاتل چھوڑ کر بھاگا تھا۔ وہ مجھے دکھاؤ....." سوہن نے جواد سے کہا۔

جواد کچھ چونکا اور مستفسرانہ انداز میں بولا۔ "تم اس کا کیا کرو گی اسے تو ابو نے سنبھال کر رکھا ہے۔"

جواد گھمن آیا ایک بہت عجیب ہے۔ اگر یہاں کہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

کسی کا کرہوا برتن بھی میں دیکھ لوں تو مجھے پتا چل جائے گا کہ وہ کس گھر کا ہے۔ میرا بچپن یہاں گزرا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ میں وہ خنجر دیکھ کر پہچان جاؤں کہ وہ کس کا ہے۔"

جواد زیبا کی بات پر ٹھٹکا۔ پھر وہ پرجوش لہجے میں بولا۔

"ارے واہ..... تم تو بڑی جاسوس نکلی..... مجھے بھی یقین ہے کہ تم ضرور اس خنجر کو دیکھ کر کسی نتیجے پر پہنچ سکتی ہو۔ تم ایسا کرو ابھی چلو میرے ساتھ۔ اس بہانے تم میری امی ابو سے بھی مل لو گی۔ آخر تمہیں کبھی تو ان کے سامنے آنا ہے۔"

زیبا کے چہرے پر چند ثانیے تردد کے آثار ابھرے..... پھر وہ راضی ہوگئی..... وہ دونوں حویلی پہنچ گئے۔ اتفاق سے اس وقت وہاں کوئی نہیں تھا۔ سوائے حویلی کے پرانے خدمت گار دینو بابا اور حیدر کے.....

جواد زیبا کو لئے اندر ایک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے حیرت سے بولا۔ "لگتا ہے ابو اور امی کہیں گئے ہوئے ہیں۔"

"زیبا تم یہاں بیٹھو میں ابھی آیا۔" یہ بول کر جواد تیزی سے بالائی منزل کی طرف بڑھا۔ دراصل بالائی منزل کا کمرہ اس کے والد کا تھا۔ اور اس کمرے میں خنجر موجود تھا۔

جواد نے جلدی سے الماری کھولی۔ پھر کپڑے میں لپٹے ہوئے خنجر کو احتیاط سے سنبھالے ہوئے نیچے زیبا کے پاس لے آیا..... زیبا نے خنجر کو بغور دیکھا۔ تو بری طرح چونک پڑی۔ جواد بھی اس کے بدلے ہوئے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"کیا تم نے پہچان لیا یہ کس کا خنجر ہے؟" جواد نے پوچھا۔

"زیبا حیرت اور اچنبھے میں مبتلا تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خنجر اور اس کے مالک کو پہچان چکی ہے۔ لیکن اس شخصیت کے بارے میں وہ متردد تھی۔ تاہم اس نے جواد کی بات کا چھوٹا سا جواب دیا۔" جواد کیا یہ خنجر تم مجھے دے سکتے ہو؟ بعد میں تم بے شک مجھ سے لے لینا۔"

"ہاں تم بے شک اسے ساتھ لے جاؤ۔ لیکن خدا کے لئے کچھ تو بتاؤ، کیا تم نے اس خنجر کے مالک کو پہچان لیا ہے۔" جواد نے کہا۔

"یہ میں تمہیں کل بتاؤں گی۔ ویسے یہ خنجر میں نے پہچان لیا ہے کہ کس کا ہے..... لیکن پہلے میں اپنے طور پر تسلی کرنا چاہتی ہوں، اس کے بعد میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ جس نے تمہیں ختم کرنے کی کوشش کی۔"

یکا یک زیبا کی آنکھوں میں چنگاریاں کوندنے لگیں، غصے کی وجہ سے بہرحال زیبا اب جواد کے پاس زیادہ دیر نہیں بیٹھی، اور جواد کو ہوشیار رہنے کی تاکید کرتی ہوئی وہاں سے چلی آئی.....

زیبا اپنی حویلی پہنچی تو سخت تذبذب کا شکار تھی۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "آیا وہ اس خنجر کے بارے میں جواد سے ذکر کرآئی تھی۔ کہیں بعد وں اس شخص سے پوچھے یا پھر سردست خاموش رہے۔ اور خفیہ انداز میں اس شخص کی نگرانی کرتی رہے.....

یادیں

زندگی کے طویل سفر میں نہ جانے کتنے لوگ ملتے ہیں اور بچھڑ جاتے ہیں کچھ تمام عمر ساتھ رہنے کے باوجود بھی دل کو اچھے نہیں لگتے کچھ لوگ چند لمحوں کے ہمسفر ہوتے ہیں اور پہلی ملاقات میں دل پر چھا جاتے ہیں مگر ایسے دل پسند لوگ ہمارے نصیب میں کہاں وہ ڈھیر انمول یادوں کا خزانہ تحفے میں دے کر زندگی کی انجانی راہوں پر کھو جاتے ہیں مگر کبھی کوئی بات کوئی احساس یادوں کے تمام دریچے کھول دیتا ہے ان کی پیار بھری باتیں یاد آتی ہیں وہ لمحے یاد آتے ہیں جو ان کے ساتھ گزارے ہوتے ہیں۔

ٹپک پڑتے ہیں آنسو جب یاد تمہاری آتی ہے
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں ہوتا

(طاہرہ اسلم بلوچ۔سرگودھا)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

پھر اسے اپنا دوسرا خیال زیادہ بہتر محسوس ہوا۔ کیونکہ وہ اس شخص کو خنجر کے حوالے سے پہچان چکی تھی۔ اور اسے سو فیصد یقین تھا کہ یہ خنجر اس شخص کا ہے۔ لیکن اگر اس نے صاف انداز میں اس سے خنجر کے بارے میں پوچھ لیا تو وہ نہ صرف صاف صاف مکر جائے گا بلکہ محتاط بھی ہو جائے گا۔ اور اس طریقے سے قاتل کو بے خبر رکھا جائے اور اسے رنگے ہاتھوں پکڑنے کی وہ کوشش کرے گی۔ اور پھر اس پراسرار راز سے پردہ اٹھانے کی کہ آخر وہ جواد کو کیوں قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس کی جواد سے کیا دشمنی ہے؟" اسی اثنا میں چوہدری نے اسے اپنے پاس بلایا۔

"بیٹی زیبا تم نے دوبارہ جواد سے نہیں ملوایا۔ آخر تمہارا کیا پروگرام ہے۔ کیا تم واقعی اس سے شادی کے بارے میں سنجیدہ ہو۔" چوہدری نے پوچھا تو نہ جانے کیوں زیبا کو اپنے باپ میں سازش کی بو محسوس ہوئی۔ کیونکہ اسے ابھی تک یاد تھا کہ جواد جب پہلی بار آیا تھا اور اس کے ابو سامنے آئے تھے تو ایک انجانی ڈراؤنا واقعہ پیش آیا تھا۔ جس سے بری طرح خائف ہو کر اس کے ابو نہ صرف جواد کو دھتکار کر حویلی سے نکل جانے کو کہا تھا بلکہ زیبا کو بھی جواد سے ملنے سے روکنا چاہا تھا۔ لہٰذا آج اپنے ابو کے منہ سے یہ سن کر کہ وہ دوبارہ جواد سے ملنا چاہتے ہیں۔ آخر کیوں؟ زیبا کو گہری سوچ میں غلطاں دیکھ کر چوہدری اسد نے دوبارہ قدرے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بیٹی چپ کیوں ہو۔ جانتا ہوں میں اس کی وجہ..... سنو میری بات غور سے۔" چوہدری اس چند لمحے توقف کر کے بولے۔ "بیٹی جواد پر کسی بدروح کا سایہ ہے۔ اس میں جواد کا یقیناً کوئی قصور نہیں ہے۔ لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہیں وہ تمہیں نقصان نہ پہنچا دے۔ میں اس لئے اسے یہاں بلانا چاہ رہا ہوں۔ کہ اس پر سے بدروح کا سایہ اتارا جائے اور تم جانتی ہو کہ یہ کام مندو سے بہتر اور کوئی نہیں کر سکتا۔"

اپنے ابو کے منہ سے مندو کا نام سن کر اچانک ہی زیبا کے اندر نفرت کا لاوا سا ابھرنے لگا۔ تاہم اس نے اپنی کیفیت پر قابو پائے رکھا۔ کیونکہ وہ سمجھ رہی تھی کہ اس کے ابو اور مندو مل کر کسی سازش کے تانے بانے بننے میں ایک دوسرے کے شریک ہیں اور جواد کو حویلی بلانا اسی سازش کی ایک کڑی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن پھر بھی زیبا نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی تو اس کے ابو بولے۔ "شاباش بیٹی، بس پھر جلدی سے اسے یہاں لے آؤ کسی دن۔" اور یہ سن کر زیبا اثبات میں سر ہلانے لگی۔

فیصلہ کن گھڑی آن پہنچی تھی۔ قاتل رنگے ہاتھوں پکڑا جانے والا تھا۔ اگرچہ اس میں جواد کی زندگی کو بھی خطرہ تھا۔ لیکن مستقل خطرناک اور جان لیوا صورت حال کا سامنا کرنے سے بہتر تھا کہ ایک ہی مرتبہ نمٹ لیا جائے۔ زیبا نے مندو پر اب کڑی نظر رکھنا شروع کر دی۔ اس لئے کہ وہ خنجر بھی اسی کا تھا۔ جسے ایک دن زیبا حویلی کے عقب میں بنے ہوئے اس کے کمرے میں دیکھ چکی تھی۔ بچپن میں مندو کو زیبا جادوگر چاچا کہا کرتی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اسے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ اس کا شبہ اب یقین میں بدل گیا تھا کہ مندو اور اس کے ابو کی ملی بھگت سے ہی جواد کے لئے موت کی سازش تیار کی جا رہی ہے۔ اس کے پیچھے کیا راز تھا کہ وہ دونوں معصوم جواد کی جان کے کیوں درپے تھے۔ زیبا یہی سب معلوم کرنے کے لئے آخر ایک دن جواد کو لے کر اپنی حویلی آن پہنچی۔

چوہدری اسد کی آنکھوں میں جواد کو دیکھ کر ایک خاص سی چمک لہرائی تھی۔ پھر وہ اس کے قریب آ کر رسمی کلمات کے تبادلے کے بعد شفقت بھرے لہجے میں بولے۔ "دیکھو بیٹے جواد۔ گھبرانا نہیں تم پر ایک گندی بدروح کا سایہ ہے۔ وہ کسی بھی وقت تمہیں یا زیبا کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

اسی اثنا میں مندو بھی وہاں آن موجود ہوا اور بغور جواد کے چہرے کی جانب دیکھنے لگا۔ مندو کو دیکھتے ہی زیبا نے خود پر قابو پانے کی کوشش کی۔ زیبا اب مندو کو سخت ناپسند کرنے لگی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مندو کا قتل کر دے۔

ادھر مندو بڑی عجیب نظروں سے جواد کو تکے جا رہا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ نگاہوں ہی نگاہوں میں جواد کو اپنے تابع کرنا چاہتا ہو۔ پھر نندو ہولے سے جواد کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "جواد آؤ میرے ساتھ۔" یہ کہتے ہی نندو واپس مڑا تو پاس کھڑی زیبا نے دیکھا کہ جواد کسی مشینی انداز میں حتیٰ کہ اس سے بھی لاتعلق ہو کر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ہوا نندو کے پیچھے ہولیا۔

"زیبا نے چونک کر جواد کو آواز دی تو چوہدری اسد نے فوراً ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ لیکن جواد کو اس طرح بے یار و مددگار نندو جیسے مکار قاتل کے رحم و کرم پر زیبا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ لہٰذا وہ اپنے والد کی پرواہ کئے بغیر جواد کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ تو غصے سے اس کے ابو چلائے۔ "زیبا رک جاؤ۔ نندو کو اپنا کام کرنے دو۔" لیکن زیبا اپنے ابو کی بات نظر انداز کرتی ہوئی جواد کے پیچھے پیچھے چلتی رہی۔ نندو اپنے پیچھے جواد کو لئے ہوئے حویلی کے عقب میں بنے ہوئے ایک بڑے کمرے میں آ گیا۔

زیبا نے بھی اندر داخل ہونے کی کوشش کی مگر وہ یہ دیکھ کر بری طرح چونک گئی کہ جواد نے مکمل ٹرانس کی حالت میں کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا تھا۔ یہ دیکھ کر زیبا زور زور سے دروازہ پیٹنے لگی۔ "جواد جواد دروازہ کھولو۔ یہ کیا بے وقوفی کر رہے ہو تم، نندو تمہیں جان سے مار دے گا۔ دروازہ کھولو.... جواد....." مگر اندر سے کسی قسم کی آواز سنائی نہ دی۔

تھوڑی دیر میں ہی دوڑتے ہوئے چوہدری اسد وہاں آن دھمکے، وہ غصے میں بھرے نظر آ رہے تھے مگر زیبا نے ان کی بھی ذرا پرواہ نہ کی۔ اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ "ابو..... ابو" خدا کے لئے نندو سے کہیں کہ وہ جواد کو چھوڑ دے..... وہ اسے اندر لے گیا ہے۔"

اور پھر زیبا پر اچانک دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ صورت حال یوں اچانک ہی پلٹا کھا جائے گی، خود کو سنبھالو زیبا یہ کیا بچگانہ پن ہے۔ جواد پر بدروح کا سایہ ہے۔ اور نندو اس سائے کو اس پر سے اتارنا چاہتا ہے۔ کیا تم نہیں چاہتی کہ جواد بدروح سے نجات حاصل کر لے۔" چوہدری اسد نے درشت لہجے میں اسے سمجھایا۔

"مگر زیبا کو تو کسی اور ہی سازش کی بو آ رہی تھی۔ اچانک اندر سے جواد کی ایک دلدوز چیخ سنائی دی۔ جس نے زیبا کو سرتا پا لرزا کر رکھ دیا۔ پھر ایک تواتر کے ساتھ جواد کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔ جنہوں نے زیبا کا دماغ سنسنا کر رکھ دیا۔ اس نے پوری قوت سے دروازے کو دھکا مارا۔ تو دروازہ اندر کو گرتا چلا گیا اور خود زیبا اندر جا گری۔

اندر کا منظر دیکھتے ہی وہ دھک سے رہ گئی۔ نندو جواد کی گردن اپنے ہاتھوں سے دبوچے جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر زیبا جیسے پاگل ہو گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنی دائیں ٹانگ کی ایک بھرپور ضرب نندو کے پہلو میں رسید کی تو اگلے ہی لمحے نندو کے حلق سے تیز چیخ ابھری اور فوراً ہی جواد کی گردن اس کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔ زیبا نے اس پر بھی بس نہ کیا۔ اس پر تو جیسے جنون سوار ہو چکا تھا۔ ادھر نندو اس اچانک صورت حال پر ششدر رہ گیا تھا۔ ا۱ زیبا کو خونی نگاہوں نے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر گھگھیایا......

"چوہدری صاحب یہ...... یہ آپ کی بیٹی کو کیا ہو گیا ہے...... ہم میں تو جواد کو بدروح....." مگر اس کی آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ کیونکہ زیبا نے اسے ایک اور زوردار ٹھوکر ماردی تھی۔

"میں..... میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی....."

زیبا پر جیسے خون سوار ہو گیا تھا۔

مگر عین وقت پر چوہدری اسد بیچ میں آ کر اپنی بیٹی کو سنبھالتے ہوئے چلا کر بولے۔ "ہوش میں آؤ زیبا، تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"نہیں ابو یہ جواد کو مارنے لگا تھا۔" زیبا ہانپتے ہوئے بولی۔ پھر جواد کی جانب متوجہ ہوئی، جو اپنا گلا دھیرے دھیرے مسل رہا تھا۔ "تم ٹھیک تو ہو جواد۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"ہاں میں ٹھیک ہوں" وہ مزید دو آواز میں بولا۔

"ابو تندو کو کہیں کہ یہاں سے چلا جائے۔ ورنہ" زیبا غصے سے بولی۔ اور چوہدری اسد نے موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے تندو کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔

☆......☆......☆

مشتاق احمد بالائی منزل کے کمرے سے باہر کا جائزہ لے رہے تھے۔ رات کے تقریباً ایک بجے کا عمل ہوگا کہ اچانک ان کی نگاہ اپنے بیٹے جواد کے کمرے میں کھلنے والی کھڑکی پر پڑی، کوئی انسانی ہیولہ نقاب لگا کر آگے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ مشتاق احمد کا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہوا۔ انہوں نے بجلی کی تیزی کے ساتھ اپنی جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں پکڑا۔ تین دن کی نگرانی کے بعد آج انہیں اپنی محنت بار آور ہونے کی امید ہونے لگی۔

انہیں جواد کی طرف سے اطمینان تھا کیونکہ انہوں نے اس دن کے بعد سے جب اس پر حملہ ہوا تھا۔ جواد کا کمرہ بدل دیا تھا۔ البتہ اس کے کمرے میں بستر پر چادر اور تکیے ملا کر یوں رکھ دیئے تھے جیسے کوئی سو رہا ہو۔

تیز دبے قدموں چلتے ہوئے مطلوبہ کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ کر جھری سے آنکھ لگائی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ہیولہ جواد کے بستر کی جانب بڑھ رہا ہے۔ اسی اثنا میں مشتاق احمد آہستگی سے دروازہ کھولنے لگے ان کی پہلی کوشش یہی تھی کہ فائر کیے بغیر اسے قابو کر لیں۔ تاہم کسی خطرے کے پیش نظر انہوں نے پستول تھامے رکھا۔ پھر وہ اجنبی مسہری کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اور اس کی ساری توجہ بستر کی جانب ہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مشتاق احمد کو اندر داخل ہوتے دیکھ نہ سکا۔ جو کہ اب دروازہ کھول کر اندر آ چکے تھے۔

"خبردار حرکت مت کرنا، ورنہ بھون کے رکھ دوں گا۔" اجنبی مشتاق احمد کے ہاتھوں میں پستول دیکھ کر وہیں جگہ دم بخود رہ گیا......

"میں اپنے بیٹے کے دشمن سے کسی طرح کی بھی رعایت سے کام نہیں لوں گا۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ مجھے سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیوں میرے بیٹے کو مارنا چاہتے ہو؟"

"بولو..." مشتاق احمد چند قدم آگے بڑھ کر پستول والا ہاتھ ہلاتے ہوئے درشت لہجے میں بولے۔

اجنبی چند لمحے تذبذب کا شکار رہا پھر بولا۔ "صاحب...... میں...... مجھے معاف کر دو۔ اگر میں نے آپ کو بتا دیا تو چوہدری مجھ سمیت میرے پورے خاندان کو مار دے گا۔"

"اگر تو نے میرے سامنے زبان نہ کھولی تو میں بھی تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" مشتاق احمد نے پھنکارتے اور اس کی سہمی ہوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "اسی میں ایک تیری بھلائی ہوگی کہ اگر تو مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ تو میں کوئی ایسی صورت نکال لوں گا کہ تیری جان بچ جائے۔" یہ سن کر اجنبی قاتل کے چہرے پر رضامندی کے تاثرات ابھرے پھر وہ بتانے لگا۔ "میرا نام دلاور ہے۔"

چوہدری اسد اپنی حویلی میں بیٹھا دلاور کا منتظر تھا۔ جسے اس نے تندو کی جانب سے جواد کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں ناکامی پر پھر دوبارہ جواد کو قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ادھر زیبا باپ سے ناراض ہو کر نہ جانے کہاں چلی گئی تھی۔ چوہدری جانتا تھا کہ زیبا خود ہی ایک دو روز میں لوٹ آئے گی...... لہٰذا اس سلسلے میں اتنی پریشانی کی بات نہ تھی۔

ایک ملازم نے آ کر چوہدری کو اطلاع دی کہ مشتاق احمد آئے ہیں۔ یہ سن کر چوہدری اسد کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا، کئی خیالات اس کے اندر گڈمڈ ہونے لگے۔ تاہم اس نے ملازم سے مشتاق احمد کو اندر آنے کا کہہ دیا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ مشتاق احمد جواد کے والد ہیں، لہٰذا وہ سوچنے لگا کہ "آخر وہ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔"

اتنے میں مشتاق احمد اس کے سامنے آن موجود ہوئے اور آتے ہی بولے۔ "چوہدری صاحب آپ کی جاگیر میں میرے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ کسی ظالم نے میرے بیٹے جواد کو قتل کر دیا ہے۔ میں اسے دفنا کر آیا ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مشتاق احمد بدستور غم سے ڈوبے ہوئے لہجے میں بولے۔

مشتاق احمد کی آہ و زاری سے چوہدری اسد کو سکون محسوس ہوا اور وہ خاصا مطمئن و مسرور ہوا۔ اب وہ اندازہ لگا چکا تھا کہ ولاور نے اپنا کام خوش اسلوبی سے کر دیا تھا تاہم وہ بڑے بے رحمانہ لہجے میں بولا۔ "تو میں کیا کروں۔ کوئی تھانیدار ہوں۔ میں یہاں کا۔ پھر بھی چونکہ یہ سب میری جاگیر میں ہوا ہے۔ اسی لئے میں تمہاری مدد کی کوشش کروں گا۔ تم جا سکتے ہو۔ میرے آرام کا وقت ہو رہا ہے جناب۔" یہ کہہ کر وہ بڑے پر غرور انداز میں وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

"ظالم تو بہت جلد اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔" مشتاق احمد نے چوہدری اسد کے وہاں سے جاتے ہی دل میں سوچا اور وہاں سے لوٹ آئے۔ ان کی چال کامیاب رہی تھی، کیونکہ انہوں نے ولاور سے سب کچھ اگلوا کر اسے اپنی حویلی کے ایک کمرے میں قید کر دیا تھا، اور اس سے کہا تھا کہ "چاندنی رات میں جب ظالم چوہدری کنول کی بے چین روح کے انتقام کا نشانہ بن جائے گا تو وہ اسے چھوڑ دیں گے۔ دراصل ولاور کے ذریعے انہیں اصل حقیقت کا علم ہو چکا تھا کہ چوہدری اسد کیوں ان کے بیٹے جواد کی جان کا دشمن ہے۔

اگرچہ انہیں ان ساری باتوں پر مشکل ہی سے یقین آیا تھا۔ لیکن گزشتہ حالات و واقعات کی روشنی میں انہیں یہ سب درست ہی نظر آ رہا تھا۔ جواد کی اصل ماں...... کنول آج سے بیس سال قبل انتہائی جانکنی کے عالم میں جواد کو تنہا چھوڑ کر چوہدری اسد کے عبرتناک ستم کا نشانہ بن کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ اور اب اس کی بے چین روح اپنے بیٹے کے جسم کی طاقت حاصل کر کے چوہدری سے اپنے اوپر کئے گئے ظلم کا بدلہ لینا چاہتی تھی...... اور یہ سب چاند کی چودھویں رات کو ہی ممکن تھا۔ جس میں اب ایک دن رہ گیا تھا۔

لہٰذا ان سب باتوں کے تناظر میں مشتاق احمد نے اب یہ چال چلی تھی کہ چوہدری اسد کو چاندنی رات سے پہلے ہر ممکن طریقے سے قتل کرنے کی کوشش کرتا۔ لہٰذا اب چوہدری اسد مطمئن ہو گیا تھا۔ اور مشتاق احمد بھی اطمینان سے واپس حویلی لوٹ آئے تھے۔

ادھر جواد کو بھی اصل حقیقت سے آگاہی ہو چکی تھی۔

اسے اب یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ مشتاق احمد کا بیٹا نہیں، وہ یہ بھی جان چکا تھا کہ کن دردناک حالات میں وہ مشتاق احمد کو ملا تھا۔ اور اپنی ماں کنول کے اوپر ہونے والے ظلم پر بھی اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ لیکن وہ ایک باحوصلہ نوجوان تھا۔

☆......☆......☆

چوہدری اسد اس بات پر حیران تھا کہ آخر ولاور اپنا کام کر کے کہاں غائب ہو گیا ہے۔ پھر وہ یہ سوچ کر خود ہی مطمئن ہو گیا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ خود ہی چند روز کے لئے کہیں غائب ہو گیا ہو۔

اس رات چودھویں کا چاند بھرپور انداز سے گلشن آباد پر اپنی چاندنی نچھاور کر رہا تھا۔ گاؤں کے تمام باسیوں کو نہ جانے کیوں آج رات کا چاند زبردست جوبن پر محسوس ہو رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے آج چاند کی آخری رات ہو۔ تمام لوگ آج وقت سے پہلے ہی سو گئے تھے۔

ادھر مشتاق احمد پر اس وقت انتہائی عجیب و غریب کیفیت طاری تھی۔ انہیں معلوم تھا کہ آج کی رات خونی اور پراسرار ڈرامے کا ڈراپ سین ہونے والا ہے۔ لیکن کیا یہ سب ممکن ہوگا۔ وہ یونہی آہستگی سے چلتے ہوئے جواد کے کمرے میں آئے تو انہوں نے اسے گہری نیند میں ڈوبا ہوا دیکھا۔ ان کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ کسی بھی لمحے پراسرار کھیل کی ابتدا ہونے والی تھی۔ اور وہ یہ سب اپنی جاگتی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ واپس اپنے کمرے میں آ کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ معاً ان پر غنودگی کے حملے ہونا شروع ہو گئے۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ وہ نہ سوئیں۔ مگر چند لمحوں بعد ہی وہ بھی نیند کی وادیوں میں اترتے چلے گئے۔

باہر چاند اپنے جوبن پر تھا۔ ٹھنڈی ہوا برگد کے پیڑوں کے درمیان سے جب گزرتی تو پتے پراسرار

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تماشائیوں کی طرح تالیاں پیٹتے ہوئے محسوس ہوتے۔

جواد گہری نیند میں تھا کہ سحا ایک سفید روشن لکیر فضا میں تیرتی ہوئی اس کی ناک کے راستے جسم میں اتر گئی......

جواد نے لیٹے لیٹے یکدم اپنی آنکھیں یوں کھول دیں۔ جیسے بجلی کا سوئچ اچانک ہی آن کر دیا گیا ہو۔ پھر وہ مسہری سے اٹھ کر یوں چل دیا۔ جیسے کسی نے اس کے جسم میں بجلی بھر دی ہو۔ وہ بلا خوف و خطر ننگے پاؤں حویلی سے باہر آ گیا۔ اب اس کا رخ چوہدری اسد کی حویلی کی جانب تھا۔

ادھر چوہدری اسد اپنے کمرے کی شاندار مسہری پر گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک کسی کھٹکے کی آواز سن کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے جواد کسی زندہ لاش کی طرح کھڑا اسے انگارہ برساتی سرخ آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ چوہدری اسد کی جواد کو دیکھ کر گھگھی بندھ گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ کنول کی روح اس سے انتقام لینے آ پہنچی ہے۔ اتنے میں جواد کا چہرہ ایک تیز روشنی میں جیسے نہا گیا۔ اور آنکھیں پھیل کر سرخ انگارہ سی بن گئیں۔ جواد کے حلق سے غرغراتی ہوئی خوفناک آواز چیخ کی صورت میں برآمد ہوئی کہ اتنے میں چوہدری اسد پاگلوں کی طرح چلاتے ہوئے نندو کو آوازیں دینے لگا۔

”مرے چیچ...... اور چیخ...... چوہدری...... آج تیری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔“ کنول کی روح جواد کے جسم سے بول رہی تھی۔ اب جواد کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل کر چوہدری کی طرف بڑھیں اور پھر چوہدری فرش سے اوپر کو اٹھنے لگا وہ ہوا میں معلق ہو گیا اس کی زبان لمبی ہو کر باہر کو نکل پڑی اور آگے کو بڑھ کر چوہدری کے چہرے پر لٹک گئی پھر چوہدری کی دردناک اور کربناک آواز کمرے کی فضا کو منتشر کرنے لگی۔

چوہدری کی تکلیف ناقابل برداشت اور اذیت سے پر تھی۔ پھر چوہدری کی زبان سمٹ کر اصلی حالت میں آ گئی تو اس کے منہ سے آواز نکلی۔ ”مجھے معاف کر دو موت دے دو۔“

”نہیں چوہدری تو...... تو اس سے بھی زیادہ سزا کا مستحق ہے یہ سزا تو تیرے لئے کچھ بھی نہیں۔ کنول اپنا چہرہ چوہدری کے عین سامنے لے آئی اور غراتے ہوئے بولی۔ ”چوہدری اب تیرے ظلم و گناہوں کا گھڑا لبالب ہو چکا ہے۔ تو نے کسی پر رحم نہیں کیا، انسانی شکل میں تو بھیڑیا ہے۔ تیرا وقت اب پورا ہوا اب تیرا دنیا میں رہنا بے سود ہے۔“ اور پھر چوہدری کی چیخ پوری حویلی میں گونجنے لگی اور پھر رات میں کسی خونی درندے نے چوہدری کو ان کے کمرے میں بھنبھوڑ کر رکھ دیا، چوہدری کی لاش بہت بھیانک حالت میں تھی۔ اور پھر اسی رات نندو کا بھی بھیانک انجام ہوا گاؤں سے باہر ویرانے میں اس کی لاش بہت وحشت ناک حالت میں نظر آئی تھی۔

مشتاق احمد کو زیبا نے ان کی فیملی سمیت اپنی حویلی میں بلا لیا تھا۔ زیبا کو مشتاق احمد اور سلمٰی اپنے بیٹے جواد کے لئے قبول کر چکے تھے۔

دوسری رات مشتاق احمد اپنی بیوی سلمٰی کے ساتھ موجود تھے، رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا کہ اچانک کمرے کے ایک کونے میں سفید دھواں اٹھنے لگا جسے دیکھ کر دونوں میاں بیوی اچنبھے میں پڑ گئے۔

اتنے میں تمام دھوئیں نے ایک انسانی ہیولے کا روپ دھار لیا۔ پھر ہیولے کے منہ سے آواز نکلی۔ ”مشتاق احمد میں وہی بدنصیب اور ستم زدہ کنول کی روح ہوں، جسے ظالم چوہدری نے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا اور پھر مجھے موت سے ہمکنار کر دیا۔ میرا معصوم بچہ میری لاش کے قریب بلک رہا لیکن اس ظالم کو اس بچے پر بھی رحم نہ آیا۔

مشتاق احمد میں آپ کا بہت بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے معصوم بچے کو سینے سے لگایا اور اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا۔ آج مجھے بہت سکون ملا ہے، اس لئے کہ چوہدری اپنے انجام کو پہنچ گیا، میں نے اس سے انتقام لے لیا۔ اب میں سکون سے اپنی منزل کی طرف جا رہی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ دونوں میاں بیوی آئندہ بھی میرے جواد کو سینے سے لگائے رکھیں گے۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔“ اور پھر اس کے بعد سارا دھواں اوپر کو اٹھا اور کمرے کے روشن دان سے باہر کو نکلتا چلا گیا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

دل کا خون

احسان سحر سیانوالی

نوجوان کو ایک دن خبر ملی کہ موت بہت قریب آگئی ہے، اس حقیقت کو جان کر نوجوان بپھر گیا، اس کی آنکھیں سرخ ہوگئیں وہ چیخ پڑا، کیا محبت پر میرا کوئی حق نہیں محبت دور چلی گئی اور میں......

آرزو، تمنا اور خواہش کے لبادے میں لپٹی ہوئی دل کو ریزہ ریزہ کرتی حقیقت پہ مبنی روداد

زندگی کے آخری ایام میں سفید چادر والے بستر پر لیٹ کر اپنے ماضی کے جھروکوں میں جھانکنا اور پھر اندھیرے میں کھوجانا کس قدر کرب ناک ہے، یہ کوئی مجھ سے پوچھے میں ملک کا ایک گمنام رائٹر ہوں جو ساری زندگی اسی تگ و دو میں لگا رہا کہ خون دل سے لکھا اک ایسا شہ پارہ تخلیق کر جاؤں کہ اس دنیا سے جانے کے بعد بھی ادب میں میرا نام جلی حروف میں لکھا جائے۔ انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ اور ہے، بے خبر کہ آنے والے وقتوں میں جو منصوبہ بنا رہا ہے وہ دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔

لیکن افسوس کہ حالات نے یوں ٹھوکروں میں رکھا کہ کبھی سر کی طرف نظر ہی نہ گئی۔ یوں وقت کے پاؤں میں پڑے سسکتے رہے کہ کہیں سے چند بوند زندگی نصیب ہو، مگر لوگوں نے اپنے گزرنے کے نقش ادھورے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

وجود میں زخموں کی صورت میں چھوڑ دیا۔

بچپن شہر کے فٹ پاتھوں کی زینت رہا کوڑے کے ڈھیر پر پلنے والے بچوں کو نرم گرم بستر کہاں نصیب ہوتے ہیں مشاہدہ کرتے تھے کہ انسان کی زندگی کا ایک حصہ دکھ میں ایک حصہ مشقت میں اور ایک حصہ سکھ میں گزرتا ہے، خود پر غور کرتا ہوں تو میرا شمار کون سے انسانوں میں ہوتا ہے، جن کی فقط ساری زندگی دکھی ہی دکھی رہی۔

کیا دیا اس زندگی نے مجھے، ایک بے کار بے مصروف وجود ہی رہا ہوں میں سب کے لئے، میں بھی تو کسی کے لئے بہتر نہیں رہا۔

قرطاس میرے لئے شطرنج کی بساط تھی اور لفظ میرے، چالیں بدل بدل کر دلچسپ کھیل کھیلنا میرا مشغلہ تھا اور یہ لفظ ہی تو تھے جو میری تنہائی کے ساتھی تھے۔ جب میں اپنے تنگ و تاریک ایک کمرے میں فلیٹ کی بالکونی میں تنہا بیٹھا ہوتا تو یہ لفظ میرے سامنے غلاموں کی طرح سر جھکائے آ جاتے تھے۔ تقاضا کرتے تھے کہ ان سب کو مجتمع کروں اور ایک نئی تخلیق بنا ڈالوں۔ شروع شروع میں میری تحریریں عام قاریوں کی ذہانت سے متصادم ہوتی تھیں۔ ایک بار ایک رسالے کے ایڈیٹر نے مجھ سے کہا۔

"احسان صاحب آپ وہ لکھیں جو عام لوگوں کی سمجھ میں بھی آ سکے اور ان کی دلچسپی کا سامان بھی ہو......"

"یعنی......" میں نے ایڈیٹر سے کہا۔

"یہی جو عام سے موضوعات ہوتے ہیں، جیسے عشق و محبت، گھریلو معاشرتی کہانیاں۔"

"یعنی میں قلم پر پہرے بٹھا دوں۔ وہ لکھوں جو لوگ چاہتے ہیں۔ معاشرے کے ناسور بہنے اور کھولنے دوں۔ ان لنگڑے معاشرے کے اپاہج پن کو دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لوں۔

جناب! قلم بہت مضبوط ہتھیار ہے۔ مجھے اس کا صحیح استعمال کرنے دیں۔"

میں اپنے سیلن زدہ فلیٹ میں بیٹھا مسلسل کھول رہا تھا۔ دراصل جو سچ ہوتا ہے ناں وہ چشمے کے شفاف پانی کی طرح ہوتا ہے، پھوٹتا رہتا ہے، اگر اس پر بند باندھ دیا جائے، اس کو محدود کر دیا جائے تو کچھ ہی عرصے میں تعفن زدہ ہو جاتا ہے کسی جوہڑ کی طرح، اور میں اپنے دماغ کے سچ کو متعفن ہونے سے بچانا چاہتا تھا۔ سو کاغذ تو کالے کرتا رہا لیکن پھر اس کی تشہیر کرنا بند کر دی۔

انہی دنوں ملک کے نامور رسالے کی طرف سے مجھے لکھنے کی آفر ہوئی، اس رسالے کے لئے میں نے تقریباً بارہ کے قریب مختصر افسانے لکھے۔ جنہیں بعد میں کتابی صورت میں اسی ادارے کی طرف سے شائع بھی کیا گیا اور وہ کتاب میری زندگی کی بہت بڑی پہلی اور آخری خوشگوار تبدیلی کا شاخسانہ تھی۔

بہت عام سے دنوں میں سے ایک دن وہ بھی تھا۔ جب میں کافی دیر سے بے مقصد سڑکوں کی خاک چھاننے کے بعد اپنے فلیٹ کی طرف آیا تو سیڑھیوں پر ایک ڈاکیے نے دانستہ روک لیا۔

"آپ ہی احسان صاحب ہیں......؟"

"جی ہاں۔"

"جناب آپ کا خط۔"

"میرا خط اور......" میں حیرت زدہ تھا کہ آج تک میرا کوئی خط یوں گھر کے پتے پر نہیں آیا تھا...... حیران ہونا قدرتی بات تھی۔

"جی جناب تو پرتاب گنج رسالے کے دفتر گیا تھا، انہوں نے گھر کا پتہ بتا دیا کہ آپ کافی دنوں سے وہاں گئے نہیں تھے۔"

"اچھا" میری حیرت قدرے کم ہوگئی۔ ڈاکیہ خط تھما کر چلا گیا، میں سیڑھیاں چڑھ کر اپنے فلیٹ میں آ گیا۔ ہینڈ رائٹنگ قطعی اجنبی تھی۔ لفافہ کھولا تو مختصر سا مضمون نگاہوں کے سامنے تھا۔

محترم احسان عمر!

آپ کی چند تحریریں نگاہوں سے گزریں، بلاشبہ بے مثال آپ لکھتے ہیں، لیکن مجھے "رہبر عشق" سب سے زیادہ خوب صورت لگی۔ لیکن میں اس کے اختتام سے کچھ مطمئن نہیں ہوں۔ وارث کی موت دکھا کر تو آپ نے محبت کو سرنگوں کر دیا، کیا آپ کے خیال میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

کردار کے ساتھ انصاف ہوا ہے......؟

شگفتہ جبیں

وہی صنف نازک کی نازک آمیز سوچ "یہ لڑکیاں ہمیشہ سب اچھا ہے" ہی کیوں چاہتی ہیں؟ خیالوں کی جنت میں رہنے والیاں یہ نہیں جانتی کہ زندگی خواب نہیں ہے، بھی تو جب اس زندگی کے سیاہ تاریک پہلو سے آشنا ہوتی ہیں تو ٹوٹ کر بکھر جاتی ہیں۔"

میں نے خط پڑھ کر ایک طرف ڈال دیا۔ ایک دو دن بعد یونہی خیال آیا کہ کیوں نہ خط کا جواب دیا جائے اور پھر میں نے بھی چند الفاظ تحریر کرکے ڈاک کے سپرد کردیئے۔

محترمہ شگفتہ جبیں صاحبہ!

سلام مسنون! آپ کا خط ملا پڑھ کر خوشی ہوئی کہ میری تحریریں آپ نے پڑھیں، رہی بات "رہبر عشق" کی تو اس کا اس سے بہتر اینڈ میرے ذہن کے گوشے میں نہیں تھا۔ وہ رشتہ کا مرنا محبت کو سرنگوں نہیں بلکہ سرخرو کر گیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ محبت کی انتہائی کیفیت تھی جس میں اس نے یہ قدم اٹھایا اور یہ اس کے جذبوں کے خالص پن کی دلیل بھی تھی۔

'خیر اندیش ماحسان'

یوں خط و کتابت کا ایک سلسلہ چل نکلا، پہلے ایک دوسرے سے مانوسیت ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ الفت محبت میں بدلتی چلی گئی، بہت ہی قلیل وقت میں ہم نے صدیوں کا فاصلہ طے کرلیا تھا۔ ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا نہیں تھا لیکن بہت اچھی طرح جانتے تھے سو زندگی کا اہم ترین فیصلہ ہم نے ایک دوسرے کے حق میں کیا۔ میں تن تنہا زندگی گزار رہا تھا۔ سو شگفتہ کا وجود مجھے جینے کا بہانہ لگا۔ ان دنوں میں نے اپنے نہایت ہی عزیز دوستوں کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ شاید اس لئے کہ ہر انسان کی زندگی میں ایک مخلص ساتھی بھی شامل ہوجائے تو اس کا دل مطمئن ہوجاتا ہے۔

شگفتہ کی محبت میرے پاس موجود گئی چنی مخلوق میں سب سے زیادہ اہم اور انمول تھی، اس کا ساتھ ہی درحقیقت کامیابی کا وہ زینہ تھا، جس پر چڑھ کر میں اپنا خواب پاسکتا تھا، شگفتہ دوسری لڑکیوں سے قطعی مختلف تھی سب سے الگ سب سے منفرد، سب سے کہیں زیادہ حساس اور سلجھی ہوئی، اسے میرے ایک کمرے کے سلن زدہ فلیٹ میں بھی میرے ساتھ رہنا گوارا تھا۔ لیکن میرے نصیب میں تو ٹھوکریں تھیں۔ بھلا مجھے کہاں چند لمحے کسی محبوب کی زلفوں کے سائے تلے ستانے کی مہلت مل سکتی تھی۔ کچھ لوگوں کی ساری زندگی مسافت میں ہی کٹتی ہے۔ گھر سے نکلتے ہیں تو سفر ہی سفر درپیش ہوتا ہے۔ ایک خوش فہمی سی ہوتی ہے کہ منزل پر پہنچ گئے ہیں لیکن جب غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ منزل کہاں ہم تو ابھی تک وہیں ہیں، جہاں سے چلے تھے۔

شگفتہ کا فیملی بیک گراؤنڈ تھا، وہ میری طرح تنہا نہیں تھی، بھرے پرے کنبے کی فرد تھی، وہ مجھے بتایا کرتی تھی کہ احسان مجھے اپنے گھر میں سوائے ماں کے اور کوئی نہیں سمجھتا، سو جب اس نے اپنی امی سے میرے بارے میں بات کی تو وہ مان گئیں۔ لیکن اس کے سب گھر والے میری مخالفت میں ڈٹ گئے۔

"شگفتہ کا رشتہ اس لڑکے سے کرنے سے بہتر ہے کہ ہم شگفتہ کو فٹ پاتھ پر بٹھا دیں، بھلا یہ کیا دے سکتا ہے اسے؟ اور کیا ہے اس کے پاس؟"

میں نے خود پر غور کیا اور ہاں واقعی کیا دے سکتا ہوں، میں شگفتہ کو محبت اور صرف محبت، اور یہ تو کوئی بھی دے سکتا ہے۔ اسے زندگی کے سکھ اور خوشیاں تو نہیں دے سکتی ناں۔" مجھے اپنی ذات ایک بے وقت پتھر سے بھی زیادہ بے قدر لگی، محبت کی جس مسند پر مجھے شگفتہ نے بٹھا کر میری پرستش کی تھی، اس کے بڑوں نے مجھ سے وہ رتبہ وہ مقام چھین لیا۔

یکدم اتنی اونچائی سے پستی میں گر جانا اور میرا دل ٹوٹ کر کئی حصوں میں بٹ گیا۔ میں نے شگفتہ کی خوشیوں کی خاطر کئی پلان بنائے تھے۔ اگر وہ میری زندگی میں آجاتی تو تمام عمر اس کی آنکھ اشکوں کو ترستی۔ اس کے ہونٹ ہر پل مسکراہٹ سے آشنا رہتے، لیکن میری ساری

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سوچیں یک لخت وقت کے بھنور میں ڈوب کر رہ گئیں اور خواب خس و خاشاک کی مانند بکھر کر رہ گئے۔

اس شب اس کے لکھے ہوئے لفظوں کو جلاتے ہوئے میں نے اپنے اندر کے رائٹر کو بھی ختم کر دیا۔ مار دیا اس احسان سحر کو جو کبھی رستے ہوئے ناسوروں کا علاج کرنا چاہتا تھا۔ توڑ دیا وہ قلم جو انقلاب لانا چاہتا تھا۔ ساری دنیا سے روٹھ گیا۔

کیا محبت پر میرا کوئی حق نہیں، میں نے کیا گناہ کیا ہے جس کی سزا تنہائی کی صورت میں مجھ پر مسلط ہے۔ بچپن سے لے کر آج تک کسی آنکھ میں اپنے لئے محبت نہیں دیکھی۔ مجھے ہمدردی نہیں محبت چاہئے تھی۔ اور وہ محبت میرے اتنے قریب آکر مجھ سے دور چلی گئی۔ دنیا نے مجھ سے میرا واحد جینے کا سہارا چھین لیا۔ کئی دن یونہی فلیٹ میں بند رہا۔ گھٹ گھٹ کر جیتا رہا کہ بزدل تھا۔ خودکشی نہیں کرسکتا تھا مگر موت کا انتظار تو کرسکتا تھا۔ سو وہ میں نے کیا۔

میری زندگی میں اس قدر اندھیرے تھے کہ روشنی کی واحد کرن کو نکل گئے بلکہ کسی اور کے آنگن کا چاند تھی تو جس کی تھی اس کے آنگن میں روشنی پھیلا رہی تھی اور میں پچھلے تین سالوں میں تنہا اپنی زندگی کے اندھیروں کے ساتھ نبرد آزما تھا کہ ایک دن خبر ملی کہ موت بہت قریب آگئی ہے۔ دل نے ایک طمانیت سی محسوس کی۔ ایک دن یونہی تنہا پارک کے ایک گوشے میں بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا کہ کسی نے مجھے پکارا۔

"احسان۔" آواز مانوس تھی سو میں نے پلٹ کر دیکھا سامنے ہی میرا ایک پرانا دوست عادل کھڑا تھا۔

"عادل۔" میں نے جواب میں یقین دہانی چاہی تو وہ آگے بڑھ کر مجھ سے لپٹ گیا۔

"کہاں رہتا ہے یار تو؟" اس نے بے تعلقی سے میرا ہاتھ تھاما پھر ایک دم چونک اٹھا۔

"ارے تجھے تو بہت تیز بخار ہے، چل میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس۔"

"ارے یار چھوڑو بھی خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ تم بتاؤ کیسے ہو......؟"

"باقی باتیں بعد میں پہلے تم چلو ڈاکٹر کی طرف......"

اور پھر ضد کر کے مجھے وہ ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔

"کثرت سگریٹ نوشی سے ان کے پھیپھڑے ختم ہو چکے ہیں اور آپ کے دوست ہڈیوں کی ٹی بی کا شکار ہیں، مرض خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے ان کا فوری طور پر ہسپتال میں ایڈمٹ ہو جانا ہی ان کے لئے بہتر رہے گا۔" ڈاکٹر نے عادل کو پکڑاتے ہوئے ڈاکٹر نے دھیمے لہجے میں کہا۔ عادل نے نہایت ہی افسوس بھری نظروں سے میری جانب دیکھا اور مجھے لے کر کلینک سے باہر آ گیا۔

"احسان کیا تم اتنے بے خبر تھے؟" لہجے میں سوال سے زیادہ شکایت تھی۔

"نہیں۔" میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے مختصر سا جواب دیا۔

"پھر تم نے اپنی طرف سے لاپرواہی کیوں برتی......؟"

"اس لئے کہ زندگی کے دامن میں میرے لئے کچھ نہیں، نہ تھا نہ ہے اور نہ ہوگا، پھر فائدہ۔" میں نے افسردگی سے کہا۔

اس دن تو عادل مجھے فلیٹ چھوڑ گیا تھا۔ لیکن بعد میں وقتے وقتے سے میری خبر گیری کو آتا رہتا۔ دواؤں کا خرچ بھی اسی نے اٹھا رکھا تھا۔

ایک دن جب وہ آیا تو میں کھانسی کے مارے نڈھال ہو رہا تھا۔ بستر کی چادر اور خود میرے کپڑے خون سے بھرے پڑے تھے۔ اس دن اس نے میری ایک نہ سنی اور ٹی بی سینی ٹوریم میں مجھے ایڈمٹ کروا دیا۔

مجھے آج یہاں آئے ایک ماہ ہو گیا ہے۔ بستر علالت پر پڑا موت کا منتظر، میں اکثر سوچتا ہوں کہ "کچھ لوگوں کے دلوں کی سرزمین ہمیشہ بنجر ہی کیوں رہتی ہے۔"

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بے گناہ

رضوان بھٹی۔سحرا پھد

عامل کے مٹھی کھولتے ہی مٹھی سے پانی کے چند قطرے نکلے اور سامنے وجود پر پڑے تو اس وجود کی فلک شگاف چیخیں در و دیوار کو دہلانے لگیں اور پھر اس وجود سے دھواں اوپر کو اٹھا اور غائب ہوگیا اور پھر ایک منظر رونما ہوا

خوامخواہ دوسروں کو پریشان کرنے والے خود بھی کہیں کے نہیں رہتے۔حقیقت کہانی میں ہے

وہ پیشے کے حساب سے انجینئر تھا۔گاؤں دیہات میں پکی نہریں بنانے کے حوالے سے ایک کمپنی میں گزشتہ دس سال سے اپنی خدمات انجام دے رہا تھا۔دو روز پہلے اس کمپنی کی طرف سے اسے حکم ملا کہ ”رحیم آباد میں نہر پکی کرنی ہے، وہاں چلے جاؤ....“ اور ساتھ ہی اسے کام کے متعلق کاغذات بھی موصول ہوگئے۔ وہ [illegible] مقررہ وقت پر رحیم آباد پہنچ گیا۔کمپنی کا مکمل عملہ پہلے سے پہنچ چکا تھا۔ ان لوگوں میں سے کچھ اس کے شناسا تھے اور کچھ نئے بھرتی ہوئے تھے۔”آپ سب لوگ میری بات دھیان سے سنیئے....!“ اس نے سب کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

”میرا نام واحد علی ہے۔اس پروجیکٹ کی تکمیل تک ہم سب ساتھ رہیں گے۔ساتھ کام کریں گے لیکن

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ایک بات کا آپ سب نے دھیان رکھنا ہے، کام کے وقت کام، ہی مجھے اچھا لگتا ہے مجھے فضول باتیں پسند نہیں، سچے دل سے اپنے کام سے کام رکھنا ہے۔ یہی میرا شیوہ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ کام کرنے والے تمام لوگ بھی یہی اصول اپنائیں۔ ورنہ.....!" واحد نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ اور شہادت کی انگلی ہوا میں گھمانے لگا۔ اس کا اشارہ سب لوگ سمجھ گئے تھے۔ تبھی وہ سر ہلانے لگے۔

کمپنی نے یہ پروجیکٹ شروع ہونے سے پہلے تمام منسلک لوگوں کی رہائش اور کھانے پینے کا بندوبست کر دیا تھا۔ رئیس آباد میں ہی ایک گھر کرائے پر حاصل کیا۔ اور ان سب لوگوں کو یہاں رہائش کا انتظام کر دیا۔

رئیس آباد رقبے کے لحاظ سے اتنا بڑا نہ تھا وسے گاؤں کا درجہ دیا جا سکتا تھا۔ یہاں کے لوگوں کی آمدنی کا انحصار زراعت پر تھا۔ وہ لوگ کاشت کار تھے، جو بوتے تھے، وہ کاٹ کر قریبی شہر کی منڈیوں میں فروخت کرتے تھے۔ لوگ بھی اچھے تھے، ملنسار اور مخلص۔ جیسے ہی انہیں خبر ملی کہ حکومت نے ان کے گاؤں پر بھی نظر کرم کی ہے اور یہاں کا نہری نظام بہتر کرنے کے لئے پروجیکٹ شروع کیا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر اس پروجیکٹ پر کام کرنے کے لئے شہر سے لوگ بھی آ گئے ہیں تو ان کی خوشی دیدنی تھی۔

گاؤں کے بڑے آدمی آپ اسے چاہے چوہدری کہہ لیجیے یا رئیس یا پھر وڈیرا..... کو جیسے ہی علم ہوا کہ کمپنی کے لوگ آئے ہیں تو وہ فوراً ان کے پاس پہنچا۔

"میں نے سنا ہے کہ ..... ہمارا نہری نظام بہتر ہو جائے گا اور گاؤں کی آخری زمین تک پانی میسر ہوگا، کیا یہ سچ ہے؟"

"جی ہاں.....آپ نے درست سنا ہے، دراصل رئیس آباد اب گاؤں کے حساب سے بڑا ہو رہا۔ چاہے آبادی کا رقبہ وسیع نہیں ہے، لیکن آبادی تو وسیع ہے ناں۔ آپ مجھے اس کے حوالے سے بتائیں کہ یہاں کیسے لوگ رہتے ہیں۔؟" واحد علی نے پوچھا۔

"او جی..... میں اس گاؤں کا بڑا زمیندار ہوں۔ میرے پاس آٹھ مربع زمین ہے۔ آسان لفظوں میں وڈیرا کہئے..... یہاں میری بات مانی جاتی ہے جیسے میں کہوں ویسا ہی ہوتا ہے۔ بندہ ناچیز کو خادم حسین کہتے ہیں یہاں کے لوگ بہت اعلیٰ ظرف کے مالک ہیں۔ آپ بے فکر ہو کر کام کریں۔"

"بہت شکریہ..... دراصل ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ جہاں بھی کام کریں وہاں کے لوگ ہمیں تنگ نہ کریں۔ بلکہ ہماری مدد کریں تاکہ ہم ان کے بھلے کو اور بھی بھلا کر سکیں۔" واحد نے کہا تو خادم حسین کھل کھلا کر ہنس دیا۔

"آپ اچھے انسان معلوم ہوتے ہیں۔ آج رات آیئے ناں ہمارے غریب خانے پر..... کوئی لنگر پانی ہو جائے۔ اسی بہانے باتیں بھی ہو جائیں گی اور مکمل ملاقات کا وقت بھی مل جائے گا۔" خادم حسین نے کہا۔

"جی جی ضرور..... آپ کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ ہمیں اس قابل سمجھا..... آج رات تو نہیں..... ہاں البتہ جمعہ کی رات کو ضرور آؤں گا۔"

واحد علی نے کہا..... خادم حسین نے پہلے پہل تو بہت اصرار کیا کہ آج ہی آنا ہوگا، مگر واحد علی نے کام کی زیادتی کا بہانہ ڈالا۔

جمعہ کی رات بھی آن پہنچی..... درمیان کے دو تین دن میں واحد علی نے کام کا آغاز کروا دیا تھا۔ تقریباً چھ ماہ کا یہ پروجیکٹ اپنے شروعاتی مراحل میں تھا۔ مشینری کے ساتھ ساتھ چھوٹا موٹا سامان بھی کمپنی کی طرف سے رفتہ رفتہ آ رہا تھا۔

اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا..... بہرحال خوش آئند بات یہی تھی کہ کام کا آغاز ہو چکا تھا۔

واحد علی خادم حسین کی بڑی سی حویلی کے سامنے موجود تھا۔ ایک نوکر کے ذریعے اس کی آمد کی اطلاع جیسے ہی پہنچی تو خادم حسین ویسے ہی واحد علی کے پاس پہنچا۔

"او جی معافی چاہتا ہوں..... آپ کو یہاں کھڑے ہونے کی تکلیف دی۔ آ گئیں جی آئیں.....

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں؟ —

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

اندر آ گئیں......" خادم حسین نہایت فریفتہ ہو رہا تھا۔ واحد علی کو اس کی یہ "مسکینیت" نجانے کیوں ایسے لگی کہ جیسے وہ کسی امید سے یہ سب کر رہا ہو۔

"آ گئیں جی آ گئیں...... یہ میرا غریب خانہ ہے۔!" حویلی میں اندر داخل ہو کر خادم حسین نے ہاتھ پھیلا کر چاروں طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اوہ...... بہت خوب...... آپ واقعی ذوق پسند شخص ہیں۔ آپ کے ذوق کی داد دینا پڑے گی۔" واحد علی اندر سے حویلی دیکھ کر واقعی حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ حویلی شہر کی کسی خوبصورت کوٹھی سے کم نہ تھی اور حویلی کے چاروں طرف نہایت سلیقے سے خوب صورت بھانت بھانت کے درخت لگائے گئے تھے۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی گھاس اگا کر خالی زمین کو پارک کا درجہ بھی دیا گیا تھا۔

"ہو جی...... آپ کی اعلیٰ ظرفی ہے۔ ورنہ بندہ تو ناچیز ہے۔ بس فارغ بیٹھا ہوتا ہوں تو ان درختوں سے اور گھاس پھونس سے شغل میلہ لگا لیتا ہوں۔" خادم نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا آپ...... گھر میں اکیلے رہتے ہیں۔!؟" واحد علی کو خادم حسین کی بات عجیب سی محسوس ہوئی تو پوچھ ڈالا۔ لیکن خادم حسین نے اس بات کا جواب فوراً نہیں دیا۔ حتیٰ کہ وہ شاید فطرتاً ہر بات یا ہر کام جلد بازی میں کرنے کا عادی تھا۔

"اکیلا تو نہیں...... خیر چھوڑیں...... آئیں اس طرف آئیں۔!" واحد علی اس کے چہرے کے بگڑے زاویئے پر پریشان سا ہو گیا اسے احساس ہوا کہ اس نے بہت جلد بہت قریبی سوال پوچھ ڈالا۔ وہ ندامت زدہ سا ہو گیا اور آگے بڑھنے لگا۔ خادم حسین بھی چپ چاپ اس کی رہنمائی کرتے ہوئے حویلی کی ایک سمت بڑھے جا رہا تھا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں۔ اگر آپ کا دل میرے سوال سے......!"

واحد علی نے چلتے چلتے کہنا چاہا مگر خادم حسین نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ کرا دیا۔

"ہمارے بڑوں کی ریت ہے کہ مہمان کو کھلی چھوٹ دے دو۔ وہ چاہے جو مرضی بولے...... برا نہیں ماننا...... اور میں اپنے بڑوں کی ہر بات مانتا ہوں۔"

"عجیب انسان ہے یہ بھی......!" واحد علی نے دل میں سوچا۔

"انجینئر صاحب...... یہ ہمارا مہمان خانہ ہے...... آ جائیے......!" خادم حسین نے کہا اور ایک کمرے کی سمت بڑھ گیا۔

"بہت خوب......!" واحد علی جب اندر داخل ہوا تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا...... یہ مہمان خانہ تھا گویا کانفرنس روم تھا۔ بہت ہی اعلیٰ قالین کے اوپر پرانا طرز اختیار کیے ہوئے خوبصورت فرنیچر...... اور ساتھ ہی دیواروں پر خوب صورت رنگ و روغن......" پھر وہی بات...... جناب آپ کی اعلیٰ ظرفی ہے اعلیٰ ظرفی...... اب میزبان کو اتنا شرمندہ مت کریں۔ آپ تسلی سے بیٹھیں میں ابھی آیا۔" خادم حسین نے کہا اور کمرے سے باہر چل دیا۔ اس کے جاتے ہی کمرے کے روشن دانوں میں سے کوے کے سائز کے دو الو برآمد ہوئے اور ان کے پیچھے ہی دو عدد چمگادڑیں بھی اندر آن پہنچیں...... ان چاروں کا رخ واحد علی ہی کی طرف تھا۔ وہ نہایت تیزی سے اس کی طرف آئے۔ اور کانوں کے قریب سے ہوتے ہوئے یہ جا وہ جا...... واحد علی سناٹے کے عالم میں دم بخود کھڑا رہا۔ اسے اس اچانک سانحہ کی امید نہ تھی......

"او جی...... آپ ابھی تک کھڑے ہیں...... بیٹھتے کیوں نہیں...... کیا ہمارا فرنیچر اس قابل نہیں کہ اس پر بیٹھا جا سکے......!" عقب سے خادم حسین کی آواز گونجی۔

"آں...... ہاں ہاں...... بیٹھتا ہوں...... بیٹھتا ہوں......!" واحد علی نے فوراً اپنی گھبراہٹ پر قابو پا لیا۔ اور ایک صوفے پر براجمان ہوا۔

"گھبرایئے مت آپ...... اسے اپنا ہی گھر سمجھئے......!" خادم حسین نے رسمی جملہ کہا...... اور مسکراتے ہوئے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"ہاں جی...... تو اب اپنے متعلق بتایئے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

آپ......" خادم حسین نے کہا واحد علی نے پہلے تو روشن دانوں کی سمت دیکھا.... پھر والی دروازے پر نظر جمادی۔

گاؤں کا روایتی کھانا کھا کر اور لسی کے دو گلاس پیٹ کی جہنم میں ڈال کر واحد علی کی گھبراہٹ کافی حد تک دور ہو چکی تھی۔ لیکن ابھی تک وہ الو اور چمگادڑ کے حملے سے پریشان ضرور تھا۔

خادم حسین کو واحد علی نے اپنے بچپن سے لے کر اب تک کے چیدہ چیدہ واقعات سناڈالے تھے۔ اور کامیابیاں بھی گوش گزار کردی تھیں۔ خادم حسین کافی حد تک واحد علی سے متاثر ہو چلا تھا۔

"خادم صاحب.... اب آپ مجھے اجازت دیجیے۔" واحد علی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ خادم حسین بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اسی وقت آسمان پر زور سے بجلی کڑکی..... ایک لمحے کے لئے روشنی روشن دانوں سے اندر آئی اور مہمان خانہ جگمگا سا گیا۔

"میرے خیال میں بارش ہونے والی ہے۔" خادم حسین نے قیاس آرائی کی اور اس کے ساتھ ہی باہر سے بارش برسنے کی آواز بھی آنے لگی۔

"لو جی.... اندازہ درست نکلا..... بارش ہو رہی ہے..... آپ اب جانا پسند کریں گے۔" خادم حسین نے ازراہ مذاق کہا اور ہنس دیا۔

"آپ یہاں بیٹھیں..... جب بارش رکے گی تو چلے جایئے گا۔ میں ذرا باہر کا چکر لگا کر آتا ہوں۔" خادم حسین نے کہا اور واحد علی کا جواب سنے بغیر مہمان خانے سے باہر نکل گیا۔

اس کے نکلتے ہی ایک بار پھر..... وہ الو اور دو عدد چمگادڑیں دروازے سے برآمد ہوئیں۔ اور واحد علی کے کان کے قریب سے اڑتی ہوئی روشن دان سے یہ جا وہ جا..... واحد علی اس مرتبہ بھی تیار نہ تھا مگر ایک امکان کے پیش نظر وہ ہشاش بشاش ضرور تھا۔ اس مرتبہ وہ زیادہ نہیں گھبرایا۔ بلکہ غور کرنے لگا۔

"بھاگ جاؤ..... بھاگ جاؤ....." اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی نہایت آہستگی سے اسے تنبیہ کر رہا ہو..... وہ اسے اندر کی آواز سمجھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

رات کافی گہری ہو چکی تھی۔ اور بارش تھی کہ رکنے کا نام نہ تھا۔ خادم حسین کے بہت زیادہ اصرار پر واحد علی نے یہاں سونے کا ارادہ کرلیا تھا اور ایک ملازم نے مہمان خانے میں ہی واحد علی کا بستر لگا دیا تھا۔

رات کا آخری پہر تھا جب واحد علی کی آنکھ کھلی..... اس نے نا چاہتے ہوئے بھی روشن دانوں کی سمت دیکھا..... باہر بارش اب بھی جاری تھی..... بجلی کی کڑک بھی سنائی دے رہی تھی۔ اور جیسے ہی بجلی چمکی...... روشن دانوں میں بیٹھے ہوئے دو الو اور دو چمگادڑیں بھی حرکت میں آگئیں الو اڑتے ہوئے واحد علی کی سمت بڑھے۔ چمگادڑیں ان کے عقب میں آگئیں اور یہ چاروں واحد علی کی آنکھ کے پاس سے گزرے اور نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

اس مرتبہ تو واحد علی سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ چیخ پڑا..... لیکن اپنی چیخ پر بہت جلد اس وقت قابو پایا..... جب اسے ایک نسوانی چیخ سنائی دی..... کوئی عورت یا لڑکی چیخ رہی تھی اسی حویلی میں..... مہمان خانے کے آس پاس..... واحد علی اٹھا اور دروازے کی سمت بڑھا..... اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتا..... دروازہ خود کھل گیا..... اور واحد علی فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

"کیا ہوا واحد علی.....؟" کھلے دروازے میں سے خادم حسین برآمد ہوا اور پوچھا۔ لیکن واحد علی فرش پر چت آنکھیں پھاڑے اسے تکے جا رہا تھا۔ خادم حسین نے آگے بڑھ کر اسے جھنجھوڑا۔ آسمانی بجلی ایک بار پھر گرج کے ساتھ چمکی..... اور جیسے واحد علی کو ہوش آ گیا۔

"یہ..... وہ..... یہ..... الو..... چمگادڑ..... یہ چیخیں.....!"

"کیا ہوا واحد علی..... کیا ہوا..... ہوش میں آؤ..... یہ میں ہوں خادم حسین.....!"

"ہاں خادم حسین.....!" واحد علی اب مکمل طور پر سنبھل چکا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور خادم حسین کو دیکھ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کر مسکرا دیا۔

"آؤ...... بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" واحد علی نے کہا اور صوفے کی سمت بڑھ گیا نسوانی چیخ آس پاس سے ایک بار پھر گونجی ...... پروں کی پھڑ پھڑاہٹ بھی سنائی دی۔ واحد علی نے مڑ کر خادم حسین کی طرف دیکھا وہ شرمندہ سا ساتھ پیچھے کھڑا تھا۔

"خادم حسین...... بیٹھو......!" واحد علی نے کہا تو وہ بھی بیٹھ گیا۔

"اگر مجھے کچھ عزت دیتے ہو تو برائے مہربانی مجھے بتاؤ کہ یہ...... نسوانی چیخیں کہاں سے آرہی ہیں کون ہے کیا ماجرا ہے؟" واحد علی نے پوچھا۔

"بس اب تو آپ کو بتانا ہی پڑے گا۔" خادم حسین نے کہا اور سوچتے ہوئے روشن دان کی سمت تکتے ہوئے گویا ہوا۔

"خدا کا دیا ہوا میرے پاس سب کچھ ہے...... مال و دولت عیش و عشرت اور بیوی اولاد...... مگر اولاد کے حوالے سے کچھ گڑبڑ ہوگئی...... اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت بیٹی سے نوازا۔ چھبیس سال تک وہ ہمارے ساتھ رہی...... مگر گزشتہ دو سال سے وہ ہمارے ساتھ ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔"

"کیا مطلب......؟" خادم حسین کی خاموشی طویل ہوئی تو واحد علی پوچھ بیٹھا۔

"مطلب یہ کہ دو سال پہلے یونیورسٹی کے گروپ کے ساتھ میری بیٹی بھی پکنک پارٹی میں شریک ہوئی تھی...... مگر جب وہ وہاں سے واپس آئی تو وہ دیہات کی لڑکی نہیں لگتی تھی بلکہ شہری تیز طراروں کا سا روپ اپنائے ہوئے تھی لباس اس کے بدن پر برائے نام تھا، بال کھلے، آنکھیں مدہوش، چال ڈگمگاتی اور سب سے بڑھ کر ہاتھ میں شراب کی بوتل تھی۔ وہ لہراتے لہراتے میرے گلے لگ گئی۔ وہ نشے میں مکمل طور پر دھت تھی۔ ایسی دھت کہ باپ تک کی تمیز نہ تھی اور......!" خادم حسین کا چہرہ پھر سے نیچے ہوگیا۔

"گھبراؤ نہیں...... پھر کیا ہوا......؟" واحد علی نے اس کی ہمت بندھائی۔

"مجھ سے یہ سب برداشت نہ ہوا...... اسے مارنا پیٹنا فضول تھا...... بس میں نے آزاد پرندے کے پر کاٹ دیئے۔ اس سے اس کی آزادی واپس لے لی۔ اور ایک کمرے میں قید کر دیا...... دو سال سے وہ قید میں ہے۔ رات کو چلاتی رہتی ہے گالیاں بھی دے ڈالتی ہے اگر کوئی کھانے پینے کا سامان دینے جائے تو اس پر حملہ کر دیتی ہے۔ بس اب تو ایک کھڑکی کے ذریعے ہی اسے کھانا پینا مہیا کیا جاتا ہے۔ ہر ماہ اسے بے ہوش کر کے نہلا دھلا کر نیا لباس پہنایا جاتا ہے۔" کچھ دیر کے لئے وہ خاموش ہوا۔

"میری زندگی کی خواہش تھی کہ میری بچی تعلیم مکمل کر لے تو اس کے ہاتھ پیلے کر دوں...... مگر تعلیم مکمل کرنے سے پہلے ہی اس نے ہمیں رنگ دیا۔"

"کیا آپ...... مجھے اپنی بیٹی دکھا سکتے ہیں؟" واحد علی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"میری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہو......" خادم حسین نے کہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو گر پڑے واحد علی نے یہ دیکھا تو اٹھ کر خادم حسین کے پاس پہنچا۔

"خدا نے ہر مرض کا علاج رکھا ہے...... میرا دل کہتا ہے کہ معاملہ یہ نہیں جس کی آپ سزا اسے دے رہے ہیں۔"

"تو کیا آنکھوں دیکھا حال بھی جھوٹا ہوتا ہے؟"

"ہاں...... بعض اوقات ایسا ہوتا نہیں جو دیکھا جاتا ہے۔" میں نے کہا اور خادم حسین اٹھ کھڑا ہوا۔

"آئیں...... میں آپ کو لے چلتا ہوں......؟" خادم حسین نے کہا اور آگے چل دیا۔

قید والا کمرہ مہمان خانے سے زیادہ دور نہیں تھا اسی وجہ سے شاید چیخ و پکار مہمان خانے سے سنائی دے رہی تھی۔

"لو...... یہ دیکھ لو...... یہ میری بیٹی عرشی ہے......" خادم حسین نے کمرے کی کھڑکی کے پٹ کھول

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کر کہا..... واحد علی نے اندر جھانکا..... کمرے میں روشنی تھی..... اور کمرے کے ایک کونے میں سحرش گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی..... لباس اس کے بدن پر اب بھی برائے نام تھا..... اور بدن پر گوشت بھی برائے نام رہ گیا تھا..... یوں لگ رہا تھا جیسے ڈھانچے پر کھال چڑھا دی ہو۔ واحد علی نے کمرے کا جائزہ لینا چاہا..... کمرہ بالکل خالی تھا سونے کے لئے چٹائی کے علاوہ کوئی دوسری شے موجود نہ تھی..... واحد علی نے چھت کی سمت دیکھا..... اور چھت سے روشن دان کی طرف دیکھا تو جھرجھری لے اٹھا..... وہ دونوں الو روشن دان میں براجمان تھے۔ اور اپنی چمکتی آنکھوں سے اسے گھورے جا رہے تھے۔ دوسرے روشن دان پر بدستور دونوں چمگادڑوں کا ڈیرا تھا۔

واحد علی سب کچھ دیکھ چکا تھا..... مگر سحرش کا چہرہ ٹھیک سے نہ دیکھ پایا تھا۔

"خدا رحم کرے..... بہت افسوس ہوا.....!" واحد علی نے کہا اور مہمان خانے کی سمت بڑھ گیا۔

☆.....☆.....☆

خادم حسین کی ضیافت کا لطف اٹھاتے ہوئے واحد علی کو پورا ہفتہ گزر چکا تھا پروجیکٹ پر کام زور و شور سے جاری تھا..... اس ہفتے میں تین مرتبہ خادم حسین واحد علی سے ملنے آ چکا تھا..... ان دونوں کے درمیان اب خاصی گاڑھی اپنائیت بن گئی تھی..... خادم حسین سحرش کے حوالے سے کوکافی مایوس سے تھے، لیکن واحد علی سے ایک ہلکی سی امید ضرور لگائے بیٹھا تھا کہ شاید وہ سحرش کو راہ راست پر لے آئے۔

واحد علی نے کام کی زیادتی کی وجہ سے کمپنی والوں کو آگاہ کیا اور مطالبہ کیا کہ ایک اور انجینئر بھیجا جائے اور اگلے ہی دن کمپنی نے ایک بارسوخ انجینئر بھیج دیا۔ واحد علی کی اس کے ساتھ کافی اچھی بنتی تھی۔ وہ پہلے بھی دو پروجیکٹ پر ایک ساتھ کام کر چکے تھے۔

امجد عباس بہت بزرگ اور تجربہ کار انجینئر تھے لگ بھگ ستاون بہاریں دیکھ چکے تھے، اور جسامت کے لحاظ سے اب بھی یوں تھے کہ دو جوانوں کو پلک جھپکتے ہی گرا دیتے۔

ایک شام واحد علی اور امجد عباس بیٹھے چائے سے شغل کر رہے تھے کہ ایک شخص دوڑا دوڑا آیا۔

"وہ جی..... وہ جی خادم حسین صاحب نے آپ کو بلایا ہے۔"

"کیوں..... خیریت تو ہے ناں.....؟"

"بس خیر نہیں ہے ان کی بیٹی سحرش بی بی نے ایک ملازمہ پر حملہ کر دیا ہے۔"

"کیا.....!" وہ دونوں اچھلے۔

"جی ہاں..... اور ملازمہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔"

"اوہ خدایا..... یہ کیا کر دیا پاگل سحرش نے.....!" واحد علی نے کہا اور سر پکڑ لیا۔

"بس آپ جلدی جلدی چلیں۔"

"ٹھیک ہے..... تم چلو ہم آتے ہیں۔" واحد علی نے کہا تو وہ شخص چلا گیا۔

"کیا ماجرہ ہے؟" امجد عباس نے پوچھا۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا ناں خادم حسین کی بیٹی کے حوالے سے..... اس نے جو گڑبڑ کی ہے۔ وہ آپ کے گوش گزار ہے۔ چلئے اب ابھی..... ذرا حویلی ہو آتے ہیں۔" واحد علی نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ امجد عباس بھی ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

☆.....☆.....☆

ملازمہ واقعی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ خادم حسین نے بتایا کہ سحرش نے کھڑکی سے اسے اپنے پاس بلایا تھا جیسے ہی وہ پاس گئی تو سحرش نے حملہ کر دیا..... اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ ان دونوں نے ملازمہ کی لاش دیکھی تو حیرت زدہ رہ گئے۔ ملازمہ کا چہرہ مکمل طور پر مسخ شدہ تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے ہتھوڑے کا وار کر کر کے چہرہ کو مسخ کیا گیا ہے۔

"واحد..... ذرا ادھر غور کرو۔" امجد عباس نے ملازمہ کی گردن کی سمت اشارہ کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY | PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"ہاں..... یہ تو..... یہ تو کسی.....!" واحد علی نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"جی ہاں..... یہ کسی پرندے کے پنجے کے نشان ہیں۔ غالباً..... الو....."

امجد عباس نے کہا اور جیب سے موبائل نکال کر اس نشان کی تصویریں نکال لیں۔

"اور یہ دیکھیں..... یہ کچھ مختلف سا نشان ہے۔" واحد علی نے گردن سے نیچے سینے کی شروعات پر انگلی کا اشارہ کیا۔

"ہاں..... یہ واقعی مختلف ہے..... یہ ایسا ہے جیسے نوچا گیا ہے۔ مگر انسانی انگلیوں کے نوچنے سے ایسے نشان نہیں بنتے..... واحد علی..... معاملہ کچھ اور ہے....."

امجد عباس نے کہا اور اس نشان کی بھی تصویریں لے لیں واحد علی نے اٹھ کر کمرے کی کھڑکی میں جھانکا..... سحرش کمرے کے وسط میں اکڑوں بیٹھی تھی اور نہایت خونخوار نظروں سے اسے گھورے جا رہی تھی اس کے بال مکمل طور پر بکھرے ہوئے تھے اور بازو..... ایک لمحے کو یوں گمان ہوا جیسے چمگادڑ کے بازو ہوں آنکھیں الو کی ہوں..... بڑی بڑی اور خوف ناک..... واحد علی نے جھرجھری لی اور روشن دانوں کی سمت دیکھا..... اب وہ خالی تھے نہ تو وہاں الو تھے اور نہ ہی چمگادڑیں۔

امجد عباس نے بھی یہ سب باتیں نوٹ کیں..... خادم حسین کو دلاسہ دیا۔ اور ملازمہ کے لواحقین کو بھی صبر کرنے کی تلقین کی۔

☆.....☆.....☆

اسی رات امجد عباس اپنے لیپ ٹاپ پر موبائل سے کھینچی گئی تصویریں ڈال کر غور کررہے تھے..... واحد علی بھی پاس ہی تھا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ چکر کیا ہے؟..... خادم حسین نے سحرش کو فحاشی کے جرم میں قید کیا تھا مگر یہ قید پراسراریت اختیار کرتی جارہی ہے....." واحد علی نے کہا۔

"ہاں..... بات تو تمہاری درست ہے.....!" امجد عباس نے کہا اور پھر چونکے۔

"اچھا ایک کام کرو..... تم ابھی خادم حسین کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ جو سامان یا سفری بیگ سحرش پکنک سے واپس لائی تھی وہ کہاں ہے۔ اگر موجود ہے تو لے آؤ..... فٹافٹ جاؤ.....!" امجد عباس نے کہا..... اگر یہی حکم واحد علی کو کسی اور نے دیا ہوتا تو یقیناً وہ عمل نہ کرتا مگر یہاں معاملہ اور تھا..... وہ فوراً اٹھا اور باہر کی طرف چل دیا۔

☆.....☆.....☆

سفری بیگ جوں کا توں خادم حسین نے واحد علی کے حوالے کردیا تھا۔ اور اب امجد عباس و واحد علی سمیت چھان بین میں مصروف تھے۔ بیگ میں کچھ خاص نہ تھا، کپڑے، جیولری اور میک اپ کے سامان کے علاوہ ایک عدد ویڈیو ریکارڈر بھی تھا۔

"شاید..... اس مسئلے میں یہ ہماری مدد کرسکے۔" واحد علی نے کہا اور امجد عباس نے ویڈیو ریکارڈر کو اپنے لیپ ٹاپ کے ساتھ منسلک کردیا۔

ویڈیو ریکارڈر میں چھوٹے چھوٹے ویڈیو کلپ تھے چند ایک سفر کے تھے جس میں پکنک میں شریک سب لوگوں کی ویڈیوز تھیں پھر ایک ساحل کنارے کی ویڈیو تھی۔

آخری ویڈیو نے ان دونوں کو پریشان کردیا۔ وہ ایسے کہ ویڈیو میں تھا کہ پکنک کے تمام لوگ ساحل کنارے کپڑے بچھائے گول دائرہ بنائے بیٹھے تھے ان سب کے چہرے خوشیوں سے پر تھے۔ اور شاید وہ کچھ کھانے لگے تھے۔ اتنے میں ایک مردانہ آواز میں سحرش کو پکارنے کی آواز تھی۔ اور پھر کیمرے کا فوکس ان لوگوں کو دور کرتا گیا..... ہر گزرتے لمحے یہ سب لوگ چھوٹے ہوتے گئے یعنی سحرش جو کہ ریکارڈنگ کررہی تھی ان سب سے دور ہوتی گئی اور پھر یوں محسوس ہوا جیسے کیمرہ گرگیا۔ اب ریکارڈر کا فوکس ساحل کی طرف تھا..... اور سحرش کی گھبرائی آوازیں آرہی تھیں وہ کہہ رہی تھی۔

"چھوڑ دو..... چھوڑ دو مجھے..... میں ایسی لڑکی نہیں ہوں..... پلیز! مجھے چھوڑ دو..... میں یہ نہیں کرسکتی..... اور میں کچھ بھی نہیں کرسکتی..... ت..... تم ذلیل

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

انسان...... گھٹیا...... آہ...... چھوڑ دو...... چھوڑ دو مجھے......" اور سحرش کی رونے دھونے کی آواز آنے لگی۔

"کیمرہ ریکارڈ تو آن ہے! اب مزہ آئے گا۔" وہی مردانہ آواز سنائی دی...... اور پھر ریکارڈ کسی نے اٹھالیا اب اس کا فوکس سحرش تھی امجد عباس اور واحد علی یہ منظر نہ دیکھ پائے۔ ان کی آنکھیں شرم سے نیچے ہو گئیں سحرش مکمل طور پر لباس سے عاری کھڑی تھی اور پھر ویڈیو ریکارڈ بند کر دیا گیا ان دونوں نے سر پکڑ لیا۔

"واحد علی...... اس ویڈیو سے تو کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ جیسے تم کہہ رہے تھے کہ کوئی پراسرار چکر ہے ضرور......" امجد عباس نے کہا۔

"مجھے اب بھی محسوس ہو رہا ہے...... کہ کچھ گڑبڑ ہے ضرور...... اچھا ایک منٹ...... یہ آخری ویڈیو ذرا پیچھے کیجیے گا...... وہ شخص جب کیمرہ اٹھاتا ہے تو اس کا چہرہ بھی سامنے آتا ہے میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔" واحد علی نے کہا تو امجد عباس نے ویڈیو پیچھے کر دی۔

"ہاں...... بس یہی...... یہ کون ہے......؟" واحد علی نے پوچھا۔

"یہ شاید کوئی اور ہے...... یہ اس پکنک پارٹی میں نہ تھا۔"

"سچ کہہ رہے ہو......؟"

"جی ہاں...... پیچھے کی تمام ویڈیوز میں نے بغور دیکھی ہیں۔"

"تو اس کا مطلب...... سحرش بے وجہ قید کاٹ رہی ہے۔ وہ تو مجرم ہے ہی نہیں......" امجد عباس نے تشویش زدہ ہو کر کہا۔

"یہ بات تو ہے۔" واحد علی نے کہا۔

خادم حسین کو ساری صورتحال واحد علی نے اگلے دن بتائی اور سحرش کے متعلق اس حوالے سے راضی کیا کہ یہ بے گناہ ہے پہلے مکمل اس کا علاج کروایا جائے پھر سحرش کو اس حال میں پہنچانے والے تمام لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ وہ بمشکل راضی ہوئے۔ اس کی زبان پر بس ایک ہی لفظ تھا۔

"یہ شہر کی آوارہ بن گئی ہے...... آسان لفظوں میں جسے فاحشہ کہتے ہیں۔" بحث و تکرار کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ سحرش کو بے ہوش کر کے واحد علی شہر کے کسی اچھے اسپتال میں لے جائے...... اور اس کا علاج کروایا جائے۔

☆......☆......☆

سحرش کو اسپتال میں داخل کروائے چار ماہ گزر چکے تھے۔ اب اس کی جسامت میں کوئی بڑھاوا آیا تھا...... تھوڑا بہت گوشت نظر آنے لگا تھا اور ڈاکٹرز بھی اس سے مطمئن تھے کیونکہ ان چار ماہ میں کوئی حماقت سرزد نہیں ہوئی تھی۔

ایک دن یونہی بیٹھے بیٹھے خادم حسین نے پوچھا۔ "واحد علی...... آپ کو یہ کیوں لگتا ہے کہ سحرش بے قصور ہے۔"

"وہ دراصل...... ہم نے سحرش کی ویڈیو ریکارڈنگ دیکھی ہے۔ اس کے ساتھ کسی نے زبردستی کی ہے۔" واحد علی نے منہ نیچے کر لیا۔

"کیا کسی نے...... او خدا...... یہ کیا کہہ رہے ہو......" خادم حسین بھڑک اٹھا...... وہ بار بار پہلو بدل رہا تھا۔

"جی ہاں...... درست کہہ رہا ہوں...... اگر آپ چاہیں تو آپ کو بھی دکھا دوں......" اس خبیث کی تھوڑی سی جھلک نظر آتی ہے۔ شاید آپ اسے دیکھ کر پہچان سکیں۔

"ضرور...... میں ضرور دیکھوں گا۔!" خادم حسین نے کہا۔

واحد علی نے امجد عباس کے لیپ ٹاپ پر خادم حسین کو سحرش کی ویڈیو دکھائی...... اور اس شخص کی جھلک پر ویڈیو روک لی۔

"یہ ہے وہ شخص...... آپ کی بیٹی کا گناہ گار......" واحد علی نے کہا...... لیکن خادم حسین گویا سکتے کے عالم میں تھا...... وہ بس لیپ ٹاپ کی اسکرین پر ابھری تصویر کو تکے جا رہا تھا اس کی آنکھوں میں گویا خون کھولنے لگا تھا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"بدبخت انسان! تیری یہ مجال....." خادم حسین غصے سے دھاڑا۔

"سکون اختیار کریں..... سکون..... ذرا نرمی برتیں خادم صاحب ذرا نرمی..... اس مسئلے کو لگ بھگ تین سال ہونے والے ہیں۔" واحد نے کہا۔

"ہاں بات تمہاری درست ہے..... مگر یہ شخص تو..... یہ شخص....." خادم حسین نے بیٹھ کر سر پکڑ لیا۔

"کیا آپ اسے جانتے ہیں.....؟"

"جانتا....." خادم حسین نے نہایت حقارت سے لیپ ٹاپ پر ابھرے شخص کو دیکھا اور زمین پر تھوک دیا۔

"اس ذلیل انسان کو تو میں نے چار سال پہلے خود زندہ درگور کیا تھا۔" خادم حسین کی بات سن کر واحد علی اچھل پڑا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں خادم حسین.....؟"

"جی ہاں..... چار سال قبل اس وحشی انسان نے سحرش کی عزت پر ہاتھ ڈالنا چاہا تھا..... لیکن حویلی میں شور غل سے سب جمع ہوگئے۔ مجھ سے برداشت نہ ہوا تو میں نے اپنے بھتیجے کو زندہ ہی دفن کردیا تھا۔ یہ میرا بھتیجا ہے..... راحت..... دراصل یہ اور اس کا باپ نہایت لالچی انسان تھے..... باپ دل کے مرض میں مبتلا تھا..... اس لئے جلد مرگیا..... رہا اس کا بیٹا..... تو وہ سحرش کو پھانس کر میری ساری دولت پر قبضہ کرنا چاہتا تھا..... لیکن سحرش اس کے منہ پر تھوکتی بھی نہیں تھی۔ نجانے یہ کیسے زندہ ہوگیا.....؟" خادم حسین واقعی پریشان ہوگیا تھا۔

"آپ مجھے وہ جگہ دکھائیں گے جہاں اسے زندہ دفن کیا تھا.....؟"

"ہاں..... آؤ....." واحد علی نے پوچھا تو خادم حسین کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

حویلی کے عقب میں ہی ایک چھوٹا سا کمرہ بنا ہوا تھا..... خادم حسین واحد علی کو لے کر اس میں داخل ہوگیا.....

"یہاں..... یہاں دفن کیا تھا....." خادم حسین نے اشارہ کیا..... واحد علی نے بغور وہ جگہ دیکھی اور گرد نظر دوڑائی اور کمرے سے باہر آکر حویلی کو گھورنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو.....؟" خادم حسین بھی باہر آگیا۔

"یہ سامنے کس کا کمرہ ہے.....؟"

"سحرش کا..... جہاں اسے قید کیا تھا.....؟"

"ہوں.....!" واحد علی نے ہامی بھری اور سحرش کے کمرے کے روشن دانوں کو تکنے لگا۔

"اچھا ایک بات تو بتائیں..... یہ الو اور چمگادڑ سے کسے محبت ہے..... راحت کو یا سحرش کو۔" واحد علی نے پوچھا۔

"ایسی عجیب وغریب مخلوق سے کوئی خبیث ہی محبت کرسکتا ہے راحت کو الو پالنے کا بہت شوق تھا۔ چمگادڑیں بھی شوق سے رکھتا تھا۔"

"بس..... تو پھر سارا معاملہ حل ہوگیا۔" واحد علی نے تالی بجائی۔

"کیا مطلب..... کیا کہہ رہے ہیں آپ.....؟" خادم حسین چونکا۔

"یہاں کے کسی اچھے سے بزرگ کو پکڑیں جو روحانی علم رکھتا ہو..... اور مجھ سے ملوائیں سب انشاء اللہ جلد سحرش صحت یاب اور بالکل صحت یاب ہوکر حویلی آئے گی۔" واحد علی نے کہا..... اور خادم حسین کی بات سنے بغیر چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

بزرگ کا بندوبست ہوگیا تھا۔ واحد علی، امجد عباس، خادم حسین اور وہ بزرگ ایک کار میں بیٹھے اسپتال کی سمت رواں تھے واحد علی نے ساری روداد امجد عباس اور بزرگ کے گوش گزار کردی تھی اور بزرگ رحمت اللہ سمجھ گئے تھے کہ معاملہ کیا ہے..... وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ چکے تھے۔

لیکن جیسے ہی وہ اسپتال پہنچے ایک نہایت بری خبر نے ان سب کا استقبال کیا۔ چند منٹ پہلے ہی سحرش نے ایک نرس پر حملہ کردیا تھا اور نرس کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

ان سب نے نرس کی لاش دیکھی..... یہ لاش اس ملازمہ کی لاش سے مختلف نہ تھی..... اسپتال کے اسٹاف

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نے سحرش کو بیڈ پر باندھ دیا تھا۔

"رحمت اللہ صاحب...... یہ دیکھیں...... چہرہ مسخ ہے...... الو کے اور چمگادڑ کے نوچنے کے نشانات بھی ہیں...... اور یقیناً یہ دونوں...... دونوں نہیں بلکہ چاروں یہاں کہیں ہوں گے۔" واحد علی نے کہا اور اوپر کی سمت دیکھنے لگا...... دونوں الو اور دونوں چمگادڑیں اوپر روشن دان میں ہی بیٹھے تھے۔ جبکہ سحرش بے ہوشی کی حالت میں بیڈ پر بندھی پڑی تھی۔

"بس...... اب آپ اس راحت کی گندی روح سے چھٹکارا دلانے کی کوشش کیجیے......" واحد علی نے امجد عباس کے منہ کی بات چھین لی۔ خادم حسین نہایت پریشان حالت میں سب کو تکے جا رہا تھا۔

رحمت اللہ نے ان سب کو اپنے قریب کیا اور اشارتی دائرہ سا کھینچا۔

"اس حصار سے باہر مت جانا......" انہوں نے آنکھیں بند کیں...... اور حصار کے بیچ میں بیٹھ گئے...... وہ تینوں بھی رحمت اللہ کی دیکھا دیکھی بیٹھ گئے۔

رحمت اللہ نے آنکھیں بند کیں اور زیرِ لب کچھ پڑھنے لگے جیسے جیسے وہ پڑھتے جا رہے تھے ویسے ویسے ان کا لہجہ اور آواز تیز ہو رہا تھا اور اس کا اثر سامنے لیٹی سحرش کے علاوہ اوپر بیٹھے الو اور چمگادڑ پر بھی ہو رہا تھا انہوں نے بند کمرے میں اڑنا شروع کر دیا وہ اڑ اڑ کر ان پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے...... مگر یہ چاروں حصار میں تھے اس لئے وہ ان کا بال بھی بیکا نہ کر سکے...... اسپتال کے اسٹاف کو انہوں نے یہاں آنے سے پہلے ہی منع کر دیا تھا کمرے کے باہر کہرام مچا ہوا تھا آخر ایک نرس کا قتل ہوا تھا لیکن وہ سب جانتے تھے کہ یہ میڈیکل مسئلہ نہیں بلکہ کوئی آسیبی اور پراسرار مسئلہ ہے۔

رحمت اللہ کی آواز پورے کمرے میں گونجنے لگی الو اور چمگادڑ کی چیخیں بھی تیز ہو گئیں...... اور سحرش کا بندھا ہوا جسم بھی تھرکنے لگا اور پھر اچانک...... سحرش کے اندر سے راحت نکل کر باہر آ گیا۔

"او میرے خدا......" خادم حسین بڑبڑایا۔ لیکن واحد علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے خاموش رہنے کا کہا۔

"کیوں بیدار کیا ہے مجھے...... اب تمہیں نہیں چھوڑوں گا...... دو قتل پہلے...... چار قتل اب...... مزہ آئے گا۔ میرا دشمن بھی ہے...... مزہ آئے گا......" راحت دھاڑا...... وہ ڈرنگا سا رہا تھا۔

"گندی روح...... بہت برا کیا تو نے...... جو بھی کیا...... اب واپس چلا جا۔" رحمت اللہ نے دو ٹوک بات کی۔

ان دونوں کی بحث و تکرار بہت دیر تک جاری رہی...... واحد علی امجد عباس اور خادم حسین چپ سادھے یہ سب دیکھ رہے تھے اور پھر اچانک...... رحمت اللہ نے مٹھی بند کر کے راحت کی سمت کر کے کھول دی گویا کچھ پھینکا ہو مٹھی سے پانی کے چند قطرے نکلے...... اور راحت پر پڑے تو وہ چیخا چلایا اٹھا اور دھواں بن کر غائب ہو گیا اس کے غائب ہوتے ہی دونوں الو اور چمگادڑیں بھی زمین پر گریں اور ان چاروں کی دیکھا دیکھی دھواں بن کر غائب ہو گئے۔

"خس کم جہان پاک...... شکر خدا کا...... شکر خدا کا......" رحمت اللہ نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے...... وہ تینوں حیرت زدہ سے ابھی تک سمجھ نہ پائے کہ کیا ہو گیا۔

"آ تھو، چو دو چشتو...... ذلیل روح کو اس جہاں سے عالم ارواح میں منتقل کر دیا گیا ہے اب آپ کی بچی آزاد ہے۔" رحمت اللہ کے جھنجھوڑنے پر وہ ہوش میں آ گئے۔

"بابا...... بابا...... میں کہاں ہوں......؟" سحرش کسمسائی...... اور کراہتے لہجے میں بولی...... خادم حسین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بے اختیار وہ سحرش کی طرف دوڑا۔

"میری بیٹی...... میں نے تجھ پر ظلم کیا مجھے معاف کر دے......" خادم حسین سحرش سے چمٹ کر بلک بلک کر رو رہا تھا۔ واحد علی اور امجد عباس نے ہاتھ ملا کر مسکراہٹ کا تبادلہ کیا جبکہ رحمت اللہ صاحب کو ان کے گھر چھوڑ دیا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

شب قدر

رفعت محمود۔راولپنڈی

رات بڑی پرسکون، خوشیاں بھری، دل میں امنگیں پیدا کرتی، ہر سو قہقہہ بکھیرتی، صبائے جرس کی خوشنما سر ہوا کے دوش پر لاتی ہوئی رودادمگر صبح کا سورج طلوع ہوا تو ہر طرف ماتم ہی ماتم تھا

ادبی معتدنوندگی سے انحراف لوگوں کیلئے دل و دماغ کو مبہوت کرتی ذہن سے محو نہ ہونے والی کہانی

خدا بخش چند لمبوکی مسجد میں امام تھا۔ وہیں اس نے ایک مدرسہ بھی کھول رکھا تھا۔ جہاں دن میں چھوٹے چھوٹے بچے اس سے قرآن پڑھنے آتے تھے۔ اور رات کو محلے کے لوگ دین کی باتیں سیکھنے آتے تھے۔ اس طرح وہ اپنی روزی رزق سے بے نیاز قناعت کی زندگی گزار رہا تھا۔ وہ مال دار نہ تھا مگر اس کے چاروں بچے اور بیوی اچھی زندگی گزار رہے تھے۔

اس کی زندگی میں روزانہ کچھ ایسی تلخ گھڑیاں بھی آتی تھیں کہ وہ زندگی سے بے زار سا ہوجاتا تھا جب بچے سوجاتے اور آنے جانے والوں کا سلسلہ ختم ہوجاتا تو وہ اور اس کی بیوی آپس میں باتیں کیا کرتے۔ کچھ دیر نہ گزرتی تھی کہ اس کی بیوی غربت کا رونا رونے لگتی۔ "خدا بخش وہ دور سے گئی۔ گاؤں میں آپ سے کم عمر رکھنے والے اچھی زندگی گزار رہے ہیں اور عزت سے زندگی بسر کررہے ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ ذلت و غربت کے اسیر ہیں۔"

خدا بخش سوچنے لگتا کہ "کیا کوئی ایسی صورت ہوسکتی ہے کہ میں مسجد مدرسے کو چھوڑ کر زمین داری کرنے لگوں اور زمین داروں کی طرح عیش کی زندگی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بسر کرنے لگوں۔" وہ اکثر بیوی سے ایسی باتیں کرتا مگر پھر کچھ دیر بعد خاموش سا ہو جاتا۔

"تارا" وہ اکثر اسے کہتا۔ "اللہ تعالیٰ نے اچھی خاصی آمدنی دی ہوئی ہے میرا کا پیشہ شریفانہ ہے اور اپنے علم کی وجہ سے گاؤں میں بڑی عزت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب کچھ تو دے رکھا ہے کس چیز کی کمی ہے۔"

اس کے باوجود بیوی کے رات دن کے طعنوں نے اسے زندگی سے کچھ مایوس سا کر دیا تھا۔ وہ سوچتا کرنے لگا۔

"کاش اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسمان سے سونا برسا دے تاکہ وہ بھی زمین اور باغوں کا مالک بن جائے۔"

خدا بخش نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ شب قدر سال میں ایک بار ضرور آتی ہے اور اس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ رمضان المبارک میں وہ ہر رات کو رزق کی فراوانی کے لئے دعا مانگنے لگا تاکہ اس کی دعا کو شب قدر نصیب ہو جائے اور اس طرح اس کی دعا قبول ہو جائے۔

ایک رات جب اس کی بیوی نے اسے بہت تنگ کیا تو وہ اداس سا ہو گیا۔ اس نے سونا چاہا تو سو بھی نہ سکا وہ بستر سے اٹھا اور گھر سے باہر دریائے سواں کے جنگل کی طرف نکل کھڑا ہوا۔ وہ رات کی تاریکی میں چلا جا رہا تھا اور آسمان کی طرف منہ کئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کر رہا تھا کہ اس کی دعا قبول ہو جائے اور پھر اس شب قدر کی رات اس کی دعا قبول ہو گئی۔

اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف ایک نور دیکھا ایک فرشتہ آسمان سے اترتے دیکھا جو نہایت شیریں آواز میں کہہ رہا تھا۔ "یہ تین شیشے کی گولیاں لے، جب بھی تو ان میں سے ایک شیشے کی گولی آسمان کی طرف پھینک کر دعا کرے گا تو فوراً ہی تیری دعا قبول ہو گی۔ اور صرف تیری تین ہی دعائیں قبول ہوں گی۔ اس سے زیادہ کی تو امید مت رکھنا۔"

خدا بخش کے لئے یہ معاملہ بڑا ہی غور طلب تھا، وہ سوچنے لگا کہ وہ تین دعائیں کیا ہونی چاہئیں۔ اس نے مضبوطی سے تینوں شیشے کی گولیاں اپنے ہاتھ میں دبالیں، وہ کیا دیکھتا ہے کہ ان گولیوں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں اس نے ادھر ادھر دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔ اگر یہ تین گولیاں اس کے ہاتھ میں نہ ہوتیں تو وہ اسے خواب سمجھتا۔

آہستہ آہستہ اس کے دل سے خوف دور ہونے لگا اور وہ سمجھ گیا کہ خدا کی رحمت کو اس نے پالیا ہے وہ فوراً گھر کی طرف لوٹا اس نے صبح کا بھی انتظار نہ کیا۔ بیوی کو جگا کر سارا واقعہ اسے سنایا اور شیشے کی گولیاں اسے دکھانے لگا۔ وہ اپنی دعا کے قبول ہو جانے کے نشے میں چور تھا۔

"تارا" وہ بیوی سے بولا۔ "اب مانگ جو کچھ مانگنا ہے تیری ہر خواہش پوری کروں گا۔"

جب اس کی بیوی کو اس عجیب واقعہ سے کچھ سکون ہوا تو اس نے سب سے پہلے آئینہ دیکھا اس کا چہرہ آئینے میں جھریوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ غور سے آئینے میں اپنے چہرے کو دیکھنے لگی۔ جیسے آج اس نے پہلی بار آئینہ دیکھا ہو وہ ایک لمحہ کے لئے آئینے کے سامنے کھڑی رہی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مکان جائیداد اور باغوں کی آرزو بھول گئی ہو اسے ایسا محسوس ہوا اسے مال و جائیداد کی اتنی ضرورت نہیں جتنی حسن و شباب کی ضرورت ہے۔

"خدا بخش۔" وہ ایک دم اپنے شوہر سے بولی۔ "ہم باغ اور زمین کے بارے میں بعد میں سوچیں گے۔ آپ صرف تین ہی دعائیں مانگ سکتے ہیں اس لئے آپ سب سے پہلے یہ دعا مانگئے کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے میں اس دنیا کی حسین ترین عورت بن جاؤں۔ کیونکہ جو شخص زمینوں اور باغوں کا مالک ہو اس کی بیوی بھی حسین ہونی چاہئے تاکہ اس کے چہرے پر جھریوں کا جال ہو۔ جاؤ ابھی اور فوراً یہ دعا مانگو۔"

خدا بخش باہر نکلا دریائے سواں کے جنگل کا رخ کیا اور آسمان کی طرف ایک شیشے کی گولی اچھالتے ہوئے دعا کرنے لگا کہ اس کی بیوی دنیا کی حسین ترین عورت بن جائے۔

یہ دعا مانگ کر خدا بخش خاموشی سے سر جھکائے اپنے گھر کی طرف لوٹا وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ دنیا کی حسین ترین عورت کا شوہر بن جائے گا۔ مگر کیا اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

اس بارے میں جلد بازی تو نہیں کیا اور اس کے انجام کے بارے میں غور نہیں کیا ہے کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے ہر قسم کے وسوسوں کو دل سے دور کیا اور خوشی خوشی گھر کی طرف لوٹ آیا۔

صبح ہوتے ہی دنیا کی حسین ترین عورت اپنے بستر سے اٹھی اور آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے ساحرانہ حسن کا تماشا دیکھنے لگی۔ وہ بڑی دیر تک آئینے کے سامنے کھڑی رہی جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ دنیا کی ملکہ حسن بن چکی ہے تو اپنے اچھے سے کپڑوں کو تلاش کرنے لگی۔ مگر اسے ان کپڑوں میں سے کوئی جوڑا پسند نہ آیا۔ وہ سوچنے لگی آج مجھے سب سے پہلے شہر جا کر اپنے لئے اچھے سے کپڑے سلانے چاہئیں۔

جو کچھ روپیہ تھا وہ لے کر شہر کی طرف چل پڑی۔

جب خدا بخش سو کر اٹھا تو دیکھا کہ بیوی کا کچھ پتا نہیں ہے گھر کا کونا کونا چھان مارا مگر وہ نہ ملی۔ وہ سوچنے لگا کہ بیوی تو ہاتھ سے گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ رات کی دعا کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے مگر وہ جانتا بھی تھا کہ اس کی بیوی بڑی پاک دامن ہے کبھی غلط قدم نہیں اٹھا سکتی، پھر بھی وہ سخت حیران تھا کہ یہ کیا ہوا، بیوی کہاں گئی اور کیوں گئی ہے؟

خدا بخش کا دل بڑا بے چین تھا وہ سب کچھ چھوڑ کر ایک کتاب اٹھا کر پڑھنے لگا۔ آنسوؤں کی بارش میں اسے کچھ بھی نہ دکھائی دیتا تھا کچھ دیر کے بعد جب آنسو رکے تو اس نے کچھ پڑھنا شروع کیا، کتاب میں لکھا تھا۔

"اگر تمہیں غیب کا علم ہوتا تو تم تقدیر کے فیصلے کو ہی پسند کرتے۔"

اس کی آنکھوں میں دوبارہ آنسو امنڈ آئے وہ اس سے آگے کچھ نہ پڑھ سکا۔ اس کے دماغ میں چکر سے آ رہے تھے۔ کاش وہ تقدیر پر شاکر رہتا اور ایک ایسی معاملے کے پیچھے نہ پڑتا جس کے اسے انجام تک معلوم نہیں تھا وہ کچھ دیر تک اپنے آپ کو کوستا رہا پھر دل ہی دل میں کہنے لگا۔

"افسوس میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو چھوڑ دیا اور لالچ میں چھلانگ لگا دی۔ جس کا انجام ندامت ہے۔"

ساتھ والے کمرے سے چاروں بچوں کے کھیلنے کودنے کی آواز آئی تو وہ اپنی گہری سوچوں سے بیدار ہو گیا اس نے اپنے آنسو پونچھے اور بچوں کے لئے ناشتہ تیار کرنے لگا۔

"ماما امی کہاں گئی ہیں۔" ایک بچہ بولا۔

"وہ کسی کام سے گئی ہیں ابھی آتی ہوں گی۔" اس نے بچے کو جواب دیا۔

"بچے ناشتہ کر کے فارغ ہوئے تو سب مدرسے کی طرف چل پڑے، اب وہ گھر میں تنہا تھا تنہا اپنے خیال

جرمانہ

ایک جوڑا ہنی مون منانے کے لئے گیا تو ایک ہوٹل میں ٹھہرا۔ شام میں جب وہ جوڑا سیر کے لئے گیا تو کھانا باہر ہی کھا آیا۔ جوڑا واپس ہوٹل پہنچا تو منیجر نے کھانے کا بل پیش کر دیا۔

"مگر ہم نے تو یہاں کھانا نہیں کھایا۔" شوہر نے حیرت سے کہا۔

"مگر کھانا تو تیار تھا۔" منیجر نے بے نیازی سے جواب دیا۔ اگلے دن وہ جوڑا پھر کہیں گیا اور چائے پی آیا تو منیجر نے چائے کا بل پیش کر دیا۔

"مگر ہم نے تو چائے نہیں پی۔" شوہر نے احتجاج کیا۔

"مگر چائے تو تیار تھی۔" منیجر نے لاپروائی سے کہا۔

جب وہ جوڑا واپس جانے لگا تو شوہر نے ہوٹل کے مالک کو جرمانے کا ایک بل پیش کیا جس میں کہا گیا تھا کہ منیجر نے اس کی بیوی کو چھیڑا ہے۔

"پر میں نے تو ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔" منیجر چلایا۔

"مگر وہ تو تیار تھی۔" شوہر نے بے نیازی سے جواب دیا۔

(فرحان احمد نصیب۔ کراچی)

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میں ڈوب گیا کہ بیٹرا کہاں گئی ہے ابھی تک نہیں آئی۔

کچھ دیر بعد سبزی کے لئے پیسے تلاش کرنے لگا تو چند پیسوں کے اسے گھر میں کچھ نہ ملا۔ وہ افسردہ سا ہوکر ایک کونے میں بیٹھ کر سوچنے لگا۔

دوپہر کے بعد اچانک گھر کا دروازہ کھلا اور اس کی بیوی ایک دم اندر آ گئی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے برقعا اتارا اور آئینے کے سامنے کھڑی ہوگئی اور اپنے نئے کپڑوں اور زیورات کو دیکھنے لگی۔ جنہیں شہر سے خرید کر لائی تھی۔ خدا بخش کی بیوی پر نظر پڑی تو وہ سب کچھ سمجھ گیا۔ جب وہ قیمتی لباس پہن کر آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تو مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

''خدا بخش'' تارا مسکرا کر بولی۔ ''آج سے آپ ملکہ حسن کے شوہر بن گئے ہیں اور ہاں آپ نے میرے جوڑے کی نہ تعریف کی نہ میرے زیورات کی داد دی۔''

''بہت خوب صورت جوڑا ہے۔'' وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔

''آج تم نے نہ ناشتہ تیار کیا نہ جھاڑو دی۔ کیا بات ہے؟......''

''او بڈھے'' وہ اس کی بات کاٹ کر چیخ کر بولی۔ ''یہ نرم و نازک ہاتھ کوئی برتن دھونے کے لئے ہیں۔ جا کہیں سے کوئی کام کرنے والی نوکرانی لے آ۔ افسوس تو نے اس حسن کی کچھ قدر نہیں کی۔ یہ جسم نرم و نازک گدوں کے لئے ہے یا تیری روٹیاں پکانے کے لئے ہے۔ یہ سن کر خدا بخش کا دل غم سے بھر گیا وہ دیکھ رہا تھا کہ بیوی اپنے حسن اور زیورات کو آئینے میں دیکھے جا رہی تھی اس نے سمجھانا چاہا تو وہ چڑ گئی۔

''جس دن اس بڈھے سے میری شادی ہوئی تھی اسی دن میری قسمت پھوٹ گئی تھی۔ یہ حسن تو نوابوں کے شایان شان تھا نہ کہ مسجد کے مولوی کے جو کتابوں اور مسجد کے مدرسے کے درمیان زندگی گزارتا ہے۔''

خدا بخش بیوی کے یہ الفاظ سن کر حیران سا رہ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ اس کی دعا کا کرشمہ ہے اگر میں دعا نہ کرتا تو یہ دنیا کے عام عورتوں کی طرح ہوتی اور اسے کوئی بھی نہ جانتا۔ کیا ایک حقی پرہیزگار ہزاروں نوابوں سے بہتر نہیں ہوتا۔

''او بدصورت بڈھے'' وہ اس کی سوچوں کا تانا توڑ کر بولی۔ ''میرے حسن و جمال کو تیری خدمت گزاری کھا گئی ہے روٹیاں پکاتے پکاتے میری ساری خوب صورتی ختم ہوگئی تھی۔ ہائے میں مر جاواں میرے ماں باپ نے کس بدنصیب کے ہاتھ میں میرا ہاتھ دیا تھا۔''

خدا بخش نے دیکھا کہ بیوی کو حسن کے ساتھ ساتھ تیز زبانی بھی مل گئی ہے جو پہلے کبھی نہ تھی۔

''میں جب اپنے باپ کے گھر سے آئی تھی تو کتنی حسین تھی۔'' وہ دوبارہ بولی۔ ''اس مولوی نے میری صحت اور جوانی کو گھن لگا دیا ہے۔ رات دن خدمت کرتے کرتے تھک گئی ہوں اور اب اللہ نے مجھے صبر کا پھل دیا ہے تو پھر اس نے میری کچھ بھی قدر نہیں کی۔ کم بخت جل گیا ہے میرے حسن سے کہتا ہے روٹی پکا۔ برتن دھو۔ کبھی یہ برتن میرا پیچھا چھوڑیں گے بھی یا نہیں۔ یا میں ساری زندگی برتن ہی مانجھتی رہوں گی۔ اسے شرم بھی تو نہیں آتی ایسی بات کہتے ہوئے۔

ایسے حسین ہاتھ برتن مانجھنے کے لئے ہیں نا بابا یہ کام اب مجھ سے نہیں ہوتے۔ کبھی تو سوچ سمجھ کر بات کر لیا کر۔ یا ساری عمر بے وقوف ہی رہے گا۔ مگر تیری عقل تو مدرسے کے لڑکے لے گئے ہیں۔ کہیں سے کوئی ملازم رکھ لے ورنہ گھر کا سارا کام خود کر۔

میرا دل اب بھر گیا ہے۔ کاموں سے۔ کیا مجھے ساری زندگی کبھی آرام نصیب نہیں ہوگا۔ ساری عمر میں ایک دن خوشی کا آیا تو تو نے خوش نہیں ہونے دیا۔ طرح طرح کی باتیں کرنے لگا۔ ارے کچھ تو خیال کر لیا کر میرا۔ ہر وقت ٹر ٹر ہی کئے چلا جاتا ہے۔ خدا جانے کس بلا کا دماغ ہے تیرا۔ بس بھونکے ہی چلا جاتا ہے۔''

خدا بخش نے سوچا۔ ''بیوی تو ہاتھ سے گئی۔'' وہ دعا کرنے پر بہت پچھتایا اب اس کے اندر شدید جذبہ انتقام پیدا ہو چکا تھا۔

وہ بیوی کی زبان درازی کا جواب دینا چاہتا تھا ایسا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

جواب جیسے وہ تمام عمر یاد رکھے۔ دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا، کیسی باتیں کرتی ہے۔ ایک رو دن میں اتنی زبان دراز ہو گئی۔ خدا کی پناہ، آگے نہ معلوم کتنا ظلم ڈھائے گی۔ میں بے وقوف تھا جو سوچے سمجھے بغیر تیرے کہنے میں آ گیا۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے عورت ذات بے وفا ہوتی ہے۔ ہوا کو بدلتے دیر لگتی ہے لیکن عورت کو بدلتے دیر نہیں لگتی۔

مجھے تمہارا تجھ سے ایسی توقع نہیں تھی۔ مجھے تیری یہ حسین صورت زہر لگتی ہے۔ خدا تیرے حسن و شباب کو غارت کرے۔ یاد رکھ بے وقوف عورت میں تجھے دنیا کے لئے عبرت کا نشان بنا دوں گا۔ ایک تو تو جرم کرتی ہے اوپر سے غلط باتیں بھی کرتی ہے۔ خدا سے ڈر مجھے بڈھا بدصورت کہتے ہوئے تجھے شرم نہ آئی۔ میں تو تیرا مجازی خدا ہوں۔ مگر تو میری قدر کیا جانے۔ مال و دولت پر جان دیتی ہے۔ شرافت کو نہیں پہچانتی، نیکی کی قیمت کو نہیں سمجھتی۔ بے شرم عورت کل تجھے معلوم ہو جائے گا۔

خدا بخش کے سامنے سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہ تھا کہ دریائے سواں کے جنگل کی طرف جا کر شیشے کی دوسری گولی آسمان کی طرف اچھالے اور یہ دعا کرے کہ اس کی سرکش بیوی گائے بن جائے اب وہ سکون سے تھا۔

دوسرے دن اس نے شیشے کی گولی آسمان کی طرف اچھال کر دعا کی کہ "میری بیوی گائے بن جائے۔" دعا کر کے جب وہ گھر واپس آیا تو گھر میں سکون دیکھا۔ بیوی خاموشی سے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اچانک اسے نیند آ گئی۔

صبح ہوئی تو وہ سب سے پہلے اٹھا۔ بیوی کی طرف دیکھا تو اس کا چہرہ گائے جیسا بنا ہوا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور چپکے سے باہر نکل گیا۔ چلتے چلتے چک بیلی شہر جا پہنچا وہاں کے بازاروں میں وہ گھومنے پھرنے لگا۔ شام ہوتے ہی اپنے گاؤں کی طرف چل پڑا اور گھر آ گیا۔ جیسے ہی اس نے گھر میں قدم رکھا تو ایک ماتم برپا پایا۔ بچے زار و قطار رو رہے تھے وہ جیسے ہی اپنی کرسی پر بیٹھا تو اس کی بیوی اس کے قدموں میں گر گئی اور اپنے آنسوؤں سے اس کے پاؤں دھونے لگی وہ بہت رو رہی تھی وہ چاہتی تھی کہ آدمیوں کی طرح بولے مگر اس کے گلے سے گائے جیسی آواز نکلتی تھی۔ اس کے کانوں میں سونے کی بالیاں اسی طرح آویزاں تھیں اور اس کے سرخ کپڑے بھی اسی طرح اس کے جسم پر تھے۔

خدا بخش یہ دیکھ کر ہنسنے لگا۔ مگر اس کے چاروں بچے روتے ہوئے آئے اور اس کے ہاتھ چومنے لگے۔ اور ماں کے گناہوں کی بخشش کا اصرار کرنے لگے۔

"بابا کل تو امی نہایت حسین و جمیل تھیں اور آج ایسی کیسے ہو گئیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان کے گناہوں کو بخش دیں۔ وہ چاہے اتنی حسین نہ ہوں مگر جیسے پہلے تھیں ویسی ہی ہو جائیں۔" سب سے بڑا بچہ بولا۔

اس کی بیوی چیخنے لگی اور اپنا سر زور زور سے ہلانے لگی اور خدا بخش کی جیب کی طرف اشارہ کرنے لگی جس میں ایک تیسری شیشے کی گولی پڑی تھی۔

"اب آخری شیشے کی گولی کے اچھالنے کا وقت آن پہنچا تھا۔" خدا بخش نے اپنے بچوں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ کوشش کرے گا۔ اب سب جاؤ اور سو جاؤ صبح ہوتے ہی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

رات ہوتے ہی خدا بخش دریائے سواں کے جنگل کی طرف گیا اس نے آسمان کی طرف دیکھا تو چاند مسکراتا ہوا نظر آیا۔ اس نے اپنی آخری شیشے کی گولی آسمان کی طرف اچھال کر دعا کی کہ بیوی ویسی ہو جائے جیسی پہلے تھی اور گھر کے حالات بھی ٹھیک ہو جائیں۔

پھر خدا بخش کے گھر کے حالات ٹھیک ہو گئے اس کی بیوی نے زبان درازی چھوڑ دی گھر کا ماحول پرسکون ہو گیا۔

اس واقعے کے بعد خدا بخش نے اپنے گھر کے دروازے پر ایک تختی کے اوپر یہ لکھ دیا۔

"اگر تمہیں غیب کا علم ہوتا تو تم تقدیر کے فیصلے کو ہی پسند کرتے۔ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اور وہی سب کے دلوں کا بھید اور راز جانتا ہے اس کے حکم کے بغیر ایک پتا بھی نہیں ہل سکتا وہی غفور الرحیم ہے باقی سب فانی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

رولوکا

تحریر: اے وحید

قسط نمبر: 110

وہ واقعی پراسرار قوتوں کا مالک تھا، اس کی حیرت انگیز اور جادوئی کرشمہ سازیاں آپ کو دنگ کردیں گی

گزشتہ قسط کا خلاصہ

اور پھر رولوکا کے ذہن میں سوچوں کا طوفان سر ابھارنے لگا کہ سینکڑوں سال سے ویران مندر میں رات کے اس لمحے روشنی ہو رہی تو کیسے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مزید اور روشنی تیز ہوگئی تو رولوکا کے دل میں آیا کہ مندر میں جا کر دیکھنا چاہیے پھر ایک اور خیال آیا کہ صبح کے وقت راسموکا سے معلوم کرلوں گا اس جگہ کا نام شانتی پور تھا صبح کے وقت رولوکا نے راسموکا سے اس مندر کے بابت معلوم کیا تو راسموکا نے جو حقیقت بتائی اسے سن کر رولوکا حیران رہ گیا۔ راسموکا کے مطابق ہر ماہ پونم کی رات اس مندر میں روشنی ہوتی ہے اور پھر پائلوں کی جھنکار بھی سنائی دیتی ہے اپنے وقت میں شانتی پور بہت ہی زرخیز اور شاداب علاقہ تھا مگر پھر نہ جانے کس کی نظر لگ گئی کہ شانتی پور ویران ہو کر رہ گیا، اکثر رات میں جوان ناریوں کا خون ہونے لگا اور ساتھ ہی ان کی عزت بھی پامال کی جانے لگی، راسموکا کی بات سن کر رولوکا کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ضرور اس میں ضرور کوئی گہرا راز ہے۔ اور پھر رولوکا آئندہ پونم کی رات کا انتظار کرنے لگا۔ پونم کی رات آئی تو رولوکا غائبانہ طور پر مندر میں پہنچ گیا۔ آدھی رات کے وقت اچانک مندر میں دودھیا روشنی پھیل گئی اور مندر میں موجود ناگ کے مجسمے میں حرکت پیدا ہوئی، ناگ کی آنکھیں جیسے انگارہ بن سامنے آگئیں پھر ناگ کے منہ سے تیز روشنی نکل کر سامنے پڑنے لگی اور پھر اس روشنی میں ایک گٹھری نما چیز نظر آئی پھر اس گٹھری میں حرکت پیدا ہوئی اور اس میں سے وہ شے کھڑی ہوئی وہ شے بلکہ ایک خوبصورت دوشیزہ تھی۔ ناگ کے سامنے ایک شخص بیٹھا تھا اور اس کی آواز گونجی... ناچ شروع کر، دیر نہ کر، ورنہ...... اور پھر وہ لڑکی اٹھی اور جنونی رقص شروع کردیا، اور جب نڈھال ہو کر وہ گر پڑی تو وہ شخص اٹھا اور ایک ناگ کا روپ دھار کر لڑکی کو نگل گیا اور پھر ناگ کے مجسمے کے منہ میں سما گیا، اور رولوکا اس کے کھوج میں لگ گیا کہ یہ معاملہ ہے تو کیا ہے۔ تو رولوکا کو معلوم ہوا کہ شانتی پور کے مندر میں ایک پجاری تھا جو کہ عیاش طبیعت تھا۔ جو کہ اب مرچکا تھا رات کے اندھیرے میں اپنے بیروں کے ذریعے جوان لڑکیوں کو اٹھا لیتا تھا اور پھر انہیں بے عزت کرنے کے بعد ان لڑکیوں کو بیروں کے حوالے کردیتا اور پھر وہ بیر ان لڑکیوں کا گلا گھونٹ کر ان کا خون پی جاتے تھے۔ خیر رولوکا نے ناگ مندر کے پجاری گوپی چند کو بھگا بھگا کر ہلکان کرنا شروع کردیا۔ وہ ناگ مندر سے بھاگ گیا اس کے بعد رولوکا پھر اسے گھیر گھار کر مندر میں لے آیا۔ پھر راستے میں ایک بھاری کرخت آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ "پنڈت گوپی چند... اب تو بتا کہ یہاں سے بھاگ کر کہاں جائے گا... اب یہاں سے نکلنا تیرے بس کی بات نہیں... کیا تو اب اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔

(اب آگے پڑھیں)

"**کیا** اب تو اپنے آپ کو بچا سکتا ہے... کیا اب تو اپنے آپ کو بچا سکتا ہے" اس طرح کی آوازیں پورے مندر میں گونج رہی تھیں۔"

اور گوپی چند کرب و اذیت میں جلا ہونٹوں کی طرح چاروں طرف لرزیدہ لرزیدہ دیکھ رہا تھا۔

اتنے میں گوپی چند نے دیکھا کہ ناگ دیوتا کا ٹوٹا ہوا مجسمہ سمٹنے لگا اور پھر سمٹ کر مکمل مجسمہ بن گیا اور پھر اس کے بعد وہ مجسمہ فرش سے اوپر کو اٹھنے لگا اور اس حالت میں آگیا جیسا کہ وہ پہلے تھا اور پھر ناگ کی دونوں پتھریلی آنکھیں جیسے انگارہ اگلنے لگیں۔

پھر اچانک ایک دل دہلا دینے والا منظر رونما ہوا، مجسمے کے منہ سے ایک بہت ہی وحشت ناک حقیقی خوفناک سانپ نکلا اور اس نے جو پھنکار ماری تو گوپی چند فرش سے دو فٹ تک اوپر کو اچھل گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"ناگ دیوتا نہیں..... ناگ دیوتا مجھ پر سہائتا کرو..... ناگ دیوتا میں پاپی ہوں..... میں نے پاپ کیا، اب مجھے معاف کردو..... ناگ دیوتا میں تمہارا سیوک رہا ہوں..... مجھے معاف کردو۔ ناگ دیوتا میری آتما کو سکون چاہئے..... میں بھٹک رہا ہوں..... میری آتما کو کسی پل بھی چین نہیں۔

ناگ دیوتا میری سہائتا کرو..... ناگ دیوتا میں بھاگ بھاگ کر تھک گیا ہوں..... دشمن میرے پیچھے لگ گیا ہے۔ مجھے کسی پل چین نہیں لینے دے رہا۔" اور پھر اچانک مندر کا دروازہ خود بخود زوردار آواز کے ساتھ کھل گیا۔

پھر اتنے میں مجسمے کے منہ سے جو سانپ نکلا تھا اس کی زبردست پھنکار سنائی دی اور ساتھ ہی اس پھنکار کے ساتھ شعلہ باہر کو لپکا۔

اور وہ شعلہ گوپی کی آتما تک پہنچتا کہ اس سے پہلے وہ جھٹ بجلی کی تیزی سے مندر کے دروازے کی طرف بھاگا اور دروازے سے باہر کو نکلتا چلا گیا۔

اور دروازے سے نکلتے ہی آندھی طوفان کی طرح شمال کی جانب بڑھنے لگا۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی..... اس کے پاس منزل کا کوئی تعین نہیں تھا۔ وہ آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔

اچانک ایک زبردست جھٹکا سا لگا..... وہ سمجھنے سے قاصر تھا کیونکہ وہ کسی ان دیکھی دیوار سے ٹکرایا تھا۔ وہ دیوار اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ جب وہ دیوار سے ٹکرایا تو دھماکے کے ساتھ ناقابل برداشت چنگاریاں نکلی تھیں۔ دیوار سے ٹکراتے ہی وہ کافی نیچے کی طرف گرا۔ وہ اچنبھے میں تھا اس کی بدھی میں کوئی بھی بات سما نہیں رہی تھی کہ یہ ہوا تو کیسے ہوا۔ لاکھ کوشش کے باوجود بھی وہ کچھ نہ سمجھ سکا۔

ابھی وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ کسی آہنی ہاتھ نے اسے زبردست طریقے سے جکڑ لیا اور پھر اسے اوپر کی جانب بہت زور سے اچھال دیا۔ تو وہ ایک چھوٹی گیند کی طرح اوپر کو طوفانی ہوا کی مانند بڑھا۔

پھر اس آہنی ہاتھ نے اسے اوپر سے نیچے کی جانب زوردار سے جیسے دھکا دیا۔ تو وہ اوپر سے نیچے کی طرف تیزی سے گرنے لگا۔ اور پھر وہ نیچے زمین سے ٹکراتا کہ وہ ایک جگہ ٹھہر گیا۔

لیکن وہ ٹھہرا نہیں تھا بلکہ کسی آہنی شکنجے میں جکڑ چکا تھا۔ آہنی ہاتھ کی گرفت سخت سے سخت ترین ہوتی جا رہی تھی..... وہ حال سے بے حال ہو گیا..... کرتا تو کیا کرتا..... کیونکہ اس کے بس میں کچھ بھی نہ تھا۔ اور جو کچھ بھی ہو رہا تھا رولکا کے اشارے پر، رولکا کے کارندے اس کے ساتھ ایسا کر رہے تھے۔

رولکا کا اپنے کارندوں کو حکم تھا کہ "گوپی چند کی آتما کو صرف اور صرف بھگا بھگا کر ہلکان کرنا ہے اور جب تک میں نہ بولوں کسی صورت بھی اس کا خاتمہ نہیں ہونا چاہئے۔"

اور یہی سوچ کر رولکا کے کارندے گوپی چند کی آتما کو طرح طرح سے پریشان کر رہے تھے اور اسی بنا پر وہ آتما بھاگ بھاگ کر ہلکان ہو رہی تھی۔

پھر گوپی چند کی آتما کو ایک کان پھاڑ دینے والی آواز سنائی دی۔ "پاپی چل بھاگ یہاں سے..... فوراً بھاگ جا اور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھنا اور اگر پیچھے مڑ کر دیکھے گا تو جل کر خاک ہو جائے گا۔" اس آواز کو سننا تھا کہ وہ جیسے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

بھاگتے بھاگتے اس کا برا حال تھا..... اسے پکا یقین ہو چلا تھا کہ اب میرا خاتمہ یقینی ہے اور اسی سبب اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں کہ اتنے میں اس کی کانوں میں گھنٹیاں بجنے کی آوازیں سنائی دیں تو جھٹ اس نے آنکھیں کھول دیں اور جب اس نے نیچے زمین کی طرف دیکھا تو حیران رہ گیا۔

زمین پر سیکڑوں کی تعداد میں مرد عورت بچے بوڑھے ایک جگہ جمع تھے۔ گیروا لباس میں دھوتی باندھے ہوئے ایک عمر رسیدہ شخص سر سے گنجا اور بڑے پیٹ کا مالک اپنے ہاتھ میں ایک پیتل کی بہت بڑی گھنٹی لئے کھڑا تھا اور تواتر سے گھنٹی بجا رہا تھا۔

اس جگہ جمع سارے لوگ ٹکٹکی باندھے ایک سمت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

دیکھ رہے تھے اور انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ رکھے تھے۔ ان تمام لوگوں کے سامنے ایک بہت بڑا پتھر کے ناگ کا مجسمہ ایستادہ تھا۔

بڑے اور موٹے پیٹ کا پجاری بلند آواز سے کوئی اشلوک بھی پڑھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ہاتھ میں پکڑی گھنٹی کو بھی بجا رہا تھا اور پجاری کے سامنے ایک گڑھے میں آگ روشن تھی۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد پجاری سامنے پڑے دو برتنوں میں موجود شے کو اپنی مٹھی میں لے کر آگ میں ڈالتا تو فوراً گاڑھا گاڑھا سفید دھواں اٹھنے لگتا۔ دونوں برتنوں میں سے ایک میں صندل اور دوسرے میں چندن کا برادہ تھا۔

کولی کی آتما نے جب یہ سب دیکھا تو اسے بڑی خوشی ہوئی کہ یہاں تو ناگ دیوتا کی پوجا ہو رہی ہے اور پھر یہی سوچ کر وہ اس جگہ آموجود ہوئی اور پھر اس نے ایک بہت بڑے ناگ کا روپ دھار لیا۔

ناگ کا روپ دھارنے کے بعد وہ سب کے سامنے نہیں آیا بلکہ وہ ناگ کے مجسمہ کے پیچھے چھپا رہا۔

اب وہ پجاری بہت زیادہ بلند آواز میں اشلوک پڑھ رہا تھا۔ پجاری کے ساتھ وہاں موجود دیگر لوگ بھی پجاری کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ دہرانے لگے تھے۔

اشلوک پڑھتے پڑھتے پجاری پر جیسے جنون سوار ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے پجاری اپنے آپے میں نہ ہو۔

اب شام کا اندھیرا ہر سو آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا پھیل گیا۔ اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ چھ جوان اپنے کاندھے پر گیس کی بتی رکھے ایک طرف سے نمودار ہوئے اور چھ کی چھ گیس بتیوں کو مختلف جگہ رکھ دیا۔

اب اس جگہ ایک مخصوص دائرے میں روشنی پھیل گئی تھی۔ زیادہ تر روشنی ناگ دیوتا کے مجسمہ پر پڑ رہی تھی۔

اس جگہ موجود سارے لوگ جیسے مستی میں جھوم رہے تھے کہ اچانک ایک زبردست دل دہلاتی پھنکار سنائی دی۔ اس پھنکار کو سن کر سارے لوگ پورے جسمانی طور سے لرز کر رہ گئے اور پھر سب ہی اچنبھے میں پڑی ہوئی نگاہیں یک ٹک ناگ کے مجسمے پر ٹک گئیں۔

وہاں پر موجود سارے لوگ اب بلند آواز سے پجاری کے پڑھتے اشلوک کو دہرانے لگے تھے۔ اب پجاری جلدی جلدی آگ میں چندن اور صندل کا برادہ ڈالنے لگا تھا۔

پھر سانپ کی زبردست بھیانک پھنکار سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک زبردست خوفناک دل کو دہلاتا، پورے جسم پر لرزہ طاری کرتا اور آنکھوں کو پتھرا دینے والا سانپ ناگ کے مجسمے کے منہ سے باہر کو نکلا۔ "اوہ! بھگوان...... وہ سانپ تھا یا پھر ناقابل بیان بلا جو کہ اپنی سرخ انگارہ برساتی قہر آلود آنکھوں سے پورے مجمع کو دیکھ رہا تھا۔"

اچانک پھر اس نے زبردست پھنکار ماری..... اس کی ہر نئی پھنکار پچھلی پھنکاروں سے کہیں زبردست دل کو دہلا رہی تھی۔

دائرے کی شکل میں کھڑے سارے لوگ جیسے کہ بت بنے اپنی جگہ ساکت کھڑے تھے۔ اگر کوئی حرکت کرتا وجود تھا تو وہ پجاری تھا جو کہ ابھی بھی اشلوک پڑھنے میں مصروف تھا اور تواتر سے اپنے ہاتھ میں موجود گھنٹی بجا رہا تھا۔

پھر اچانک پجاری نے ایک ایک کر کے وہ دونوں برتن اٹھائے جس میں چندن اور صندل کا برادہ پڑا تھا۔ دونوں برتنوں کو اس نے جلتی اور بھڑکتی آگ میں پلٹ دیا۔

سارے کا سارا چندن اور صندل کے برادے کو آگ میں پڑنا تھا کہ زبردست دھواں اٹھنا شروع ہوا اور وہ دھواں اس محدود جگہ پر چاروں طرف پھیل گیا۔ دھواں اتنا تھا کہ کوئی بھی کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لیکن اس دوران پجاری کے پڑھتے ہوئے اشلوک گھنٹی کی آواز اور پھر ساتھ ہی ساتھ سانپ کی پھنکار سنائی دیتی رہی۔

پھر اچانک اس جگہ سے دھواں چھٹنا شروع ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارا دھواں آسمان کی طرف اٹھنے لگا اور چند منٹ میں ہی سارا دھواں غائب ہو گیا۔

دھواں کے غائب ہوتے ہی لوگوں کی نظریں ناگ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

سے سانپ پر ٹھہر گئیں۔

تب پجاری کے قدم آہستہ آہستہ ناگ دیوتا کے مجسمہ کی طرف اٹھنے لگے۔ وہ بہت نپا تلا قدم اٹھاتا ہوا ناگ دیوتا کے مجسمے کے قریب ہونے لگا۔

مجمع میں موجود سارے لوگ اس طرح نظر آرہے تھے کہ جیسے وہ جیتے جاگتے انسان نہیں بلکہ پتھر یا مٹی کے بت ہوں، ان تمام لوگوں میں کسی قسم کی بھی جنبش نہ تھی، صرف اور صرف ان لوگوں کی آنکھیں ایسی تھیں جن میں زندگی کے آثار نظر آرہے تھے۔

کہ اچانک پجاری کی خوفناک کرخت دہشت ناک اور لرزہ براندام چیخ سنائی دی۔ "ناگ دیوتا.... بھما کریں...... ناگ دیوتا ایسا نہ کریں...... ہم منش تو غلطی کا پتلا ہیں، ہم سے جو انجانے میں ہوگئی اسے معاف کردیں، ناگ دیوتا آپ پر ہم سب کی جانیں قربان...... مگر آپ غصہ اور غضب میں نہ آئیں......"

اب ناگ دیوتا کے مجسمے سے جو سانپ نکلا تھا اس کے منہ سے لکیر کی صورت میں شعلے نکل رہے تھے۔

پھر پجاری کی لرزیدہ آواز جیسے گونجنے لگی۔ "ناگ دیوتا ہم سب نردوش ہیں...... ہمیں کچھ بھی نہیں معلوم کہ یہ کیسے ہوا؟

ناگ دیوتا اپنے سیوکوں پر رحم کریں...... ہماری غلطیوں کو معاف کردیں...... ہم سوجھ بوجھ اور عقل کے اندھے ہیں، آپ کا بہت بہت دھنے واد...... آپ شکتی شالی ہیں...... اور ہم......" اور پجاری کی آواز ادھوری رہ گئی۔ کیونکہ اب سانپ کے منہ سے متواتر شعلے نکل رہے تھے اور اس کی دونوں آنکھوں سے جیسے چنگاریاں......

دراصل وجہ یہ تھی کہ ناگ کے مجسمے کے پیچھے سے ایک اور زبردست خوفناک سانپ نکل کر سامنے آگیا تھا۔

لوگوں کی پھٹی پھٹی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ اب دونوں سانپ قہر آلود نظروں سے لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ اور دونوں کے منہ سے شعلے نکلتے نظر آرہے تھے۔

یہی نہیں بلکہ دونوں کی آنکھیں جیسے چنگاریاں برسا رہی تھیں۔ اور وہ منظر دیکھ کر لوگ لرزہ براندام تھے۔

کیونکہ آج سے پہلے گاؤں کے لوگوں نے دو سانپوں کو ایک ساتھ نہ دیکھا تھا اور نہ ہی ناگ دیوتا کے مجسمے سے نکلنے والا سانپ اتنے غضب ناک حالت میں نظر آیا تھا۔

جب بھی ایسا ہوا نہیں تو آج ایک کے بجائے دو ناگ دیوتا ایک جگہ وہ بھی غضبناک حالت میں۔

اور پھر لوگوں نے ایک اور بھیانک منظر دیکھا......

دونوں سانپ اب آمنے سامنے ہوکر ایک دوسرے پر اپنی پھنکار کے ذریعے شعلے برسا رہے تھے۔ دونوں سانپ ناقابل فراموش انداز میں غضبناک ہو رہے تھے اور دونوں کی کوشش تھی کہ وہ اپنے مدمقابل کو نیست و نابود کردیں۔

اور اس جگہ کھڑے ہوئے گاؤں کے سارے لوگوں پر کپکپی طاری ہوگئی تھی۔

سارے لوگ اچنبھے میں تھے کہ دیکھو اب ہوتا تو کیا ہوتا ہے۔

پجاری اپنا منہ اوپر آسمان کی طرف کرکے اشلوک پڑھنے لگا اور ہاتھ اوپر کرکے گھنٹی بجانے لگا...... کہ پھر اچانک پجاری ناگ دیوتا کے مجسمے کے سامنے زمین پر سجدہ ریز ہوگیا اور بلند آواز سے اشلوک پڑھنے لگا۔

پجاری کی دیکھا دیکھی اس جگہ جتنے بھی لوگ موجود تھے وہ سارے کے سارے پجاری کی طرح زمین پر سجدہ ریز ہوگئے۔ سب نے اپنے ہاتھ آگے کرکے جوڑ رکھے تھے۔

اتنے میں آسمان کی طرف سے دائرہ کی شکل میں دھواں نیچے کو آیا اور اس دھوئیں نے دونوں سانپوں کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سارا دھواں دونوں سانپوں کو لئے ہوئے اوپر کو اٹھنا شروع کردیا اور پھر کافی اوپر جاکر غائب ہوگیا۔

دھوئیں کا اس جگہ سے غائب ہونا تھا کہ تیز دودھیا روشنی سارے میدان میں پھیل گئی۔ روشنی کو دیکھ کر پجاری نے اپنے سر اوپر کو اٹھایا اور ایک بھرپور نظر وہاں پر

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

موجود سارے سجدہ ریز لوگوں پر ڈالا۔ اور پھر حیرت سے ناگ دیوتا کے مجسمے کی طرف دیکھنے لگا۔ پجاری بہت ہی حیرت میں تھا کیونکہ اس وقت وہاں پر دو سانپوں کا نظر آنا بہت ہی حیرت ناک تھا۔

خیر کافی دیر تک پجاری حیرت واستعجاب میں پڑا رہا۔ پھر وہ لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ ابھی تک تمام لوگ سجدہ ریز تھے۔

"گاؤں والو! اب اپنے سر اوپر اٹھاؤ۔" یہ سننا تھا کہ سارے لوگ اپنی اپنی جگہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"سجنو! ناگ دیوتا کی یہ کرپا ہے کہ ناگ دیوتا نے اپنا درشن کرایا۔ بس یہ سمجھو کہ ہمارے بھاگ کھل گئے، ورنہ کبھی ایسا نہ ہوا، اور نہ ہی ہم تمام لوگوں نے سنا ہے کہ کبھی ناگ دیوتا نے اس طرح پوجا کے درمیان اپنا درشن کرایا ہو ہمارے اس طرح صدیاں گزر جاتی ہیں اور لوگ ناگ دیوتا کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ترس جاتے ہیں۔

سجنو! اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ اب ہمارے گاؤں میں اور ہر گھر میں خوشیاں آئیں گی، پورے گاؤں میں خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ تمام لوگ ناگ دیوتا کی بڑھ چڑھ کر پوجا کرو اور ناگ دیوتا سے پرارتھنا کرو تا کہ ناگ دیوتا ہم سے خوش ہو کر بار بار اپنا درشن کرائیں۔

آپ لوگوں سے ایک بنتی ہے کہ شام کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے پہلے جتنا زیادہ ہو سکے اپنے اپنے گھروں سے کسی نہ کسی برتن یا پیالے میں دودھ لا کر اس جگہ رکھ کر چلے جائیں تا کہ ناگ دیوتا خوش ہو کر دودھ پئیں۔

اور جہاں تک مجھے معلوم پڑتا ہے کہ ناگ دیوتا دودھ پینے کے لئے اکیلے نہیں بلکہ اپنے بہت سارے سیوکوں کو بھی اپنے ساتھ لائیں گے۔" اور یہ بول کر پجاری خاموش ہو گیا۔

اتنے میں ایک نوجوان آگے بڑھا اور بولا۔ "ناگ دیوتا کی جے ہو..... ناگ دیوتا کی جے ہو۔"

یہ سننا تھا کہ اس جگہ موجود سارے لوگ فلک شگاف نعرہ لگانے لگے..... "ناگ دیوتا کی جے ہو۔"

کافی دیر تک یہ نعرہ بلند ہوتا رہا، اس کے بعد پجاری کی آواز آئی..... "سجنو! اب آپ لوگ اپنے اپنے گھر جائیں..... اور شام سے پہلے پہلے دودھ ضرور اس جگہ رکھ دیں۔" یہ بول کر پجاری خاموش ہو گیا اور پھر تمام لوگوں کے ساتھ واپس گاؤں میں آ گیا۔

ناگ دیوتا کا مجسمہ گاؤں سے باہر تھا۔ اس جگہ بہت سارے ٹیلے تھے اور ہر طرف ہریالی تھی، ہرے بھرے کھیت اور ہرا بھرا جنگل بھی تھا۔ اس جگہ کی خوبصورتی دیکھ کر لوگ جھوم اٹھتے تھے اور لوگوں کی خواہش تھی کہ وہ اپنا زیادہ تر وقت اس جگہ گزاریں۔ مگر اس جگہ رات کا اندھیرا پھیلتے ہی عجیب سی ویرانی چھنے لگتی تھی۔

لوگوں کے دلوں پر خوف بیٹھ جاتا تھا، کچھ لوگوں پر تو کپکپی بھی طاری ہو جاتی تھی اور پھر اس وجہ سے لوگ اس علاقے میں جانے سے کتراتے تھے۔

پجاریوں اور پنڈتوں کا کہنا تھا کہ یہ سارا علاقہ ناگ دیوتا کے وش میں ہے اور رات کا اندھیرا پھیلتے ہی اس جگہ ناگ دیوتا حقیقت میں آ کر اپنا وقت گزارتے ہیں اور ناگ دیوتا کے ساتھ ان کے بے شمار سیوک بھی ساتھ میں آتے ہیں اور اسی وجہ سے پورے علاقے میں ناگ دیوتا کے حکم سے خوف کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

اور لوگ اس طرف کا رخ نہیں کرتے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی آمد سے ناگ دیوتا اور ان کے سیوکوں کو کسی قسم کی کوئی دشواری پیش آئے اور ان کے آرام سکون میں خلل پڑے۔

گاؤں کے سارے لوگ اپنے اپنے گھروں میں واپس آ گئے تھے اور بہت زیادہ حیرت میں تھے کہ ناگ دیوتا نے اپنا درشن کیوں کرایا اور اگر درشن کرانا ہی مقصود تھا تو ناگ دیوتا اتنے غصے میں کیوں تھے۔ ناگ دیوتا کی آنکھوں سے چنگاریاں اور منہ سے خوفناک پھنکار کے ساتھ شعلے کیوں نکل رہے تھے؟ اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ جب دیوی دیوتا خوش ہو کر اپنے چاہنے والوں کو اپنا درشن کراتے ہیں تو بہت ہی پیار و محبت لوگوں پر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نچھاور کرتے ہیں۔

اور ایک بات یہ بھی ان لوگوں کے ذہنوں میں کھٹک رہی تھی کہ چلو ناگ دیوتا نظر آئے مگر پھر بعد میں ایک دیوتا کا اور نظر آنا کیا معنی رکھتا ہے اور پھر یہ کہ دوسرے دیوتا کا اس جگہ آن موجود ہونا اور پھر ایک دوسرے کو قہر آلود انداز سے دیکھنا اور پھر غم و غصے اور قہر برساتے ہوئے ایک دوسرے کے وجود پر شعلے برسانا کیا معنی رکھتا ہے۔

دونوں سانپ ایک دوسرے کے مدمقابل ڈٹے پڑے تھے اور ابھی تھیں اس کے بعد دل دہلاتا وہ منظر جس میں کہ دھوئیں کا ایک دائرہ آسمان سے نیچے اترا اور پھر دونوں سانپوں کو دائرے میں لیتے ہوئے اوپر آسمان میں غائب ہو جانا، کیا چکر تھا۔

خیر لوگ جتنا سوچتے ان کا ذہن الجھتا جا رہا تھا..... لہٰذا لوگوں نے یہ بات اپنے دماغ میں بٹھا لی کہ بھگوان جانے کیا ڈرامہ کھیلا ہے۔

ادھر پجاری کا دماغ بھی ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ کیوں کہ ابھی تک اس کی زندگی میں کبھی بھی ایسا کوئی واقعہ نہیں رونما ہوا تھا۔

پجاری کی عمر اس وقت ستر کے قریب تھی اور اس ستر سالہ زندگی میں یہ پہلا واقعہ رونما ہوا تھا جس نے پجاری کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

ویسے بھی پجاری بہت شکتی شالی تھا۔ جنتروں اور منتروں پر عبور رکھتا تھا، پجاری نے بڑے بڑے جاپ کر رکھے تھے۔

یہی نہیں بلکہ پجاری کے قبضے میں کئی بیر بھی تھے۔ اس نے اندیکھی قوتوں کو اپنے وش میں کر رکھا تھا۔

ناگ دیوتا کے مجسمے کے پاس سے آنے کے بعد مندر میں پجاری آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا اور پھر اشلوک پر اشلوک پڑھتے جا رہا تھا۔

پجاری کی خواہش تھی کہ اسے کسی بھی غیبی طاقت سے یہ معلوم ہو جائے کہ ناگ دیوتا کی پوجا کرتے ہوئے جو منظر رونما ہوا تھا وہ اصل میں کیا تھا۔

اشلوک پڑھنے کے بعد پجاری اپنے خاص خاص جاپ کے الفاظ دہرانے لگا اور اپنے ایک خاص بیر کو طلب کرنا چاہا..... تھوڑی دیر تک وہ جاپ کرتا رہا کہ اچانک مندر کے ایک کونے میں گاڑھا گاڑھا دھواں اٹھنے لگا اور پھر ایک بھاری کرخت آواز پجاری کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''مہان شکتی مہاراج..... آپ کا خدمتگار شونا ما حاضر ہے، حکم کریں۔''

یہ آواز سن کر پجاری نے فوراً اپنی آنکھیں کھول دیں اور حاضر ہونے والے بیر سے مخاطب ہوا۔ ''شونا ما..... میں نے تجھے یوں کشٹ دیا ہے کہ بتا کہ پوجا کے وقت مجسمے کے اندر سے باہر نکل کر ناگ دیوتا نے اپنا درشن کرایا، اور پھر اچانک ناگ دیوتا کے منہ سے شعلے نکلنے لگے اور ساتھ ہی آنکھوں سے چنگاریاں بھی متواتر نکلنے لگی تھیں، اور یہ بات میری بدھی میں نہیں بیٹھ رہی۔

اور پھر دوسری بات یہ کہ ناگ دیوتا کے سامنے ایک اور.....'' اور پجاری کی بات ادھوری رہ گئی، کیونکہ اسی وقت شونا ما کی آواز سنائی دی۔

''مہاراج دراصل.....'' اور پھر جلدی سے شونا ما بولا۔ ''مہاراج..... شما کر دیں..... اب میں چلتا ہوں۔'' اور یہ بولتے ہی شونا ما اپنی جگہ سے غائب ہو گیا۔

اتنے میں بہت بھاری اور کرخت آواز پورے مندر میں گونجنے لگی۔ ''پجاری جو کچھ ہوا ہے اسے تو بھول جا..... یہ بات تو نہیں سمجھ سکتا..... بس جتنا تجھے کی تجھ میں طاقت ہے وہیں تک رہ..... اور اپنی زبان بند رکھ..... اس سے زیادہ اگر تو نے اچھل کود کی تو نقصان میں رہے گا۔''

پجاری نے جو اتنا سنا تھا کہ وہ اندر تک دہل کر رہ گیا۔ اس پر جیسے کپکپی طاری ہو گئی۔ اس کے منہ سے فوراً نکلا..... ''جی ناگ دیوتا..... میری ہمت کیا جو میں اب معاملے میں کچھ بھی سوچوں..... آپ کی کرپا ہو گی آپ مجھے شما کر دیں.....'' اور یہ بول کر پجاری سجدہ ریز

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ہوگیا۔ اس کے بعد وہ غیبی آواز آنا بند ہوگئی......

کافی دیر تک پجاری سجدہ ریز رہا...... پھر آہستہ آہستہ اس کا خوف کم ہوا۔ پھر اس نے اپنا سر اوپر کو اٹھایا اور سامنے کی طرف دیکھنے لگا مگر اب وہاں پر کچھ بھی نہ تھا۔

دراصل ابھی تک جو کچھ بھی ہوا تھا وہ رولوکا کے کہنے اور اشارے پر ہوا تھا۔

جب گوپی چند کی آتما ایک سانپ کا روپ دھار کر ناگ دیوتا کے مجسمے کے پیچھے آکر چھپ گئی تھی تو اسی وقت رولوکا کا ایک کارندہ......

ناگ دیوتا کے منہ سے ایک ناگ کی شکل میں باہر کو نکلا غضبناک حالت میں...... تاکہ وہاں موجود گوپی چند کی آتما کو ناگ کی شکل میں دیکھ کر لوگ اس کی پوجا نہ کرنے لگیں اور اس طرح اس آتما کو ٹھہراؤ کا موقع مل جاتا۔

ویسے گوپی چند کی آتما بھی کوئی عام آتما نہ تھی وہ بھی کافی شکتی شالی تھی اور پھر فوراً اس نے سوچا کہ ناگ دیوتا کے مجسمے کے منہ سے نکلنے والے سانپ پر قابو پالے اور یہی سوچ کر وہ بھی غضبناک حالت میں اپنے مدمقابل کی طرف بڑھا۔

اور پھر اگر اس وقت ان دونوں سانپوں میں سے ایک بھی زیر ہو جاتا تو معاملہ بگڑ سکتا تھا اور چونکہ رولوکا اپنے کمرے میں بیٹھا سب کچھ واضح طور پر دیکھ رہا تھا۔ تو یقیناً رولوکا ایسا کچھ کردیتا کہ گوپی چند کی آتما جو کہ سانپ کے روپ میں تھی اس کا خون خرابہ ہو جاتا۔ اور پھر اس طرح اس کا خاتمہ یقینی ہو جاتا، لیکن رولوکا ابھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ فی الحال گوپی چند کی آتما کا اتنی جلدی خاتمہ ہو جائے۔

لہٰذا رولوکا نے فوراً اپنی غیبی طاقت کو دھوئیں کی شکل میں بھیجا کہ وہ پلک جھپکتے ہی ان دونوں سانپوں کو اٹھا کر دور لے جائے اور گوپی چند کی آتما کو جنگل میں چھوڑ دے، اور ہوا بھی یہی کہ دونوں سانپ اس دھوئیں کے دائرہ میں چھپ کر غائب ہوگئے۔

اور جب پجاری نے اپنے خاص پیروکاروں سے اصل حقیقت کو جاننا چاہا تو وہاں پر بھی رولوکا کا ایک بہت طاقتور کارندہ فوراً اس جگہ پہنچا اور پجاری کے پیر کو چھنا کردیا اور پجاری کو اس معاملے میں کچھ سوچنے اور بولنے سے روک دیا تھا۔

☆......☆......☆

جنگل میں موجود گوپی چند کی آتما بہت بیاکل تھی، اسے کسی پل بھی چین نہیں مل رہا تھا۔

وہ اپنی بے کلی پر قابو پانے سے قاصر تھی، ابھی تک وہ جہاں بھی جارہی تھی ہر جگہ اسے منہ کی کھانی پڑتی تھی۔ رولوکا کے کارندے اسے ایک پل کے لئے بھی سکون نہیں لینے دے رہے تھے۔

وہ فلک شگاف آواز کے ساتھ چیخنے لگی۔ ”ناگ دیوتا...... میری سہائتا کرو...... میں بہت پاپی ہوں...... مجھ پر کرپا کرو......“ اس کی آواز جیسے پورے جنگل کو دہلا رہی تھی۔

اتنے میں اسے ایک آواز سنائی دی۔ ”ارے تو کون ہے؟ جلدی سے میرے سامنے آ...... میری تپسیا کو نشٹ کردیا...... میں گیان دھیان میں لگا ہوا تھا۔ تو کون ہے جلدی سے میرے سامنے آ۔“

اس آواز کا سننا تھا کہ گوپی چند کی آتما اور بھی بیاکل ہوگئی......

اس نے چاہا کہ فوراً سے پیشتر اس جنگل سے نکل جائے مگر بے سود...... اسے اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ کیونکہ اب پورے جنگل کے گرد ایک ان دیکھا زبردست حصار قائم ہو چکا تھا اور یہ حصار اس کے گرد قائم کردیا تھا جس کی آواز گوپی چند کی آتما کو سنائی دی تھی۔

دراصل اس جنگل میں ایک بہت ہی مہان شکتی سادھو اپنے گیان دھیان میں لگا پڑا تھا۔ اس نے دنیا سے اپنا ناطہ توڑ کر اس جنگل میں تھا۔

اور جب گوپی چند کی آتما نے فلک شگاف واویلا مچایا تو سادھو کے گیان دھیان میں خلل واقع ہوا، اور پھر وہ طیش میں آتے ہوئے پورے جنگل کے گرد حصار قائم کردیا تاکہ وہ ہستی جس نے کہ اس کا من گیان دھیان

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سے بھٹکایا تھا وہ اس سے بچ کر جنگل سے باہر نہ نکل جائے۔

لہٰذا مجبوراً گوپی چند کی آتما مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق بہت کرب و اذیت کی حالت میں اس طرف بڑھنے لگی جس طرف اس سادھو کی کٹیا تھی۔

جب وہ قریب گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بہت ہی ضعیف لاغر سادھو کٹیا کے باہر بیٹھا ہے۔ اس کی آنکھیں اس طرف لگی پڑی تھیں۔ جس طرف سے گوپی کی آتما آ رہی تھی۔

سادھو پر نظر پڑتے ہی گوپی دہشت زدہ ہو گیا۔ اس پر کپکپی طاری ہو گئی...... اس کی آواز لرزنے لگی تھی...... اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ سادھو سے کوئی بات کر سکے......

اتنے میں سادھو کی گرجدار آواز گونجی۔ "او چنڈال...... دشٹ...... پاپی...... تو نے میرے گیان دھیان میں خلل ڈال دیا۔ میں ڈیڑھ برس سے یہ جاپ کر رہا تھا۔ میں دنیا اور منش کو تیاگ کر یہاں آ بیٹھا ہوں۔ ارے یہ دنیا تو لوبھی ہے...... یہاں پر منش اپنے مطلب اور نفسانی خواہشات کا غلام بنا بیٹھا ہے۔ تو بھی تو کوئی کم نہیں...... تجھ پر ناگ دیوتا نے کرپا کیا...... تجھے ناگ دیوتا نے اپنا سیوک مان لیا مگر تو نے ناگ دیوتا کا مان خاک میں ملا دیا۔

ارے پاپی تو اپنے نفس کا غلام بن گیا...... تو نے معصوم اور پوتر ناریوں کو رات کے اندھیرے میں بے عزت کیا۔ اور یہی نہیں بلکہ ان کا خون اپنے بیروں کو پلایا......

تیرا ظلم اور بڑھا اور تو نے کئی نوجوانوں کو اپنی خونی خواہش کے بھینٹ چڑھا دیا...... تو سوچ!! تو نے کتنا ظلم کیا جو کہ دیوی دیوتاؤں کے برداشت سے باہر ہو گیا......

اور پھر تو ٹھاکر کے پیچھے پڑ گیا...... ٹھاکر کی پوتر پتری کو بھی تو نے نہیں چھوڑا۔

تو نے ٹھاکر سے جھوٹ بولا کہ ناگ دیوتا تمہاری پتری مدھو کو اپنا سیوک یا داسی بنانا چاہتے ہیں...... بتا کیا یہ سچ تھا...... تیرا جواب ہاں میں نہیں ہوگا۔ کیونکہ تو یہ جھوٹ بول کر مدھو کو اپنے وش میں کرنا چاہتا تھا۔

اور جب تو اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکا تو تو نے وہی کچھ کیا جو اب تک دیگر ناریوں کے ساتھ کرتا چلا آ رہا تھا۔ اپنے بیروں سے مدھو کو بھی اٹھوا لیا اور...... پوتر مندر میں تو نے اس کی عزت کو خراب کر دیا اور پھر تیرے بیروں نے اس کا خون کر کے ایک ایک بوند پی لی گئے۔

اور جب تیرا ظلم حد سے بڑھ گیا تو...... تیرا انت کر دیا گیا...... اس کے لئے ٹھاکر سنسار میں ایک مہان شکتی شالی ناگ دیوتا کے مندر میں موجود پنڈت کے پاس پہنچا اور اپنی ساری بپتا سنا ڈالی۔

پنڈت بہت ہی زیادہ گیانی تھا...... پنڈت نے ٹھاکر کی بات پر مکمل اعتبار نہ کیا اور اپنے گیان دھیان سے بھی اصل حقیقت کو معلوم کر لیا تو پنڈت بھی اندر تک دہل کر رہ گیا۔

پنڈت کا دل ڈوبنے لگا کہ ناگ دیوتا کا سیوک اس قدر کالے کرتوتوں کا مالک جو کہ رات کے اندھیرے میں لوگوں کا خون ہی نہیں بلکہ عزتیں بھی خراب کر رہا تھا۔

اور پھر پنڈت کو طیش آ گیا...... پنڈت نے یہ معاملہ ناگ دیوتا کے سامنے رکھا...... تو ناگ دیوتا بولے۔ "وہ پجاری کے روپ میں راکشش ہے...... اب اس کا جلد از جلد انت ہونا چاہئے۔

پنڈت میں تجھے یہ کام سونپتا ہوں کہ تو اس کا انت کر دے تاکہ لوگ سکھ کا سانس لے سکیں اور ویسے بھی ہنستا بستا سرسبز علاقہ ویران ہوتا جا رہا ہے...... اور اب بھی لوگ اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شانتی پور سے بھاگ رہے ہیں۔

اور پنڈت سن لے...... اس پاپی کا انت بھی اسی طریقے سے ہونا چاہئے جس طریقے سے وہ لوگوں کا انت کر رہا ہے۔

اس کے بعد ایک مہا پرش آئے گا جو کہ گوپی کی آتما

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کو کہیں بھی چین نہیں لینے دے گا، وہ گوپی کی آتما کو بھگا بھگا کر اتنا ہلکان کر دے گا کہ گوپی کی آتما کہیں کی بھی نہ رہے گی۔ اور پھر جب اس مہاپرش کا من چاہے گا تو وہ گوپی کی آتما کا بھی انت کر دے گا۔

پنڈت اب میں چلتا ہوں...... اس کام میں اب دیر نہیں کرنا۔" اور پھر ناگ دیوتا کی آواز آنا بند ہو گئی۔ ناگ دیوتا جا چکے تھے۔

ٹھاکر کو مطمئن کر کے پنڈت نے واپس بھیج دیا اور پھر اسی رات پنڈت نے اپنے شکتی شالی بیروں کو بھیج کر تیرا انت کرا دیا۔

پاپی آتما اب تو بتا تیرا کیسا برا حال ہے۔ اگر تو ذرا بھی ناگ دیوتا کا خیال کرتا...... ارے تو مندر کا رکھوالا لوگوں کا بھروسے والا...... ناگ دیوتا کا سیوک...... پھر بھی تو نے کیسا پاپ کیا۔

پاپی میرے پاس تیرے لئے کچھ بھی نہیں...... میں تیرے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا...... تو فوراً یہاں سے کلکتہ چلا جا...... ماں کالی کلکتہ والی کے مندر میں...... شاید کالی ماں تیرے لئے کچھ کر دے...... یا ہو سکتا ہے کل تیرے لئے ناگ دیوتا سے کہہ کر تجھ پر کرپا کرا دے۔ ویسے کرپا کے لائق ہے تو نہیں۔ اب یہ دیوی ماں پر منحصر ہے کہ شاید اس کا دل تیرے لئے پسیج جائے۔ اب تُرنت تو یہاں سے چلا جا۔" سادھو نے غضبناک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ سن کر گوپی بولا۔ "مہاراج! دشمن میرے پیچھے لگا پڑا ہے...... کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے کلکتہ نہ پہنچنے دے اور راستے میں ہی دبوچ لے۔"

پھر سادھو بولا۔ "اب یہ تیرا مسئلہ ہے...... میں نے ایک راستہ بتا دیا ہے۔ اب آگے تیرے ساتھ کیا ہوگا مجھے نہیں معلوم...... مگر اب تو یہاں سے چلا جا...... میں نے جنگل کے باہر جو حصار قائم کیا تھا اسے میں نے ہٹا دیا ہے۔ جا جلدی سے نکل جا۔"

سادھو کی سخت اور کھری کھری باتیں سن کر گوپی پلٹا اور فوراً جنگل سے باہر کو نکل کر ایک طرف آندھی اور طوفان سے بھی تیز پرواز کرنے لگا۔

ادھر رولوکا کے کارندے پل پل کی خبر رولوکا تک پہنچا رہے تھے۔ اور ویسے رولوکا بھی اپنی گپتی طاقتوں سے سب کچھ معلوم کر رہا تھا۔

رولوکا کے کارندے خفیہ طور پر گوپی کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔

گوپی کی آتما آناً فاناً کلکتہ پہنچ گئی۔ اور پلک جھپکتے ہی کالی کے مندر میں گھس کر تابڑ توڑ طریقے سے کالی کے چرنوں میں سجدہ ریز ہو گئی۔

زار و قطار اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ کالی کے چرنوں میں وہ ہچکیاں لے کر کالی کو پکار رہی تھی۔ "ماں میری سہائتا کرو...... ماں میں بہت پاپی ہوں...... میں لوبھی من کے کارن لوگوں کے ساتھ انیائے کرتا رہا...... میرے پاپوں کا گھڑا جب بھر گیا تو ناگ دیوتا نے مجھے ٹھکرا دیا......

ماں...... میں معافی کے قابل تو نہیں مگر ماں تم بہت دیالو ہو...... ہندو ذات پر تمہارا بہت ادھیکار ہے ماں...... تم بہت رحم دل...... سہائتا کرنے والی ہو...... ماں تم اپنے ماننے والوں پر بہت زیادہ کرپا کرتی ہو، ماں مجھ پر بھی کرپا کرو...... میری آتما کو ایک پل بھی چین نہیں مل رہا ہے۔ ماں میں تمہارے چرنوں میں اپنا انت کر لوں گا، اگر تم نے مجھ پاپی پر دیا نہ کی۔"

وہ کالی کے چرنوں میں پڑا بلکتا رہا...... سسکتا رہا...... مگر کالی کی طرف سے بالکل بھی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

مندر میں لوگ آتے رہے جاتے رہے مگر لوگوں کو اس کی جھلک بھی نہیں دکھ رہی تھی۔ گوپی چونکہ غائب حالت میں تھا...... مگر وہ سب کو دیکھ رہا تھا۔

کالی کے مندر میں جو پنڈت تھا۔ اس پنڈت کو بھی گوپی کی آتما کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ وہ ایک جگہ بیٹھا لوگوں کے لائے ہوئے پرشاد اور دیگر چیزیں وصول کرتا رہا اور ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو آشیرواد دیتا رہا۔ اتنے میں دیوی کے ہاتھ پر گیندے کے پھولوں کا جو ہار

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پڑا تھا اس کا دھاگہ ٹوٹ کر نیچے گرا جسے دیکھ کر پنڈت چونک گیا اور پھر پنڈت کی بے چینی دیکھنے کے قابل تھی۔ مندر میں موجود دیگر لوگ بھی یک ٹک کالی دیوی کے مجسمے کو دیکھ رہے تھے۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

کیونکہ پھول کے ہار کا ٹوٹ کر نیچے گرنا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ایسا ہونا نحوست خیال کیا جاتا تھا۔ یعنی مندر میں ضرور کوئی بہت پاپی ظالم...... خونی...... یا راکھشش نما منش آیا ہے...... یا پھر دیوی ماں بہت غضبناک حالت میں ہے۔ اور پھر اسی پر اکتفا نہیں ہوا بلکہ مندر میں موجود چھت سے لٹکی ہوئی تمام گھنٹیاں خود بخود بجنے لگیں۔ اور پھر ان بجتی ہوئی گھنٹیوں کو لوگ بولتوں کی طرح دیکھنے لگے۔ تمام لوگوں کی نگاہیں گھنٹیوں پر لگی پڑی تھیں۔

پنڈت کی آواز سنائی دی۔ ''ماں...... رکھشا کرو...... ماں ہم لوگوں پر دیا کرو...... اگر ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو ہمیں بتایا جائے۔''

اس کے بعد تو سارے کے سارے لوگ بولنے لگے۔ ''ماں رکھشا کرو...... ماں دیا کرو...... ماں کرپا کرو......'' پنڈت کی گھبراہٹ قابل دید تھی...... وہ بار بار اپنے ماتھے پر اپنا ہاتھ مار رہا تھا، پنڈت کی آنکھوں سے چمک دور ہوکر ویرانی سی چھا گئی تھی۔

اس کے بعد پنڈت اپنی جگہ بیٹھ گیا اور اپنی گردن جھکالی۔ پھر چند لمحے بعد اس نے گردن اوپر کو اٹھائی اور بولا۔ ''سجنو! آپ سب باہر چلو۔ میں مندر بند کرتا ہوں...... لگتا ہے دیوی ماں کو اس وقت ہماری موجودگی ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔''

پنڈت کی بات کو سننا تھا کہ مندر میں موجود سارے لوگ جلدی جلدی باہر نکلنے لگے۔ جب سارے لوگ باہر نکل گئے تو پنڈت جھٹ سے کھڑا ہوا اور مندر سے باہر آ کر دروازہ بند کرکے تالا لگا دیا۔ اس کے بعد بولا۔ ''آپ لوگ گھبرائیں نہیں...... میں رات سے معلوم کروں گا کہ آخر ایسا کیوں ہوا۔ دیوی ماں ہم سے کیوں ناراض ہوئی۔ اب آپ لوگ اپنے اپنے گھر چلے جائیں اور کسی قسم کی چنتا نہ کریں۔''

اور یہ سنتے ہی سارے لوگ پنڈت کو پرنام کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

دن ختم ہوگیا...... رات سے مندر میں ایک کرخت نسوانی آواز سنائی دی۔ ''گوپی چند اٹھ یہاں سے...... تیری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی......

ہرے مورکھ تو نے جو پاپ کئے ہیں...... کیا تجھے شرم نہیں آتی تھی ایسا کرنے پر...... ناریوں اور لوگوں کے ساتھ تو نے ناقابل معافی جرم کیا ہے...... تیری اسی میں بھلائی ہے کہ تو یہاں سے ترنت چلا جا۔ نہیں تو میں خود تیرا انت کردوں گی۔

تو نے تمام دیوی دیوتاؤں کا اپمان کیا ہے...... ناگ دیوتا کا سیوک ہوکر...... ایسا ظلم و زیادتی...... اب تجھے کہیں بھی چین نصیب نہ ہوگا، چل بھاگ یہاں سے...... اس سے پہلے کہ میں تیرا بیڑا غرق کردوں تو ترنت یہاں سے نکل جا......

اچھا چل میں تجھے ایک اپائے بتاتی ہوں...... تو سیدھا شانتی پور کے ناگ مندر میں چلا جا...... اور وہاں جاکر ناگ دیوتا کے چرنوں میں ماتھا ٹیک کر بیٹھ جا...... ہوسکتا ہے کہ ناگ دیوتا کو تیرے گڑگڑانے پر دیا آجائے...... اور ناگ دیوتا تجھے معاف کردیں...... مگر یہ یاد رکھ کہ ناگ دیوتا کے علاوہ کوئی اور تجھ پر دیا نہیں کرسکتا۔ ورنہ تو اسی طرح پورے سنسار میں پاگل سرگرداں رہے گا۔

میں تیرے لئے اور کچھ بھی نہیں کرسکتی...... اور میں تجھے اس لئے مشورہ دے رہی ہوں کہ تو میرے پاس ایک آس و امید لے کر آیا ہے۔

یہ تو تجھے معلوم ہی ہے کہ ہر دیوی دیوتا کی اپنی ایک حد ہے۔ کوئی کسی کے معاملے میں مداخلت نہیں کرتا۔ ہاں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کسی کے آگے بنتی کرتا ہے وہ بھی کسی اچھے کام کے لئے۔ اب تو یہاں سے ترنت چلا جا...... ورنہ کر......'' اور دیوی کی آواز آنا بند ہوگئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ایک مرتبہ پھر گوپی چند کی آتما شانتی پور میں موجود ناگ مندر میں جانے کے لئے پرواز کرنے لگی۔ اب بھی رولوکا کے کارندے اس کے پیچھے لگے پڑے تھے۔

خیر چشم زدن میں گوپی چند ناگ مندر میں پہنچ گیا۔

رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا پورے مندر میں موجود تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا کہ اتنے میں دودھیا روشنی پورے مندر میں پھیل گئی۔ تو اس روشنی کو دیکھ کر وہ چکرا گیا۔ وہ حیرت میں پڑ گیا کہ یہ روشنی ہوئی تو کیسے ہوئی۔ ناگ دیوتا کا مجسمہ اپنی جگہ ایستادہ تھا۔ یہ بات اسے اور بھی اچنبھے میں ڈال رہی تھی، کیونکہ اس سے پہلے جب وہ بھاگتا ہوا مندر میں آیا تھا تو ناگ دیوتا کا مجسمہ فرش بوس ہوکر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا۔ وہ بہت زیادہ حیرت میں تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے، اچھے بھلے مجسمہ کا گر کر پاش پاش ہونا، پھر اپنی جگہ بالکل صحیح سالم موجود ہونا، اور یہی بات حیرت میں ڈال رہی تھی۔

خیر وہ اس معاملے میں کافی الجھا پڑا تھا۔

وہ ناگ دیوتا کے چرنوں میں گر کر زار و قطار آنسو بہانے لگا۔ اس کی فلک شگاف لرزتی ہوئی آوازیں پورے مندر میں گونجنے لگی تھیں۔

وہ اپنے ماتھے کو ناگ دیوتا کے پکے چرنوں میں پٹخنے لگا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا ماتھا لہولہان ہوگیا۔ اس وقت وہ ٹھوس وجود میں بیٹھا تھا۔ روتے دھوتے اسے ایک طویل وقت ہوگیا تھا مگر پھر بھی ناگ دیوتا کی طرف سے کوئی بھی آواز سنائی نہ دی تھی۔

اتنے میں ایک عجیب منظر نظر آیا۔

ایک بڑی سی آگ کی چنگاری مندر کے روشندان سے اندر آتی نظر آئی۔ مندر میں آتے ہی وہ چنگاری ایک چھوٹی گیند کے برابر ہوگئی۔ وہ چنگاری مندر کی چھت سے لگی پڑی تھی۔ پھر اس چنگاری کا حجم بڑھنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس چنگاری نے ایک گول دائرے کی شکل اختیار کرلی۔

پھر شعلہ بھڑکتا وہ دائرہ آہستہ آہستہ چند ان میں بڑھنے لگا۔ اب اس کا دائرہ کافی بڑھ چکا تھا۔ اس کے بعد وہ دائرہ آہستہ آہستہ چھت سے نیچے کو یعنی مندر کے فرش کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر نیچے کو بڑھتے بڑھتے وہ آگ کا دائرہ نیچے آکر ایک جگہ رک گیا۔

گوپی چند کی آتما اس سے بالکل بھی بے خبر تھی کیونکہ وہ تو ناگ دیوتا کے چرنوں میں ماتھا ٹیکے پڑی تھی۔ پھر وہ آگ کا دائرہ بالکل نیچے ہوگیا اور گوپی کے اردگرد سے ہوتا ہوا فرش پر ٹک گیا۔

دائرہ کا فرش پر ٹکنا تھا کہ اچانک گوپی چند کو ہوش آگیا۔

اب گوپی چند کی چیخیں مندر کے در و دیوار کو ہلانے لگیں۔ "ناگ دیوتا...... دیا کرو...... ناگ دیوتا میرا انت نہ کرو...... ناگ دیوتا مجھ پر کرپا کرو......" وہ چیختا رہا مگر اس کی کربناک آواز سننے والا کوئی بھی نہ تھا۔

پھر اس دائرے کا پھیلاؤ آہستہ آہستہ کم ہونے لگا۔ دائرہ جتنا کم ہوتا اس سے کہیں زیادہ گوپی چند کی آتما کی دلدوز چیخیں مندر کو لرزاتی رہیں۔

اور پھر ایک وقت آیا کہ وہ دائرہ چاروں طرف سے سمٹ کر ایک گولا سا بن گیا۔

اوہ...... کتنا دلدوز، دلخراش، اذیت ناک منظر تھا۔ گوپی چند کی آتما کی فلک شگاف چیخ پورے مندر کو دہلا گئی۔ پھر آگ کا وہ گولا آہستہ آہستہ اوپر کو اٹھنے لگا۔ اور اس روشن دان سے باہر کو نکل گیا۔ جس روشن دان سے ایک چنگاری کی شکل میں آیا تھا۔ اس طرح گوپی چند کی آتما کا خاتمہ ہو چکا تھا۔

دراصل یہ ساری کارروائی رولوکا کی تھی۔ گوپی چند کی آتما جہاں کہیں بھی گئی رولوکا کے کارندے اسے تنگ کرتے رہے۔ آخری مرتبہ وہ کالی کلکتہ والی کے مندر میں گیا تو وہاں پر بھی رولوکا کا ہی کیا دھرا تھا اور اس طرح گوپی چند کی آتما کو گھیر گھار کر دوبارہ مندر میں لانا تھا۔

پہلی مرتبہ بھی جب ناگ دیوتا کا مجسمہ نیچے گر کر ٹوٹا تھا وہ بھی رولوکا ہی کا کیا ہوا تھا، دراصل ایسا نہ تھا مگر گوپی چند کی آتما کو ایسا نظر آتا تھا۔ اس کے بعد پھر مندر کا دروازہ کھلنا اور مندر سے اسے باہر کی طرف لانا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تاکہ وہ بھاگ بھاگ کر ہلکان و بے جان ہو جائے اور جب وہ واقعی حال سے بے حال ہو گیا تو.....

اسے پھر سے مندر میں لاکر اس کا خاتمہ کر دیا۔ رودلوکا نے۔

اور اس طرح گوپی چند اور اس کی آتما کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا (خس کم جہاں پاک)

پھر رات ہی رات میں رودلوکا کے کارندوں نے پورے مندر کو صاف و شفاف کر کے مندر کی بگڑی ہوئی حالت کو درست کیا۔

اب مندر کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی مندر ہے جو سینکڑوں سال سے ویران پڑا تھا۔ بڑی بڑی گھنٹیاں بھی لگی نظر آنے لگی تھیں۔ راستے کے سارے جھاڑ جھنکار ہٹا دیئے گئے تھے۔ اب اس پورے علاقے کو کوئی دیکھ کر یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مندر کے قریب و جوار کا یہ علاقہ ویران تھا۔

صبح کا پو پھٹا اور پھر ہر سو روشنی پھیلنے لگی۔ اس کے بعد ایک مقررہ وقت یعنی جو ہندوؤں کے پوجا کا وقت ہوتا ہے اس وقت پر مندر میں موجود تمام گھنٹیاں خود بخود بجنے لگیں اور اتنی زور دار طریقے سے گھنٹیاں بج رہی تھیں کہ قرب و جوار کے لوگ اچنبھے میں پڑ گئے۔

سینکڑوں سال بعد مندر سے یہ گھنٹیوں کی آوازیں کیسے سنائی دے رہی تھیں۔

ایک تو سارا علاقہ گنجان آبادی سے عاری تھا۔ علاقے میں لوگ تھے مگر بہت کم تعداد میں۔ مندر سے گھنٹیوں کی آتی آواز کو سن کر لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر ایک دوسرے کو اچنبھے سے دیکھنے لگے، ہر کسی کے چہرے پر سوال تھا کہ "آج سینکڑوں سال بعد ناگ مندر سے گھنٹیوں کی آواز، وہ بھی دن کے وقت؟"

سارے لوگوں کے دماغ میں صرف اور صرف ایک ہی بات تھی کہ "یہ سب بھگوان کا کیا دھرا ہے، یہ بھگوان کا شانتی پور والوں پر کرپا ہے کہ سینکڑوں سال سے بند مندر میں موجود گھنٹیاں خود بخود بجنے لگی ہیں۔"

کچھ دیر تک گھنٹیاں بجتی رہیں اور پھر اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

حویلی کی دیکھ بھال کرنے والے راموا اور شاموبھی اپنی اپنی جگہ حیرت میں تھے کہ آج یہ کیسا اچنبھا ہے اور کسی کون سی طاقت ہے جو کہ گھنٹی بجا رہی ہے۔

دن ختم ہوا پھر رات کا اندھیرا پورے شانتی پور میں پھیل گیا۔ لوگوں نے ایک اور منظر دیکھا کہ پورے مندر میں تیز روشنی ہونے لگی تھی۔ یہ بات بھی لوگوں کو حیرت میں ڈالنے والی تھی۔

ایک دن، دو دن، تین دن اور پھر چوتھے دن بھی علی الصبح تواتر سے مندر کی گھنٹیاں بجنے لگی تھیں، اب تو لوگوں سے رہا نہ گیا اور پھر چند لوگ مل کر ناگ مندر کی طرف بڑھے، اب بھی ان لوگوں کے دلوں میں خوف بیٹھا ہوا تھا کہ نہ جانے مندر میں گھنٹیاں کون بجا رہا ہے؟ اور یہ گھنٹیاں آئیں تو کہاں سے آئیں؟

وہ کون مہان شکتی ہے جو کہ ویران مندر میں صفائی ستھرائی کر کے اور گھنٹیاں لگا کر لوگوں کو مندر کی طرف بلا رہا ہے۔

چند لوگ جو کہ مندر کی طرف جا رہے تھے ان میں کئی ضعیف اور کئی نوجوان تھے۔ دل و دماغ میں ڈر خوف تو تھا مگر پھر بھی ان کے قدم مندر کی طرف بڑھتے رہے۔

جب وہ لوگ مندر کے دروازے پر پہنچے تو اور بھی حیران ہوئے۔ مندر کا دروازہ بہت ہی صاف ستھرا تھا۔ پورے دروازے پر ذرہ برابر بھی گرد و غبار نہیں تھا۔ اور سب سے حیران کن بات یہ تھی کہ مندر کا بڑا دروازہ چوپٹ کھلا پڑا تھا۔

دروازے پر کھڑے ہو کر ان لوگوں نے ایک دوسرے کے چہروں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا مگر کسی میں بولنے کی ہمت نہیں تھی۔ سب کے سب دروازے پر کھڑے رہے کہ ان میں سے ایک نوجوان آگے بڑھا اور بولا۔ "میں ہی اندر جاتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ اندر کا کیا حال ہے۔" اور یہ بول کر وہ نوجوان مندر میں چلا گیا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

باقی لوگ مندر کے دروازے پر ہی کھڑے رہے۔ اور جانے والا نوجوان بہت حیرت سے پورے مندر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر پورے مندر کا جائزہ لیتا رہا۔

اب بھی خودبخود مندر کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ کوئی ان دیکھی طاقت گھنٹیاں بجارہی ہے۔

پھر وہ نوجوان دروازے پر کھڑے لوگوں سے مخاطب ہوا۔ "ارے بھائی آپ لوگ بھی اندر آ جاؤ...... یہاں کچھ بھی نہیں...... مندر تو اندر سے بہت صاف ستھرا ہورہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ ابھی ابھی مندر میں رنگ و روغن کیا گیا ہے۔

نوجوان کی بات سن کر دروازے پر کھڑے سارے لوگ مندر میں چلے گئے۔ اور جب انہوں نے مندر کو اندر سے دیکھا تو حیرت میں پڑ گئے۔

جب سارے لوگ مندر میں داخل ہوگئے تو مندر کی بجتی ہوئی ساری گھنٹیاں خودبخود خاموش ہوگئیں۔ یہ دیکھ کر لوگ اور بھی حیرت میں تھے۔ خیر سارے لوگ ناگ دیوتا کے مجسمہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پرنام کرنے لگے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے طریقے سے جو بھی کرنا تھا وہ کیا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد وہ سب کے سب مندر سے واپس آ گئے۔

اور اب یہ خبر پورے علاقے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ یہ خبر دوسرے علاقوں تک بھی گئی کہ سینکڑوں سال سے بند ویران مندر میں خودبخود رنگ و روغن ہوگیا۔ ہر طرح کی صفائی ستھرائی ہوگئی اور سب سے اچنبھے والی بات کہ علی الصبح مندر کی گھنٹیاں خودبخود پوجا ٹائم پر بجنے لگتی ہیں۔

پانچویں روز دن کے ساڑھے گیارہ بجے رولوکا شانتی پور میں پہنچ گیا۔ وہ سیدھا حویلی میں گیا اور جب راموکاکا کی نظر رولوکا پر پڑی تو راموکاکا بہت خوش ہوئے۔ اس دن حویلی میں بھی کافی لوگ سیر و تفریح کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔

راموکاکا سے رولوکا بولا۔ "راموکاکا اس علاقے کے چند لوگوں کو آپ اکٹھا کریں، میں ناگ دیوتا کے مندر کے بابت کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، اور ہاں چند دن میں جو کچھ بھی مندر میں ہوتا رہا ہے اس کا تو آپ لوگوں کو معلوم بھی ہے، مندر میں صفائی ستھرائی، رنگ و روغن اور خودبخود علی الصبح گھنٹیوں کا بجنا۔"

اور پھر رولوکا کے منہ سے شاموں اور رامو نے جب گھنٹیوں کے بجنے کے بارے میں سنا تو وہ دونوں چونک گئے، کیونکہ بات تو حقیقی تھی۔

ان دونوں کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ رولوکا کی بات بالکل ٹھیک ہے اور اس میں ضرور کوئی اہم راز پوشیدہ ہے۔ یہ سوچتے ہوئے راموکاکا بولے۔ "جی صاحب جی! ہم ابھی لوگوں کے پاس جاتے ہیں اور لوگوں کو لے کر آپ کے پاس آتے ہیں۔"

خیر رامو اور شامو، رولوکا کے پاس سے اٹھ گئے اور حویلی سے پرے گاؤں میں چلے گئے، اور کوئی ایک گھنٹہ بعد واپس آئے تو ان کے ساتھ کوئی بیس پچیس آدمی تھے۔ سارے آدمی قریب آئے اور پھر ہاتھ جوڑ کر رولوکا کو پرنام کیا۔

رولوکا نے سب سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کے اشارے سے بولا کہ "آپ لوگ تشریف رکھیں اور میری چند باتیں غور سے سنیں کیونکہ یہ باتیں آپ سب کے لئے فائدہ مند ہیں اور آپ کے علاقے کی خوشیاں اور خوشحالی اس میں پنہاں ہیں اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں کا بگڑا ہوا وقت سنور جائے گا، راموکاکا سب کو ٹھنڈا پانی پلائیں۔"

"جی صاحب جی!" میں ابھی ٹھنڈا پانی لاتا ہوں۔ "اور یہ بول کر راموکاکا جلدی سے چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں ٹھنڈے پانی کی بالٹی تھی، پھر راموکاکا نے تمام لوگوں کو ٹھنڈا پانی پلایا، اور پھر اس کے بعد راموکاکا بھی ایک طرف ہوکر بیٹھ گئے۔

اس کے بعد رولوکا سب سے مخاطب ہوا۔ "جناب اگر آپ لوگوں کو میری باتیں جھوٹ لگیں تو میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سامنے ہی اظہار کردیا۔ اور میرا یہ پختہ یقین ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اب شانتی پور سے ہر قسم کا خونی خطرہ ختم ہوگیا ہے اور جو اصل خطرہ تھا اس کا خاتمہ ہوگیا ہے۔"

ساری خرابی اور خونی کھیل کا مہرہ آپ کے مندر کا پجاری گوپی چند تھا۔

گوپی چند جب اس مندر کا پجاری بنا تو کچھ عرصے بعد وہ اپنی نفسانی خواہشات کا غلام بن گیا۔ اس نے رات کے اندھیرے میں معصوم اور بھولی بھالی لڑکیوں کو اپنے بیروں کے ذریعہ اغوا لیتا تھا۔ اور اس کے بعد اس لڑکی کو بے عزت کرکے چھوڑ دیتا۔ اس کے بعد اس کے بیر اس لڑکی کا گلا کاٹ کر اس کا خون پی جاتے تھے۔

پھر اس عمل کے تحت اس نے نوجوان کو بھی مارنا شروع کردیا تھا۔ نوجوان کو اغوا کرا کر انہیں اپنے بیروں کے حوالے کردیتا تھا۔

یہی نہیں بلکہ اس نے ٹھاکر صاحب کی بیٹی مدھو کو بھی رات کے اندھیرے میں اغوا لیا اور پھر اس کی عزت لوٹ لی، شروع میں اس نے ٹھاکر صاحب سے مطالبہ کیا کہ آپ کی بیٹی مدھو ناگ دیوتا کو پسند آگئی ہے اور ناگ دیوتا کی خواہش ہے کہ مدھو کو ناگ دیوتا کی داسی بنادیا جائے۔

گوپی چند نے اس معاملے میں جھوٹ بولا تھا کہ ٹھاکر صاحب ناگ دیوتا کے نام پر مدھو کو داسی بنادیں گے اور اس طرح گوپی چند، مدھو کی عزت سے اکثر کھیلا کرتا لیکن ٹھاکر صاحب کے انکار نے گوپی چند کو اشتعال میں مبتلا کردیا اور پھر اس نے مدھو کو رات کے اندھیرے میں اغوا لیا۔

اور پھر ایک وقت آیا کہ خود گوپی چند کا خاتمہ ہوگیا۔ مرنے کے بعد بھی گوپی چند نے مدھو اور ٹھاکر صاحب کی روح کو اپنے قبضے میں رکھا تھا۔

گوپی چند نے اپنے گھناؤنے عمل سے شانتی پور کو ویران اور بنجر بنادیا۔ لوگ اپنی جگہ اور جائیدادیں چھوڑ کر چلے گئے اپنی جان بچانے کے ڈر سے۔

راموکا کو یاد ہے کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے یہاں پر میں تفریح کے لئے آیا تھا اور اسی رات مجھے ناگ مندر میں اچانک روشنی نظر آئی تھی، آدھی رات کے وقت تو اسے دیکھ کر میں چونک گیا اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ اس میں یقیناً کوئی نہ کوئی راز ہے، اور پھر اس حقیقت کا انکشاف راموکا نے بھی کردیا تھا۔

لہٰذا اس راز کو جاننے کے لئے میں پیچھے پڑ گیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ سارے خونی مسئلے کے پیچھے گوپی چند کا ہاتھ ہے۔ گوپی چند جب زندہ تھا اس وقت بھی وہ گاؤں والوں پر ظلم کرتا رہا اور جو بھی خوب صورت جوان کنواری اسے اچھی لگتی اسے اغوا لیتا۔

اور جب اس کا خاتمہ ہوگیا تب بھی اس کی روح نے ظلم کا بازار گرم رکھا، وہ پونم کی رات میں ٹھاکر اور مدھو کی قید کردہ روح کو بلاتا، مدھو کو اذیت دیتا اور حکم دیتا کہ میرے سامنے ناچ، اور جب مدھو انکار کرتی تو اس کے سامنے ٹھاکر بلرام سنگھ کی روح کو طرح طرح سے اذیت دیتا، اور اپنے والد کی اذیت کو مدھو برداشت نہ کرتی اور پھر وہ ناچنے لگتی تھی۔

خیر آپ لوگوں کے دیوی دیوتا بھی گوپی چند کی کارستانی پر بہت زیادہ ناراض تھے۔ انہوں نے اس کے ظلم کے عوض اس کی کسی نے بھی مدد نہ کی اور خاص طور پر آپ لوگوں کے ناگ دیوتا تو بہت ہی اس سے نفرت کرنے لگے تھے۔

اس کی روح نے بہت ہاتھ پیر مارے مگر بے سود، وہ بھاگتا رہا اور ہلکان ہوتا، وہ بھاگتے بھاگتے تھک کر چور ہوچکا تھا، اس کے لئے پورے سنسار میں کوئی ایسی جگہ نہ بچی تھی جہاں کہ اسے پناہ ملتی۔ اور پھر اسے ہر جگہ سے گھیر گھار کر آپ لوگوں کے مندر میں لایا گیا اور اس کے فرار کے سارے راستے بند کردیئے گئے لہٰذا وہ مندر میں قید ہوکر رہ گیا تھا۔

اور پھر ایک وقت آیا کہ گوپی چند کی روح کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا گیا۔ اب گوپی چند کی روح سے یہ علاقہ پاک ہوچکا ہے اب رہتی دنیا تک گوپی چند کی روح کا کوئی نام و نشان نہیں ہوگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اب آپ لوگ ہر طرح سے بے خوف ہو کر مندر میں پوجا پاٹ ادا کر سکتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ چار دن سے مندر میں غیبی طاقت کے ذریعہ گھنٹیاں بج رہی ہیں۔

آپ لوگ نہ ڈریں اور نہ ہی گھبرائیں اب آپ لوگوں کے لئے خوشی کا مقام ہے، میرے بس میں جو کچھ بھی تھا وہ میں نے کر دیا، انسانیت کے ناطے تاکہ شانتی پور میں سکھ شانتی کا دور دورہ ہو، لوگ سکھ کا سانس لیں اور جو لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر جا چکے ہیں، انہیں آپ لوگ اس گاؤں میں دوبارہ لے آئیں تاکہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی جگہ پر آرام و سکون کی زندگی گزار سکیں۔

اب آپ لوگ مجھے اجازت دیں۔ میرے جانے کا وقت ہو گیا ہے۔" رولوکا کی بات سن کر سارے لوگ بخوشی اپنے ہاتھ جوڑ کر رولوکا کے سامنے کھڑے ہو گئے، ان لوگوں نے رولوکا کو ڈھیر ساری دعائیں دیں، اس کے بعد رولوکا نے ہر ایک سے مصافحہ کیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور پھر دلی میں حکیم وقار کے مطلب میں پہنچ گیا۔

☆......☆......☆

اس کا نام عمران عرف مانی تھا۔

نامی گرامی پہلوان مانی کی طرح اپنے فن میں ماہر..... گزشتہ چند سالوں سے وہی اس چھوٹے سے قصبے میں پہلوانی کے مقابلے میں اول نمبر پر آ رہا تھا، اور اب مہینہ بھر بعد..... پھر سالانہ مقابلہ تھا اور اگر مانی یہ مقابلہ بھی جیت جاتا تو اسے ناقابل تسخیر کا خطاب مل جاتا۔

آج سے 30 سال پہلے بھی ایسا ہی ہوا تھا لیکن پھر اس کے بعد اتنے سالوں تک یہ اعزاز کوئی اور حاصل نہ کر سکا، جس نے اس اعزاز کو حاصل کیا تھا وہ پہلوان اب اس دنیا میں موجود نہیں تھا۔

لیکن اب قصبے کے 80 فیصد لوگوں کو امید تھی کہ مانی ضرور یہ ایوارڈ حاصل کر لے گا، باقی 20 فیصد وہ لوگ تھے جو مانی سے پرخاش رکھتے تھے۔

ظاہر ہے کہ جہاں حامیوں کی تعداد بڑھ جائے وہاں دشمن بھی ضرور پیدا ہو جاتے ہیں۔

جبکہ اپنے "شعبے" سے ہٹ کر مانی..... صرف مانی تھا۔ اس کی رگ رگ میں شرافت، سادہ لوحی اور نرم دلی رچی بسی ہوئی تھی۔

اور یہ حقیقت بھی تھی ورنہ آج سے چند سال پہلے تک مانی کیا تھا.....؟

گزرے دنوں کے وہ سارے منظر آج بھی اس کی یادوں کی تیج پر تر و تازہ تھے، وہ اپنے محترم استاد کے احسانات کیسے بھول سکتا تھا۔ جن کی بدولت آج وہ اس مقام پر تھا۔

ہاں..... وہ استاد..... جو آج بھی اس کے ساتھ تھے۔

اس کے ماں باپ اسے لوعمری کی عمر میں ہی داغ مفارقت دے گئے تھے۔

باپ کا روپ سروپ تو اسے بہت اچھی طرح یاد تھا، البتہ ماں کا صرف سایہ ہی دھیان میں رہتا تھا۔

اس کا باپ ایک محنتی مزدور تھا، لیکن اس نے اپنے بیٹے کو قصبے کے سب سے اچھے اسکول میں داخل کروایا تھا۔

اور ابھی وہ سیکنڈری کلاسز میں ہی تھا کہ..... باپ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، وہ ایک حادثاتی موت کا شکار ہوا تھا۔

اس اندوہناک واقعہ کے بعد مانی کی دنیا ہی بدل گئی، زمین بھی اجنبی ہو گئی اور آسمان نے بھی منہ موڑ لیا۔

اب اس گھر میں وہ تھا اور اس کے باپ کی زندگی میں رکھا جانے والا بوڑھا ملازم دینو بابا تھے۔

دینو بابا بہت زیادہ خاموش طبیعت انسان تھے مانی انہیں اکثر یہ کہہ کر چھیڑتا تھا۔

"دینو بابا.....! سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کا شمار زندوں میں رکھا جائے یا....."

"زندگی اور موت برابر ہی ہے بیٹا....." دینو بابا نے مسکرا کر ایک دن کہا.....!

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY PAKSOCIETY www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

”میں نے ان دونوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے.....“

اتنا کہہ کر دینو بابا اپنی لمبی اور گھنی سفید داڑھی میں انگلیوں سے خلال کرتے ہوئے کسی سوچ میں ڈوب گئے۔

☆.....☆.....☆

مانی کو پہلوانی کا بہت شوق تھا اور اسی شوق کے سبب وہ ایک پہلوان جابر کے اکھاڑے میں پہنچ گیا۔ پہلوان جابر اسے سر سے لے کر پاؤں تک گھورنے لگا۔

”تو ہم لوگوں سے مذاق کرنے آیا ہے.....؟“ جابر نے اسے غور سے دیکھا۔

وہ اپنے مخصوص پلنگ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھا تھا۔ اور اس کے دائیں بائیں 2 مسٹنڈے جوان پہلو سے لگے بیٹھے، اس کے کاندھے داب رہے تھے۔

جہاں پلنگ رکھا ہوا تھا، یہ ایک کافی کھلی جگہ تھی جسے تینوں اطراف میں پودوں کی باڑ کے ذریعے صحن کا رنگ دے دیا گیا تھا۔

”میں آپ سے مذاق کیوں کروں گا.....؟“ بڑے اطمینان سے جواب دیا گیا۔ ”کیا آپ کا اور میرا کوئی تعلق ہے.....؟“

یہ جملہ ذرا بھاری تھا، جابر نے اس دبلے پتلے اور خوب صورت مانی کو گہری نظر سے دیکھا اور اونچی بھاری آواز میں کہا۔

”کیا نام ہے تیرا.....؟“

”مانی.....“

”ہوں.....“ جابر نے ہنکارا بھرتے ہوئے سر ہلایا۔ ”کیا کہہ رہا تھا تو..... پھر سے بول.....!“

”مجھے یہ فن سیکھنا ہے..... پہلوانی کا فن..... کیا آپ مجھے سکھا دو گے.....؟“ مانی پر شوق لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

”ہاہاہا..... ہا.....“ جابر نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ اس کے چیلوں کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی تھی اور وہ بھی معنی خیز نظروں سے مانی کی طرف متوجہ تھے۔

”اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے جناب.....؟“ مانی کے لہجے میں حیرت کا عنصر تھا، ”میں نے کوئی لطیفہ تو نہیں سنایا..... آپ مجھے سکھائیں یہ فن۔“

”تو اس قابل ہے.....“ جابر ہنستے ہوئے بولا۔ ”اپنی حالت تو دیکھ..... مجھے تو لگتا ہے کہ تو اپنی جمع پونجی خوب لٹاتا ہے۔“

اس جملے کو مانی سمجھ نہ سکا تھا، البتہ اس نے یہ ضرور دیکھا تھا کہ جابر کے دونوں چیلے حلق پھاڑ کر ہنسے تھے۔

”میں آپ کی بات کو سمجھ نہیں سکا.....“ مانی کے لہجے میں الجھن تھی۔

”سمجھے گا بھی نہیں.....“ جابر نے جواب دیا، پھر اس نے مکھی اڑانے کے انداز میں ہاتھ ہلا کر کہا۔ ”اب جاؤ بھائی..... تم نے ہمارا بہت دماغ کھالیا..... جاؤ کھیلو کودو اور عیش کرو..... جاؤ.....“

”نہیں جاؤں گا.....“ مانی کو بھی ضد آ گئی۔ ”میں یہیں رہوں گا کہ آپ مجھے اپنا شاگرد بنالیں۔“

”او..... جاؤ بھائی..... یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ دو سیکنڈ میں تمہاری ہڈی پسلی برابر ہو جائے گی..... جاؤ شاباش.....“

مانی اب بھی اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔

”ٹھہرو استاد.....“ ایک چیلا اٹھتے ہوئے بولا۔ ”میں ابھی اس کا بخار اتار دیتا ہوں..... یہ ہمارے جابر استاد کو خوامخواہ پریشان کرنے پر تلا ہے۔“

”ارے..... ارے..... ولا رے.....!“ جابر نے اپنے چیلے کو ٹوکا۔ ”صبر کر..... یہ تو بھولا رام ہے..... بے چارہ پہلے ہی ڈیڑھ پسلی ہے۔ اگر تو نے اس کی ایک آدھ پسلی اور کم کر دی تو کیا کرے گا.....؟“

دونوں چیلے پھر ہنس پڑے۔ پھر جابر کے چہرے پر نہ جانے کیوں ایک شیطانی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ مانی سے مخاطب ہوا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"کل دن میں 3 بجے آنا..... میں سکھاؤں گا تجھے کشتی..... اب جاؤ....."

مانی کے چہرے پر خوشی کے آثار پھیل گئے اس نے جلدی سے گردن ہلائی اور واپسی کے لئے گھوم گیا۔

☆......☆......☆

دوسرے دن مانی دوپہر کا کھانا وغیرہ کھا کر جابر کی طرف جانے کے لئے تیار ہونے لگا۔ لباس تبدیل کر کے وہ دینو بابا کے کمرے میں آیا۔

"دینو بابا..... میں ذرا کام سے جا رہا ہوں۔ شام تک آ جاؤں گا۔"

"کہاں جا رہے ہو بابو جی.....؟" دینو بابا اسے اسی نام سے پکارتا تھا۔

"آ کر بتاؤں گا....." مانی بات اڑانے لگا۔

"بس..... جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔"

"پھر بتانے سے کیا فائدہ ہوگا بابو جی.....؟" دینو بابا کا سوال تھا۔ "ابھی بتانے میں کیا حرج ہے.....؟"

"ابھی مزہ نہیں آئے گا....." مانی مسکرایا۔ "میں واپسی میں ہی بتاؤں گا۔ اور اگر کام ہو گیا تو ساتھ میں مٹھائی بھی لاؤں گا۔"

"آپ کی مرضی ہے....." دینو بابا کی مسکراہٹ بہت شاندار ہوتی تھی۔ "میرے لئے تو بس آپ کی خیر و عافیت ہی مٹھائی کا بدل ہے۔ آپ جہاں جاؤ وہاں کامیابی آپ کے قدم چومے..... مولا کرے۔"

"شکریہ دینو بابا....." مانی نے مسکرا کر سر ہلایا۔

پھر وہ گھر سے نکل گیا تھا اور یہ نہ دیکھ سکا کہ اس کے جانے کے بعد دینو بابا بھی گھر میں نہیں رکے تھے۔ وہ بھی دروازے پر تالا ڈال کر نکل کھڑے ہوئے تھے۔

آج بھی جابر پہلوان کے ڈیرے پر وہی تینوں موجود تھے لیکن آج پلنگ خالی پڑا تھا اور تینوں مصروف دکھائی دے رہے تھے۔

مانی ایک کونے میں کھڑا ہو کر نہایت دلچسپی سے ان کے داؤ پیچ اور وحید کی چستی کو دیکھ رہا تھا۔

کافی دیر بعد جابر کی اس پر نظر پڑی تھی ساتھ ہی وہ چلایا۔ "ارے..... ننھا پہلوان آ گیا....."

اس کے دونوں شاگرد بھی رک گئے اور مانی کو گھورنے لگے۔ ان دونوں کی آنکھوں میں بھی تمسخر اڑانے کا انداز جھلک رہا تھا۔

"آؤ بھئی..... آؤ....." جابر نے نعرہ لگایا "ہم لوگ تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے....."

مانی ذرا جھجکا، پھر کچھ سوچ کر آگے بڑھا اور ان کے درمیان آ کھڑا ہوا۔

"چلو بھئی....." جابر نے کہا۔ "پہلا سبق شروع کرو..... اور مرغا بن جاؤ....."

"مرغا.....؟" مانی نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں..... اسکول میں پڑھتے ہو.....؟"

"جی..... ہاں....."

"اسکول کے ماسٹر نے تم کو کبھی مرغا نہیں بنایا.....؟"

"جی..... بنایا ہے....." اس نے سر ہلایا۔

"بس تو پھر..... ویسا ہی مرغا بننا ہے تمہیں.....!"

"لیکن وہ تو سزا ہوتی تھی..... ہم کوئی غلطی کرتے تھے تو اس بات پر ماسٹر صاحب ہمیں مرغا بناتے تھے۔" مانی نے معصومیت سے بتایا۔

دونوں چیلے ہنس پڑے، استاد کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ اٹھکیلیاں کر رہی تھی پھر وہ سنجیدہ ہو کر بولا۔

"پہلوان ایسے ہی نہیں بن جاتے۔ خون کا پسینہ ہو جاتا ہے اپنی جان جوکھوں میں ڈالنی پڑتی ہے۔ کولہو کے بیل کی طرح محنت اور مشقت کے پہاڑ توڑنے پڑتے ہیں۔ ہاتھ پر سرسوں جمائی جاتی ہے..... نادان بچے..... نہ جانے کتنے جان کنی اور کٹھن مرحلوں سے گزرنے کے بعد پہلوان کا اعزاز ملتا ہے..... اور تیری تو ابھی ابتداء بھی نہیں ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے....." مانی نے سر ہلا کر حامی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

مجری۔ "مجھے منظور ہے۔"

یہ کہہ کر وہ جھکا اور دونوں گھٹنوں کے درمیان سے بازو نکال کر کان پکڑ لئے۔

"شاباش......!" اس کے کانوں میں جابر استاد کی آواز آئی۔

پھر وہ اپنے چیلے سے مخاطب ہوا۔

"دلارے......! بیٹھ جا اس کی پیٹھ پر......"

دلارا تو شاید اسی حکم کا منتظر تھا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ سے آگے بڑھا اور مانی کی کمر پر اپنی تشریف رکھ دی۔

وہ بے چارہ تو بوکھلا کر رہ گیا پہاڑ جیسا وزن اس کے ناتواں جسم سے کیسے برداشت ہوتا۔

"نہ...... نہ......" جابر نے آواز لگائی۔ "ہلنا مت...... برداشت کرو...... یہ تمہارا امتحان ہے۔ اگر اس میں پاس ہوگئے تو پہلوان بن سکو گے...... ورنہ نہیں......"

یہ الفاظ مانی کے کانوں میں گونج کر رہ گئے۔ اس نے اپنا لرزتا ہوا دھڑ اور کپکپاتی ہوئی ٹانگوں کو سنبھالنے کی پوری کوشش کی۔

"شاباش...... ہمت کر جوان......!" ایک بار پھر جابر کی آواز گونجی۔

لیکن "جوان" کہاں سے ہمت کرتا......؟ اس بے چارے کی تو حالت ہی بری ہو رہی تھی۔

بلکہ اب تو سینے میں سانس بھی گھٹنے لگی تھی، اسے یوں لگا جیسے کسی لمحے میں بھی اس کا دم اکھڑ جائے گا۔

اور پھر وہی ہوا جو کسی لمحے میں بھی ہو جاتا تھا۔

"ارے...... ارے......" دلارے نے یہ کہتے ہوئے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا کیونکہ عدنان دھڑ سے ایک جانب لڑھک چکا تھا۔

اب اس کا بے حس و حرکت جسم زمین پر پڑا ہوا تھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

عین اسی وقت کسی نے جابر کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

جابر اس وقت پوری طرح مانی کی طرف متوجہ تھا۔ اس لئے چونک اٹھا۔

اور جب وہ مڑا تو اس کے سامنے ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا تھا۔ گھنی اور سفید داڑھی مونچھیں، دراز قد، چوڑے شانے اور بے داغ سفید کپڑوں میں ملبوس اس بوڑھے کی آنکھوں سے بے پناہ غصہ جھلک رہا تھا۔

"تم لوگوں کو شرم نہیں آتی......" بوڑھے کے لہجے میں غیض و غضب تھا۔ "ایک معصوم بچے کو اپنے ظلم کا نشانہ بنا رہے ہو......"

"تم کون ہو......؟" جابر نے اسے گھورا۔

"تمہارا باپ تو نہیں ہوں......" بوڑھا مسکرایا۔ "لیکن عمر تو اتنی ہی ہوگی......"

"اے بڑے میاں......" دلارا آگے بڑھا۔ "ذرا تمیز سے بات کرو جابر استاد سے......"

لیکن بوڑھا اسے خاطر میں کب لایا تھا۔؟ وہ تو مانی کی طرف بڑھا اور کسی کھلونے کی طرح اسے ہاتھوں میں سمیٹا اور آرام سے پلنگ پر ڈال کر بڑبڑایا۔

"بے ہوش ہے...... ہاں......"

مانی کی آنکھیں مسلسل بند تھیں، اب بوڑھا وہ دوبارہ ان تینوں کی طرف مڑا۔

"کیا کر رہے تھے تم لوگ......؟" بوڑھے نے جابر سے پوچھا۔ اس کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

"تم سے مطلب......؟" جابر نے نتھنے پھلا کر کہا۔

"مجھے بتاؤ......" بوڑھے نے ضد کی۔

"ہم اسے پہلوانی سکھا رہے تھے......" جابر نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

"اچھا......" بوڑھا گویا حیرت زدہ رہ گیا! "ایسے سکھاتے ہیں......؟ کبھی خود بھی سیکھی ہے یا بس گپیاں ہی اڑاتے ہو......؟"

"دیکھو بڑے میاں......" جابر کا لہجہ نرم گرم سا تھا۔ "میں تمہاری عمر کا لحاظ کر رہا ہوں...... اب تم اپنا راستہ ناپو...... کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا ہاتھ اٹھ جائے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"ہاتھ اٹھاؤ نہیں میرے بچے......!" بوڑھے نے اسے پچکارا، بلکہ ہاتھ ملاؤ...اور اگر تم نے مجھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا تو میں مان جاؤں گا کہ تم واقعی پہلوان ہو اور اس بچے کو پہلوانی سکھا سکتے ہو...... اور اگر نہ چھڑا سکے تو......پھر میری بات سچ ہوگی۔"

"تم...... بڑے میاں...... تم مجھ سے ہاتھ ملاؤ گے......" استاد جابر کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی ساتھ ہی اس نے بوڑھے کو سر سے لے کر پاؤں تک گھور کے دیکھا تھا۔

"ہاں...... آؤ......" بوڑھے نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

استاد جابر نے اس کی استخوانی ہاتھ کو دیکھا، جو جھریوں سے بھرا ہوا تھا اور پھر اچانک ہی ایک زوردار اور بے ساختہ قسم کا قہقہہ اس کے منہ سے برآمد ہوا۔

اس کے دونوں چیلے بھی مذاق اڑانے والے انداز میں بوڑھے کو دیکھ کر ہنس پڑے تھے۔ پھر بڑی مشکل سے جابر نے خود کو سنبھالا اور اپنے چیلوں کی طرف دیکھ کر اعلانیہ انداز میں بولا۔

"ہاں بھئی کیا خیال ہے...... قبول کرلوں یہ چیلنج......؟"

چیلے پھر ہنس پڑے، ادھر بوڑھے نے منہ بنا کر کہا۔

"جلدی کرو...... میرے پاس وقت نہیں ہے...... مجھے بچے کو کہیں لے کر جانا ہے۔"

"بچے کو لے کر جانا ہے......؟" جابر نے اسے گھورا......" کہاں......؟"

"اس کے گھر......" جواب ملا۔ "میں اسے جانتا ہوں۔"

"تو پھر اسے اٹھاؤ اور چلتے پھرتے نظر آؤ......" جابر نے فوراً کہا۔

"پہلے ہاتھ ملاؤ......" بوڑھے نے بچوں کی طرح ضد کی۔

اب تو جابر کو یقین ہوگیا کہ بڑھا سنکی ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف آنکھ مار کر بولا۔

"اچھا بھئی...... اب تم اصرار کرتے ہو تو آؤ......"

یہ کہہ کر جابر نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

بوڑھے نے جابر کے پنجے میں اپنا پنجہ پھنسا دیا۔

جابر کے ہونٹوں پر ایک طنز آمیز مسکراہٹ دوڑنے لگی چند لمحے وہ اپنی اسی مسکراہٹ کے مزے لیتا رہا۔

پھر اچانک ہی اس نے اپنے ہاتھ کو ایک زوردار جھٹکا مارا اسے پوری امید تھی کہ بوڑھا اپنا ہاتھ چھڑا کر قلابازی کھا کر گرے گا۔

لیکن دوسرا لمحہ حیرت انگیز تھا جابر کی آنکھوں میں حیرت کے دیئے جل اٹھے۔ کیونکہ اس کا ہاتھ اب بھی بوڑھے کے ہاتھ میں تھا۔

جابر نے ایک بار پھر اپنا ہاتھ چھڑانے کی بھرپور کوشش کی، لیکن ناکام رہا۔

اس کے ماتھے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں چمکنے لگیں، چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

اسے ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ ایسا ہو جائے گا ایک بوڑھے انسان سے اسے مذاق ہی مذاق میں چیلنج کرنا بھاری پڑ جائے گا۔

اس کے چیلے بھی اب صورت حال سمجھ چکے تھے اور کافی حیرت زدہ نظر آرہے تھے۔

بوڑھا بڑے اطمینان سے جابر کی زور آزمائی کا تماشہ دیکھ رہا تھا اچانک اس نے ہلکی سی مسکراہٹ چہرے پر لاتے ہوئے اپنے ہاتھ کی گرفت سے جابر کے ہاتھ کو آزاد کر دیا۔

اور جابر...... یوں لگ رہا تھا جیسے وہ نیند سے جاگا ہو، کبھی وہ اپنے ہاتھ کو دیکھتا ٹٹولتا، اور کبھی بوڑھے کے ہاتھ کو گھورنے لگتا۔

"جو میں نے کہا تھا، وہ سچ نکلا۔" بوڑھے کی پرسکون آواز نے ماحول کا سکوت توڑ ڈالا۔ "تم نے بڑی پھکیاں اڑائی ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں؟

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

پھر بوڑھا ان لوگوں کی طرف سے بے نیاز ہو کر بچے کی طرف بڑھا...... اسے پلنگ سے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور وہاں سے نکل آیا۔

جابر اور اس کے چیلوں کی تو گویا سٹی ہی گم ہو گئی تھی۔ بوڑھے نے جابر پہلوان کے احاطے سے باہر آ کر بڑے پیار سے بے ہوش مانی کی کمر تھپتھپائی اور سرگوشی کے انداز میں بڑبڑایا۔

"اب تو فکر مت کر بیٹا...... تیرا دینو بابا تجھے پہلوان بنائے گا...... ناقابل تسخیر پہلوان......"

☆......☆......☆

وقت گزر رہا تھا...... اور مانی کے اندر آہستہ آہستہ ایک پہلوان نمو پا رہا تھا۔

اسے خود بڑی مشکل سے اس بات کا یقین ہوا تھا کہ اسے پہلوانی کی شاندار مشقیں کرانے والا دینو بابا ہیں۔

اس دن جو تمنا اور خواب لے کر وہ گھر سے نکلا تھا، سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ تمنا...... وہ خواب...... گھر ہی کے صحن میں پورا ہو جائے گا۔

تھوڑے ہی عرصے میں اس نے اپنے اندر بے پناہ تبدیلیاں محسوس کیں۔

بس دینو بابا نے اس کے سامنے چند شرائط رکھی تھیں، جن میں سے دو بہت اہم تھیں۔

1...... کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ تمہارا استاد کون ہے۔

2...... جو کچھ میں کھلاؤں گا...... وہی کھاؤ گے...... اس کے علاوہ جب تک میں نہ کہوں...... اور کچھ نہیں کھاؤ گے۔"

مانی نے تمام شرائط اپنے پلے سے باندھ لیں۔ وہ ایک بات پر بہت حیرت زدہ بھی تھا...... اور پھر ایک دن اس نے دینو بابا سے پوچھ ہی لیا۔

"دینو بابا...... کیا تم بھی کبھی پہلوان تھے......؟"

یہ سن کر دینو بابا کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا...... ان کا چہرہ دفعتاً زرد پڑ گیا تھا۔

انہیں خاموش دیکھ کر مانی نے پھر ٹوکا۔

"بتاؤ نا بابا...... چپ کیوں ہو......؟"

"آں...... " دینو بابا خیالات کی دنیا سے نکل کر چونکے۔ "میں بتاؤں گا...... ضرور بتاؤں گا...... لیکن وقت آنے پر...... ہو سکتا ہے کہ وہ وقت نہ آئے۔ کیونکہ وقت کبھی پلٹا نہیں کھاتا...... جو گزر جاتا ہے وہ مڑ کر نہیں دیکھتا......"

مانی انہیں الجھے ہوئے انداز سے دیکھتا رہا، پھر بولا۔

"مجھے کچھ تو بتاؤ دینو بابا...... تم جو کہہ رہے ہو وہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا......"

"اسی لئے تو میں چپ ہوں......" دینو بابا مسکرائے۔ "میری زندگی کی کہانی بہت لمبی ہے...... اور یہ کہانی میں تمہیں اس وقت سناؤں گا۔ جب تم امتحان میں پورے اتر جاؤ گے اور کامیابی حاصل کر لو گے......" یہ کہتے ہوئے دینو بابا کی آنکھوں میں غیر معمولی سی چمک ابھر کر ہو گئی۔

یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی اندرونی جذبے سے سرشار ہو رہے ہوں۔

"کیا تم بھی مجھے مروانا چاہو گے......؟" مانی نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ پوچھا۔

"نہ کام کے نہ کاج کے" دینو بابا نے ہونٹ سکیڑ لئے۔ "پہلوان بنا پھرتا ہے۔"

"کیا آپ اسے جانتے ہو......؟" مانی چونکا۔

"ہاں......" دینو بابا نے سر ہلایا پھر جلدی سے بولے۔

"اگر تم مجھ سے پہلے ہی اپنی خواہش کا اظہار کر دیتے تو تم کو اس کے پاس جا کر مرغا نہ بننا پڑتا۔"

"اب مجھے کیا معلوم کہ آپ بھی تیس مار خان ہو......" مانی نے جواب دیا۔ "آپ کو دیکھ کر کون سوچ سکتا کہ آپ کبھی پہلوانی کے گر آتے ہوں گے۔"

دینو بابا مسکرائے، پھر ایک طویل سانس لے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کر بولے۔ ”یہی بات تو یہ ہے کہ میری بھی دلی خواہش یہی تھی کہ تم کو......“

وہ بولتے رک گئے، کسی سوچ میں پڑ گئے تھے جب کافی دیر گزر گئی تو مانی نے ٹوکا۔

”کہاں کھو گئے دینو بابا......؟“

”کہیں نہیں......“ وہ مسکرائے۔ ”چلو اب کھانے کا وقت ہو رہا ہے......کھانا کھالو......“

”وہ کس چیز کا حلوہ ہے...... وہ آپ مجھے کھلاتے ہو۔؟“ مانی کو اچانک ہی خیال آیا تھا۔

”وہ طاقت کا خزانہ ہے......“ دینو بابا کے لہجے میں جوش تھا۔ ”ایسی چیزوں کا مرکب ہے جو تمہارے اعضاؤں کو اندرونی طور پر مضبوط کریں...... اور تم کو ٹھوس فولاد بنادیں......اب ساری باتیں ختم اور...... کھانا شروع......چلو......اٹھو......!“

☆......☆......☆

یہ مانی کا بطور مانی پہلا سال تھا، دوسرے پیشہ ور پہلوانوں کی طرح جگہ جگہ اس کے پوسٹر نہیں لگے تھے اور نہ ہی اس کے بوڑھے استاد نے کسی اور طریقے سے اس کی تشہیر کی تھی۔

بس اچانک ہی فن پہلوانی کے آسمان پر یہ ستارہ ابھرا تھا اور لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئی تھیں۔

اس کا جسم بھاری بھرکم ہرگز نہیں تھا لیکن دینو بابا کے زیر سرپرستی میں اس کا انگ انگ ٹھوس ہو چکا تھا۔

راؤنڈ کے کھیلوں میں انتہائی مہارت سے مسلسل جیت حاصل کرنے کے بعد وہ فائنل راؤنڈ میں پہنچا اور اپنے مقابل کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

یہ مقابلہ بھی کوئی آسان نہیں تھا۔ اس کا مقابل نامی گرامی پہلوان تھا، جو پچھلے سال بھی فاتح رہ چکا تھا۔ لیکن جو حیرت انگیز اور انوکھے گر مانی کے پاس تھے وہ ان کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکا۔

مقابلہ بہت سنسنی خیز تھا تماشائیوں کی سانسیں ہی رک کر رہ گئی تھیں۔

تمام تماشائیوں میں دینو بابا بھی موجود تھے، ان کی نگاہیں ڈائس پر تھیں اور ہونٹ مسلسل حرکت میں تھے۔

وہ کچھ پڑھ رہے تھے...... تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ آنکھیں بند کر لیتے تھے۔ اور جب ان کی آنکھیں کھلتیں تو ان کی سرخی بڑھ جاتی۔

ہوسکتا ہے کہ وہ مانی کے لئے دعا کر رہو......

ہر سال کی طرح یہ مقابلہ بھی قصبے کے سب سے بڑے میدان ”گولڈن گراؤنڈ“ میں منعقد ہوا تھا اور اس وقت کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کہیں کسی کونے میں تل دھرنے کی جگہ بھی نہیں تھی۔

اور مقابلہ لوگوں کی سوچ سے زیادہ حیرت انگیز تھا۔ مانی کی لڑائی اور بچاؤ کا انداز تماشائیوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔

کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا کہ مانی نے اپنے استاد کے لئے بھی کسی کے ساتھ کوئی مشق نہیں کی۔ کوئی مقابلہ نہیں کیا۔

وہ اس وقت ایک ماہر فائٹر کی طرح ڈائس پر جما کھڑا تھا، جبکہ اس کا حریف بھی کوئی معمولی پہلوان نہیں تھا، اس کا نام جگا پہلوان تھا۔ اور پورے قصبے میں اس کے پوسٹر جگہ جگہ آویزاں تھے۔

اب آخری راؤنڈ تھا۔ اس مقابلے کی فیصلہ کن گھڑی آن پہنچی تھی۔

مانی کے حریف جگا پہلوان نے اپنا آخری داؤ آزمایا...... یہ داؤ سینکڑوں موقعوں پر اسے کامیابی سے ہمکنار کر چکا تھا...... اور اس میں جکڑنے والا اٹھ کر پانی بھی نہیں مانگتا تھا۔

اور اس وقت دیکھنے والوں کی سانسیں ہی رک گئیں جب جگا نے اپنا داہنا گھٹنا زمین پر ٹیکنے کے بعد بائیں گھٹنے پر مانی کو جھکا کر اس کے بازو میں اپنا ہاتھ ڈال کر جکڑ لیا۔

اس وقت نہ جانے کتنے ہی لوگ اٹھ کر کھڑے ہوگئے ان میں خود دینو بابا بھی شامل تھے۔

ان کے چہرے پر بے چینی اور اضطراب کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

آثار صاف دکھائی دے رہے تھے ان کی آنکھیں مسلسل ڈائس کی طرف تھیں۔

اچانک ہی انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کا مکا بنا کر اس پر منہ سے کچھ پھونکا اور پھر ہاتھ کو سیدھا کرکے ڈائس کی طرف کیا اور مٹھی کھول دی۔

ادھر حریف نے اپنا آخری داؤ لگا دیا تھا، مانی چند لمحوں کے لئے تو ساکت و جامد رہ گیا۔

پھر اچانک ہی اس کے جسم میں تھرتھری سی دوڑ گئی، اس نے بجلی کی سی تیزی سے خود کو ایک زوردار جھٹکا مارا۔

جگا پہلوان اس جھٹکے کے لئے قطعی تیار نہیں تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اچھل کر گرا اور چاروں شانے چت ہوگیا۔

اور..... پھر جو تماشائیوں نے شور مچایا ہے تو خدا کی پناہ.....! مانی نے فوراً ہی آگے بڑھ کر جگا پہلوان کے پیٹ پر اپنا گھٹنا ٹکا دیا۔

ایک بار پھر تالیوں کی آواز سے فضا گونج اٹھی..... مانی یہ مقابلہ جیت چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

لگاتار چار سال تک مسلسل ناقابل شکست رہنے کے بعد..... اب مانی کی منزل تھی پانچواں سال.....!

اگر وہ یہ مقابلہ بھی جیت جاتا، تو آج سے 30 سال پہلے کا واقعہ زندہ ہوجاتا..... جب جلال شاہ نامی پہلوان نے ناقابل تسخیر کا ایوارڈ جیتا تھا۔

لیکن کیا یہ ایوارڈ جیتنا اتنا ہی آسان تھا.....؟

جیسے جیسے وقت قریب آ رہا تھا، مانی کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہو رہی تھیں۔ خود اس نے اپنے استاد دینو بابا کو بھی تشویش میں مبتلا دیکھا۔

مانی کو اس بات پر کافی حیرت بھی تھی۔ کبھی کبھی وہ محسوس کرتا کہ دینو بابا اندرونی طور پر بہت سراسیمگی کا شکار ہے۔

اب تک تو ایسا کبھی نہیں ہوا تھا، اتنے سالوں میں اس نے کبھی دینو بابا کے پرسکون اور ٹھہرے ہوئے سمندر کی طرح بے لہر چہرے پر پریشانی کا سایہ بھی نہیں دیکھا تھا، لیکن اب..... آخری لمحات میں..... دینو بابا کمزور سا دکھائی دے رہے تھے۔ مانی نے پوچھ ہی لیا۔

"کیا بات ہے دینو بابا.....! میں آپ کو کچھ دنوں سے پریشان دیکھ رہا ہوں۔"

"ہاں....." دینو بابا نے کہا۔ "میں واقعی پریشان ہوں۔"

"کیوں.....؟ کیا بات ہے.....؟"

"تم ناقابل تسخیر کے ایوارڈ کے لئے کھڑے ہونے والے ہو..... اور میں اسی لئے گھبرا رہا ہوں....."

"آپ گھبرا رہے ہو....." مانی نے حیرت سے ان کی شکل دیکھی۔ "آپ نے ہی تو مجھے ہمت اور حوصلہ دے کر اس مقام پر پہنچایا ہے اور اب آپ ایسی باتیں کر رہے ہو.....؟"

"ہاں..... میرے بچے.....! میں خود بھی اس بات کو سمجھتا ہوں..... لیکن آج سے 30 سال پہلے جو کچھ ہوا تھا..... اس کی وجہ سے میرا دل ڈر رہا ہے....."

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا....." مانی کے لہجے میں الجھن تھی۔

دینو بابا کوئی جواب دینے کے بجائے کسی سوچ میں پڑ گئے تھے۔

پھر انہوں نے گہری نظروں سے مانی کی طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"آج سے 30 سے پہلے جو پہلوان یہ ایوارڈ جیتا تھا..... اس کا استاد بھی میں ہی تھا۔"

مانی یہ سن کر حیرت زدہ رہ گیا۔ چند لمحے کے لئے اس کی نظریں اپنے استاد پر جم کر رہ گئیں۔

"یہ..... یہ آپ کیا کہہ رہے ہو.....؟" اس کے منہ سے نکلا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں....." دینو بابا بجھے بجھے سے انداز میں مسکرائے۔ "اور میں دینو بابا نہیں ہوں..... میرا نام آتش ہے اور میرا تعلق ایک دور دراز قبیلے سے ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دینو بابا نے انکشاف کیا، اور مانی گویا الجھن آمیز حیرت کا مجسمہ بن کر رہ گیا۔

"میں یہاں گزشتہ کئی سالوں سے روپوشی کی زندگی بسر کر رہا ہوں......" دینو بابا نے مزید کہا۔ "جس طرح تمہارے اس قصبے میں قوت اور طاقت کی زور آزمائی ہوتی ہے اور پہلوانی کی جنگ ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح میرے قبیلے میں جادو اور سحر کا میدان لگتا ہے......اب تم سمجھے کہ نہیں......؟"

"نہیں دینو بابا......" مانی نے حیرت سے نفی میں سر ہلایا۔ "میں آپ کی باتیں سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

"کیا تم جادو، سحر اور منتر کے بارے میں واقفیت رکھتے ہو......؟" دینو بابا نے سوال کیا۔

"تھوڑا بہت......" مانی نے کہا۔ "میں تو آپ کا شاگرد ہوں......"

"میں نے تم پر جتنی محنت کی ہے، اور تم نے جو مقام حاصل کیا ہے...... اس میں کئی فیصد حصہ جادو اور سحر پہنچی ہے۔ کیوں کہ یہ بھی طاقت کے ہی دوسرے نام ہیں...... پہلوانی کی طاقت جسمانی ہوتی ہے اور جادو روحانی طاقت کا نام ہے...... 30 سال پہلے میں نے ان دونوں کو یکجا کیا تھا...... لیکن زالوشا سے یہ برداشت نہ ہو سکا، اور جلال شاہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا...... زالو شا نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا......"

"یہ زالوشا کون ہے......؟" عدنان نے پلکیں جھپکائیں۔ "یہ تو نام بھی عجیب سا ہے۔"

"وہ میرے ہی قبیلے کا فرد ہے......" دینو بابا نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اور جادو سحر کے میدان میں میرا حریف ہے۔ میں عرصہ دراز پہلے قبیلہ چھوڑ چکا ہوں...... لیکن وہ اب تک میری ہر کامیابی کا دشمن ہے...... میں نے اسی لئے بھیس بدل کر تمہارے گھر میں پناہ لی تھی...... اور اپنی بقیہ ماندہ زندگی کو سادے سے انداز میں گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن تمہاری دلچسپی اور توجہ نے میرے اندر کے آتش کو پھر سے جگا دیا۔ لیکن اس وقت میں نے انجام کے بارے میں نہیں سوچا تھا اور نہ ہی میرے ذہن و گمان میں تھا کہ زالوشا میری محنت پر پانی پھیر دے گا۔"

اتنا کہہ کر دینو بابا خاموش ہو گئے، مانی فکر کراں کی شکل دیکھے جا رہا تھا۔

"اگر زالوشا ہی کوئی آپ کا دشمن ہے...... تو اس نے جلال شاہ کو کیوں ختم کیا......؟"

"اس لئے کہ جلال شاہ میری ہی طاقت کا نمونہ تھا۔" دینو بابا نے جواب دیا۔ "اور...... اب تم ہو...... لیکن...... لیکن میں تم کو اس کی زد میں نہیں آنے دوں گا، نہیں آنے دوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے دینو بابا کا چہرہ سرخ ہو گیا، پھر وہ خاموش ہو کر ہونٹ چبانے لگے...... جیسے تصور میں کسی جانور کا کچا اور تازہ گوشت کھا رہے ہوں۔

"وہ ہے کون دینو بابا......؟" مانی نے بے چینی سے پوچھا! کیسا ہے؟ کہاں رہتا ہے......؟ مجھے کچھ تو بتاؤ......!

"وہ سحر کا بادشاہ ہے......" نام اس کا زالوشا ہے۔" اس کی شکل وصورت مخصوص نہیں ہے وہ روپ بدل کر بھی دھوکا دیتا ہے...... وہ...... وہ اس جگہ رہتا ہے جہاں زمین کا رنگ لال ہے اور وہاں موجود درختوں کے پتے نیلے رنگ کے ہیں...... ہاں...... میرا اور اس کا کوئی مقابلہ نہیں ہے...... لیکن میں نے اپنے علم سے کبھی کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا...... اسی لئے میں اس کی طاقت کے سامنے کافی حد تک ڈٹ جاتا ہوں...... اب دیکھتے ہیں...... وہ تمہارے تاج پہننے کے بعد اگر کوئی رنگ دکھانے کی کوشش کرے گا تو میں اپنا پورا زور صرف کر دوں گا...... 30 سال کا عرصہ گزر گیا ہے...... لیکن جس طرح وہ مجھے یاد ہے...... میں بھی اسے یاد ہوں گا...... اگر اب بھی میں اس کے علم کے احاطے میں ہوا وہ ضرور کوئی چھیڑ چھاڑ کرے گا...... چلو دیکھتے ہیں...... کیا ہوتا ہے...... ہو سکتا ہے کہ وہ اب...... میرا پیچھا چھوڑ چکا ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

☆.....☆.....☆

گلنار ہوٹل میں وہ تینوں اس طرح بیٹھے تھے جیسے کسی کے منتظر ہوں۔

ان کی آپس میں گفتگو بھی جاری تھی۔ ان کا موضوع وہی تھا جو آج کل زدوعام تھا..... یعنی پہلوانی کا سالانہ مقابلہ..... اور پھر باتیں کرتے کرتے وہ ہوٹل کے صدر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

"یار میرا خیال ہے کہ وہ مشکل ہی آئے گا....." ایک نے کہا، یہ دبلا پتلا اور منحنی سی جسامت کا مالک تھا چہرے پر باریک سی مونچھیں تھیں۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے....." دوسرا بولا۔

نیلے ہیٹ والے نے اندر داخل ہوتے ہی ان تینوں کو اپنی نظروں کا مرکز بنالیا۔

وہ بھی شاید اسی کے منتظر تھے تینوں نے ہاتھ ہلا کر اشارہ کیا، نیلے ہیٹ والے کے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی، پھر وہ ان تینوں کی طرف بڑھا۔

ان کی میز کے گرد چوتھی کرسی خالی تھی، جو اسے پیش کردی گئی، وہ شکریہ کے ساتھ کرسی پر براجمان ہوگیا۔

اب تینوں نے اسے غور سے دیکھا، اپنے حلیے اور رنگ ڈھنگ سے وہ کسی غیر علاقے کا فرد دکھائی دے رہا تھا۔ کم از کم اس قصبے کا تو ہرگز نہیں تھا۔

"میں نے ہی آپ لوگوں سے فون پر بات چیت کی تھی....." ہیٹ والا مسکرایا۔ "آپ لوگوں کے نام زبیر، سلیم اور برکت ہیں نا.....؟"

"ہاں..... بالکل..... میرا نام زبیر ہے، یہ سلیم اور یہ ہے برکت..... فون پر تو آپ اس طرح گفتگو کر رہے تھے جیسے برسوں سے ہم لوگ آپ سے واقف ہوں..... لیکن آپ تو ہمارے لئے بالکل اجنبی ہیں....."

"ہاں....." وہ زبیر کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا اور زبیر نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں پر اپنی نظریں نہ جما سکا۔

اس وقت زبیر نے کچھ عجیب سی بات محسوس کی تھی۔

"میں بھی آپ لوگوں کی لائن کا آدمی ہوں......" اس نے پھر بات شروع کی۔ "اس لئے غائبانہ طور پر اکثر لوگوں سے واقف ہوجاتا ہوں..... ہاں بھئی..... ٹائم کم ہے..... اب مطلب کی بات ہوجائے.....؟"

"چائے منگوائیں یا ٹھنڈا.....؟" زبیر نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں....." وہ نفی میں سر ہلا کر بولا۔ "آپ لوگ اپنے لئے جو منگوانا چاہو منگوالو..... میں صرف سادہ پانی لوں گا۔"

"تکلف کر رہے ہیں.....؟" برکت نے ہنس کر پوچھا۔

"نہیں....." وہ بھی مسکرایا۔ "ضرورت محسوس نہیں ہورہی....."

ذرا رک کر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور آواز دھیمی کرکے بولا۔

"ہاں بھئی..... اگر مانی جیت گیا تو میری طرف سے 30 لاکھ کی بولی ہے..... اور اگر ہار گیا تو......"

وہ بولتے بولتے رک گیا، کیونکہ بیرا چائے لے آیا تھا۔ ان لوگوں کے اصرار پر بھی ہیٹ والے نے چائے نہیں لی۔ پھر بیرا چائے سرو کرکے چلا گیا۔

"تو آپ مجھے 30 لاکھ ادا کروگے....." اس نے بات پھر شروع کی۔ "کیا آپ لوگ اس معاہدے کو ڈن کرتے ہو.....؟"

"ہمیں منظور ہے....." تینوں یک زبان ہوکر بولے۔

"ٹھیک ہے..... معاہدے پر سائن ہوں گے اور آپ لوگ گواہوں کا بھی انتظام کرلیجیے....." وہ بولا۔ "میری طرف سے 30 لاکھ فائنل۔"

"ٹھیک ہے....." زبیر نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا، پھر چونک کر بولا۔ "ارے ہاں...... یاد آیا..... آپ نے اب تک اپنا تعارف نہیں کرایا۔"

"میرا نام....." وہ تھوڑا سا آگے جھک آیا۔ "میرا نام مرزا لوشا ہے......"

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

عذاب تنہائی

صبا محمد اسلم۔ گوجرانوالہ

اچانک کمرے کے کونے میں گاڑھا گاڑھا دھواں اٹھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس دھوئیں نے نسوانی ہیولہ کا روپ دھار لیا، دیکھنے میں وہ بہت دلکش، حسین اور خوب صورت تھی پھر اس کی آواز سنائی دی "میں ایک روح ہوں۔"

ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے والے اکثر خسارے میں رہتے ہیں۔ کہانی پڑھ کر دیکھ لیں

"سلمان مجھے نہیں رہنا اس گھر میں، اگر تمہیں میرے ساتھ رہنا ہے تو الگ گھر میں رہنا ہوگا ورنہ تمہارا اور میرا ساتھ بس یہیں تک کا ہے سنا تم نے۔؟"

"م......مم......ہم میری بات تو سنو یار۔"

"نہیں...... مجھے اور کچھ نہیں سننا۔ بس میں نے کہا ناں کہ مجھے اس گھر میں ایک ساتھ نہیں رہنا ہے تو نہیں رہنا۔ اگر تمہیں یہ منظور ہے تو ٹھیک ہے ورنہ مجھ سے بات مت کرو۔"

سلمان خاموشی سے بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔

پھر ساری رات دونوں میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ دونوں کی شادی کو محض ابھی تین ماہ بمشکل ہوئے ہوں گے۔ بہت اچھی زندگی گزر رہی تھی کہ اچانک ہی ماہم نے گھر میں رہنے کا شوشہ چھوڑ دیا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

ماہم اور شاہ دو بہنیں تھیں۔ بھائی کوئی نہیں تھا۔ ماہم کے والدین ماہم کی پیدائش کے 5 سال بعد ہی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں جاں بحق ہو گئے تھے۔ ماہم کی دور کی خالہ نے ان کی پرورش کی تھی وہ بیوہ تھیں ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ انہوں نے ہر طرح سے دونوں بہنوں کی پرورش کی تھی۔ ماہم اور شاہ انہیں ہی ماں جی کہہ کر بلاتی تھیں جب شاہ 22 سال کی ہوئی تو انہیں شاہ کی شادی کی فکر لاحق ہوگئی اور انہوں نے بہت دیکھ بھال کر شاہ کی شادی اپنے بھانجے شاہ زیب سے کردی۔ شاہ زیب بہت ہی سمجھدار سلجھا ہوا انسان تھا۔ اور اس کے گھر والے بھی بہت مطمئن تھے۔ سو ان دونوں کی شادی بہت دھوم دھام سے نہ سہی مگر بہت سادہ بھی نہیں تھی۔ ماہم کی دوست کرن کی شادی میں ماں جی اور ماہم دونوں ہی گئی تھیں وہاں پر کرن کی بابی عائشہ کو اپنے بیٹے کے لئے ماہم ہر لحاظ سے پسند آئی۔ انہوں نے اپنی دونوں بہوؤں لائبہ اور بسمہ کو بھی ماہم سے ملوایا۔

عائشہ بیگم نے ماں جی سے بات کی تو یوں بنا چوں چراں کے یہ رشتہ منظور کرلیا گیا۔ ماں جی کو ماہم کی طرف سے بہت فکر تھی کیونکہ وہ اب بہت زیادہ بیمار رہنے لگی تھیں۔ اس لئے وہ ماہم کی جلد از جلد شادی کرکے اس کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی تھیں۔ یوں ماہم عائشہ بیگم کے لاڈلے چہیتے اور سب سے چھوٹے بیٹے سلمان کے ساتھ رخصت ہو کر اپنے سسرال آگئی۔

ماہم کی شادی کے بعد ماں جی بھی زیادہ عرصہ تک نہ جی سکیں اور شادی کے 15 دن بعد ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔

☆.....☆.....☆

سلمان اور ماہم میں دو دن سے بول چال بند تھی۔ سلمان صبح ماہم کے اٹھنے سے پہلے ہی آفس کے لئے نکل جاتا۔ اور ماہم بھی زیادہ دیر تک اپنے کمرے میں ہی بند رہتی۔

"کیا ہوا بیٹا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔؟" ماہم اور سلمان کے کمرے میں دستک دے کر عائشہ بیگم اندر آئیں اور ماہم سے مخاطب ہوئیں۔ ان کے مخاطب کرنے پر ماہم نے ایک نظر اپنی فکرمند ہوتی ساس کو دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر نفی میں سر ہلا دیا۔ "نہیں ممی میں بالکل ٹھیک ہوں آئی ایم فائن ڈونٹ وری۔"

"مجھے لگتا ہے تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" عائشہ بیگم فکرمند لہجے میں گویا ہوئیں۔

"نہیں ممی میں بالکل ٹھیک ہوں چلئے میں بھی آپ کے ساتھ باہر چلتی ہوں۔" یہ کہہ کر ماہم بھی عائشہ بیگم کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

"لائیں بھابھی میں آپ کی کچھ ہیلپ کروں۔" کچن کے پاس سے گزرتے ہوئے ماہم کچن میں چلی گئی۔ وہاں لائبہ بھابھی اور بسمہ دونوں کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔ "کیا ہوا ماہم تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔" لائبہ بھابھی نے ماہم کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی بھابھی سر میں تھوڑا درد تھا اس لئے کمرے میں لیٹی تھی سوچا تھوڑی دیر سو جاؤں تو طبیعت کچھ ٹھیک ہو جائے گی۔" کہتے ہوئے ماہم چھری اور پیاز ہاتھ میں تھام چکی تھی سلاد کاٹنے کے لئے۔

"نہیں ماہم میں کرلوں گی ماہم ایک تو تم بھی ناں یار پھر کیوں ٹینشن لیتی ہو تم۔" یہ کہتے ہوئے بسمہ نے چھری ماہم کے ہاتھ سے لے لی۔

"ویسے بھی تمہارے سر میں درد ہے جاؤ تم لان میں ممی کے ساتھ بیٹھو، میں تم دونوں کے لئے چائے لے کر آتی ہوں۔"

لائبہ اور بسمہ بھابھی جب سے ماہم کی شادی ہوئی تھی اس کا بہت خیال رکھتی تھیں اور زیادہ تر کام خود ہی کرتی تھیں۔ اور تو اور ماہم کے اپنے کام بھی زیادہ تر بھابھیاں ہی کرتی تھیں۔ مثلاً کپڑے دھونے پریس کرنے وغیرہ وغیرہ.....

"یہاں سب لوگ میرا کتنا خیال رکھتے ہیں ممی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ملائکہ بھابھی، بسمہ بھابھی یہاں تک کہ سلمان خود بھی میرا خود سے زیادہ خیال رکھتے ہیں پھر کیوں میں ان سے دور جانے کی ضد پر اڑی ہوں۔ الگ گھر لینے کی ضد میں سلمان کو بھی ناراض کیا جو مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ میری ذرا ذرا سی چیز کا کتنا دھیان رکھتے ہیں۔" ماہم سوچ میں پڑ گئی۔

"ماہم ایک نہ ایک دن تو تمہیں الگ ہونا ہی ہے کیوں نہ آج سے ہی۔ آج تمہاری یہ جٹھانیاں تمہارا پیار سے کام کر رہی ہیں کل کو تمہیں اپنی انگلیوں پر نچائیں گی، ہر کام بلکہ اپنا بھی تم سے کروائیں گی۔ اور سلمان، سلمان تو بچا کتنی پھرتی ہوتاں کہ سلمان ایسے ہیں ویسے ہیں۔ میرا خیال رکھتے ہیں مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں ایک بار سلمان سے تو الگ گھر کی فرمائش کر کے دیکھو پھر پتہ چلے گا کہ سلمان تم سے سچ میں پیار کرتا ہے یا نہیں۔؟

اب تم مجھے ہی دیکھ لو ماہم کیسے شاہ زیب کو اپنی انگلیوں پر نچاتی ہوں ہم صرف دو لوگ ہیں ایک بیٹا ہے ہمارا جنید جب مرضی آؤ گھومو پھرو جاؤ، جب مرضی باہر کھانا کھاؤ گھر میں دل کیا تو کھانا بنایا ورنہ باہر سے منگوا لیا۔ دو لوگوں کا کام ہی کتنا ہے۔ خوب مزے ہیں بھئی میرے تو...... اگر تم چاہو تو تم بھی ایسے عیش کر سکتی ہو اگر سلمان الگ گھر میں رہنے پر رضامند نہ ہوا تو اسے دھمکی دینا کہ الگ گھر لو ورنہ میں اپنی بہن کے گھر چلی جاؤں گی۔

جب تک واپس نہیں آؤں گی جب تک الگ گھر لینے پر رضامند نہیں ہوتے اور اگر وہ سلمان تمہاری اس دھمکی سے بھی نہ ڈرا اور الگ گھر میں رہنے پر راضی نہ ہوا تو کچھ دنوں کے لئے آجانا میرے گھر...... اتنا تو میں جانتی ہوں کہ سلمان تم سے محبت کرتا ہے اور تمہیں لینے کے لئے ایک دن دوڑتے گھر ضرور آئے گا۔ بس اتنا سا کام کرنا پڑے گا تمہیں، پھر اس کے بعد عیش ہی عیش۔"

ماہم کے کانوں میں ثناء کی آواز ابھی تک گونج رہی تھی۔ ایک ہفتہ پہلے ہی ثناء یہاں آئی تھی اور ماہم کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے کنوئیں میں چھلانگ لگانے کا مشورہ دے کر چلی گئی تھی۔

"کیا ہوا میڈم کہاں گم ہو۔؟" اپنی آنکھوں کے سامنے لہراتا ہوا ہاتھ دیکھ کر ماہم چونک کر ایک دم خوابوں کی دنیا سے باہر آگئی۔ اور سلمان کا ہاتھ اپنے سامنے لہراتا دیکھ کر غم و غصے کی سی کیفیت میں یک دم اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی۔

سب کے سب ماہم کی اس حرکت پر حیرت سے بت بنے اس کی پشت کو دیکھتے گئے اور ایک دم سب نے سوالیہ نظروں سے سلمان کو دیکھا۔ "وہ...... وہ...... ماہم الگ گھر میں رہنے کی فرمائش کر رہی ہے وہ کہہ رہی ہے کہ مجھے سب کے ساتھ نہیں رہنا الگ رہنا ہے اکیلے۔" سلمان کے منہ سے اس انکشاف پر سب کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔

سلمان نے ہچکچاتے ہوئے بات مکمل کی، کیوں کہ ایک نہ ایک دن تو یہ بات سب کے سامنے آنی ہی تھی۔

"ماہم کو اس گھر میں کیا کمی ہے ہر چیز تو اسے ملتی ہے ضرورت کی۔" عائشہ بیگم صدمے سے چور لہجے میں بولیں۔

اگلے دن سلمان کے اٹھنے سے پہلے ہی ماہم اپنا بیگ تیار کر چکی تھی۔ اور سلمان کے اٹھتے ہی ماہم اسے بتا چکی تھی کہ "آج اسے ثناء کے گھر ڈراپ کر دیں۔"

آفس جاتے ہوئے ماہم کو سلمان نے چپ چاپ ثناء کے گھر ڈراپ کر دیا عائشہ بیگم کو وہ نکلتے نکلتے ہی بتا چکی تھی کہ "میں ثناء آپی کے گھر جا رہی ہوں اور جب تک سلمان الگ گھر نہیں لے لیتے میں واپس نہیں آؤں گی۔" عائشہ بیگم کو اس بات کی قطعاً توقع نہیں تھی کہ ماہم ان کے سامنے بھی الگ گھر کی بات کر سکتی ہے۔

ماہم کو ثناء کے گھر آئے ہوئے 8 دن ہو چکے تھے اور سلمان نے ایک بار بھی فون نہیں کیا تھا اور ماہم کو ثناء نے روک رکھا تھا کہ وہ سلمان کو فون نہ کرے...... بہت بار ملائکہ بھابھی اور بسمہ بھابھی کا فون آیا۔ "ماہم تم اپنا گھر برباد کر رہی ہو یہاں سلمان کی یہ حالت ہے کہ نہ ہی کھانے کا ہوش نہ پینے کا۔ اور کام میں خود کو بہت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مصروف رکھنے لگا ہے اپنی صحت کا ذرا خیال نہیں تم ہی اس کا کچھ خیال کرو ماہم.....“ لائبہ بھابھی نے نپے تلے لہجے میں ماہم سے کہا۔

”بس میں خیال کروں ان کا اور انہیں کوئی حق نہیں میرے خیال کا انہیں مجھ سے پیار ہی نہیں ہے اگر مجھ سے ذرا سا بھی پیار ہوتا تو میری بات ضرور مانتے۔ اور جب تک الگ گھر کا بندوبست نہیں ہو جاتا، میں نہیں آؤں گی سمجھیں آپ۔؟“ ماہم نے غصے سے کہہ کر فون بند کر دیا۔

پھر سارا دن ماہم کا ملال میں گزرا کہ اسے بھابھی سے اس طرح سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی وہ کیا سوچ رہی ہوں گی میرے بارے میں کہ کتنی خود غرض ہے۔ ماہم کا دماغ چکرانے لگا اور وہ کچھ دیر ریسٹ کرنے کے لئے لیٹ گئی۔

”ماہم...... ماہم...... کچھ دیر بعد شاہ زیب بھائی دستک دے کر اندر چلے آئے۔“ ماہم ہم امی کی طرف جا رہے ہیں تم ساتھ چلو گی ہمارے۔؟“

”نہیں بھائی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ جائیں میں کچھ دیر ریسٹ کرنا چاہتی ہوں۔“

”ہاں یہ ٹھیک ہے میں بھی یہی کہہ رہی تھی کہ ماہم گھر پہ ہی رک جائے کیونکہ آج کام زیادہ ہے مجھے جنید بہت تنگ کر رہا تھا تو کام بھی نہیں ہوا ماہم برتن سنک میں رکھے ہیں دھو لینا اور صفائی کر کے یہ چند سوٹ ہیں تمہارے بھائی کے یہ پریس کر دینا۔“ شاہ تو ماہم کو حکم دے کر چلتی بنی۔ جبکہ شاہ زیب شاہ کی اس حرکت پہ ہونٹ کاٹتے رہ گئے اور شاہ کے پیچھے باہر نکل گئے اور پھر ماہم کے دماغ میں سوچوں کا غبار اٹھا۔ ”یہ کیا! ایسا حکم تو مجھے سسرال والے بھی نہیں دیتے تھے۔“

خیر ماہم سارے کام نمٹا کر اندر آ کر لیٹ گئی۔ آج اسے رہ رہ کر سلمان کی یاد ستا رہی تھی پھر تے اپنے موبائل میں گانا لگا کر آنکھیں موند لیں۔

☆......☆......☆

”نہیں بھابھی ہماری ماہم ایسی بالکل نہیں ہے ضرور اسے بہکایا جا رہا ہے وہ تو بالکل معصوم ہے۔“ بسمہ اور لائبہ دونوں کچن میں باتیں کر رہی تھیں۔

”ہاں مجھے یاد آیا جس دن شاہ آئی تھی یا اس دن میں ماہم کے کمرے کے پاس سے گزر رہی تھی تو میں نے شاہ کے منہ سے سنا تھا کہ ”الگ گھر کی فرمائش کرو خوب عیش کرو گی۔“ لائبہ بھابھی نے کہا۔

” ہاں تو یہ سب شاہ کا ہی کیا دھرا ہے خود تو لڑائیاں کر کے گھر میں الگ ہو گئی دوسروں کو بھی اپنے طرح بننے کے مشورے دیتی ہے۔“ بسمہ نے بھی شاہ کے خلاف بول کر اپنی بھڑاس نکالی۔

سلمان جو کہ کچن میں چائے پینے کے لئے آیا تھا۔ ان دونوں کی باتیں سن کر دروازے سے ہی واپسی کے لئے مڑ گیا اور اپنے کمرے میں جا کر ٹی وی لون کر کے ریموٹ سے چینل چینج کرنے لگا۔

سلمان عجیب کشمکش میں تھا کہ اتنے میں عائشہ بیگم لائبہ اور اندر آ گئیں اور سلمان کو سمجھانے لگیں۔ ”بیٹا بیٹا ناراضگی چھوڑ دو اور ماہم کو لے آؤ۔“

”مگر امی وہ الگ گھر میں رہنے کا کہہ رہی ہے۔“

”تو کیا ہوا بیٹا۔ ساری دنیا الگ ہوتی چلی آئی ہے اور اگر ماہم اس میں خوش ہے تو اسے الگ گھر میں لے جاؤ تمہارے دونوں بھائی بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ وہ جو تمہارے دادا والا مکان ہے شالیمار میں، برسوں سے خالی پڑا ہے اس کی صفائی ستھرائی کروا کے ماہم کو لے کر وہاں چلے جاؤ۔ وہاں پہ پہلے تو کوئی آبادی نہیں تھی لیکن اب سنا ہے کہ آس پاس کافی گھر آباد ہو چکے ہیں۔“

”ٹھیک ہے امی جیسے آپ کی مرضی میں ایسا ہی کرتا ہوں۔“ سلمان نے سعادت مندی سے سر جھکا دیا اور عائشہ بیگم نے اس کے ماتھے کا بوسہ لے لیا۔

اگلے دو دن تک سلمان صفائی ستھرائی کا کام کروانے لگا اور پھر ماہم کو لے کر شالیمار والے گھر میں شفٹ ہو گیا۔ ماہم بھی بہت خوش تھی کہ سلمان نے اس کی بات مان لی۔ عائشہ بیگم، لائبہ اور بسمہ بھابھی سے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مل کر ماہم سلمان کے ساتھ چلی گئی۔

سلمان بھی ناراضگی ختم کر کے ماہم کی خوشی میں ہی خوش تھا وہ ماہم کو پیار سے ماہا پکارتا تھا اور یہ ماہم کو بہت اچھا لگتا تھا وہ دونوں بہت خوش تھے ماہم روزانہ گھر فون کر کے لائبہ بھابھی بسمہ بھابھی اور عائشہ بیگم سے باتیں کرتی۔ وہ بھی اس کی خوشی چاہتے تھے اور اسی میں خوش تھے کہ ماہم خوش ہے۔

اس گھر میں آئے ہوئے ایک ہفتہ ہونے والا تھا ان دنوں میں ماہم نے خوب اچھی طرح سے گھر کی سیٹنگ کی تھی۔ اپنے بیڈ روم اور ڈرائنگ روم کو خوب ڈیکوریٹ کیا تھا۔ ماہم کی ڈیکوریٹ کو سلمان بھی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔

☆....☆....☆

"ماہم آج میرا ویٹ نہ کرنا میں ذرا لیٹ گھر آؤں گا گیٹ کو اور بیڈ روم کے دروازے کو ٹھیک سے بند کر لینا۔" موبائل پر سلمان کا میسج دیکھ کر ماہم پر کپکپی طاری ہو گئی اور سلمان کا موبائل نمبر ڈائل کر کے کان سے لگا لیا جو کہ مسلسل آف جا رہا تھا۔

ماہم کچن میں کھانا بنا رہی تھی اور موبائل بیڈ روم میں ہی تھا، جب کام سے فارغ ہو کر ماہم روم میں گئی تو موبائل پر سلمان کی اتنی زیادہ مسڈ کال دیکھ کر پریشان ہو گئی اور جب میسج آن کیا تو پریشانی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اب وہ سلمان کا نمبر ملا رہی تھی جو کہ بند جا رہا تھا اور پھر اچانک بیل گئی تو ماہم کی جان میں جان آئی۔ دو تین بیل پر سلمان نے فون ریسو کیا۔ "ہیلو..... ہیلو سلمان تم ٹھیک تو ہو ناں کب سے تمہیں فون کر رہی ہوں موبائل بند جا رہا تھا۔"

"ہاں میری جان میں بالکل ٹھیک ہوں بس آج تھوڑا کام زیادہ ہے، کام میں پھنسا ہوں اس لئے لیٹ آؤں گا تم اپنا خیال رکھنا اور دروازے کو ٹھیک طرح سے لاک کر کے سونا۔"

"او کے لیکن تم پلیز جلدی آنے کی کوشش کرنا۔" ماہم گھبراہٹ میں بولی۔

حسن سلوک

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پڑوس میں ایک یہودی رہا کرتا تھا۔ جب بھی گھر میں کوئی چیز آتی تو پڑوسی کو بھی اس میں سے دیتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک بکری ذبح کرائی اور گھر والے یہودی کو گوشت بھیجنا بھول گئے حضرت عبداللہؓ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بہت سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے۔

"رسول اکرمؐ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق جبرائیلؑ نے اس قدر تاکید کی کہ مجھے شک پڑ گیا کہ غالباً ہمسایوں کو شریک وراثت بنا دیا جائے گا۔"

(انتخاب: ذکا اللہ۔ کراچی)

"ماہم بھی اکیلی رہی جو نہیں تھی اس لئے اسے ڈر لگ رہا تھا اور خود پہ وہ رہ کر غصہ بھی آ رہا تھا کہ اسے الگ گھر میں آنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی ایسا موڑ بھی آ سکتا ہے کہ اس کو اکیلا رہنا پڑے گا۔ اب اسے سب گھر والوں کی یاد ستا رہی تھی۔

"او کے ماہا میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔" "جیسے ہی کام ختم ہو گا میں فوراً آ جاؤں گا اب دروازے کو لاک کرو اور آرام کرو۔" "بائے ٹیک کیئر....." سلمان پیار سے بولا۔

فون بند ہونے کے بعد ماہم پہلے گیٹ لاک کر کے آئی اور پھر بیڈ روم کا دروازہ لاک کر کے بیڈ پر آ کر لیٹ گئی آج وہ تھک بھی گئی تھی لہٰذا اسے لیٹتے ہی نیند آ گئی۔ ابھی اس کی آنکھ لگی ہی تھی کہ بہت زور زور سے چیخنے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں پہلے تو اس نے اسے اپنا وہم سمجھ کر توجہ نہ دی اور دوبارہ آنکھیں موند لیں۔ اتنی دیر میں آوازیں چیخنے چلانے کی اس قدر تیز ہو گئیں کہ ایسا لگتا تھا کہ ابھی سر پھٹ جائے گا غور کرنے پر پتہ چلا کہ وہ آوازیں نسوانی تھیں جو کہ باہر صحن سے آ رہی تھیں، وہ ڈر کر اٹھ کر بیٹھ گئی اور فون اٹھا کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سلمان کا نمبر ڈائل کرنے لگی جو کہ بند تھا۔

پھر دروازہ زور زور سے بجنے لگا۔ وہ سمجھی کہ شاید سلمان آئے ہیں۔ باہر جاتے ہوئے اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی اتنے میں دروازہ بہت زوروں سے بجنے لگا وہ گھبراتی ہوئی دروازے کے پاس آئی اور بنا پوچھے ہی دروازہ کھول دیا اور جب باہر دیکھا تو کوئی ذی روح کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ خوف و ڈر نے اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا تھا اس کی حالت ماہی آب تھی حلق میں کانٹے چبھتے محسوس ہو رہے تھے۔ جسم میں خون کی گردش جیسے رکتی محسوس ہو رہی تھی اس کے قدم جیسے زمین میں گڑ چکے تھے، خیر اس نے ایک لمبا سانس لیا اور پھر اس نے دروازہ جھٹ بند کیا، ابھی وہ بیڈ روم کے پاس تک پہنچی ہی تھی کہ دروازہ پھر سے بجنے لگا تو وہ ڈرتی ڈرتی پھر دروازے تک آئی۔ "کون......؟ کون ہے......؟ کون ہے باہر......؟"

"میں ہوں یار اب کھول بھی دو دروازہ......" سلمان کی آواز سن کر ماہم نے دروازہ کھول دیا سلمان کے اندر قدم رکھتے ہی اس سے لپٹ گئی۔

"ارے کیا ہوا تم ٹھیک تو ہو۔"

"سلمان...... وہ...... وہ...... وہاں صحن سے چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں، بہت زور سے کوئی چیخ رہا تھا۔"

"کہاں سے...... دکھاؤ مجھے کون چیخ رہا ہے وہاں۔" سلمان اس جگہ آ گیا جہاں سے نسوانی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔

سلمان ماہم کو بانہوں میں لئے لئے ہی صحن کے پاس آیا۔

مگر یہاں تو چار سو خاموشی کا راج تھا۔ "یہیں سے آ رہی تھیں آوازیں۔" ماہم لرزتی آواز میں بولی۔

"ارے بھئی تم نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہوگا، یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔ او کے ریلیکس ہو جاؤ، اب چلو۔" سلمان ماہم کو لے کر روم میں آ گیا اور ماہم کا دھیان ہٹانے کے لئے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا

اور پھر باتیں کرتے کرتے دونوں کو نیند آ گئی۔

صبح معمول کے مطابق ماہم نے سلمان کے اٹھنے سے پہلے ہی ناشتہ تیار کیا اور خود فریش ہو کر ناشتہ ٹیبل پر لگا دیا سلمان کو اٹھانے کے لئے روم میں گئی شاید سلمان شاور لے رہا تھا، وہ روم میں نہیں تھا۔ جلدی سے ماہم بیڈ کی چادر درست کرنے لگی اتنے میں ماہم کو پھر چیخنے کی آواز سنائی دی۔ اب چیخنے کی آواز کے ساتھ رونے کی بھی آوازیں آ رہی تھیں۔

"اوہو۔ آج تو ہماری میڈم بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" کاٹن کے پنک اور فیروزی کنٹراس کے سوٹ میں ماہم سچ میں نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ سلمان واش روم سے آیا تو ماہم بیڈ کی چادر ٹھیک کر کے اٹھی تھی۔ سلمان یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ سلمان کی نظروں کی تپش محسوس کر کے ماہم یک دم ہڑبڑا گئی۔ "ایسے کیا دیکھ رہے ہیں آپ......؟"

"کچھ نہیں اپنی جان کو دیکھ رہا ہوں...... آج بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔"

پھر ماہم بولی۔ "جلدی سے آ جائیں ناشتہ ٹھنڈا ہو جائے گا" دونوں نے ناشتہ کیا کھانے کے دوران بھی سلمان گاہے بگاہے ماہم کو دیکھتا رہا۔ "آج میں جلدی آ جاؤں گا تم کھانا نہ بنانا آج ہم ڈنر باہر کریں گے۔" ماہم کو سلمان یہ کہتے ہوئے باہر نکل گیا اور سلمان کے جانے کے بعد ماہم ناشتے کے برتن سمیٹ کر کچن میں برتن دھو رہی تھی کہ رونے کی آواز پھر سے آنے لگی اور بہت تیز آواز تھی۔

ماہم کو ڈر تو لگ رہا تھا مگر اب تو دن تھا اس لئے زیادہ ڈر نہیں لگا۔ ماہم برتن دھو کر صحن میں آئی تو آواز کچھ تیز ہو گئی ماہم آواز کی سمت بڑھنے لگی باہر صحن میں آ کر جہاں کچھ گملے رکھے تھے، پودوں پر رنگ برنگ کے پھول کھلے تھے، یہاں کچی زمین تھی اور آواز وہیں سے آ رہی تھی۔ "ک...... کو...... کون ہے......؟" ماہم نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ہیلپ پلیز ہیلپ می۔ پلیز میری مدد کرو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

پلیز میری مدد کرو۔"

"کون ہو تم اور کیا چاہتی ہو مجھ سے۔؟" ماہم نے لرزتے اور ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

"میں بہت مصیبت میں ہوں پلیز میری مدد کرو۔" زمین کے نیچے سے آواز آئی۔

"کون ہو تم اور کہاں ہو؟" ابھی ماہم نے پوچھا ہی تھا کہ اتنے میں ماہم کا سیل فون بج اٹھا۔

"السلام وعلیکم امی میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ سنائیں امی جی، آپ کیسی ہیں۔ لائبہ اور بسمہ بھابھی کیسی ہیں؟ یہاں سب ٹھیک ہے۔"

"بیٹا تم کیسی ہو اور سلمان کیسا ہے۔؟" عائشہ بیگم نے سوال کیا۔

"سب ٹھیک ہے شکر ہے اللہ کا...... اچھا اللہ حافظ۔" فون بند کر کے ماہم کاموں میں مصروف ہو گئی تھوڑی دیر بعد سلمان آ گیا اور پھر دونوں آؤٹنگ کے لئے نکل گئے کھانا بھی ہوٹل میں کھایا اور تفریحی مقامات پر سیر کرنے لگے بہت انجوائے کیا دونوں نے اور پھر رات گئے تک واپس آئے۔

آتے ہی سلمان چینج کرنے کے لئے واش روم میں گھس گیا، اور ماہم کو اچانک محسوس ہوا کہ کوئی اس کے پاس سے گزرا ہو...... کچھ دور جا کے ماہم کو کوئی سایہ نظر آیا اور جب ماہم نے بغور دیکھا تو غائب ہو گیا۔

اتنے میں سلمان اس جگہ آ گیا جہاں ماہم بیٹھی تھی۔

"سلمان وہ وہاں کوئی ہے۔؟" ماہم بولی۔

"کہاں......؟ وہاں تو کوئی نہیں ہے۔" ماہم کے انگلی کے اشارہ کی سمت دیکھا جہاں تھوڑی دیر پہلے کوئی تھا۔ "تم مانو نہ مانو یہاں کوئی ہے۔"

"کون ہے کون ہے وہاں۔؟" سلمان آوازیں دینے لگا۔

اتنے میں ایک سایہ نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے انسانی روپ میں ایک دوشیزہ کھڑی تھی وہ بہت دلکش اور خوبصورت تھی کہ ایک لمحے کے لئے سلمان اور ماہم دونوں یک ٹک اسے دیکھے گئے اور پھر ایک دم سلمان بولا۔ "کون ہو تم اور کیا چاہتی ہو۔؟"

"میں ایک روح ہوں اور مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"روح" کا لفظ سنتے ہی ماہم ایک دم کانپ کے رہ گئی۔"

"بولو کیا مدد کر سکتے ہیں ہم تمہاری۔؟" سلمان نے پوچھا۔

"میرے والدین نے دولت کے لالچ میں آ کر میری شادی کمال سے کرائی تھی میں بچپن سے ہی بہت خوبصورت تھی اور اپنے کزن انور کو بہت پسند کرتی تھی میرا نام نورالعین ہے پیار سے سب مجھے نور کہہ کر بلاتے تھے انور بھی مجھے بہت پسند کرتا تھا گھر میں میرے ابو اور امی کو بھی پتہ تھا کہ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں میرے ابو بھی میری پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے عنقریب ہماری شادی کروانے والے تھے کہ اتنے میں کمال پتہ نہیں کہاں سے ٹپک پڑا۔ میری امی سوتیلی تھی کمال ان کی بہن کا بیٹا تھا وہ میرے ابو کی جائیداد پر قبضہ جمانا چاہتا تھا کمال نے پہلے ہی اپنی خالہ یعنی میری سوتیلی ماں کو شیشے میں اتارا کہ میں نور سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور پھر میرے ابو کو بھی اور امی کو دولت کا لالچ دیا اور لالچ میں آ کر انہوں نے میری شادی اس سے کر دی۔

میں بہت روئی بہت تڑپی مگر میری آہوں کا کسی پر کچھ اثر نہیں ہوا کمال نے شادی کے بعد میرے ابو کو دھمکی دی کہ اگر وہ اپنی ساری جائیداد اس کے نام نہیں کریں گے تو وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا ابو کو میری جان کی پرواہ تھی اور انہوں نے اپنی ساری جائیداد اس کے نام کر دی۔

کمال شرابی تھا، جواری تھا نشے کا بہت عادی تھا، کافی عرصے سے یہ گھر خالی پڑا تھا، کمال نے اس کا تالا توڑ کر اس میں اپنا ٹھکانہ بنا لیا تھا طرح طرح کے شرابی دوستوں کو لے کر آتا تھا۔

کمال کا ایک دوست امجد ایک دن گھر آیا، اچانک میں وہاں سے گزر رہی تھی تو اس کی نظر مجھ

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

پر پڑی تو ابرار نے کمال کو بہت زیادہ دولت کا لالچ دے کر میرے ساتھ رات گزارنے کو کہا۔

کمال تو پہلے ہی لالچی انسان تھا۔ سو اس نے ابرار کی بات مان لی۔

”نہیں نہیں...... کمال تم ایسا نہیں کر سکتے میں تمہاری بیوی ہوں میں کسی غیر کے ساتھ رات نہیں گزار سکتی۔ کچھ تو شرم کرو، میں تمہاری بیوی ہوں اس کی نہیں اور تم دفعہ ہو جاؤ یہاں سے خبردار جو مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش بھی کی تو میں......“ چیخنے لگی چلانے لگی۔

اور ابرار کو روم میں چھوڑ کر کمال باہر نکلنے لگا تو میں نے ٹیبل پر پڑا شیشے کا گلدان اٹھا کر توڑا اور اپنے آپ کو مارنے لگی کہ اتنے میں کمال نے آ کر میرے ہاتھ سے گلدان لے لیا اور مجھ سے کہا۔ ”میں تمہیں پیار سے کہہ رہا ہوں کہ ایک رات گزار لو اس کے ساتھ بس۔“

میں نے منع کر دیا اور شور مچانے لگی اور اس کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑنے لگی۔ ”بے شرم بے غیرت کچھ تو شرم کرو اپنی بیوی کو کسی اور کے حوالے کرتے ہو۔“ کمال نے شراب پی ہوئی تھی طیش میں آ کر گلدان سے میرے پیٹ میں پے در پے کئی وار کر ڈالے اور میں تڑپتے ہوئے ساکت ہو گئی۔

ابرار تو یہ سب دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا کمال نے میری لاش کو باہر گملوں کے بیچ جو کچی زمین ہے گڑھا کھود کر وہاں پر دفن کر دیا اور خود پاگلوں کی سی حرکتیں کرنے لگا تھا۔

ایک دن شراب کے نشے میں وہ سڑک کراس کرتے ہوئے ایکسیڈنٹ میں مارا گیا۔“ یہ بول کر وہ روح سسکنے لگی۔

”ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں۔“ سلمان بولا۔

”تم میری لاش کو غسل دے کر کفنانے کے بعد نماز جنازہ کے ساتھ دفن کر دو تو میری روح کو سکون مل سکے گا، اللہ تم کو اس کا بہت اجر دے گا۔“ یہ کہہ کر نور کی روح غائب ہو گئی۔

”اب سو جاؤ رات بہت ہو گئی ہے صبح دیکھیں گے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔“ سلمان نے ماہم سے کہا جو کہ بت بنی ابھی تک اس سمت دیکھ رہی تھی جہاں نور کھڑی تھی۔

”سلمان مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔“ ماہم بولی۔

”درست ماہا مجھے لگتا ہے ہمیں اس کی مدد کرنی چاہئے۔“

”ہاں ٹھیک ہے۔“ ماہم بھی سلمان کے ساتھ اندر روم میں آ گئی۔

اگلی صبح سلمان نے محلے کے چند لوگوں کو اکٹھا کیا اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا تو سارے لوگ ہاں میں ہاں ملانے لگے اور پھر گملوں کے پاس کچی زمین کو کھودا گیا تو وہاں سے تھوڑی ایک لاش نکلی جسے اصل طریقے سے نماز جنازہ پڑھا کر قبرستان میں دفنا دیا گیا۔

اس کے بعد اس گھر میں نور کی روح نظر نہیں آئی۔ چند دن بعد ماہم بولی۔ ”سلمان میرا یہاں دل نہیں لگتا، ہمیں می کے پاس واپس جانا چاہئے۔“ اور ماہم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

”میں بھی تم سے یہی کہنے والا تھا۔ مگر تم کہیں ناراض نہ ہو جاؤ غصہ کرو اس لئے میں نے نہیں کہا۔“

”سوری سلمان میں نے آپ کا اور سب گھر والوں کا بہت دل دکھایا۔“ یہ کہتے ہوئے ماہم نے سلمان کے کندھے پر سر ٹکا دیا۔

اور پھر اگلی صبح وہ دونوں واپس گھر چلے گئے، ماہم نے سب سے اپنی غلطی کی معافی مانگی اور ان دونوں کو دیکھ کر گھر والے بہت خوش ہو گئے کیوں کہ ان کے گھر کی رونقیں واپس آ گئی تھیں۔

اس کے بعد آئندہ کبھی ماہم نے الگ گھر میں رہنے کا مطالبہ نہیں کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

خونی بارش

ملک نعیم ارشاد۔ ڈجکوٹ فیصل آباد

اور اچانک نوجوان کے چہرے کے خدوخال بدلنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا چہرہ دہشت ناک اور خوفناک ہوگیا تو اسے دیکھ کر لڑکی اپنی جگہ سے اچھلی اور ساتھ ہی کرسی سمیت نیچے گر پڑی اور پھر خوفناک چہرہ نوجوان اچانک......

احکام خداوندی کو انکار کرنے والے اکثر نشان عبرت بن کر موت سے ہمکنار ہوجاتے ہیں

آج غضب کی بارش ہورہی تھی اور کافی دیر سے ہورہی تھی...... بارش کے ارادے جلد تھمنے والے نہیں تھے، برتی بارش کی وجہ سے راستوں کا بھی برا حال تھا کیونکہ محکمہ موسمیات کے مطابق بارش برسنے کا ارادہ ساری رات کا تھا۔ بارش مزید تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھی، اوپر سے بجلی بھی خوب چمک رہی تھی اور بادلوں کا گرجنا تو ویسے بھی بارش کے ساتھ رہا ہے۔

کالے رنگ کی ایک بڑی کار اس برستی بارش کی رات میں کافی دیر سے نارمل اسپیڈ سے سڑک پر جارہی تھی۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر مشہور بزنس مین کامران مرزا بیٹھے تھے وہ کپڑے کی بہت بڑی مل کے مالک تھے ساتھ والی سیٹ پر ان کا پچیس سالہ بیٹا فراز بیٹھا ہوا تھا جبکہ پچھلی سیٹ پر ان کی بیوی زینت بیگم اور ساتھ ہی ان کی بیس سالہ بیٹی ملیحہ براجمان تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ماریہ کانوں میں ہینڈ فری لگائے گانوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ کامران صاحب سگریٹ سلگائے گہرے گہرے کش لے رہے تھے۔ زینت بیگم گاڑی کی سیٹ سے سر ٹکائے خراٹے لے رہی تھیں۔

اچانک وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں ان کے اٹھنے کی وجہ کامران صاحب کی سگریٹ سے نکلنے والا دھواں تھا جس نے زینت بیگم کی ناک میں گھس کر کھلبلی مچادی تھی اور وہ اٹھنے پر مجبور ہوگئی تھیں۔ انہوں نے غصے سے کامران صاحب کو گھورا اور پھر اپنی سائیڈ کا شیشہ کھول دیا۔ برستی بارش کے ساتھ سرکشی ہواؤں نے بارش کے قطروں کو گاڑی کی کھڑکی کی جانب دھکیلا اور ان قطروں کی زد میں زینت بیگم اور موبائل فون پر گانے سنتی ماریہ آ گئیں۔ ماریہ نے تیزی سے آنکھیں کھولیں تو زینت بیگم اب شیشہ اوپر کررہی تھیں۔ "مما اگر آپ کا بارش میں نہانے کو دل کررہا ہے تو پاپا گاڑی ایک طرف روک دیتے ہیں اور پھر آپ اچھی طرح نہالیں۔" "کم از کم ہمیں تو تنگ نہ کریں۔" ماریہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"خاموش۔" "میرا بارش میں نہانے کو دل نہیں کررہا۔" زینت بیگم نے غصے سے ماریہ کو ڈانٹا تو ماریہ نے منہ بناتے ہوئے دوبارہ کانوں میں ہینڈ فری لگالی۔

"بیگم صاحبہ خیریت تو ہے، کافی غصے میں لگ رہی ہیں آپ۔" کامران صاحب نے بیک مرر سے زینت بیگم کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"آپ یہ سگریٹ بجھا نہیں سکتے کیا؟" زینت بیگم نے کہا۔

"بجھا تو دوں، لیکن اسے بجھانے کے کچھ نقصانات ہوسکتے ہیں۔"

"ارشاد پاپا۔" زینت بیگم کے بولنے سے پہلے فراز بول اٹھا۔

"وہ یہ کہ اگر میں نے سگریٹ بجھا دی تو کار ایکسیڈنٹ بھی ہوسکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"وہ میں بتائے دیتا ہوں۔" اتنا کہہ کر کامران صاحب نے ایک گہرا سانس لیا اور پھر وضاحت کرتے ہوئے بولے "گاڑی کے شیشے تو پہلے سے بند ہیں، AC آن ہے، سگریٹ بجھانے سے مجھے نیند آسکتی ہے اور اگر مجھے نیند آ گئی تو اسٹیرنگ میرے قابو میں نہیں رہے گا اور فری ہینڈ گاڑی کسی بھی چیز سے ٹکرا سکتی ہے۔"

"اس معلومات کے لئے آپ کا بہت بہت شکریہ۔" زینت بیگم منہ بناتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بولیں جبکہ فراز بے اختیار ہنسنے لگا۔

"اور اس سگریٹ کی وجہ سے اگر تین آدمی ڈسٹرب ہوں تو۔" زینت بیگم نے بدستور منہ بناتے ہوئے کہا۔

"صرف ایک ڈیڑھ گھنٹے کا سفر باقی رہ گیا ہے۔ پھر ہم گھر میں ہوں گے۔" کامران صاحب نے کہا۔

"کیا مصیبت ہے۔" زینت بیگم نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا اور پھر ہنستے ہوئے فراز پر برس پڑیں۔ "تمہارے یہ دانت نکلنے بند ہوں گے یا تمہیں ایک تھپڑ لگاؤں۔" فراز اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر یکدم خاموش ہوگیا۔

بارش کا زور اب مزید بڑھ گیا تھا۔ گاڑی کی ونڈ اسکرین پر چلتے وائپر تیزی کا سامنا کررہے تھے۔ کامران صاحب نے گاڑی کی رفتار مزید کم کردی تھی کیونکہ اگر وہ رفتار کم نہ کرتے تو گاڑی کسی حادثے کا شکار ہوجاتی۔

"بیگم صاحبہ اگر بارش کا یہی حال رہا تو ہم دو تین گھنٹوں میں گھر پہنچیں گے۔" اور کامران صاحب اس مرتبہ سنجیدہ لہجے میں بولے۔

"اس بارش کو بھی آج ہی برسنا تھا۔" زینت بیگم غصے سے بولیں۔

"مما بارش پر غصہ نہ کریں، ورنہ بارش غصہ ہوکر مزید تیز ہوسکتی ہے اور پاپا نے جو آپ کو تین گھنٹے کا وقت دیا ہے وہ کہیں پانچ گھنٹے کا نہ ہوجائے۔" ماریہ نے ہینڈ فری کانوں سے نکالتے ہوئے کہا۔

"آپ کو فرصت مل گئی گانوں سے۔" "اور تمہیں کیسے پتہ کہ تمہارے پاپا نے یہ بات کی تھی تم تو فل والیم میں گانے سن رہی ہو۔" زینت بیگم نے غصے اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"میں کونے کہاں سن رہی تھی مما۔" ماریہ نے زینت بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر....." زینت بیگم مزید حیران ہوئیں۔

"چند فری تو میں نے آپ کی وجہ سے کانوں میں لگائی تھی۔" ماریہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو کامران صاحب اور فراز بھی مسکرانے لگے تھے۔

"میری وجہ سے کیوں؟" زینت بیگم کا لہجہ الجھن آمیز تھا۔

"روئی تو گاڑی میں تھی نہیں مما..... سوچا اگر چند فری کانوں میں لگالوں تو آپ کے خراٹوں کی آواز کچھ کم ہوگی۔" ماریہ کے جواب کی وجہ سے زینت بیگم کو کامران صاحب اور فراز کے قہقہے سننے پڑے۔

"بدتمیز" زینت بیگم نے مصنوعی غصے سے مسکراتے ہوئے ایک چپت ماریہ کے سر پر لگا دیا۔

"پاپا واقعی بارش کم ہونے کے بجائے تیز سے تیز ہوتی جا رہی ہے۔ ہمیں تھوڑی دیر کے لئے کہیں رک جانا چاہئے۔" فراز نے کامران صاحب کو مشورہ دیا۔

"بیٹا تمہاری رائے سے تو میں متفق ہوں، مگر کوئی ہوٹل یا پیٹرول پمپ نظر آئے تو" کامران صاحب نے فراز کے مشورے سے متاثر ہوتے ہوئے کہا اسی وقت بادل گرجے اور زور سے بجلی چمکی فراز اور کامران صاحب کی نظر فٹ پاتھ پر چلتی ہوئی ایک لڑکی پر پڑی تو کامران صاحب نے اسی وقت بریک پر پاؤں رکھ دیئے۔

"کیا ہوا؟" زینت بیگم نے پوچھا۔

"بیگم صاحبہ ابھی ابھی میں نے پیچھے فٹ پاتھ پر ایک لڑکی دیکھی ہے۔" کامران صاحب نے گاڑی روکنے کی وجہ بتائی۔

"اور میں نے بھی۔" فراز بھلا کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔

"طوفانی رات ہے اگر ہم اسی طرح سفر کرتے رہے تو کہیں کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائیں۔ وہ لڑکی بھی کہیں رہتی ہوگی اگر ہم اسے لفٹ دے دیں تو وہ تب تک ہمیں اپنے گھر میں پناہ دے سکتی ہے جب تک یہ طوفانی بارش ختم نہیں ہو جاتی۔" کامران صاحب نے کار روکنے کی اصل وجہ بیان کی۔

"کوئی ضرورت نہیں۔" وہ لڑکی کوئی چڑیل یا بھوت بھی ہو سکتی ہے۔" زینت بیگم نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔" زینت بیگم کو اپنی اس بات پر ایک مرتبہ پھر قہقہے سننے پڑے۔

"میں سچ تو کہہ رہی ہوں۔" زینت بیگم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بیگم صاحبہ آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ آپ جدید دور میں ہیں..... اور بھوت پریت جن چڑیلیں اب صرف کہانیوں یا فلموں تک محدود ہیں۔ کامران صاحب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جو جی میں آئیں کریں..... مجھے کیا..... زینت بیگم نے غصے سے اپنا فیصلہ سنایا، اب بارش میں بھیگتی ہوئی وہ لڑکی گاڑی کے قریب آچکی تھی۔

فراز نے اپنی سائیڈ کا شیشہ نیچے کیا تو خوشگوار ہوا اور بارش کے قطروں نے اس کا استقبال کیا۔ "مس..... سنیئے....." فراز نے فٹ پاتھ پر چلتی اس لڑکی کو آواز دی، لڑکی رکی اور اس نے اپنا چہرہ فراز کی طرف کیا تو فراز کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، اس نے اتنی خوبصورت لڑکی آج تک نہیں دیکھی تھی۔

"اگر..... آپ کہیں تو آپ کو آپ کے گھر چھوڑ دیں۔" فراز نے لڑکی کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔

"نن..... نہیں..... صاحب..... ہمارا گھر یہیں پاس میں ہے۔ میں چلی جاؤں گی۔" لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا تو فراز کو لڑکی کے چہرے پر ہنسی بہت بھلی لگی۔ "اسی لئے تو ہم کہہ رہے ہیں۔" فراز نے کہا تو لڑکی حیرت سے اس کا منہ تکنے لگی جیسے کہہ رہی ہو۔ "کیا مطلب؟"

"دیکھئے اس طوفانی بارش میں ہم مزید سفر نہیں کر سکتے، آپ کو آپ کے گھر چھوڑ دیں گے اور جب تک بارش نہیں رکتی، آپ اس وقت تک ہمیں اپنے گھر میں پناہ دے دیں۔" فراز نے بظاہر اس سیدھی سادی لڑکی کو آفر پیش کی۔

"صاب ہمارا گھر بہت چھوٹا سا ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"تو کیا ہوا، ہم نے وہاں کون سا ہمیشہ کے لئے رہنا ہے، چند گھنٹوں کی تو بات ہے۔" فراز کی اس بات پر وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تینوں مسکرائے۔

"مجھے باتوں کا تو پتہ نہیں، پر میں تمہارے ساتھ اس گھر میں ہمیشہ کے لئے رہ سکتا ہوں۔" فراز نے دل میں کہا۔

"ٹھیک ہے صاحب۔" ایک مرتبہ پھر فراز کو اس کی خوب صورت مسکان دیکھنے کا موقع مل گیا۔

ماریہ نے تھوڑا سا پرے ہو کر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا تو وہ لڑکی جھجکتے ہوئے کار میں بیٹھ گئی۔

"بیٹی تمہارا نام کیا ہے؟" کامران صاحب نے پوچھا۔

"میرا نام شراجیہ ہے۔" لڑکی نے اپنا نام بتایا۔

"ہوں..... تو شراجیہ بیٹی تمہارا گھر کہاں ہے؟" کامران صاحب نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"تھوڑا سا آگے بائیں طرف ایک کچا راستہ آئے گا اس کے بعد ہمارا گاؤں آجائے گا، گاؤں کا پہلا گھر ہمارا ہے۔" شراجیہ نے بتایا۔

"کون، کون ہیں تمہارے گھر میں؟" کامران صاحب نے پوچھا۔

"ابو اور ایک بھائی ہے۔" شراجیہ نے بتایا۔ کامران صاحب نے شراجیہ کے کہنے پر گاڑی بائیں طرف ایک کچے راستے پر ڈال دی، بارش کی وجہ سے کچے راستے پر گاڑی چلانے میں دشواری پیش آ رہی تھی، لیکن کامران صاحب ایک ماہر ڈرائیور تھے گاؤں کے ابتدا میں ہی شراجیہ کا ایک چھوٹا سا پکا مکان تھا، کامران صاحب نے شراجیہ کے کہنے پر گاڑی اس مکان کے سامنے روک دی۔ وہ سب گھر میں داخل ہوئے تو گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ شراجیہ نے لالٹین جلا کر روشنی کر دی، وہ چاروں چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اس گھر میں ایک چھوٹا سا صحن ایک چھوٹا سا کچن ایک کمرہ اور چھت پر جانے لکڑی کی سیڑھی تھی۔

"صاحب آپ کے لئے گرم گرم دودھ لاؤں؟" شراجیہ نے ان سے پوچھا۔

"سنا ہے گاؤں کا دودھ بہت خالص ہوتا ہے..... لے آؤ..." کیوں بچوں کیا خیال ہے؟" کامران صاحب نے کہتے ہوئے فراز اور ماریہ کی رائے جاننی چاہی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ....." دونوں نے بیک زبان ہو کر کہا۔

"مجھے ڈاکٹر نے دودھ بند نہیں کیا۔" زینت بیگم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ..... سوری بیگم صاحبہ..... آپ گرما گرم دودھ نوش فرمائیں گی، کامران صاحب نے کہا تو ماریہ اور فراز ایک زوردار قہقہہ لگا کر ہنس پڑے جبکہ شراجیہ الجھن کے عالم میں ان چاروں کی طرف دیکھنے لگی۔

"شراجیہ بیٹی ہم چاروں کے لئے گرما گرم دودھ لے آؤ۔" کامران صاحب نے کہا تو شراجیہ جی اچھا کہتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئی۔

بارش کا زور ابھی بھی بہت زیادہ تھا بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج بھی بارش کا ساتھ خوب نبھا رہی تھی۔ "اچھا ہوا ہم نے یہاں پناہ لے لی ورنہ تو ہم کسی حادثے کا شکار بھی ہو سکتے تھے۔" زینت بیگم نے کہا تو کامران صاحب کے ساتھ فراز اور ماریہ حیرت سے زینت بیگم کا منہ تکنے لگے۔

"کیا ہوا؟" آپ لوگ اس طرح میری طرف کیوں دیکھ رہے ہیں۔" زینت بیگم نے پریشان نگاہوں سے ان تینوں کی طرف دیکھا۔

"بیگم صاحبہ ہم تینوں اس لئے آپ کو حیرت سے دیکھ رہے ہیں کہ تھوڑی دیر پہلے تو آپ کہہ رہی تھیں کہ یہ لڑکی چڑیل بھی ہو سکتی ہے اور اب آپ کہہ رہی ہیں کہ ہم نے اس گھر میں پناہ لے کر اچھا کیا۔" کامران صاحب نے وجہ بیان کی۔

"ایک تو آپ لوگ میری ہر بات پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔" زینت بیگم غصے سے منہ بناتے ہوئے بولیں اور وہ تینوں مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

اتنے میں شراجیہ دودھ اور پیالے لے آئی اور انہوں نے خوب مزے سے دودھ پیا "شراجیہ تمہارے ابو اور بھائی کہاں ہیں؟" کامران صاحب نے خالی پیالے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ابو فیکٹری گئے ہوئے ہیں وہاں چوکیدار ہیں۔" شراجیہ نے بتایا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"اچھا ایک بات کی حیرت ہے مجھے شراجیہ اتنی طوفانی بارش میں تم سڑک پر کیا کر رہی تھی۔" فراز نے شراجیہ کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔

"صاحب جی، جنگل میں میرا بھائی لکڑیاں لینے گیا تھا اس کے پیچھے گئی تھی۔" شراجیہ نے بتایا۔

"لکڑیاں صبح بھی لائی جا سکتی تھیں۔" کامران صاحب نے کہا۔

وہ جی صبح کو بھائی جلدی کام پر چلا جاتا ہے گھر میں لکڑیاں تھوڑی بہت پڑی تھیں، جن سے میں نے آپ کے لئے دودھ گرم کیا ہے۔" شراجیہ نے بتایا۔

"ہوں۔" کامران صاحب نے ایک گہرا سانس کھینچا۔

"صاحب جی..... آپ لوگ ایسا کریں اوپر کے کمرے میں آرام کریں، جب بارش تھمے گی تو آپ لوگوں کو میں جگا دوں گی۔"

"ٹھیک ہے بیٹی۔" کامران صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔

بارش کا ارادہ ابھی رکنے والا نہیں تھا۔ فراز چارپائی پر لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔ کامران صاحب، زینت بیگم اور ماریہ تو گہری نیند کے مزے لوٹ رہے تھے جبکہ فراز شراجیہ کے خیالوں میں ڈوبا ہوا تھا، اس نے اپنی زندگی میں اتنی خوب صورت لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ اوپر سے اس کا سادہ انداز۔ "شاید اس بارش نے مجھے شراجیہ سے ملانا تھا۔" فراز خود سے ہمکلام ہوا، اس کا دل شراجیہ سے ملنے کو چاہ رہا تھا۔ اس نے اپنے فیملی ممبرز پر نگاہ ڈالی وہ گہری نیند میں تھے، وہ چارپائی پر اٹھ کر بیٹھا، پھر شوز پہنے اور ایک طرف بنی لکڑی کی سیڑھی کی طرف بڑھا، سیڑھی کے اوپر دیوار پر ایک چھوٹا سا روشن دان تھا۔ فراز نے دیکھا بارش کی رفتار مسلسل بڑھ رہی تھی۔ وہ سیڑھی کے ذریعے نیچا ترا وہ نیچے بنے اکلوتے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا شراجیہ چارپائی پر آنکھیں بند کئے سو رہی تھی۔ فراز اس کی چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

شراجیہ بلا کی خوب صورت تھی اچانک فراز کے دماغ پر شیطان حاوی ہو گیا۔ وہ شراجیہ کے چہرے پر جھکا، اس سے پہلے کہ وہ اپنے ہونٹ شراجیہ کے خوب صورت ہونٹوں پر رکھتا، اچانک شراجیہ نے اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں اور فراز چیختا ہوا پیچھے ہٹا۔

چیخنے کی وجہ شراجیہ کی آنکھیں کھولنا نہیں تھا بلکہ آنکھوں کی جگہ دو دہکتے ہوئے انگارے تھے۔ شراجیہ چارپائی سے اٹھ کر کھڑی ہوئی فراز کا جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔

اچانک شراجیہ کے چہرے کے خدوخال بدلنا شروع ہو گئے، اب جو لڑکی فراز کے سامنے کھڑی تھی اسے دیکھ کر بے اختیار فراز کے منہ سے نکلا۔ "ت..... تت..... تم!!!"

"ہاں میں۔" لڑکی کی غراتی ہوئی آواز فراز کے کانوں میں پڑی ساتھ ہی وہ لڑکی اچھلی اور فراز کو لیتی ہوئی فرش پر جا گری.....

"دیکھو..... م..... مم..... مجھے معاف کر دو....." فراز نے گھبراہٹ کے باعث کہا۔

"تم نے مجھے معاف کیا تھا۔" لڑکی نفرت زدہ لہجے میں بولی۔ ساتھ ہی اس نے چیخنے کے لئے منہ کھولا تو فراز نے دیکھا اس لڑکی کے سامنے کے لمبے اور نوکیلے دانت تھے، اس لڑکی نے اپنے نوکیلے دانت فراز کی گردن میں گاڑ دیئے۔

☆......☆.....☆

دروازے پر زور دار دستک ہوئی جسے سن کر ماریہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اس کی نگاہ فراز کی چارپائی پر پڑی تو وہ خالی تھی۔ "یہ فراز بھیا کہاں گئے؟" ماریہ حیرانگی سے بڑبڑائی ساتھ ہی دروازے پر دستک کی آواز ایک مرتبہ پھر سنائی دی تو ماریہ نے کامران صاحب اور زینت بیگم کو دیکھا، وہ صاف سمجھ گئی کہ وہ اتنی گہری نیند میں ہیں کہ انہیں جگانے میں اگر دیر لگ گئی تو دروازے پر دستک دینے والا دروازہ توڑ دے گا، وہ اٹھ کر بیٹھی اور اس نے اپنی جوتی پہنی اور لکڑی کی سیڑھی کے ذریعے چھت سے نیچے اتر گئی، اس دوران دروازے پر کئی مرتبہ دستک ہو چکی تھی۔

ماریہ نے آگے بڑھ کر بیرونی دروازہ کھول

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دیا اور چیختی ہوئی پیچھے ہٹی۔ باہر ایک خوب صورت نوجوان ہاتھ میں کلہاڑی لئے کھڑا تھا۔ "ارے..... ارے..... آپ چیخ کیوں رہی ہیں؟" اس نوجوان نے گھبراتے ہوئے پوچھا۔

"یہ..... یہ..... آپ نے کلہاڑی کیوں پکڑ رکھی ہے۔" گھبراہٹ کے باعث ماریہ نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ "اوہ..... یہ کلہاڑی دیکھ کر نوجوان مسکرایا یہ تو میں جنگل سے لکڑیاں کاٹنے کے لئے لے گیا تھا۔"

"اوہ....." اطمینان کے باعث گہرا سانس کھینچا۔ "تو آپ شرابیہ کے بھائی ہیں۔"

"وہ تو میں ہوں..... لیکن آپ کون ہیں؟" نوجوان نے پوچھا۔

"میں..... ہم مسافر ہیں..... ماریہ نے بتایا۔

"میں..... ہم کیا آپ کے ساتھ اور لوگ بھی ہیں؟" شرابیہ کے بھائی نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ہاں میرے ممی، پاپا اور ایک بھائی ساتھ ہیں..... ماریہ نے بتایا۔

"یقیناً شرابیہ آپ لوگوں کو یہاں لائی ہوگی۔" شرابیہ کے بھائی نے کہا۔

"جی ہاں۔" ماریہ نے مختصر سا جواب دیا۔"

"بڑی مہمان نواز ہے شرابیہ۔" اس لڑکے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے۔" ماریہ جواباً مسکرائی۔

"لیکن وہ کہیں نظر نہیں آرہی۔" شرابیہ کے بھائی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"نظر تو میرا بھائی بھی کہیں نہیں آرہا۔" ماریہ نے بھی کہا۔

"ہوسکتا ہے وہ اور آپ کے بھائی میرے پیچھے آئے ہوں، میں جنگل میں لکڑیاں لینے کے لئے گیا ہوا تھا۔

"ویسے مسٹر..... آپ کا نام؟" ماریہ نے پوچھا۔

"مجھے جبار کہتے ہیں۔" شرابیہ کے بھائی نے اپنا نام بتایا۔

"میں ماریہ ہوں۔" ماریہ نے اپنا تعارف کروایا۔

مسٹر جبار لکڑیاں صبح بھی تو لائی جاسکتی تھیں، آخر اس طوفانی رات میں اتنی زیادہ لکڑیوں کی کیا ضرورت پڑ گئی۔"

"ماریہ جی گھر میں لکڑیاں کم تھیں اس لئے اور ہمارے لئے کام کام ہوتا ہے، چاہے وہ طوفانی رات میں کیوں نہ کیا جائے۔" جبار نے بتایا۔ اور ویسے بھی میں صبح کام پر جلدی چلا جاتا ہوں۔"

"شرابیہ نے بھی کچھ ایسا ہی بتایا تھا۔" ماریہ نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "میں باہر سے لکڑیاں لاتا ہوں۔" اتنا کہہ کر جبار نے وہ کلہاڑی دیوار کے ساتھ رکھی اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھا اس کی واپسی ہوئی تو اس نے لکڑیوں کا بڑا سا گٹھڑ اٹھا رکھا تھا اس نے وہ گٹھڑ کچن میں رکھا۔ "آپ دودھ پئیں گی؟" جبار نے پوچھا۔

"ویسے تو میں پی چکی ہوں۔ لیکن موسم کی مناسبت سے چلئے پھر پی لوں گی۔" ماریہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو جبار جواباً مسکراتا ہوا کچن کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی واپسی ہوئی تو اس کے ہاتھ میں دودھ کے دو پیالے تھے، ایک پیالہ اس نے ماریہ کی طرف بڑھا دیا اور خود ماریہ کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا اور دودھ کا پیالہ منہ سے لگا لیا۔

"یہ بارش تو آج رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔" ماریہ نے کھڑکی سے باہر برستی بارش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے آسمان آج کچھ زیادہ ہی آنسو بہا رہا ہے۔" جبار نے کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے کہا تو ماریہ ہنس پڑی۔

ماریہ دودھ پیتے پیتے رکی اور پھر مسکراتے ہوئے بولی۔ "میری مما کا کہنا ہے کہ ایسے ویرانے اور ایسے موسم میں بھوت پریت اور چڑیلوں سے بھی واسطہ پڑ سکتا ہے۔" لیکن جبار صاحب ان باتوں پر مجھے قطعی یقین نہیں۔"

"کیوں؟" جبار نے چائے کی پیالی ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"اندھیری رات ہے برستی بارش چمکتی بجلی اور گرجتے بادل ماحول فل ہارر (Horror) ہے اور آپ مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہیں تو میں آپ کو بتاتی چلوں مسٹر جبار میں آج کل کی پڑھی لکھی اور سمجھدار لڑکی ہوں، میں ان

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

باتوں پر یقین نہیں رکھتی۔" ماریہ نے بظاہر جبار کو آگاہ کیا۔

"اس میں پڑھا لکھا اور سمجھدار ہونے کا کیا سوال ہے ماریہ صاحبہ، بھوت پریت، جادو حقیقت ہیں۔ ان کا ذکر ہر دور میں رہا ہے۔" جبار نے کہا۔

"جبار صاحب آج کل جس چیز کا نام جادو ہے وہ ہے سائنس...... سائنس نے جادو کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔" ماریہ نے بتایا۔

"ماریہ صاحبہ جادو اپنی جگہ اور سائنس اپنی جگہ...... اخبارات ان واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔" جبار نے کہا۔

"اخبارات کی بات چھوڑیے...... اخبارات میں تو کافی حد تک جھوٹ لکھا ہوتا ہے۔ آپ کوئی موجود مثال دیں۔" ماریہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو آپ بھوت پریت کو نہیں مانتیں۔" جبار نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بالکل نہیں۔" ماریہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"جہاں تک اس بے وقتی بارش کا سوال ہے تو تمہیں 19 اکتوبر کی رات یاد ہوگی۔" جبار کی اس بات پر ماریہ اپنی کرسی سے یوں اچھلی جیسے اسے 440 وولٹ کا جھٹکا لگا ہو۔

"اور جہاں تک بھوت پریت کا سوال ہے تو یہ دیکھو۔" اتنا کہہ کر جبار کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تو ماریہ نے دیکھا اچانک جبار کے چہرے کے خدوخال بدلنا شروع ہوگئے، خوف کے باعث ماریہ نے کرسی سے اٹھنے کی کوشش کی وہ کرسی سمیت پیچھے جا گری، پھر اچانک چہرہ بدلتا ہوا جبار کمرے سے غائب ہوگیا، ماریہ دھڑکتے دل کے ساتھ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

"پہچانا مجھے۔" اچانک ماریہ کو اپنے پیچھے سے کرخت، ڈراؤنی، غراتی ہوئی مردانی آواز سنائی دی، ماریہ تیزی سے گھومی، ماریہ کے پیچھے ایک خوب صورت نوجوان وہی کلہاڑی ہاتھ میں پکڑے کھڑا تھا جو تھوڑی دیر پہلے جبار کے ہاتھ میں تھی۔

"ت...... تت...... تم......" بے اختیار ماریہ کے منہ سے نکلا۔

"ہاں میں......" اتنا کہہ کر اس خوب صورت نوجوان نے کلہاڑی کا زوردار وار ماریہ کی گردن پر کیا تو ماریہ کو نہ تو چیخنے اور نہ ہی سنبھلنے کا وقت ملا اس کی گردن کٹ کر کسی فٹ بال کی طرح زمین پر جا گری۔

☆......☆......☆

وہ ایک سانپ کی پھنکار تھی، جس نے زینت بیگم کی نیند میں خلل ڈالا تھا اور انہیں آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا تھا۔ زینت بیگم نے دیکھا ایک کالے رنگ کا سانپ زینت بیگم کے سینے پر کنڈلی مارے بیٹھا تھا جو کسی وقت بھی زینت بیگم کو ڈس سکتا تھا، اپنے سینے پر اتنا خوفناک سانپ دیکھ کر زینت بیگم کے منہ حلق خشک ہوگیا، انہوں نے اپنی آنکھیں گھمائیں تو کامران صاحب گہری نیند میں ڈوبے خراٹے لے رہے تھے۔ زینت بیگم نے اپنی آنکھوں کا دائرہ دوبارہ سانپ کی طرف کیا تو انہیں حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا، اب ان کے سینے پر سے سانپ غائب تھا۔ زینت بیگم نے اطمینان کے باعث ایک لمبا سانس کھینچا اور اٹھ کر بیٹھیں۔ انہوں نے اپنے ماتھے پر آئے پسینے کو صاف کیا فرزانہ اور ماریہ کی چارپائیاں خالی پڑی تھیں۔ "یہ دونوں کہاں چلے گئے؟" زینت بیگم خود سے ہمکلام ہوئیں۔

"سنیے۔" زینت بیگم نے خراٹے لیتے کامران صاحب کو آواز دی لیکن کامران صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے۔ "ایک تو یہ بھی، جب سوتے ہیں تو دنیا کی خبر سے بالکل فارغ ہو جاتے ہیں۔" زینت بیگم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ پھر انہوں نے چپل پہنیں۔ فرزانہ، ماریہ انہوں نے زور سے آواز دی لیکن کوئی جواب موصول نہ ہوا تو وہ لکڑی کی سیڑھی کی طرف بڑھیں تو پیچھے سے ایک مرتبہ پھر سانپ کی پھنکار سنائی دی، زینت بیگم جلدی سے گھومیں لیکن پیچھے کچھ نہیں تھا۔

لکڑی کی سیڑھی کے اوپر روشن دان میں سے زینت بیگم نے باہر جھانکا، بارش کا زور ابھی بھی کم نہیں ہوا تھا۔ "یہ بارش آج رک ہی نہیں رہی۔" زینت بیگم تشویش کے عالم میں بولیں۔ پھر وہ سیڑھی کے ذریعے نیچے اتر آگئیں۔

"فرزانہ، ماریہ۔" زینت بیگم نے ایک بار پھر دونوں کو پکارا لیکن زینت بیگم کو کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ "یہ دونوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کم بخت کہاں چلے گئے؟" زینت بیگم غصے سے بولیں۔
انہوں نے پورے گھر میں دیکھا لیکن انہیں فرح اور ماریہ کہیں نظر نہیں آئے اور نہ ہی شرجیل۔
اسی وقت سامنے کی دیوار کسی فلم اسکرین کی طرح روشن ہو گئی۔ زینت بیگم حیرت سے اس طرف دیکھنے لگیں۔ فلم اسکرین کی طرح روشن دیوار میں ایک سین میں ایک خوب صورت کمرے میں ایک بیڈ پر ایک لڑکا اور ایک لڑکی اپنی مستی میں مست تھے۔ اسی کمرے کی کھڑکی کے پیچھے سے ایک 30,32 سال کا آدمی حیرت سے دیدے پھاڑے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔
اچانک لڑکی کی نظر کھڑکی کے پیچھے کھڑے اس آدمی پر پڑی تو وہ آدمی تیزی سے کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا۔
"oh,no" لڑکی پریشان کن لہجے میں بولی۔
"کیا ہوا ڈارلنگ؟" لڑکی کے ساتھ چپکے ہوئے اس لڑکے نے پوچھا۔
"اصغر نے ہمیں دیکھ لیا۔" لڑکی پریشانی سے بولی۔
"تو پھر اس میں پریشانی والی کیا بات ہے؟ لے مروا دیتے ہیں۔" اس لڑکے نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"نہیں..... اس طرح تو کامران کا سارا شک مجھ پر جائے گا۔" اس لڑکی زینت نے کہا۔
"شک، کیا مطلب؟" لڑکا حیران ہوا۔
"پچھلے کئی دنوں سے کامران کو مجھ پر شک ہے کہ میرے کسی کے ساتھ غلط تعلقات ہیں۔ انہوں نے اس چوکیدار اصغر کے بچے کو میری جاسوسی پر لگا دیا ہے۔" زینت نے بتایا۔
"لیکن زینت ڈارلنگ تمہیں کیسے پتہ کہ کامران نے اس اصغر کو تمہاری جاسوسی پر لگا رکھا ہے؟" اس لڑکے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"میری خاص خادمہ نے مجھے بتایا ہے۔" زینت نے کہا۔ "اور اس کی بات سچ بھی ہے کیونکہ میں نے ابھی اسے کھڑکی کے پاس کھڑے دیکھا تھا۔"
"تم فکر کیوں کرتی ہو، میرے پاس ایک کالا علم ہے جو ایسے وار کرتا ہے کہ وہ مرد مرد لگے بالکل قدرتی موت لگے۔ تم فکر مت کرو۔" اتنا کہہ کر اس لڑکے نے بیڈ کے ساتھ ایج ٹیبل پر پڑے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا۔
دیوار پر دوسرا سین ابھرا جس میں ایک کوارٹر کے باہر زوروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اس کوارٹر میں اصغر پریشانی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ کامران صاحب تو دوسرے شہر گئے ہوئے ہیں۔ آتے ہی انہیں بتا دوں گا" اصغر خود سے ہمکلام ہوا۔ "لل..... لل..... لیکن..... کہیں زینت بیگم مجھے مروا نہ دے۔" یہ سوچ کر اصغر پریشان ہو گیا۔
اسی وقت اصغر کو کمرے میں ایک سانپ کی پھنکار سنائی دی۔ اصغر نے زمین پر دیکھا تو ایک کالے رنگ کا بڑا سا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا اس سے پہلے کہ اصغر اپنا بچاؤ کرتا سانپ نے اسے ڈس لیا۔ اس کے ساتھ ہی دیوار اپنی پہلے جیسی حالت میں آ گئی۔
"یہ..... یہ تو....." زینت بیگم پریشانی سے ہکلائیں۔
"ہاں زینت بیگم یہ تمہارے کالے کرتوت تھے جو میں نے تمہیں دکھائے ہیں۔" اچانک زینت بیگم کو اپنے عقب سے غراتی ہوئی مردانہ آواز سنائی دی تو زینت بیگم تیزی سے گھومیں اس کے پیچھے اصغر غصے کی حالت میں کھڑا تھا۔
"تت..... تت..... تم" زینت بیگم گھبراہٹ کے باعث ہکلاتے ہوئے پیچھے ہٹتے ہوئے بولیں۔
"ہاں میں تو مر چکا تھا..... لیکن زینت بیگم آج تمہاری موت بن کر لوٹا ہوں۔" اتنا کہہ کر اصغر نے اپنے ہاتھ زینت بیگم کی طرف بڑھا دیئے، تو اس کے ہاتھ لمبے ہوتے ہوئے زینت بیگم کی گردن تک جا پہنچے، اور دونوں ہاتھوں نے زینت بیگم کی گردن دبوچ لی۔ پھر چشم زدن میں زینت بیگم فرش پر گرتی چلی گئیں۔

☆.....☆.....☆

"اٹھیے....." اچانک کسی نے کامران صاحب کو جھنجھوڑا۔ کامران صاحب ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ "کک..... کون ہے....." کامران صاحب نے اردگرد نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔ لیکن انہیں جھنجھوڑنے والا کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ لیکن ایک حیران کن اور دل دہلا دینے والا سین ان کا منتظر تھا۔ سامنے تین لاشیں چھ..... کے ساتھ الٹی لٹکی ہوئی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

ایک لاش کا تو سر دھڑ سے غائب تھا اور اس دھڑ سے تیزی سے خون بہہ رہا تھا، باقی دونوں لاشوں سے بھی خون بہہ رہا تھا وہ دھڑ کسی لڑکی کا تھا خوف کے باعث کامران صاحب کا پورا جسم پسینے میں نہا گیا، کامران صاحب نے غور کیا تو ان کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا اور پاؤں تلے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی وہ تینوں لاشیں بالترتیب زینت بیگم فراز اور ماریہ کی تھیں!!!

"ماریہ....." خوف اور صدمے کی وجہ سے کامران صاحب کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ وہ آگے بڑھے اور لاشوں کے قریب جا کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، اسی وقت مخالف سمت کی دیوار کسی فلم اسکرین کی طرح روشن ہوگئی اور اس دیوار پر زینت بیگم کی کالی راتوں اور کالے کرتوتوں والا سین چل رہا تھا وہ سین دیکھ کر کامران صاحب نے حیرت سے زینت بیگم کی الٹی لٹکی لاش کی طرف دیکھا اب اسی دیوار پر ایک نیا سین ابھرا اس سین میں ایک خوب صورت لڑکا ماریہ کا راستہ روکے کھڑا تھا۔

"ماریہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" اس خوب صورت لڑکے نے ماریہ سے کہا۔

"What" ماریہ چلائی۔ "تمہاری یہ جرأت؟" ماریہ آپے سے باہر ہوگئی۔ تمہاری جرأت کیسے ہوئی مجھ سے یہ بیہودہ بات کہنے کی۔

وہاں کئی اسٹوڈنٹس جمع ہو چکے تھے۔ "لیکن تم نے بھی تو کچھ دن پہلے یہی بیہودہ بات مجھ سے کہی تھی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔" اس لڑکے نے بظاہر اسے یاد دلایا۔

"وہ..... وہ تو میں تم سے مذاق کر رہی تھی۔" ماریہ چور نظروں سے ارد گرد دیکھتے ہوئے بولی۔

"مذاق....." وہ لڑکا جیسے چیخا..... "کسی کے احساسات سے کھیلنا مذاق ہوتا ہے۔ میں تو تمہاری طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔ تم بار بار مجھ سے یہی کہتی تھی کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو اور میں تم سے کہا کرتا تھا کہ میں ایک غریب لڑکا ہوں اور تم ایک امیر زادی جواباً تم کہا کرتی تھی۔ "تو کیا ہوا عشق امیری غریبی نہیں دیکھتا۔" عشق صرف کیا جاتا ہے، نہ ہو جاتا ہے، یہ ذات پات کو نہیں دیکھتا اور جب تمہاری ضد کے آگے میں ہارا تو تم نے مجھے اپنے دوستوں کے بیچ لا کر بے عزت کر دیا کہ تم نے اپنے دوستوں سے شرط لگائی تھی کہ تم مجھے پیار کرنے پر مجبور کر دو گی..... پیار کا دیا جلا کر بجھایا نہیں جاتا ماریہ..... بلکہ پیار کے دیئے کو تو آندھیوں اور طوفانوں سے بچایا جاتا ہے تاکہ وہ بجھنے نہ بلکہ ہمیشہ کے لئے جلتا رہے۔" اس لڑکے نے کہا تو ماریہ پریشان نگاہوں سے ارد گرد کھڑے اسٹوڈنٹس کی طرف دیکھنے لگی۔ "ہٹو میرے راستے سے۔" اتنا کہہ کر ماریہ بیرونی گیٹ کی طرف بڑھی۔

اسی دیوار پر سین بدلا اس سین میں ماریہ دو لڑکوں کے ساتھ کھڑی تھی۔ "مجھے ہر حال میں اس کی موت چاہئے،" ماریہ دانت پیستے ہوئے بولی۔ "وہ تو مر جائے گا لیکن بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟" دونوں میں سے ایک لڑکا بولا۔

"تم جو کہو گے عامر تمہیں وہ ملے گا۔" ماریہ نے کہا۔

"کچھ بھی۔" عامر نے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"ہاں کچھ بھی۔" جواباً ماریہ مسکرائی۔ "بس تو پھر تم کاشف کو فون کرو اور اس سے کہو کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ "میں بھی تم سے پیار کرتی ہوں اور ابھی تم سے شہر سے باہر فلاں جگہ پر ملنا چاہتی ہوں۔" عامر نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "لیکن اگر وہ نہ آیا تو؟" ماریہ نے بظاہر اس لڑکے عامر سے جواب مانگا۔ "وہ تمہارے عشق میں اس وقت اندھا ہے تمہارے ایک اشارے پر وہ جہنم میں بھی جا سکتا ہے۔" عامر نے کہا تو ماریہ نے مسکراتے ہوئے موبائل پر کاشف کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

اسی دیوار پر پھر سین بدلا جس میں زبردست بارش ہو رہی تھی ایک خالی جگہ پر ماریہ اور کاشف کھڑے تھے۔ "کاشف میں پہلے واقعی تم سے مذاق کر رہی تھی۔ لیکن آج تمہاری تڑپ دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو۔ آؤ میری بانہوں میں آجاؤ۔" ماریہ نے اپنی بانہوں کا ہار کھولتے ہوئے کہا تو کاشف مسکراتا ہوا آگے بڑھنے لگا تو فضا ایک زوردار چیخ سے کانپ اٹھی۔

اچانک عامر نے کاشف کی پیٹھ میں دل کی جگہ خنجر گھونپ دیا تھا۔ کاشف زمین پر پڑا تڑپنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کامران صاحب حیرت سے اٹھ گئی مدیحہ بغیر سر کے مدیحہ کی لاش کی طرف دیکھا اور پھر دوبارہ مدیحہ کی طرف دیکھا۔

دیوار پر سین بدلا ایک کمرے میں چارپائی پر پڑی لاش کے گرد کچھ عورتیں بیٹھی آنسو بہا رہی تھیں ایک خوب صورت لڑکی اس لاش پر کچھ زیادہ ہی آنسو بہا رہی تھی۔ پھر اس نے لاش پر سے کپڑا ہٹایا تو کامران صاحب نے دیکھا وہ لاش کاشف کی تھی!!!

"بھیا..." وہ لڑکی یہ کہتے ہوئے زار و قطار رونے لگی باقی عورتیں اسے سنبھالنے لگیں اسی دیوار پر سین بدلا وہ ہی لڑکی جو کاشف کی لاش پہ آنسو بہا رہی تھی فراز کے ساتھ ایک کمرے میں آنسو بہا رہی تھی۔

"فراز میں اندر سے ٹوٹ چکی ہوں....." وہ لڑکی آنسو بہاتے ہوئے بولی۔

"دیکھو نازیہ روتے نہیں.... مرنے والا چلا جاتا ہے تو اس کے ساتھ کوئی تھوڑا چلا جاتا ہے۔" فراز نے نازیہ کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"ماں بچپن میں ساتھ چھوڑ گئی کچھ بڑی ہوئی تو باپ کو سانپ نے ڈس لیا اور بھائی آج مردہ حالت میں ملا۔ مجھے یوں لگتا تھا کہ تم مجھ پہ ہوس بھری نگاہیں ڈالتے ہو اسی لئے مجھے تم سے نفرت تھی۔ لیکن آج مجھے لگا کہ تم ہی واحد میرا آسرا ہو۔ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم مجھ سے شادی کرو گے۔ اسی لئے میں تمہارے پاس آئی ہوں۔" نازیہ نے دکھی لہجے میں کہا۔

"میں تم سے شادی ضرور کروں گا میری جان۔" فراز نے اسے بانہوں میں بھرتے ہوئے کہا۔

"یہ..... یہ تم کیا کر رہے ہو۔؟" نازیہ اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے اس سے علیحدہ ہوتے ہوئے بولی۔

"تمہارا آسرا بن رہا ہوں۔" اتنا کہہ کر فراز نے پھر نازیہ کو اپنی طرف کھینچا۔

"چھوڑو مجھے ذلیل انسان..... میں تمہارے معاملے میں دھوکہ کھا گئی۔"

نازیہ نے ایک زوردار تھپڑ فراز کے گالوں پہ دے مارا اور اپنا دوپٹہ سنبھالتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف بڑھی تو اسی وقت وہ بچے کے نوجوان دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے مجبوراً نازیہ ٹھٹک کر رک گئی۔ "نازیہ میری جان..... آج تو میں اپنی بھوک مٹا کر ہی رہوں گا..... بڑا انتظار کروایا تم نے.....اور جہاں تک شادی کا سوال ہے تو ایسے وعدے تو میں تم جیسی بے شمار دو کوڑی کی لڑکیوں سے کر چکا ہوں اور ان کے ساتھ بھی وہی کرتا ہوں جو آج تمہارے ساتھ ہوگا۔" فراز نے کہا۔

پھر کامران صاحب نے ایک انتہائی شرمناک منظر دیکھا فراز اور اس کے دوستوں نے نازیہ کی عزت کے پرخچے اڑا دیئے..... کٹی پٹی نازیہ اس گھر سے باہر نکلی تو آسمان بھی اس کی حالت پر آنسو بہا رہا تھا پھر اچانک وہ ایک گاڑی سے ٹکرائی اور عزت کے ساتھ ساتھ زندگی بھی ہار گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ دیوار اپنی پہلے جیسی حالت میں آ گئی کامران صاحب نے حیرت سے فراز کی لاش کی طرف دیکھا۔

"دیکھا کامران صاحب اپنی اولاد اور بیگم کے کارنامے۔" اچانک کامران صاحب کے کانوں میں ایک مردانہ آواز پڑی تو وہ تیزی سے گھومے، پیچھے بالترتیب اصغر، کاشف، اور نازیہ کھڑے تھے۔ "یہ..... یہ..... یہ سب..... کیا ہو گیا۔" کامران صاحب ہکلاتے ہوئے بھرائی آواز میں بولے۔

"کامران صاحب آپ کی بیگم زینت بیگم بدخصلت عورت تھی آپ کے کہنے پر میں نے اس کی جاسوسی کی اور اس نے مجھے مروا دیا لیکن آپ کی اولاد بھی ماں جیسی نکلی انہوں نے میرے بعد میرے خاندان کا بچہ نہیں چھوڑا۔ آپ نے دیکھ ہی لیا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا..... لیکن آج ہمارا انتقام پورا ہو گیا..... ہم نے اپنا انتقام پورا کر لیا۔" اصغر نے خوشی سے کہا۔

کامران صاحب غم زدہ نظروں سے ان لاشوں کی طرف دیکھ رہے تھے اس کے علاوہ وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے..... بارش تھم چکی تھی اور صبح کی چوہر طرف پھوٹ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

وہ کون تھی

مدثر بخاری۔شبیر سلطان

اچانک پراسرار نسوانی آواز موبائل پر سنائی دی۔ تمہاری یاد بہت آتی ہے ملنا بھی چاہتی ہوں مگر وقت ملنا بہت مشکل ہے اور یہ میرا دل جانتا ہے کہ میں ملاقات کے لئے کس قدر بے چین ہوں کہ پھر اچانک.....

دل و دماغ پر خوف کا سکہ بٹھاتی اور رگوں میں لہو منجمد کرتی وگداز اور دل سوز حقیقت

اس کی آواز کوئل سی اور بہتی آبشاروں کے سریلے گیت کے مدھم رنگوں جیسی تھی، میں اس کے دلکش اور روح میں حلاوت کرتے انداز بیان میں کھو سا گیا تھا، دنیا کے بہت سے سریلے سے اور پرکھے بھی تھے، مگر اس کی آواز میں الگ قسم کا رنگ اور جاذبیت تھی۔

"آپ کو میرا نمبر کہاں سے ملا۔۔؟" وہ ساحرانہ انداز سے بولی۔

"جی حقیقت بتاؤں تو یقین نہیں کریں گی اور جھوٹ بولنے کی عادت نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ حقیقت ہی بتادیں۔" وہ بولی۔

"آپ کا نمبر خواب میں دیکھا تھا، وہ تین دن تک آپ کا یہ نمبر میرے خواب میں مسلسل آتا رہا، پہلے پہل تو میں نے توجہ نہ دی، لیکن پھر جب یہ سلسلہ مسلسل چل نکلا تو مجبوراً مجھے آپ کا نمبر ڈائل کرنا پڑا۔" میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

جواب دیا۔

"What?...کیا آج کے دور میں ایسا ممکن ہے۔؟" یہ سراسر غلط بیانی ہے۔ دوسری طرف سے حیرت بجا تھی۔

"یہی بات آپ سے میں نے پہلے عرض کی تھی، مگر آپ نے فرمایا کہ حقیقت ہی بتائی جائے۔" میں نے کہا۔

"OK....فرض کیا آپ کو میرا نمبر خواب میں ملا تو پھر آپ کوئی ولی ہو....ایسے بہت سے خواب آپ کے پاس آئے ہوں گے.....!" وہ بولی۔

"ہر خواب سچا ہو....ضروری نہیں۔ مجھے آپ کا نمبر خواب میں دکھایا گیا اور ہدایات دی گئی کہ آپ کی Help کی جائے۔" میں نے کہا۔

"کیا آپ سید ہیں۔؟" پوچھا گیا۔

"الحمدللہ....حسبی نسبی سید، بخاری ہوں۔ مجھے کامران بخاری کہتے ہیں۔" اپنا عہدہ جان بوجھ کر چھپایا گیا تھا۔

"Good....! میں شام کو فارغ ہوتی ہوں اس ٹائم آپ سے گپ شپ ہو سکتی ہے۔" وہ انداز دلربائی سے بولی۔

"OK....اپنا خیال رکھئے گا۔" میں نے رابطہ ڈسکنکٹ کردیا۔

میری ڈیوٹی ان دنوں کشمیر کی وادیوں میں تھی۔ جنت بے نظیر کا یہ علاقہ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔ گوکہ علاقہ میری صحت اور دماغی لحاظ سے بہترین تھا۔ لیکن ایک چیز کا ارمان ہمیشہ سے رہا کہ یہ علاقہ پاکستان میں شامل کیوں نہ ہوا؟ غاصبانہ قبضہ آخر کب تک کشمیری عوام کی جائز ولی امنگوں سے خون کی ہولی کھیلے گا۔

نیلم وادی دیکھنے کا شوق بچپن سے تھا۔ کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ ڈیوٹی پیشہ ورانہ زندگی میں نیلم وادی بھی آنا پڑے گا۔ میرا ایسا دل اداس رہنے لگا تھا گوکہ قدرتی نظارے، ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔

حوالدار انصاف خان اور اے ایس آئی سلامت خان انتہائی نیک اور ایماندار لوگ تھے انصاف خان دل کا بہت رحم دل تھا۔

خان صاحب نے آج تک ایک چیونٹی بھی نہ ماری تھی، جبکہ سلامت خان، نوجوان تھا اور کڑیل تھا چوڑا سینہ اور خاموشی خاموشی......میں نے ایک ہفتے میں اسے بھی مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، سپاٹ اور چوکس افسر......وقت کی پابندی اور پانچ وقت کا نمازی......! اردو اور انگلش میں عبور اس کے ساتھ فارسی اور پشتو کا بھی ماہر اس کی چال میں ایک مردانہ وقار تھی بولتا تو جیسے فیصلہ محرلوں کی دھڑکنوں پر راج کرنے والی گفتگو کرتا۔

میں نے ایک دن انصاف خان سے پوچھا۔

"خان صاحب سلامت خان....خاموش طبیعت ہے شروع سے ایسے ہے یا کوئی مسئلہ وسئلہ ہے؟"

بہت اچھا کیا جی......جو آپ نے پوچھ لیا جب سے آپ آئے ہیں سلامت خان چپ چپ سا ہے۔ پہلے تو ایسا نہ تھا بہت بولتا تھا جی۔

"اس کی کوئی خاص وجہ تو ہوگی....؟"

سنا ہے سلامت کی محبوبہ اسے چھوڑ گئی ہے۔ یہ واقعہ آپ کے چارج سنبھالنے سے دو دن پہلے کا ہے۔ اس نے انتہائی اہم خبر دی۔

"اوہ تو یہ مسئلہ ہے......اس کی اداس حالت اس بات کی غماز ہے کہ عشق کا روگ لگا ہے۔"

"میں نے بات کی تھی جی مگر سلامت خان نے سارا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑا ہوا ہے۔" بڑا شریف آدمی ہے جی۔ انصاف خان بولا

☆......☆......☆

ٹھنڈی سرد ہوا کے جھونکوں میں، میں نے وہاں ساحرہ کا نمبر ڈائل کیا۔ یہ ڈھلتے سورج کا وقت تھا۔ یہاں کا موسم خاصا سرد اور بادلوں میں پھنسا ہوا تھا۔

میں نے اپنے پرسنل سیل فون سے نمبر ڈائل کیا تھا۔ تیسری گھنٹی پر اس نے کال اٹینڈ کی۔

"ہیلو......آداب۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"آداب جی...... میں کامران بخاری بات کر رہا ہوں۔ صبح آپ نے کہا تھا شام کو بات ہو سکے گی۔" میں نے حوالہ دیا۔

"جی ضرور...... فرمایئے آپ میری کس قسم کی ہیلپ کر سکتے ہیں۔" وہ بولی۔

تبھی ایک منظر دور بادل میں تھا۔ بادل میں اچانک چاند نظر آنے لگا۔ اس چاند میں ایک حسین چہرہ اپنے خوبصورت کانوں سے موبائل لگائے کسی سے بات کر رہا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب دوسری طرف کھانسنے کی آواز آئی تو چاند میں بھی وہ حسین چہرہ کھانسنے لگا۔ میری نظر جیسے دوربین کی طرح تیز ہوگئی۔ وہ کومل اور سندر چہرہ مجھ سے چند انچ کے فاصلے پر تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"آپ واقعی حسین دلکش دلنشین ہیں آپ کے حسن کی انتہا نہیں۔"

"آپ نے مجھے کہاں دیکھ لیا ہے۔؟" وہ بولی۔

"میرے سامنے ہیں آپ...... وائٹ سوٹ، ریڈ بندے اور پیچھے کو کھلے بال...... بلیک چپل نما جوتا......" میں نے سارا نقشہ بیان کر دیا۔

"کیا مطلب؟ آپ مجھے بھلا کہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔ آپ سچ سچ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔؟" وہ بولی

"آپ کو سچ بتا رہا ہوں تو آپ حیران بھی ہوتی ہیں اور پریشان بھی۔"

"لیکن اسی لمحے چاند غائب۔ یعنی منظر بھی غائب۔"

"سوری میں کچھ زیادہ لوور ہوگیا تھا۔ میں نے ابھی تک آپ کا نام بھی نہیں پوچھا۔"

"جی میں سحر ہوں۔"

"واہ...... نام تو بہت پیارا ہے۔ آپ کی طرح......" میں نے لائن ماری۔

"آپ کیا کرتے ہیں۔"

"جی نوکری کرتا ہوں۔"

"کس ڈپارٹمنٹ میں۔"

"پولیس کے......" میں نے کہا۔

"آپ کو انسپکٹر کامران بخاری کہہ سکتی ہوں۔"

"گڈ...... خاصی ٹیلنٹڈ ہیں ویسے آپ نے Guess کیا یا اندھیرے میں تیر چھوڑا ہے۔"

"کچھ بھی سمجھ لیں۔"

"ایک بات کہوں؟" میں نے کہا۔

"آپ کی آواز سچ میں بہت سریلی ہے دل میں اترنے والی ویری سویٹ۔" میں نے کہا۔

"Thanks" وہ بولی۔

"آپ کہاں رہتی ہیں۔؟"

"کشمیر میں۔"

"کشمیر میں کس جگہ۔؟"

"مظفر آباد کے محلے چاندنی میں۔"

"پڑھتی ہیں یا؟"

"اسٹوڈنٹ تو انسان ساری عمر رہتا ہے البتہ میں نفسیات پر ریسرچ ہوں۔"

"گڈ۔ انتہائی دلچسپ فیلڈ ہے۔"

"آپ کو شوق ہے۔؟"

"ہاں لیکن وقت ہی نہیں ملتا۔ پچاس فیصد لوگ اسے علم ہی نہیں مانتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں...... مگر وہ اس کی باریکیوں اور دلچسپیوں سے ناواقف ہیں۔ یہ ذہنوں کو ناپنے کے بعد کا ایک عمل نچوڑ ہے۔ اس میں کسی جاندار کے ذہنی رویے اور سوچ کو شامل کر کے کسی ایک عمل کے رد عمل یا سوچنے اور پرکھنے کے عمل کو نفسیات کے لئے ہیں۔"

ایک وہمی شخص ہر بات میں شک پیدا کر کے زندگی کی ڈور میں الجھن پیدا کر کے مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ جبکہ عام شخص جسے ذہنی اختلاط نہیں وہ دنیا کا ہر کام بہت جلد سیکھ جاتا ہے ڈپریشن کے شکار لوگ عام ذہنی سطح سے نیچے کا لیول رکھتے ہیں۔ مزدور شخص کبھی چین سے نہیں بیٹھنا چاہے گا اس کی عادت میں محنت بسی ہوگی بہت سے لوگ مہنگی اشیاء یا خدمات پر یقین صرف اس لئے رکھتے ہیں کہ وہ مہنگی ہوں گی تو ظاہر ہے کہ کسی اچھی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اور مشہور کمپنی کی ہوگی۔ اور مشہور کمپنی کا نام ہی کسٹمر میں کافی ہے۔"

دوسری طرف سے نفسیات پر لیکچر جھاڑ دیا گیا۔

"Good..... آپ کی معلومات قابل تحسین ہیں..... میرے ڈپارٹمنٹ میں ایک عدد Female سائیکاٹرسٹ کی ضرورت ہے۔ آپ آفر قبول کریں تو انتظامات کروں۔"

وہ مسکرا دی۔ "جی میں جاب نہیں کرسکتی.....!"

"وجہ؟"

"ہمارے خاندان میں اس کی اجازت نہیں۔"

"اوکے۔ آپ کو مجبور نہیں کروں گا البتہ آپ سائیکاٹرسٹ ہونے کے ناطے پولیس کی مدد تو فرمائیں گی۔"

"جی ضرور ملک وقوم کے لئے میری خدمات حاضر ہیں۔ لیکن جاب نہ کرنا میری مجبوری ہے۔"

"اتنا کافی ہے۔ ہمیں آپ کی مدد سے بہت فائدہ ہوگا۔"

☆.....☆.....☆

"سلامت خان کی چال ڈھال میں دن بدن ڈھیلا پن آرہا تھا۔ اس کی ساری خوبیاں ایک ساتھ ہی رفو چکر ہونے لگی تھی۔

پھر ایک دن سلامت خان تھانے نہ پہنچا۔

میں نے اس کا نمبر ڈائل کیا نمبر پاورڈ آف جارہا تھا۔ اسی لمحے انصاف خان اندر داخل ہوا۔

"سرکار..... غضب ہوگیا سلامت خان رات سے کہیں گم ہو اور اس کے گھر والے پریشان ہیں۔"

"اوہ..... ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔ ہمیں ابھی چلنا ہوگا۔" اور ہم اسکے گھر جا پہنچے۔

سلامت خان کی ماں کے مطابق وہ رات کو اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا لیکن پھر واپس نہ آیا تھا انہوں نے اس کے نمبر پر رابطہ بھی کیا مگر نمبر پہلے Busy اور بعد میں سوئچ آف ملا۔

"کیا آپ کو وہ اپنے دوست کا نام بتا کر گیا تھا۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم دوست کے پاس ضرور جاتے۔" تبھی میرا سیل فون بج اٹھا۔

"صاحب..... میں حیدر علی بول رہا ہوں۔ سلامت بے ہوش حالت میں اسپتال میں موجود ہے میں اپنے ایک عزیز کی عیادت کے لئے گیا ہوا تھا تو سلامت خان کو دیکھ کر آپ کو اطلاع دینا ضروری سمجھا۔"

"اوہ..... بہت شکریہ۔ تم اس کا خیال رکھو میں پہنچتا ہوں۔" یہ کشمیر کا اکلوتا سرکاری اسپتال تھا۔ اس لئے مجھے وہاں پہنچنے میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہوئی۔

سلامت خان کی حالت ٹھیک نہیں تھی اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ جبکہ اس کے ماتھے اور سر پر چوٹ کے واضح زخم تھے۔

"سر.....! آپ آگئے، میں خود ہی آپ کو انفارم کرنے والا تھا۔" اے ایس آئی صاحب بے ہوش حالت میں اپنی گاڑی میں پائے گئے تھے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے جیسے گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہو۔ ڈاکٹر نے بتایا۔

"لیکن آپ نے نہ تو پولیس کو اطلاع دی نہ ان کے گھر والوں کو میں بھڑکا۔"

"میں ابھی چارج پر پہنچا ہوں۔"

"دیکھئے یہ سب آپ کا اخلاقی فرض ہے۔ خیر آپ ان کی حالت کے بارے میں بتائیں۔"

"یہ شام تک ڈسچارج کر دیئے جائیں گے کچھ زخم ہیں وقت تو لگے گا۔"

"لیکن مریض کو ذہنی دباؤ سے بچائیں۔" یہ بول کر ڈاکٹر چلا گیا۔

سلامت کو شام تک ڈسچارج کر دیا میں نے اس سے ابھی تک کوئی سوال نہ پوچھا تھا۔ البتہ اس کی خفیہ نگرانی شروع کرا دی تھی۔ کچھ نہ کچھ پراسرار ضرور تھا جس نے سلامت خان کو اس قسم کی خطرناک حالت سے دوچار کر دیا تھا۔ اس کا ایکسیڈنٹ ہوا یا کوئی کارروائی۔

میں نے اس کی گاڑی کا معائنہ کیا۔ یہ پہاڑی راستہ تھا اس کی جیپ سائیڈ پر رکی تھی اس کا سوئچ آف

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

Cell مجھے مل گیا تھا۔

ایک اور حیرت انگیز چیز ایک سرخ چوڑی کا ٹکڑا مجھے سائیڈ سیٹ سے ملا۔

☆......☆......☆

"آج کل آپ بہت پریشان نظر آرہے ہیں۔" وہ بولی۔

"ہاں...... ٹھیک کہتی ہو۔ ایک پراسرار کیس ہے۔ جس نے الجھن بڑھا رکھی ہے۔"

"کچھ مجھے بھی بتاؤ۔"

"میں نے ساری کہانی سنا دی۔"

"میرے خیال سے سلامت خان کسی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہوکر جان دینا چاہتا تھا۔ لیکن عین ٹائم پر کسی نے اسکی یہ کوشش ناکام بنا دی۔"

"لیکن تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو۔؟"

"بات واضح ہے۔ اس کی محبوبہ اسے چھوڑ کر بھاگ گئی...... عشق کی آگ میں تڑپنے والا نوجوان پہاڑوں سے کود جانا چاہتا تھا مگر کسی نے اس کی مدد کی اور اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔"

"کیسے؟ اور وہ طاقت کون تھی۔"

"یہ خود تلاش کرو۔"

پھر کچھ حیرت انگیز معاملات پیدا ہوگئے۔

سلامت خان کا دماغ قریب 20 سال پیچھے جا پہنچا تھا۔ وہ 30 سال کا نوجوان اچانک بچوں والی باتیں کرنے لگا تھا۔ میں نے پہلے پہل اس بات پر یقین نہ کیا مگر جب جدید میڈیکل سائنس نے بھی اس بات کی تصدیق کر دی تو اس سچ کو تسلیم کرنا پڑا۔

اس معاملہ میں سحر نے بھی مدد کی۔

"اگر یہ واقعی بچکانہ حرکتیں کر رہا ہے تو واقعی یہ حقیقت ہے کہ اس کا دماغ 20 سال پیچھے جا چکا ہے۔ یہ سب ممکن ہے انسانی دماغ ذہانت کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے تو عقل دائرہ مخصوص سے خاص Duratiah تک میموری بیک بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن چونکہ اصل دماغی گروتھ 20 سال سے آگے ہے تو کبھی نہ کبھی میموری لوٹ آئے گی۔

"مریض کو آم کا جوس اور کوئی ایسی مووی دکھائیں جو اس نے Latest دیکھی ہو۔ اس معاملے میں ان کی رفیق حیات یا کوئی قریبی ساتھی مددگار ہوسکتا ہے۔" سحر نے بتایا۔

"مطلب اگر اس کی زندگی کے خوبصورت لمحات اس کے سامنے بیان کیے جائیں یا مووی کی صورت میں دکھائیں جائیں تو حالات بہتر ہوسکتے ہیں۔ اور آم کا جوس کیسے کارگر ثابت ہوگا اس کیس میں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ایسا کرنے سے میموری اچانک واپس آسکتی ہے تھوڑا وقت درکار ہوگا۔ یہ مرحلہ کٹھن اور صبر آزما ہوگا لیکن بہتری کی امید رکھنی چاہیے۔ اور جہاں تک تعلق آم کے جوس کا تو ملک شیک ایک مکمل علاج ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ مینٹل ہاسپٹل یا مینٹل ہاؤس میں زیادہ تر ملک شیک استعمال ہوتا ہے اصل میں آم میں موجود مخصوص پوٹاشیم اور میٹھے ذرات دماغ اور دل دونوں کو تقویت دیتے ہیں۔ آم کو دماغی پھل کہا جاتا ہے۔ دوسرا یہ، دماغ میں موجود نفرت اور Negative اثرات کو زائل کر دیتا ہے۔" سحر نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔

"ویری گڈ...... میں کوشش کرتا ہوں کہ اس معاملے میں کوتاہی نہ ہو۔"

"سحر...... ایک کام کروگی۔؟"

"جی بتائیں۔"

"اپنی تصویر MMS کرسکتی ہو۔؟"

"جی ضرور کر دیتی مگر میرا سیل اس قسم کی Service سے بہرہ ور نہیں ہے۔ مطلب میرا سیل MMS ریسو کرسکتا ہے اور نہ بھیج سکتا ہے۔"

"اوہ...... پھر واقعی مسئلہ ہے...... ویسے مارکیٹ میں نت نئے ڈیزائن اور اس قسم کی سہولت والے بے شمار Cell موجود ہیں۔ ایک دو خرید لیں ہمارا بھلا ہوجائے گا۔"

لیکن اتنی دیر میں رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سحر جا چکی تھی۔

اب میں اپنے دل کی بات بتاتا ہوں۔ مجھے سحر سے واقعی پیار ہوگیا تھا، گپ شپ کرتے۔ ہم دونوں نجانے کہاں جا پہنچے۔ میں رفتہ رفتہ اس کے سحر میں گرفتار ہوتا گیا۔

اس کی میٹھی آواز میرے کانوں میں شیرینی بکھیر دیتی تھی۔ وہ لمحہ لمحہ میری سوچوں میں حائل ہونے لگی۔

ان دنوں فراغت سی تھی میرا ٹرانسفر کشمیر میں ہوگیا تھا۔ یہ مظفر آباد کا نواحی علاقہ تھا ہر طرف امن وامان کی صورتحال تھی۔ ایک ہفتے میں مجھے کسی کی شکایت نہ ملی تھی۔ حوالدار انصاف خان اپنی جوانی کے قصے سناتا..... چرب زبان ضرور مگر دل کا سادہ اور ایماندار تھا۔ مجھ سے ایک ہفتے میں اس کی ایسی بنی کہ جیسے ہم برسوں کے ساتھی ہوں۔ دن یونہی اچھے گزر رہے تھے مگر پھر ایک رات میں نے انوکھا خواب دیکھا میرا فوکس سیل فون کے ڈائلڈ نمبرز پر تھا۔ میں ایک نیٹ ورک کمپنی جو ہمارے ملک میں ٹیلی کمیونیکیشن کی خدمت دینے والی کمپنی کا نمبر ڈائل کیا۔ وہ نمبر بار بار میرے سامنے فوکس ہوتا رہا۔ پھر اس نمبر سے ٹیکسٹ میسج موصول ہوا کہ I am warry...... پلیز میری ہیلپ کریں۔

پہلے پہل تو میں نے توجہ نہ دی مگر پھر جب مسلسل یہ عمل ہوتا رہا تو میں نے اس نمبر کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔

حیرت انگیز طور پر تیسرے دن اسی نمبر سے ٹیکسٹ میسج موصول ہوا۔ زبان میری سمجھ سے باہر تھی۔

پھر میں نے وہ نمبر ڈائل کیا..... دوسری طرف خوبصورت آواز والی خاتون نے فون اٹینڈ کیا۔

باقی کے معاملات آپ کے سامنے ہے۔

☆......☆......☆

سحر..... وہ دن گم رہی تھی۔ اس کا نمبر پاورڈ آف رہا تھا۔ میں اس کا نمبر کئی مرتبہ ڈائل کر چکا تھا۔ ادھر اے ایس آئی کی طبیعت دماغی طور پر بہکانہ، البتہ اس کی حرکتیں دس سالہ بچے والی تھی۔ میں نے سرکاری طور پر اس کے علاج کے خصوصی انتظامات کرائے تھے۔ اسپیشل کینٹ منٹ میں سلامت خان بمعہ اپنی والدہ اور بھائی کے موجود رہا تھا۔ سحر کی ہدایات کے مطابق ملک ھیک اور کچھ الگ سوویز جو..... ہم نے مل کر دیکھی تھی میں نے اسپیشل طور پر اس کے روم میں انتظام کرا دیا تھا۔

پھر ایک دن سحر کا فون آدھمکا.....

وہ کچھ پریشان تھی۔ ''کامران بخاری..... ایک مسئلہ ہوگیا ہے۔''

''خیریت..... کیا ہوگیا.....؟'' میں نے پوچھا۔

''چھوڑو تم..... یہ تمہارا مسئلہ نہیں..... تمہارے اے ایس آئی کی حالت کیسی ہے.....؟'' اس نے ٹال مٹول سے کام لیا۔

''اس کی حالت نہیں بدلی۔ تم مجھے اپنا مسئلہ بتاؤ..... ہوسکتا ہے میں تمہارا ساتھ دے سکوں۔''

''نہیں یہ میں خود ہینڈل کرسکتی ہوں..... تمہیں کشمیر کیسا لگا.....؟''

''بہت اچھا لگا..... لوگ اچھے ہیں۔ قدرت کے خوبصورت نظارے ہیں۔''

''نیلم وادی گئے.....؟''

''ہاں.....؟''

''کل مل سکتے ہو؟''

''کہاں پر؟''

''نیلم وادی کی مشرق جانب ایک سدا بہار درخت ہے جسے نیلم پرنس کہا جاتا ہے۔ کل شام 5 بجے۔''

''لیکن.....؟''

''رابطہ منقطع ہوچکا تھا۔''

اگلی صبح شام کے انتظار میں گزری۔ شام کے 5 بجے مجھے نیلم پرنس پہنچنا تھا۔ حوالدار رحم دل خان مثالی آدمی تھا۔ وہ مجھے وقت سے پہلے مطلوبہ مقام پر چھوڑ گیا تھا۔

یہ بہت خوبصورت جگہ تھی۔ میں نے اس درخت کو دیکھا آنکھوں دلا یہ خوبصورت درخت بے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں؟ ۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

تماشہ گھونسلوں کا مسکن تھا۔

بادل میرے قریب رینگ رہے تھے۔ شام ڈھل چکی تھی سحر کا کہیں کوئی اتہ پتہ نہ تھا۔ اچانک میرا سیل فون بج اٹھا۔

یہ سحر کی کال تھی..... میں نے اٹینڈ کی۔

"ڈیئر! میرا ایک مسئلہ ہوگیا ہے میرا ایک فرینڈ آپ کو میری طرف سے گفٹ دے جائے گا۔ اسے قبول کرلینا۔ اینڈ ویری سوری۔" دوسری طرف سے معذرت خواہانہ انداز تھا۔

"اوکے..... کوئی مسئلہ نہیں۔ لیکن گفٹ کی تکلیف کیوں کی.....؟ آج تو کچھ نہیں۔"

"میرا دل مت توڑیں..... میری مجبوری نہ ہوتی تو ضرور آتی۔"

"اوکے۔"

وہ نیلم پتھر سے جڑی ایک انگوٹھی تھی جس کے آٹھ کونے تھے ہر کونے سے مختلف قسم کی شعاعیں نکل رہی تھی ہر شعاع کا رنگ الگ تھا۔ یہ گفٹ مجھے اس شام ایک نوجوان سحر کے نام سے دے گیا تھا۔ دیدہ زیب پیکنگ کے اوپر انگریزی حروف میں میرا نام لکھا ہوا تھا۔

اندر ایک چٹ تھی جس پر لکھا تھا۔

"آپ کو دیکھا نہیں مگر چاہا ضرور ہے۔ کاش میں آپ سے مل پاتی یہ حقیر سا تحفہ اپنی درمیانی انگلی میں ڈال لیجیے گا اس کے آٹھ کونے آپ کی ہر قسم کی مدد کریں گے۔" والسلام آپ کی سحر۔

اس کی چاہت کا انداز نرالا تھا۔ خود ملا کر نہیں آئی۔ اسے ضرور کوئی مسئلہ رہا ہوگا۔ البتہ اس کا گفٹ بغیر کسی تاخیر یا پریشانی کے میرے پاس آیا تھا۔ اس نوجوان نے مجھ سے نام پوچھا نہ کچھ اور کہا..... بس "سحر" کا نام لیا۔ میں نے اثبات میں سر ہلادیا تھا۔ اور گفٹ لے لیا تھا۔

ایک چیز جو میں بیان کرنا بھول گیا وہ یہ کہ ایک گلاب کا پھول بھی اس گفٹ کے ساتھ اٹیچ تھا۔ (بعد میں اس کی خوشبو کا عالم یہ تھا کہ آج تک خوشبو قائم ہے)

☆.....☆.....☆

اس دن شدید بارش ہوئی تھی۔ گرج چمک کے ساتھ مینہ خوب برسا مجھے بھیگنے کا بہت شوق ہے۔ میں خوب بھیگا میرے کمپارٹمنٹ میں ایک چھوٹا سا تالاب بھی ہے۔

میں نہا دھو کر کمرہ میں آ گیا۔ تولیہ سے جسم صاف کیا تبھی کال بیل بجی..... بارش تھم چکی تھی البتہ بادل ابھی تک موجود تھے میں دروازے پر پہنچا۔

ایک گفٹ پیک میرے سامنے تھا۔ میں نے سائن کر کے گفٹ لے لیا اندر آ کر میں نے گفٹ کھولا۔

ایک خوبصورت سی برانڈ ڈ گھڑی اور ایک برانڈ ڈ کمپنی کا قلم اندر موجود تھا۔

ساتھ میں ایک خط تھا۔

آداب!

خیریت مسنون! تمہاری یاد بہت آتی ہے ملنا بھی چاہتی ہوں مگر مناسب وقت پر ضرور ملاقات ہوگی۔ میں فون پر آج کل بہت کم وقت دے رہی ہوں اس لئے آپ سے بات نہیں ہوسکتی۔ لیکن یہ میرا دل جانتا ہے کہ میں کس قدر بے چین ہوں۔ میری طرف سے یہ تحفہ قبول فرمائیں۔

اللہ آپ کو خوش رکھے۔

والسلام۔ آپ کی سحر

وہ مجھے اتنی اہمیت دے رہی تھی لیکن ملنے کے لئے کیوں نہ آئی تھی؟

"وہ نوجوان جو مجھے گفٹ دے گیا تھا وہ کون تھا؟ اور مجھے کیسے جانتا تھا؟ سحر بذات خود کیوں سامنے نہ آ رہی تھی۔؟" یہ سوالات چونکا دینے والے تھے۔

میں نے ابھی تک یہ مسئلہ اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ میں اسے خالصتاً ذاتی میٹر کہتا تھا۔ لیکن مجھے امید تھی کہ سحر کبھی نہ کبھی سامنے ضرور آئے گی۔ لو اسٹوری کو ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے تھے۔

گھڑی امپورٹڈ تھی۔ اس پر مقامی وقت بھی سیٹ تھا۔ اور تاریخ تھی۔ قلم انوکھی طرز کا تھا۔ آپ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

لکھیے۔ مگر نظر نہ آنے والی روشنائی استعمال کی گئی تھی اس کی بیک پر لیزر لائٹ تھی میں نے اس کے بارے میں پڑھا ہوا تھا یہ میرے لئے انتہائی کارگر ثابت ہونے والا تھا۔ بہت سے پیچیدہ اور انتہائی اہم راز اس قلم سے لکھے اور دیکھے جا سکتے تھے۔ بعد میں سحر نے مجھے اس کی مزید خصوصیات بتائی۔

"سحر..... تم یہ سب کیوں کر رہی ہو....؟"

"چاہتی ہوں تمہیں..... اتنا بھی حق نہیں۔" وہ بولی۔

"تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو لیکن مل نہیں پاتی...؟"

"وقت آنے پر سب کچھ بتا دوں گی۔ ابھی میرے بارے میں پریشان نہ ہوا کرو۔"

"OK---ریسرچ کا کیا ہوا۔"

"جاری ہے۔ اوہ..... ایک بات بتانا بھول گئی اپنے اے ایس آئی کو مینٹل اسپتال سے ڈسچارج کراؤ گھر لے جاؤ اس کے سرہانے جو میں نے گھڑی بھیجی ہے اس گھڑی کو سرہانے رکھ دو۔"

"اس سے کیا ہوگا....؟"

"گھڑی میں اذان ہوتی ہے۔ پانچ وقت اذان کے الفاظ اس کے دماغ کو چلنے میں مدد دیں گی۔"

"کیا ایسا ممکن ہے....؟"

"ہاں..... حالیہ ریسرچ کے مطابق اگر کوئی شخص اذان کو مسلسل لگاتار سنتا رہے تو ہر قسم کا Negative اثر زائل ہو جائے گا۔ اذان کی تاثیر سبز رنگ میں، اور سفید روشنی کی طرح ہے۔ سننے والا Positive محسوس کرتا ہے۔"

"اوکے....."

"اور قلم کا خیال سے استعمال کرنا تم اسے ہوا میں، پانی دیوار ہر جگہ استعمال کر سکتے ہو۔ یہ ایک بہترین ہتھیار بھی ہے اس کی پچھلی جانب ایک چھوٹا بٹن ہے جسے کلک کرنے سے یہ قلم چاقو بن جائے گا۔"

"یہ تو کمال کی چیز ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن اس کا استعمال مثبت رہے۔"

"سحر ایک بات کہوں۔"

"ہاں..... کہو....."

"تم بہت اچھی ہو..... میرا بہت خیال رکھتی ہو۔"

"بس..... مجھے سر پر نہ چڑھائیں۔"

"مجھے ہدایات کی گئی تھی کہ سحر کی ہیلپ کرو لیکن یہاں تو معاملہ الٹ ہے۔ یہاں تو صرف میری مدد فرمائی جا رہی ہے۔"

"کوئی مسئلہ نہیں۔ بہت جلد آپ کو میرے بارے میں معلومات مل جائے گی۔" وہ بولی۔

☆.....☆.....☆

اور پھر حیرت انگیز طور پر اے ایس آئی سلامت خان کی دماغی حالت سنبھلنے لگی وہ پہلے سے زیادہ سمجھداری کی باتیں کرنے لگا تھا۔ میں نے سحر کی ہدایت کے مطابق گھڑی اس کے سرہانے رکھ آیا تھا اور اسپتال سے ڈسچارج کرا کر گھر لے گیا تھا۔

انہی دنوں قتل کا ایک کیس آیا مگر حیرت انگیز طور پر قاتل میرے تھانے آ گیا تھا۔

"سرکار..... میرا نام صبح خان ہے۔ مقتول میرا دوست تھا ہم نے اس کو قتل کیا مگر انجانے میں قانون جتنا چاہے سزا دے۔"

"صبح خان، یہ سب عدالت میں کہنا۔" میں نے کہا۔

چند دن کیس چلا صبح خان کو سزا ہوئی وہ سچا آدمی تھا خیر میری زندگی کا آسان اور سیدھا سادہ کیس رہا۔ البتہ سحر کا سحر مجھ پر چھایا رہا۔ مجھے اس سے ملنے کا شوق تھا۔

میں نے نیلم پتھر والی انگوٹھی پہن لی اسے پہننے کے بعد مجھے اپنے اندر ایک عجیب طاقت محسوس ہوئی جیسے میرے اندر کچھ داخل ہو گیا ہو۔ بڑی پیاری Feelings تھی۔ جنہیں میں بیان نہیں کر سکتا۔ ایسا لگتا تھا جیسے میں ہوا میں اڑ سکتا ہوں گا سکتا ہوں چیونٹی کی آواز بھی سن سکتا ہوں روشنی کی آواز..... پھول کے کھلنے کی آواز پودے کی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

گروتھ کی آواز..... حیرت انگیز طور پر دیوار کے آرپار دیکھنے کی طاقت یہ سب حیران کن تھا۔

☆......☆......☆

سورج کی روشنی نکھر کر زمین پر پڑ رہی تھی، میں دھوپ سینک رہا تھا آج کافی عرصہ بعد سورج نے چہرہ دکھایا تھا میں باہر بیٹھا ایک کیس کی اسٹڈی میں مصروف تھا کہ اچانک میرے دائیں جانب دیوار پر سایہ پڑا اگلے لمحے میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ نیلم کے ایک کونے سے سرخ روشنی سے لائٹ نکلی اس کا عکس دیوار پر پڑا۔

i miss you....from S

یہ سب حیرت انگیز تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا دیوار پر واقعی یہ الفاظ نمایاں تھے۔

یہ سب کیسے ممکن تھا؟ لیکن ممکن تھا بھی سہی۔ کیونکہ جب سے سحر سے دوستی ہوئی تھی ہر چیز حیرت انگیز طریقے سے وقوع پذیر ہو رہی تھی۔

بہر حال جو بھی تھا سحر میرے لئے فائدہ مند ہو رہی تھی۔ لیکن میں نے پہلے پاگل سا چاہا تھا۔ اسے محسوس کیا تھا۔ اس کی آواز سے پیار کیا تھا۔ میری زندگی کی پہلی لڑکی جس نے مجھے پیار پر پاگل کر دیا تھا، جسے میں نے دیکھا تک نہ تھا..... چاند والا منظر مجھے آنکھوں کا دھوکہ لگا تھا۔

مجھے پینٹنگ کا شوق تھا مگر فائن آرٹس کی کلاس صرف ایک بار لی تھی۔ لیکن پھر حیرت انگیز طریقے سے میں نے ایک لڑکی کی تصویر بنائی میرا ہاتھ اس فیلڈ کے لئے مناسب نہ تھا۔ ایک بار میرا ہاتھ کلائی سمیت فریکچرڈ ہو گیا تھا سب کچھ کر سکتا تھا مگر پینٹنگ مشکل تھی لیکن جب میں نے کام شروع کیا تو دھوم مچ گئی۔

دنیا کے مشہور اور عظیم ترین لوگوں کی عملی زندگی کو مصوری کے انداز سے لکھنا شروع کر دیا..... وہ دن بھی آ پہنچا جب میری تصویروں کو عالمی سطح پر قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ میرا اکاؤنٹ بھی بڑھنے لگا۔

ایک دن سحر کا فون آیا۔

"بڑی دھوم مچا رکھی ہے اپنی مصوری کی۔"

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہے۔"

"نہیں..... یہ سب آپ کے اندر تھا۔ مناسب وقت پر آپ نے ان صلاحیتوں کا استعمال کیا۔"

"بجا فرمایا مگر آپ کے قیمتی تحائف نے میری قسمت ہی جگا دی۔ مجھے آپ سے صرف ایک شکوہ ہے کہ آپ ہمیں ملاقات کا شرف نہیں بخش رہیں۔" میں نے شکوہ کیا۔

"کاش! یہ سب ممکن ہوتا آپ کو ایک قیمتی بات بتاؤں۔ اگر آپ اس قلم کو اپنی پینٹنگ میں استعمال کریں تو مزید فائدہ مند رہے گا۔"

"وہ کیسے؟"

"اگر آپ اس کے پیچھے موجود بٹن کو ڈبل کلک کریں تو یہ قلم ایک جادوئی برش کا کام بھی دے گا۔ آپ اس برش سے مجرموں کی اصل تصاویر صرف نام لے کر بنا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی مشہور انسان کی تصویر بھی بنائی جا سکتی ہے۔"

"زبردست..... میں اسے مجرموں کے خلاف استعمال کروں گا۔"

"مجھے بھی یہی امید ہے۔ اے ایس آئی کا بتاؤ۔"

"پہلے سے بہتر ہے۔ دعا کریں جلد صحت یاب ہو جائے۔"

"آمین۔"

"ایک بات بتاؤ۔" میں نے پوچھا۔

"پوچھو۔"

"تم سحر ہو یعنی روشنی..... یا جادو..... اکثر میں دفتری کام میں مشغول تھا کہ نیلم پتھر سے اچانک ایک شعاع نکل کر دیوار پر جا پڑی دیوار پر i miss you لکھا آ گیا۔"

"ہیلو..... ہیلو۔" میں پکارتا رہ گیا مگر رابطہ ڈسکنکٹ ہو گیا تھا۔

میں جب بھی کوئی اہم بات کرنے لگتا تو رابطہ منقطع ہو چکا ہوتا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

☆......☆......☆

انصاف خان کی حالت نازک تھی اس کی آنکھوں میں خوف بھرا ہوا تھا حالانکہ جوان تھا لیکن اس کی ٹانگیں تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"صاحب جی! باہر بہت خوفناک بھوت موجود ہے۔" اس کی حالت بگڑتی جارہی تھی۔

میں نے انصاف خان کو حوصلہ رکھنے کا کہا۔ اسے کرسی پر بٹھایا وہ اتنی ڈرا ہوا تھا میں نے اسے پانی پلایا۔

پھر تیزی سے باہر کی جانب آیا۔ میری گاڑی جس کا رنگ سفید تھا پورچ میں ٹھہری تھی لیکن اس پر سرخ رنگ کا i love you لکھا تھا۔ نیچے "S" واضح تھا۔

دائیں اور بائیں جانب بھی یہی الفاظ واضح تھے۔ میں جان نہ سکا کہ یہ حرکت کس نے کی تھی اور رحم دل خان نے کیا دیکھا تھا؟

میں نے اچھی طرح تسلی کی اور دوبارہ سے آفس آگیا۔

انصاف خان کی حالت قدرے بہتر تھی۔ وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا تم پولیس میں ہو رحم دل خان ...... تمہیں ہمت اور بہادری سے زندگی گزارنی چاہئے...... اب بتاؤ باہر کیا ہوا تھا۔؟"

"میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک خوبصورت پری اتری ہے اس کا رخ ہمارے تھانے کی طرف ہی تھا۔ وہ بہت حسین تھی۔ میں نے آج تک ایسا حسین زندگی میں نہیں دیکھا اس کی نظر جونہی مجھ پر پڑی۔ پری غائب ہوگئی پھر تھوڑی دیر بعد آپ کی کار پر خون پڑنے لگا۔ گاڑی پر سارا خون پھیلنے لگا میں بھاگ کر آپ کی جانب آگیا۔" اس کا انداز اتنا سچا اور سادہ تھا کہ مجھے اس کی بات پر یقین کرنا پڑا۔

کیونکہ وہ خون بعد میں کسی کے جذبات کی عکاسی کرنے لگا تھا۔

☆......☆......☆

میں نے بار ہا صحر سے رابطہ کیا مگر نمبر پاورڈ آف ملا...... ادھر میری مصوری کی دھوم یورپ اور افریقہ تک جاپہنچی میں نے اپنی ویب سائٹ بنا ڈالی اور اپنی ساری تصاویر نیٹ پر اپ لوڈ کردی تھی۔ میری ساری پینٹنگ انٹرنیٹ پر دیکھی اور بجنگ آرڈر بھی کیا جاسکتا ہے آن لائن شاپنگ کا یہ انداز ساری دنیا میں رائج ہے میں نے بھی اس جدید طریقے سے خریداری کو اپنانے کا فیصلہ کیا جس کا مجھے ریکارڈ فائدہ ہوا۔

اور یہ سب صحر کی وجہ سے تھا۔

ایک امریکی اخبار نے میرا تفصیلی انٹرویو لینا چاہا لیکن کام کی زیادتی اور گورنمنٹ کی طرف سے اجازت نہ ملی البتہ میں نے یہ کام Delay کردیا البتہ ایک مشہور اخبار کو تفصیلی انٹرویو دینے کی حامی بھرلی۔

اس رات رحم دل خان نے جو دیکھا تھا وہ حقیقت کے کتنا قریب تھا اس کا اندازہ لگانا مشکل تھا البتہ یہ جاننا ضروری تھا کہ وہ الفاظ کس نے لکھے؟ وہ جو کوئی بھی تھا میرا چاہنے والا تھا۔

اسی رات ایک اور واقعہ ہوا۔

میں نے رات اپنے کمپارٹمنٹ میں گزارنی ہوتی ہے جو کہ میرے دفتر کے بیک پر موجود ہے چھوٹا مگر خوبصورت گھر، جس کی صفائی ستھرائی کا خیال بابا خیر دین رکھتا تھا گھر کی پچھلی جانب باغیچہ تھا۔ جس میں انگور کی بیل، گلاب کا پھول، موتیا، چنبیلی اور مالٹا کے درخت تھے...... یہ سب میری ہدایت پر بابا خیر دین نے لگائے تھے۔ بہت سے پودے میرے سے پہلے بھی موجود تھے۔ شام کو میں ٹیرس پر بیٹھ کر جاسوسی ناول پڑھتا تھا یہ میرا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ باغ کی طرف سے بھینی بھینی خوشبو آرہی تھی یہ بہت سندر تھی اور بہت پیارے احساس کے ساتھ۔

میں نے کچن سے ایک مگ چائے کا بنایا اور الماری سے ایک جاسوسی ناول اٹھا کر ٹیرس پر جا بیٹھا۔ میرے نیچے بائیں جانب باغیچہ خوشبو بکھیرے جارہا تھا۔ میں نے کتاب جونہی کھولی خوشبو کا تیز فوارہ نکلا جیسے پرفیوم کا ڈھکن اوپن کردیا ہو کتاب سے خوشبو نکل کر فضا میں پھیلتی جارہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مسحور کن خوشبو کا دلفریب احساس جس کے اندر میری روح پگھل سی گئی تھی۔

پھر اچانک خوشبو ختم ہوگئی پھر میں نے کتاب کا اگلا صفحہ پلٹا..... حیرت انگیز طور پر سرخ روشنائی سے محبت بھرے الفاظ لکھے نظر آئے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ یہ کتاب کل ہی مارکیٹ سے لے کر آیا تھا میں نے کچھ لکھا تھا نہ میں نے یہ کتاب کسی کو پڑھنے کے لئے دی تھی پھر یہ سب کچھ کس نے لکھا؟

کون ہے جو میرے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑ گیا تھا

تبھی میں نے باغیچے میں ایک منظر دیکھا۔

انگور کی بیل کے سبز پتے سرخ ہوگئے۔ میں نے آنکھیں صاف کی جلدی میں کتاب اٹھا کر نیچے باغ میں آ گیا۔ انگور کی بیل واقعی سرخ ہوگئی تھی انگوروں کا موسم بھی سر پر تھا۔ مجھے انگور پکے بہت پسند ہیں۔ انگوروں سے لدی بیل سے میں نے ایک گچھا اتار لیا حیرت انگیز انگور کے باہر "K" یعنی کامران لکھا تھا یہ جلی حروف "K" میں نے پوری انگوروں کی بیل پر لکھے دیکھا تھا میں نے انگور ہاتھ میں لئے میرے پیچھے چھوٹا سا بلج کا بچہ تھا۔ جس کی چونچ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا تھا۔ میں تھوڑا نروس ہوگیا تھا۔ ہمارے گھر میں بلج کا بچہ کہاں سے آ گیا تھا۔؟ میں نے اس کی چونچ سے کاغذ کا ٹکڑا نکال لیا اندر لکھا تھا Be Happy..... میں نے بیٹھ کر پڑھا لیکن جب اس بلج کے بچے کو دیکھا تو بچہ غائب تھا۔

"سحر" کہاں تھی؟ کن حالات میں تھی؟ کچھ پتہ نہ تھا اس کا نمبر فی الحال آف تھا ایک بات جس نے مجھے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا وہ تھی سحر کی پراسرار شخصیت..... وہ خود غائب تھی مگر اس کی نشانیاں میرے ساتھ تھیں، یہ اس کا پیار تھا کہ میں شہرت کی بلندیوں کو جا پہنچا تھا۔ میرے بہت سے مسائل منٹوں میں حل ہو جاتے تھے جبکہ پہلے ایسا نہ تھا۔

پھر نیلم پتھر کی خوبیاں مجھ سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔ شعاعوں اور خون سے لکھا جانا خون سے گاڑی پر Love you لکھا جانا بلج اور خوشبو والا واقعہ..... سحر کی پراسراریت مزید بڑھتی جا رہی تھی۔

مجھے کشمیر کے نواحی گاؤں سے نامعلوم کال آئی تھی کالر نے مکمل پتہ بتایا یہ ایک عشق کا معاملہ تھا۔ لڑکی غائب تھی جبکہ لڑکا لڑکی کے عشق میں پاگل ہوگیا۔ یہ پولیس کا کیس نہ تھا مگر لڑکی کی گمشدگی حیرت انگیز تھی۔ میں مطلوبہ ایڈریس پر جا پہنچا۔

یہ متوسط طبقہ کے عزت دار لوگ تھے۔ درمیانہ سفید پوش طبقہ..... خاموشی سی زندگی کے کٹھن دن گزارنے والا..... خواہشوں کا گلا کاٹ کر زندگی کی دوڑ میں رینگ کر چلنے والے شریف لوگ..... خالی پیٹ مگر سفید کاٹن کا لباس اور رکھ رکھاؤ میں ماہر۔

ہمیں دیکھتے ہی محلے کے لوگ اکٹھے ہوگئے میں نے فون کرنے والا نمبر ڈائل کیا اور اپنے آنے کا بتا کر اس کا انتظار کرنے لگا۔

چند ہی لمحوں میں مطلوبہ آدمی آن پہنچا۔

تعارف اور رسمی علیک سلیک کے بعد اس نے ہمیں اس لڑکے کا گھر دکھایا جو پاگل ہوگیا تھا۔

میں نے دستک دی دوسری دستک پر ایک درویش صفت آدمی باہر آیا..... ہمیں دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔

"آپ..... میرے دروازے پر..... خیریت تو ہے جناب۔"

"جی بالکل خیریت ہے..... آپ اطمینان رکھیں۔"

"یہ بابا عظمت ہیں..... لڑکے کے نانا....." اس نے بتایا۔

"بابا جی مجھے انسپکٹر کامران بخاری کہتے ہیں۔ آپ کے پوتے کی دماغی حالت خراب کرنے والی ایک لڑکی ہے۔ کیا میں درست کہہ رہا ہوں۔"

"جی واقعی..... میں بیٹھک کھولتا ہوں اطمینان سے بات کرتے ہیں۔

☆.....☆.....☆

عظمت بابا کے مطابق لڑکی کا وجود ہی دنیا میں نہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تھا کیونکہ انہوں نے اپنی روحانی طاقت سے اس کا پتہ لگایا تھا لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔

عظمت بابا روحانی بابا بھی تھے بظاہر عام شخص مگر لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنے والے۔

"بیٹا..... جس لڑکی سے میرا پوتا آصف بات کرتا تھا اس کا انسانی وجود دنیا میں موجود نہیں۔"

پھر مجھے اپنے واقعات یاد آ گئے۔

میرے موجودہ واقعات بھی کچھ اس طرح تھے۔ لڑکی کی آواز تھی مگر جسمانی وجود کبھی میرے سامنے نہ آیا تھا اور پھر اے ایس آئی کا پاگل پن اور عشق میں پاگل ہو جاتا۔ کڑیاں ملتی جا رہی تھی لیکن کوئی واضح ثبوت نہ تھا۔

عظمت بابا نے روحانی علم کی بنیاد پر یہ بات واضح ثبوت کے ساتھ کہی تھی کہ آصف جس سے بات کرتا تھا۔ اس کا وجود دنیا میں موجود نہ تھا میں نے عظمت بابا کے ساتھ اس انوکھے کیس کو سلجھانے کا فیصلہ کیا۔

ہر کیس میں مختلف طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ یہاں عقل گھوڑے اور گولیوں کی جنگ نہ تھی بلکہ روحانیت ہی ایک ایسا مکمل ہتھیار تھی۔ جس کے ذریعے ہم اس کیس کو سلجھا سکتے تھے۔

ہم نے آصف کے تمام کالز کا ریکارڈ چیک کیا فرنچائز اور کمیونیکیشن کمپنیز کی اعلیٰ اپروچ کے بعد ایک حیرت انگیز بات سامنے آئی کہ آصف کے پسندیدہ نمبرز میں ایک نمبر ایسا تھا جس کی سم کا نمبر ابھی تک کسی کمپنی نے الاٹ نہ کیا تھا یہ سم ابھی تک استعمال نہیں کی گئی تھی یعنی اس نمبر کا وجود ہی نہ تھا۔

صبح لو سے شام تک فری پیکج پر کال کرنے والا Receive نمبر سرے سے دنیا میں موجود ہی نہ تھا۔ یہ حیرت انگیز بات تھی۔

فرنچائز نمبر کے ریکارڈز میں Receiver کا نام Display نہ ہوتا تھا۔

عظمت بابا کی بات دل کو چھوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ایک بات تو واضح ہو گئی کہ آصف جس نمبر پر کال کرتا تھا اس کا وجود دنیا میں موجود نہ تھا۔

تو پھر وہ کون تھی؟ جس سے آصف بات کرتا تھا۔ اگر آصف دماغی معذور نہ ہوتا تو معاملہ سلجھانے میں دیر نہ ہوتی تبھی حیرت انگیز طور پر آصف کے کمرے سے ایک چیز دستیاب ہوئی..... میں اس چیز کو جانتا تھا۔

کمال تھا کہ وہ چیز آصف کے پاس کیونکر اور کیسے پہنچی تھی؟ جب کہ وہی چیز میری ملکیت تھی۔

آصف کی مالی حالت کمزور دیکھ کر گوں ہونے کی وجہ سے ہم نے اسے سرکاری خرچ پر مینٹل اسپتال بھر کی تمام تر تجاویز جو اس نے اے ایس آئی کی صحت یابی کے لئے فراہم کی تھی داخل کرا دیا اس کی صحت یابی ہمارے لئے موثر اور فائدہ مند تھی۔

ادھر اے ایس آئی سلامت خان کی ذہنی حالت بہتر ہو رہی تھی عملہ اور اس کے ساتھ موجود تمام لوگ اسے خوش کرنے کی سعی کر رہے تھے مگر اس پورے دوران میں گم رہی۔ اس کا نمبر آف جا رہا تھا اس کے گارڈ اپنی مکمل کارکردگی دکھا رہے تھے۔ کچھ عرصہ بعد مجھے رحم دل خان نے ایک انوکھی خبر سنائی۔

"سرکار..... غضب ہو گیا..... میرا بھتیجا بھی اپنے دماغ سے گیا۔" وہ فکرمند تھا۔

"مگر کیسے؟ کھل کر بتاؤ۔" میں نے پوچھا۔

سرکار..... کل سے گم میرا بھتیجا جمال خان آج صبح پرانے کھنڈر کے قریب بچوں سے کھیلتا ہوا ملا۔ اس کی عمر 25 سال ہے۔ کل سے گم تھا آج صبح میرے بھائی کو ملا تو اس نے اپنے ابا کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ وہ اسے زبردستی گھر لے آیا۔

"اس نے سب رشتہ داروں کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیا ہے بھابھی اور بھائی کا رو رو کر برا حال ہو گیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے ڈرامہ کر رہا ہو۔" میں نے کہا۔

"مگر کس لئے ڈرامہ کرے گا کوئی وجہ تو ہو گی۔" وہ بولا۔

"کسی لڑکی کا چکر تو نہیں۔" میں نے کچھ سوچ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کر کہا۔

"نہیں جی.....اس کی پسند کوئی نہیں۔"

☆.....☆.....☆

جمال خان کا کیس آصف سے ملتا جلتا تھا جمال کے خواب میں ایک عورت حسین زلفوں والی پازیب کی کشش کے ساتھ آئی اور پرانے کھنڈر پر بلاتی تھی یہ بات جمال کے ایک قریبی دوست نے بتائی تھی۔ کئی بار اس کے خواب میں آنے کے بعد جمال خان نے اس سے ملنے کی ہامی بھری وہ اس سے ملنے گیا اس کا دوست احمد اس کے ساتھ تھا مگر وہ پرانے کھنڈر سے تھوڑی دور رک گیا کافی دیر بعد جب وہ واپس نہ آیا تو وہ پرانے کھنڈر میں داخل ہو گیا لیکن جمال خان نہ ملا ہر جگہ ڈھونڈنے کے بعد وہ واپس آ گیا اس نے ساری بات جمال کے ابو کو بتائی۔

☆.....☆.....☆

سحر کا نمبر آف.....!

دو کیسز تو حل ہو چکے تھے بلکہ میرا دوست اے ایس آئی کا مسئلہ جوں کا توں تھا۔ سحر منظر عام سے غائب تھی۔ جبکہ اے ایس آئی کے تمام قصے سے صرف ایک چوڑی جس کا رنگ سرخ تھا ملی تھی کوئی ثبوت کے کسی لڑکی سے ملا ہو یا کسی طرح کا چکر..... کچھ بھی سامنے نہ آیا۔

ایک دن انصاف خان بھاگتا ہوا آفس آیا۔ اس کے حواس بے ترتیب تھے۔ ایک عجیب مگر اچھی خبر لے کر آیا تھا۔

"صاحب! وہ اپنا اے ایس آئی سلامت خان ٹھیک ہو گیا اس کا دماغ ٹھکانے پر آ گیا ہے جی..... وہ کسی سحر نامی عورت کا نام لے رہا ہے۔ اور بہت غصے میں ہے۔"

میں فوراً اس کے گھر گیا۔ سحر کا نام اس کے منہ سے سن کر حیرت ہوئی تھی۔

اے ایس آئی سلامت خان واقعی نارمل حالت میں تھا اس کی یادداشت واپس آ گئی تھی زندگی کی رونق چہرے پر واضح تھی مگر وہ غصے میں تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ سیلوٹ کرنے لگا۔ "سر! مجھے بلایا ہوتا۔" وہ ادب سے بولا۔

"نہیں..... تم زندگی میں واپس آ گئے ہو اللہ کا شکر ہے..... لیکن تم اتنا غصہ میں کیوں ہو؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ خدا نے تمہیں نئی زندگی عطا کی۔" میں نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے صاحب مگر میں اس سحر کو نہیں چھوڑوں گا۔" وہ انگلی کے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"اطمینان رکھو آرام سے بیٹھو۔ اور مجھے بتاؤ کہ سحر کون ہے۔؟" میں نے اسے بٹھایا۔

"یہ دو مہینے پہلے کی بات ہے بلکہ آپ کے آنے سے کچھ عرصہ قبل مجھے ایک اجنبی کال موصول ہوئی۔ بولنے والی ایک لڑکی تھی اس کی آواز میں شیرینی تھی پھر مجھے اس کی کال ہر روز موصول ہونے لگی۔ کبھی وہ مجھے خواب میں نظر آتی کبھی چاند میں کبھی میرے اندر داخل ہو جاتی روح کی مانند۔ کبھی مجھے پیار کا اظہار کرتی۔ ہر بار اس کا انداز مختلف ہوتا تھا۔

اس کا نام سحر..... اپنے نام کی طرح جادو کرتی تھی۔ وہ مجھے ہر بار ملنے کا وعدہ کرتی مگر ملتی نہیں۔ جب اس دن اسے ملنے ہی جا رہا تھا کہ میری گاڑی بے قابو ہو گئی سامنے کھائی تھی اس لمحے مجھے لگا کوئی اندر گاڑی میں داخل ہوا اس نے بریک لگائی اور گاڑی رک گئی اس کے بعد مجھے کچھ پتہ نہیں۔

بات واضح ہو گئی تھی۔ آصف اور جمال خان کے پاگل پن کا راز بعد میں سحر کے نام سے سامنے آ گیا۔

عظمت بابا نے وظائف پڑھنے کا کہا تھا مخصوص وظائف اور عملیات کے بعد سارے متاثرہ افراد زندگی میں لوٹ آئے۔ حیرت انگیز بات یہ کہ مجھے کچھ نقصان نہ ہوا وہ میرے لئے سراپا محبت تھی اور میں نے پہلا پیار کیا وہ بھی ایک ایسی پر اسرار شخصیت سے۔ جس کی شخصیت پر سوال اٹھتا ہے کہ وہ کون تھی۔؟

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سنہری تابوت

ایم اے راحت

آخری قسط

خراماں خراماں اور سبک رفتاری سے دل و دماغ کو خوف کے شکنجے میں جکڑتی ہوئی صدیوں پر محیط اپنی نوعیت کی اچھوتی انوکھی دلکش دلفریب ایک طویل عرصہ تک دماغ سے محو نہ ہونے والی حقیقت سے قریب تر، سوچ کے افق پر جھلمل کرتی ناقابل فراموش کہانی۔

شاہکار کہانیوں کے متلاشی لوگوں کے لئے اچنبھے میں ڈالتی حیرت انگیز اور تحیر انگیز کہانی

تاکستان میرا اتنا حسین علاقہ تھا کہ دیکھنے سے آنکھوں کو فرحت کا احساس ہوتا تھا۔ یہاں پھولوں کی بھرمار تھی اور اہل شہر شاید پھولوں سے عشق رکھتے تھے۔ ہر ٹکڑے پر پھولوں کے تختے نظر آ رہے تھے۔ مکانوں سے پھول جھانک رہے تھے۔ میں کافی دور تک نکل آئی، اور پھر ایک جگہ رک کر میں نے سوچا کہ اب امیدہ کو تلاش کرنا چاہیے لیکن اس کے سامنے پہنچتے ہوئے کوئی ایسی اجنبی صورت نہ ہو جس سے وہ حیران ہوں...... سب سے پہلے مجھے مقامی خواتین کا لباس درکار تھا۔ میں نے یہاں خواتین کو بھی دیکھا۔ ڈھیلے ڈھالے مخصوص لباس میں ملبوس، چہروں پر نقاب لگائے ہوئے خاصی دلکش نظر آ رہی تھیں۔ کچھ دیر سوچتی رہی۔ سپاہی کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس سے حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ حالانکہ اس قسم کے مجرمانہ اقدامات کے بارے میں سوچ تو سکتی تھی لیکن ان پر عمل کرنا نہایت مشکل کام تھا میرے لئے۔ تاہم میں نے یہ مشکل کام کر ڈالا اور اب حوصلہ بڑھ گیا تھا کیا کروں ایک مضحکہ خیز مشکل میں پڑ گئی ہوں، ورنہ زمانہ جدید میں جب انسان جدید سائنسی دور میں سانس لے رہا ہو اس قسم کے احمقانہ تصورات تفریح طبع کے لئے تو ہو سکتے ہیں اگر کسی بدنصیب کا ایسے واقعات سے واسطہ پڑ جائے تو پھر اس کی حالت مجھ سے مختلف نہ ہوتی۔ اپنے آپ میں ہی مضحکہ بن گئی تھی اور سوچتی تھی کہ اگر کبھی زندگی میں موقع ملا اور میں نے کسی کو یہ داستان سنائی تو وہ یا تو مجھے ہمدردی کی نگاہ سے دیکھے گا اور سوچے گا کہ میرا دماغ الٹ گیا ہے یا پھر ہنستا ہوا چلا جائے لیکن جو کچھ میرے سامنے تھا، اس کا آخری سرا میرے علم میں نہیں تھا۔

ایک گزرنے والی کو دیکھا جو میری ہم جسامت تھی، اس کا تعاقب شروع کر دیا، جس گھر میں وہ داخل ہوئی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اس گھر میں پہنچ گئی، ایک لباس کی چوری کا معاملہ تھا۔

اسے اندازہ بھی نہیں ہوا کہ کوئی اس کے ساتھ اندر داخل ہوا ہے میں نے زمانہ قدیم کے اس مکان کو دیکھا۔ گھر میں بہت سے افراد تھے لیکن مجھے ان سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ میں نے اپنے مطلب کی جگہ تلاش کی، ایک جگہ مجھے بہت سے لباس نظر آئے اور میں نے اس خاتون سے غائبانہ معذرت کر کے ان میں سے ایک لباس منتخب کر لیا۔ اس کے بعد وہاں رکنا بے معنی تھا، میں لباس لے کر باہر آ گئی۔ ہر چند کہ میں دوسروں کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ لیکن فطری جھجک مانع تھی ملبوس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تبدیل کرنے کے لئے کوئی تنہا جگہ درکار تھی، اس کے لئے مجھے بہت دیر تک سرگرداں رہنا پڑا۔ تب کہیں جا کر بہت فاصلے پر ایک تنہا جگہ نظر آئی، یہاں میں نے لباس تبدیل کیا، اپنے پرانے لباس کی ایک گٹھڑی سی بنا کر ایک طرف اچھال دی، چہرے پر مقامی عورتوں کی مانند نقاب لگائی، اور پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد خود پر سے زاویوں کا خول اتار دیا۔ بڑا عجیب لگتا تھا یہ عمل مجھے اور اب مجھے زاویوں کی ترتیب آ گئی تھی، اس کے بعد میں وہاں سے چل پڑی، بہت دیر تک میں چلتی رہی، پھر میں نے ایک راہگیر کو آواز دی، اور وہ رک گیا۔

"محترم عزیز! کیا تم مجھے اریدہ کا مکان بتا سکتے ہو......؟" اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا اور بولا۔

"کیا تم مصر میں اجنبی ہو؟"

"یہ سوال تم نے کیوں کیا؟"

"دو وجوہات کی بنا پر۔"

"وہ کیا......؟"

"اول تو یہ کہ یہاں کون ہے جو کہ اریدہ کے مکان کے بارے میں نہیں جانتا، دوم یہ کہ یہ مکان جس کے باغیچے میں تم کھڑی ہو یہ اریدہ کا ہی ہے۔"

میں حیران رہ گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ جہاں میں کھڑی ہوئی تھی وہاں چاروں طرف سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ اطراف میں درخت جھوم رہے تھے۔ پھولوں کی تو یہاں بے پناہ بہتات تھی لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ سامنے نظر آنے والا مکان اریدہ کا ہی ہے۔ راہگیر اب بھی میرے سامنے ہی کھڑا تھا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا تو وہ بولا۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"ہاں، میں مصر میں اجنبی ہوں اور ذخیرہ سے آئی ہوں۔ میں نے جواب دیا اور وہ خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔

اس دلچسپ اتفاق پر دل ہی دل میں مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی، مکان کے دروازے پر پہنچ کر میں نے اس عورت سے ملنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کیا جو اناتم

سلاطیہ کی پھوپھی تھی لیکن دشمنوں میں شامل، پتہ نہیں اس کا طرز زندگی کیا ہو، اتنا اندازہ تو مجھے ہو گیا تھا کہ اس کے لئے فضا سازگار نہیں ہے اور اہل مصر اسے اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے۔ زیادہ تاریخ تو میرے علم میں نہیں تھی، بس اتنا معلوم تھا کہ ہکوس طویل عرصے تک مصر پر قبضہ جمانے کے بعد اور اہل مصر پر حکومت کرنے کے بعد پسپا ہوئے تھے اور مصریوں نے انہیں نکال باہر کیا تھا اور حکومت ان کے قبضے میں آ گئی تھی۔ بات بے حد پرانی تھی، لیکن بہرطور ہکوس سے نفرت کی جاتی تھی اور چونکہ اریدہ ایک ہکوس کی بیوی تھی اس لئے شاہی معتوب بھی تھی، اگر وہ رامسن موس کی عزیزہ نہ ہوتی تو شاید اسے بھی مصر سے باہر نکال دیا جاتا۔ دروازے پر کھڑے محافظوں سے میں نے اپنا مدعا بیان کیا تو انہوں نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تو کون ہے اور اریدہ سے ملاقات کیوں کرنا چاہتی ہے؟"

"میں ذخیرہ سے آئی ہوں اور اس کے لئے ایک پیغام لائی ہوں۔" محافظوں نے مجھے اندر جانے کی اجازت دی اور کہا۔

"تیری آمد کے بارے میں اریدہ کو خبر کی جائے گی اور اگر وہ تجھ سے ملنا پسند کرے گی تب تجھے اس کے پاس بھیجا جا سکتا ہے۔"

میں نے بیزاری سے کہا۔ "یہ عمل تم جس قدر جلد کر سکتے ہو کرو کیونکہ میرے پاس اریدہ کے لئے ایک اہم پیغام ہے اور میں جلد از جلد یہ پیغام اسے دے دینا چاہتی ہوں؟"

محافظوں نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا، البتہ انہوں نے اس سلسلے میں کارروائی کی تھی اور کچھ دیر کے بعد دو کنیزیں مخصوص لباس میں میرے پاس پہنچ گئیں۔ انہوں نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور میں ان کے ساتھ چل پڑی، وہ مجھے دیوان خانے میں لے گئیں اور پھر ایک جگہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کیا مجھے اور انتظار کرنا پڑے گا؟" میں نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"ہاں! کچھ دیر۔"

"مگر میں فوراً ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"انہیں پیغام دیا گیا ہے اور عزلہ نغوت نے حکم دیا کہ تمہیں اندر بلا لیا جائے اور انتظار کرنے کے لئے کہا جائے۔" میں بیزاری سے انتظار کرنے لگی۔ کچھ دیر کے بعد ایک تیسری کنیز آئی اور اس نے مجھے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا میں اس کے ساتھ چل پڑی، کئی راہداریوں سے گزر کر مجھے ایک کمرے کے سامنے لایا گیا، پھر کنیز نے دروازہ کھول کر مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں دروازے سے اندر داخل ہوگئی، اندر کا ماحول بے حد عجیب تھا اس شاندار مکان میں یہ کمرہ کسی راہب کی خانقاہ کا منظر رکھتا تھا پورے کمرے میں کوئی فرنیچر نہیں تھا۔ ہاں زمین پر غالیچہ بچھا ہوا تھا۔ ایک گلدان میں لوبان سلگ رہا تھا اور اس کی خوشبو پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی، غالیچے کے ایک گوشے پر شاید غزال گائے کی کھال بچھی ہوئی تھی۔ اس پر ایک بوڑھی عورت دوزانو بیٹھی ہوئی تھی اس کے سامنے چمڑے پر لکھے ہوئے کچھ اوراق رکھے ہوئے تھے۔ قریب ہی ایک پیالے میں پانی رکھا نظر آرہا تھا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

"اپنے چہرے سے نقاب ہٹا اور میرے سامنے بیٹھ جا۔"

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ میں دوزانو بیٹھ گئی، پھر میں نے چہرے سے نقاب ہٹایا اور بوڑھی عورت کے چہرے پر ردعمل دیکھنے لگی اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"تیرا نام منشا دانش ہے۔"

اُریدہ کے منہ سے اچانک اس طرح اپنا نام سن کر مجھے بہت حیرت ہوئی لیکن میں نے فوراً ہی گردن ہلا کر اثبات میں جواب دیا۔

"آہ، تیرا انتظار کرتے کرتے میری آنکھیں پتھرا گئی تھیں، نہ جانے کب سے میں تیرا انتظار کر رہی ہوں۔" اس نے پاس رکھے ہوئے چمڑے کے اوراق سمیٹے اور انہیں پانی کے پیالے میں ڈبو دیا۔

"اب ان کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔"

"میں یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں، بزرگ خاتون کہ تم میرے بارے میں کیسے جانتی ہو؟" اُریدہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

"ذاتی طور پر میں ابھی ان لوگوں میں شامل ہوں جو تجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن جو کچھ وقت کی کتاب میں تحریر ہو جائے اسے کون مٹا سکتا ہے۔ ابولس براہا نہ جانے کب سے یہ سب کچھ جانتا تھا اس نے اوراق میں بہت سی انوکھی کہانیاں تحریر کر دی تھیں میں تجھے کیا کیا بتاؤں؟"

"تم مجھے نفرت کی نگاہ سے کیوں دیکھتی ہو، اُریدہ؟"

"تو تاریخ کو منتشر کرنے والوں میں شامل ہے، تم میں سے کچھ نے ہمارا صدیوں کا سکون غارت کر دیا ہے۔ ہم جو ہواؤں کی آغوش میں میٹھی نیند سو رہے تھے۔ اپنا سکون غارت کرنے والوں سے کیسے خوش ہو سکتے ہیں۔" بڑھیا کے چہرے پر نفرت اور بیزاری کے آثار پیدا ہو گئے۔

میں نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"کیا تمہیں علم تھا کہ میں تمہارے پاس آؤں گی؟" میرے سوال کے جواب میں اس نے پانی میں بھیگ کر خراب ہونے والے صفحات کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں ان میں یہی درج تھا۔"

"یہ کس کی تحریر تھی؟"

"یہ ابولس براہا کی پیش گوئی تھی اس نے سب کچھ تحریر کر دیا تھا؟"

"کاش تم اسے ضائع نہ کرتیں، کاش میں بھی دیکھ سکتی کہ ان میں اور کیا لکھا ہوا تھا، میں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں، لیکن تمہارے رویے سے مجھے مایوسی ہوئی ہے، جبکہ اناتم سلاطیہ کا کہنا تھا کہ اس کی پھوپھی اسے بہت چاہتی ہے اور جب اسے علم ہوگا کہ میں اس کے پاس آئی ہوں تو وہ مجھے ہاتھوں ہاتھ لے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

گی۔"

"اوہ، کیا.....؟" بوڑھی اچھل پڑی۔ اس نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا تو نے؟" "تو.....تو سلاطیہ کے پاس سے آئی ہے۔"

"کیا ابولیس ہراہا کی پیش گوئی میں یہ تفصیل نہیں تھی۔"

"تو سچ کہہ رہی ہے۔ آہ کیا تو سچ کہہ رہی ہے۔ تو اناتم سلاطیہ سے ملی تھی۔ کب، کہاں؟" بوڑھی عورت شدید بے چین ہوگی۔

"میں اس کے پاس سے آرہی ہوں، اور یہ میرے سچ کی نشانی ہے۔" میں نے وہ انگوٹھی اُریدہ کو پیش کردی جو اناتم سلاطیہ نے مجھے دی تھی۔ بوڑھی انگوٹھی دیکھ کر بے اختیار ہوگئی۔ وہ زاروقطار رونے لگی اور اس نے انگوٹھی کو بار بار چوما۔ اس سے اندازہ ہوگیا کہ وہ اپنی بھتیجی کو کتنا چاہتی ہے۔

"یہ کیسے ممکن ہوا۔ تو اس تک کیسے پہنچ گئی؟" اس نے روتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی ایک طویل کہانی ہے۔ بزرگ خاتون نے مجھ پر اپنی ہمدردی کا اس طرح اظہار کیا یہ سب کچھ غلط ملط ہوگیا۔ میں نہیں جانتی کہ میرے بارے میں تمہیں کیا کیا معلوم ہے۔"

"شاید مجھ سے غلطی ہوگئی، واقعی میں نے تیرے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا۔ اٹھو..... اب تو یہاں رہنے والوں میں سے نہیں ہے۔ آ..... میری آرام گاہ میں چل۔ میں نے صرف ابولیس ہراہا کی تحریر پر انحصار کیا جو نامکمل اور مختصر تھی۔ آ.....!" وہ لڑکھڑاتے قدموں سے باہر نکل آئی اور مجھے اس کے ساتھ چلنا پڑا۔ زمانہ قدیم کی رئیس عورت کی آرام گاہ جس قدر شاندار ہوسکتی تھی یہ جگہ ویسی ہی تھی اس نے مجھے سامنے بٹھاتے ہوئے کہا۔

"تو واقعی سلاطیہ سے ملی تھی؟"

"ہاں، یہ انگوٹھی اس کی گواہ ہے۔"

"راھمن عوس کی اجازت سے۔"

"میں نے کہا نا کہ یہ داستان بھی طویل ہے۔"

"مجھے یہ بتا وہ کیسی ہے۔ کیا اسے قید میں صعوبتیں دی گئی ہیں۔ وہ بیمار تو نہیں ہے؟"

"اسے صرف ایک بیماری ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا.....؟ بوڑھی عورت نے بے قراری سے پوچھا۔

"وہ کہتی ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ جو الزام اس پر لگایا ہے، وہ جھوٹا ثابت ہوجائے کیونکہ وہ جھوٹ ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی طلب نہیں اور اس احساس نے اسے بیمار کردیا ہے وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی۔"

بوڑھی اُریدہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھاریں بہتی رہیں اس نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد گلوگیر لہجے میں کہا۔

"دیوتا آموس کی قسم، وہ پاکیزہ ہے، وہ کلی کی طرح معصوم ہے۔ یہ بات مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ میں نے اسے اپنی آغوش میں پروان چڑھایا ہے۔ میں نے اسے اپنی زندگی کے صبح شام دیئے ہیں۔ ساموت لاپرواہ انسان تھا۔ اس نے اپنا وقت عیش و عشرت میں گزارا اور ناعاقبت کی ان منزلوں تک پہنچ گیا جہاں انسان کی بصیرت بے معنی ہوجاتی ہے۔ وہ آنکھوں سے نہیں کانوں سے دیکھتا ہے۔ اور ساموت پر بھروسا کرنا دیوانگی ہی تو تھی..... آہ یہ دیوانگی اس کلی کے دامن کو داغدار کرگئی، اور اس کے بعد راھمن عوس اس کا جانشین بنا، حقیقتوں سے اتنا ہی بے خبر۔ یہ نہ جانا اس نے کہ وہ پاکیزہ کلی جو ہزار حفاظتوں میں پل رہی تھی، داغدار کیسے ہوسکتی ہے۔ اور تم مستقبل سے آنے والی تم نے اس کھیل میں ہمارے دشمنوں کا ساتھ دیا۔

لڑکی! ابولیس ہراہا نے یہ چند لوحیں رقم کرکے مجھے دی تھیں، اس نے کہا تھا کہ جو اس الزام کا باعث بنے ہیں وہی اس کی تردید بھی کردیں گے اور آنے والی لڑکی جس کا نام نشا دانش ہوگا، جب تیرے پاس پہنچے گی تو حقیقتوں کا انکشاف شروع ہوجائے گا۔ یہی ان لوحوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میں درج تھا اور ان کی ترتیب یہاں آ کر ختم ہو جاتی تھی کہ تو میرے پاس پہنچ جائے اور اگر تو اناتم سلاطیہ سے مل کر آئی ہے تو تجھے خود احساس ہو گیا ہوگا کہ وہ داغدار نہیں ہو سکتی، میں نہیں جانتی کہ مکمل کہانی کیا ہے، بس اتنا معلوم ہے مجھے کہ مستقبل سے آنے والوں نے تاریخ کو منتشر کر دیا ہے اور ان کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔"

ہاں ابولس براہا نے ستاروں کے تعاون سے مستقبل والوں کے بارے میں بہت سی تفصیلات بتائی تھیں، کہا تھا کہ وہ زمین و آسمان میں بے ترتیبی پیدا کرنے کا باعث بنیں گے...... اور نہ جانے کیا کیا شے منتشر ہو جائے گی۔ ہم صدیوں سے سکون کی آغوش میں سو رہے تھے، مستقبل والوں کے ہاتھوں بے ترتیب ہو گئے ہیں۔ زمین پر بسنے والے کہاں تک پہنچ گئے ہیں۔

نشا دانش تیرے علم میں تو ہوگا۔ ستاروں کا راز دار خود بھی اتنا ہی منتشر تھا، جبکہ اسے زمین و آسمان کی کہانیوں میں سے بہت سی کہانیاں معلوم ہیں لیکن مستقبل والوں سے وہ خود بھی خوفزدہ تھا اور ہاں مجھے یاد آیا اس نے کہا تھا مجھ سے کہ جب نشا دانش میرے پاس پہنچے تو میں اس کے پاس ضرور بھیجوں۔

لڑکی تاریخ منتشر ہو گئی ہے اور تو نہ جانے کس کس طرح اناتم سلاطیہ کی بے گناہی ثابت کرے گی کیا تو مجھے بتائے گی کہ ایسا ممکن ہے۔ بہت وقت گزر چکا ہے اسے قیدی بنے ہوئے وہ پاکیزہ ہے، معصوم ہے اسے اب اس قید سے رہائی ملنی چاہیے۔ لڑکی بتا تو اسے کس طرح بے گناہ ثابت کرے گی......؟"

میں نے پریشان نگاہوں سے بوڑھی عورت کو دیکھا اور کہا۔

"حالانکہ تیری باتیں میری سمجھ میں بالکل نہیں آئیں اریدہ لیکن میں تجھ سے ہر طرح کا تعاون کرنا چاہتی ہوں۔ ہاں اس بات کا اعتراف مجھے بھی ہے کہ اناتم سلاطیہ نہ تو میری ماں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی عورت جس پر الزام لگایا جا سکے۔

"تیری ماں......؟" اریدہ نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ہاں، یہی مجھ سے کہا گیا ہے اور تو خود دیکھ کیا میری صورت اس عورت سے ملتی جلتی نہیں ہے، جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ وہ میری ماں ہے۔"

"ہرگز نہیں...... بالکل نہیں...... قطعی نہیں، یہ سب جھوٹ ہے، صورتوں میں مماثلت ہو جاتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ معصوم پاکیزہ لڑکی کسی گناہ کی مرتکب قرار دی جائے، لیکن آخر یہ کیا مصیبت ہے، یہ کیا کہا جا رہا ہے اور ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ میں تو اس طرح مفلوج ہو چکی ہوں کہ میرے پاس کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت میری طبیعت ایسی نہ ہوتی۔ اگر میں ویدۂ سالوت کی مرضی کے مطابق کسی ایسے شخص سے منسوب ہوتی جو مصری ہوتا لیکن اب مجھے ایک گناہ گار کی زندگی گزارنے کے لئے مجبور کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس میں میرا قصور نہیں تھا۔ خیر یہ بالکل ہی الگ بات ہے۔

تجھے ابولس براہا کے پاس جانا ہوگا۔ یہاں تک کی کہانی اس نے مجھے رقم کر دی تھی، لیکن مجھے یوں لگ رہا ہے، جیسے اس کہانی میں اس کی شمولیت کے بغیر آگے کچھ نہ ہو پائے گا۔" بوڑھی عورت جیسے اپنے آپ میں الجھ گئی تھی۔ اس نے مجھ سے میرے بارے میں مزید کچھ نہیں پوچھا۔ بس پریشان ہو گئی تھی۔ کبھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے اور کبھی ان آنکھوں سے الجھنیں جھانکنے لگتیں، پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تھکے تھکے انداز میں اپنی نشست سے ٹکتے ہوئے کہا۔

"میرا ابوزحاد مارخ کوئی بھی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں ہے لیکن تیری آنکھوں میں اناتم سلاطیہ کی تصویر ہے۔ تو نے اسے حال میں دیکھا ہے اور اس طرح تیرا حق بنتا ہے کہ میں نہ صرف تجھ سے محبت سے پیش آؤں، بلکہ تیرا احترام بھی کروں اور خاطر مدارت بھی۔ سن نشا دانش میرے منہ سے اگر تیرے لئے کوئی تلخ لفظ نکل جائے تو اسے زبول کی قسم، اسے محسوس کرنے سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

گریز کرنا۔ بڑا مشکل وقت ہے۔ ہم پر تاریخ منتشر ہو چکی ہے اور ہمارے پاس وہ ذرائع نہیں ہیں کہ ہم سچائیوں کو رقم کردیں۔ پتہ نہیں کیا ہوگا۔ پتہ نہیں کیا ہوگا؟" بوڑھی اُریدہ نے کہا۔

میں خود بھی اسی طرح الجھ گئی تھی۔ یہاں آنا بے مقصد ہی رہا۔ یہ بوڑھی عورت تو خود مجھے مریضہ معلوم ہوتی تھی اس سے زیادہ گفتگو کرنا بے کار ہی تھا، میں نے اس سے کہا۔

"ابولس براہا کا نام لیا ہے تم نے بزرگ خاتون وہ کون ہے اور کیا وہ انوکھے علم سے آراستہ ہے......؟"

"ہاں، وہ ستارہ شناس ہے۔ ستاروں کا راز دار اور میرا امریبا اس کی بہت عزت کی جاتی ہے اور ستاروں کی اشتراک سے وہ جو کچھ کہتا رہا ہے اب تک وہی درست نکلا ہے۔"

"وہ کہاں ہے......؟"

"تاکستان میرا سے بہت دور...... وادی ترکناس میں اس کا معبد ہے۔ ترکناس کے پرانے معبد میں اس نے ہمیشہ ہی بود و باش اختیار کی ہے اور تجھے اس کے پاس ضرور جانا چاہیے۔ میں اس کا مکمل بندوبست کردوں گی۔"

"اتنا میں ضرور بتانا چاہتی ہوں بزرگ خاتون کہ میں رامسن موس کی معزز مجرمہ ہوں اور اس کے سپاہی میری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ مجھے بھی اناتم سلاطیہ کی بیٹی کی حیثیت سے قید خانے میں پہنچا دیا گیا تھا اور اسی قید خانے سے میں نے فرار حاصل کیا ہے جبکہ یہ کام اناتم سلاطیہ کے لئے بھی ہوسکتا تھا لیکن اس نے کہا کہ وہ اپنی واضح صورت لے کر قید خانے سے باہر کا راستہ نہیں اختیار کرے گی ہاں اس وقت اس کے لئے باہر نکلنا ممکن ہوگا جب اہل مصر اسے ایک پاکیزہ اور مقدس ہستی کا درجہ دیں گے، میں خود بھی اس کے لئے وہی مقام حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو میری روح تجھے اس سے بھلا کون روکے گا تو بالکل فکر مت کر ابولس براہا تک پہنچانا میرا کام ہے اور کوئی نہ جان سکے گا کہ ایک رتھ میں بوڑھی اُریدہ سفر کر رہی ہے یا نوجوان لڑکی نشاناش۔"

"تو بس ٹھیک ہے تو میرے لئے یہ انتظام کردے ہوسکتا ہے ہم پر وہاں سے حقیقتیں منکشف ہوں۔"

"ایسا ہی ہوگا، مجھے یقین ہے ایسا ہی ہوگا۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

"اس میں کتنا وقت لگ جائے گا......؟"

"نہیں جلدی نہ کر، میں محفوظ انتظام کردوں گی اور اس سے پہلے تو کچھ وقت میری مہمان بھی رہے گی۔ یہ ضروری ہے کہ رامسن موس خود اتنا فرض شناس نہیں ہے لیکن وہ جو اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔"

اُریدہ نے میرے قیام کا بندوبست کردیا۔ میرے اطراف ہنوز تاریکی تھی۔ کسی مشکل کا کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ میری زندگی داستان الف لیلہ ہوگئی تھی۔ ایک کے بعد دوسری کہانی نکل آتی تھی۔ کہیں سے مقصد نہیں حل ہو رہا تھا۔ اُریدہ نے دوسری ملاقات کافی بہتر حالت میں کی۔ اپنی بچی کے نام پر وہ بے اختیار ہوکر مجھ سے میرے بارے میں بہت سے سوالات نہیں کرسکتی تھی۔ اس دوسری ملاقات میں اس نے مجھ سے بہت کچھ پوچھا۔ مجھے بہت کچھ بتایا۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"بڑا انوکھا کھیل ہے۔ مستقبل نے ماضی میں دخل اندازی کی ہے، قدیم علوم بے بسی ہوگئے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ آ میں تجھے کوارخاس لے چلوں۔ جس کے سوراخوں سے دور تک دیکھا جاسکتا ہے ماضی میں بہت دور تک۔"

"کوارخاس کیا ہے......؟"

"قدیم بادشاہوں کے لئے رہنما پہاڑ، جس کے سوراخوں سے مرکزیت اور مرکزیت کی تفصیل ملتی ہے۔ لیکن انہیں جو چشم بینا رکھتے ہیں اور جو ناکارہ تھے انہوں نے کبھی اس سے رہنمائی حاصل نہ کی جیسے سالوت یا رامسن موس اور اس جیسے بہت سے لیکن جب اس سے رہنمائی حاصل کی گئی تو مایوسی نہ ہوئی کیا تو وہاں چلنا پسند

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کرسکے گی۔"

"ہاں، کیوں نہیں" میں نے بے دلی سے کہا۔ کرتی بھی کیا، میں خوامخواہ جزیروں کی مسافر تھی۔ اریدہ نے سفر کا بندوبست کیا اور خود بھی چھ گھوڑوں والے رتھ میں بیٹھ کر میرے ساتھ چل پڑی۔

وادیوں، دروں اور پہاڑوں کے درمیان سے گزر کر بالآخر ایک نخلستان پر یہ سفر ختم ہوا، یہ نخلستان ایک پہاڑی کے دامن میں تھا۔ اریدہ نے اسی پہاڑی کو کوہ ارخماس کا نام دیا۔ یہاں کچھ وقت آرام کر کے شام کے جھٹپٹوں میں ہم نے پر پیچ راستے عبور کرنے شروع کر دیے۔ پہلی منزل آ گئی تو بوڑھی نے ہانپتے ہوئے ایک بڑے سے جھروکے کی طرف اشارہ کیا۔

"اس کے دوسری جانب مصر کی تاریخ کندہ ہے۔ آ میں تجھے مصر کی حقیقی تاریخ سے روشناس کراؤں۔ ممکن ہے تیرے دور کے محقق دھوکہ کھا گئے ہوں لیکن ارخماس میں مصر کی تمام حقیقتیں پنہاں ہیں۔" ہم جھروکے کے نزدیک پہنچ گئے۔ بلندیوں سے بستیاں نظر آ رہی تھیں لیکن ان بستیوں میں ایک دنیا آباد تھی۔ بوڑھی کی آواز ابھری۔

"یہ ممفس ہے قدیم بادشاہی کا مرکز، وہ دیکھ جیزا کے اہرام تعمیر ہو رہے ہیں۔ یہ چوتھے خاندان کے بادشاہوں کے مقبرے ہیں اور وقت گزر کر تیسویں خاندان تک آ گیا ہے، اور اب ذرا بائیں سمت نگاہ دوڑا۔ ادھر دیکھ، وہ دیکھ سکندر مصر پر قابض ہے اور بطلیموسیوں کا یونانی خاندان مصر پر حکمران ہے اور وہ انتونی قلوپطرہ کا دور ہے جو زوال پذیر ہو رہا ہے۔ آ ذرا رخ بدل، دیکھ رومی، مصر کی تقدیر کے مالک بن چکے ہیں۔ مصر کئی بار فاتحین کے زیر حکومت رہ چکا ہے، انہی میں حبشہ اور لیبیا کے ہکسوس بھی تھے یوں یہ سلسلہ توت اخ انیس تک آتا ہے۔ اسی دوران تحوتمس ثالث اور اس کے بعد ساتویں اخ مصر کے والی رہے اور پھر دیکھ قدیم مصر کیا ہو گیا۔"

بوڑھی اریدہ کہتی جا رہی تھی اور تمام مناظر بستیوں میں نمودار ہو کر معدوم ہوتے جا رہے تھے۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی فلم چل رہی ہو۔ اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ میرا سر چکرا رہا تھا۔ ہواؤں کے شور میں مصری آبادیوں کی آوازیں شامل تھیں۔ پھر بوڑھی کے آخری الفاظ کے ساتھ ایک دم خاموشی چھا گئی۔ یہ سناٹے بھی چیختے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ میں چکرائی ہوئی آنکھوں سے باہر دیکھتی رہی، زمین الٹ پلٹ ہو رہی تھی۔ عمارتیں بوس ہو رہی تھیں، جگہ جگہ سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ پھر سب کچھ ہواؤں میں تحلیل ہو گیا۔ بالکل خاموشی چھا گئی جگہ جگہ اہرام سر اٹھائے کھڑے تھے، ان کے درمیان کوئی ذی روح نہیں تھا۔ کوئی تحریک نہیں تھی۔ خاموشی اور ویرانہ......!

"وہ تیسرا جھروکہ ہے۔ میں اس تک پہنچنے کی سکت نہیں رکھتی تو چاہے تو وہاں جا سکتی ہے۔"

"وہاں کیا ہے......؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔"

"میں اوپر جاؤں......؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں اگر تو چاہے۔" بوڑھی تھکے تھکے لہجے میں بولی اور میں نے کچھ اور بلندیاں طے کیں اور اس جھروکے کے باہر سے جھانکا تیز روشنیوں میں جدید مصر بکھرا ہوا نظر آ رہا تھا۔ میں بغور اسے دیکھتی رہی، میں اسے شناخت کر رہی تھی۔ بہت دیر تک میں وہاں رکی۔ پھر واپس بوڑھی کے پاس آ گئی۔ بوڑھی اداس بیٹھی ہوئی تھی۔

"اس کے دوسری طرف مصر جدید ہے۔ میرے دور کا نمائندہ!" میں نے کہا۔ بوڑھی نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ جب وہ کچھ نہ بولی تو میں نے کہا۔

"مگر تم مجھے یہاں کیوں لائی ہو اریدہ......"

"ایک تجربہ کرنے، کچھ معلوم کرنے کے لیے۔"

"کیا......؟"

"پہلے جھروکے سے تو میں نے ماضی کا مصر دیکھا۔ نیل کی آبادیوں کے عروج و زوال دیکھے، دوسرے جھروکے سے مصر کی خاموشی دیکھی۔ وہ دور جب مصری تہذیب تاریکیوں میں سو گئی تھی اور تیسرے جھروکے سے تو نے اپنا دور دیکھا۔ تو نے یہ سب کچھ دیکھا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

"نا.....؟"

"ہاں۔" میں کچھ نہ سمجھ کر بولی۔

"ابولس براہا مجھے یہ بتائے کہ پھر ماضی سے تیرا کیا رشتہ ہے۔ تو تاریخ کو زمانہ جدید کے انسان کی آنکھ سے دیکھ سکتی ہے کیونکہ تو اس دور کی تخلیق ہے۔ ماضی سے تیرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر سلاطیہ کے دشمن کس بنیاد پر اس پر الزام لگاتے ہیں۔ مگر..... کون کیسے کس سے کہے۔" بوڑھی کی آواز مدھم ہوگئی۔

میں اس کی منطق پر غور کرنے لگی۔ لیکن میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس کے بعد اریدہ وہاں سے واپس چل پڑی۔ اپنی رہائش گاہ آ کر اس نے مجھے میری آرام گاہ پہنچا دیا۔ یہاں تو گاڑی بالکل رک گئی تھی۔ میں اب کیا کروں۔ قید خانے میں رہ کر راحسن عوس سے تو رابطہ رہتا۔ کوئی فیصلہ تو ہو جاتا۔ یہاں آنا بالکل بے مقصد رہا تھا۔ وہ صرف اپنی مشکل بیان کر رہی تھی۔ بہت غور کر کے میں نے فیصلہ کیا کہ اس آخری شخصیت سے اور مل لوں جسے ابولس براہا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اگر وہ بھی بے مقصد ثابت ہوا تو پھر راحسن عوس کے دربار میں خود حاضر ہو جاؤں گی اور اپنی تقدیر کا فیصلہ مانگوں گی۔

"دو تین دن نہایت سکون سے انتظار کیا۔ یہاں تک کہ اریدہ نے خود ہی کہا۔

"ابولس کے پاس جانے کا انتظام کر لیا ہے میں نے ہمیں کل صبح نکلنا ہوگا۔"

سفر کے لئے رتھ کا بندوبست کیا گیا۔ وہی رتھ تھا اور وہی رتھ بان جو ہمیں ارتھامس لے گئے تھے لیکن اس بار سفر پہلے سے زیادہ طویل تھا اور راستے ایسے خوب صورت کہ آنکھیں روشن ہو جائیں۔ بے مثال خطہ تھا۔ میں نے بڑی خوشی سے یہ سفر طے کیا۔ جس جگہ رتھ رکا وہ بھی ایک طویل پہاڑی سلسلہ تھا۔ پہاڑیوں میں سیاہ پتھروں کی وہ عبادت گاہ نظر آ رہی تھی جو بہت قدیم معلوم ہوتی تھی۔ بوڑھی نے یہاں رتھ سے اتر کر کہا۔

"آہ۔ اس معبد تک جانا میرے لئے جس قدر مشکل ہے۔ میں ہی جانتی ہوں۔"

"کیا ابولس براہا معبد سے باہر نہیں آ سکتا؟"

"نہیں۔ ستاروں کے راز دار مجھ سے کہیں زیادہ ضعیف ہے۔ پھر اس کا احترام بھی واجب ہے۔ ہمیں خود وہاں جانا ہوگا۔ میں وہاں جاؤں گی کیونکہ براہا وہ واحد شخص ہے جو ستاروں کی مدد سے مجھے یہ بتا سکتا ہے کہ اب کیا ہوگا۔ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں ان تم سلاطیہ کے لئے جتنی پریشان ہوں کاش تو اس کا اندازہ لگا سکتی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بوڑھی اریدہ نے بمشکل تمام سفر طے کیا۔ بے شک مشکل چڑھائیاں تھیں، لیکن معبد کا سفر طے ہو گیا۔ معبد کے احاطے میں شہتوت، اور زیتون کے درخت جابجا بکھرے ہوئے تھے اور درختوں سے گرے ہوئے پھلوں کے جابجا انبار لگے تھے جن سے منتشر ہونے والی میٹھی خوشبو چاروں طرف چکراتی پھر رہی تھی۔

معبد کے سامنے بنے ہوئے چبوترے پر بوڑھی اریدہ نے ابولس براہا سے ملاقات کی۔ بے حد ضعیف انسان تھا۔ ہڈیوں اور سفید بالوں کا مجموعہ اور دنیا سے بے خبر۔

"میں تیری معتقد اریدہ ہوں۔ تجھ سے ملنے آئی ہوں۔"

"میں نے اب سب سے ملنا چھوڑ دیا ہے۔ میں کسی کو نہیں جانتا۔" بوڑھے نے کانپتی آواز میں کہا۔

"تو نے ہمیشہ مجھ سے شفقت کا برتاؤ کیا ہے اور تیرے کہنے کے مطابق یہ میری مشکلات کے آخری لمحات ہیں۔ ان لمحات میں میری مدد سے منہ نہ موڑ۔"

"لیکن میری مشکل کے لمحات شروع ہو گئے ہیں۔ اب میں زندگی کے بوجھ سے جھکا ہوا ہوں۔"

"اس کے باوجود تیری مدد درکار ہے۔"

"میں اپنی مدد نہیں کر سکتا، تیری مدد کیسے کروں؟"

"آہ، تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ تو نے مجھے ستاروں کی مدد سے وہ لوحیں بنا کر دی تھیں۔ جو چمڑے کے کاغذ پر لکھی ہوئی تھیں۔ تو نے کہا تھا کہ میری مشکل ٹلنے کا وقت آئے گا تو تو میری مدد کرے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"کون ہے تو......؟"

"اُریدہ...... آہ میری محبوب ہستی تاریخ کی الجھن کا شکار ہے اور دیکھ لے وہ آ گئی ہے۔ جس کے لئے تو نے پیش گوئی کی تھی۔"

"وہ کون ہے؟"

"نشا دانش مابعد تاریخ کی وہ ہستی جو تاریخ کے جال میں الجھ گئی ہے اور اس سے تاریخ کے بہت سے تار منسلک ہیں۔" اُریدہ اس کی خوشامد میں مصروف تھی۔

مجھے عقب میں سرسراہٹ محسوس ہوئی اور میری گردن گھوم گئی۔ شہتوت کے زمین پر لگے ڈھیر کے پیچھے ایک سایہ نظر آیا جو پلک جھپکتے دوسری طرف گم ہو گیا تھا۔ میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ کوئی بھی ہو سکتا تھا۔ معبد میں رہنے والا ابولس براہا کا خادم وغیرہ۔ چنانچہ میں نے ادھر سے توجہ ہٹالی۔ ابولس براہا نے کہا۔

"گزرنے والے وقت نے میری یادداشت اور بصیرت پر برا اثر ڈالا ہے، نہ جانے کیا کیا بھول گیا ہوں، تیرا نام دماغ میں آتا تو ہے لیکن میری پیش گوئی کیا تھی، مجھے یاد نہیں، تاہم مجھے بتا تاریخ کی کیا الجھن ہے اور کون کس مشکل کا شکار ہے؟"

"بہت پہلے میں تیرے پاس آئی تھی ابولس اور تیری ستارہ شناسی سے مدد مانگی تھی میں نے۔ میں نے تجھے بتایا تھا کہ سالوس نارفتوں کا شکار ہے اور اپنے ہی جسم پر زخم لگا رہا ہے۔ اس نے اپنی بیٹی اناتم سلاطیہ کو پابند سلاسل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے تاریخ میں مداخلت کرنے والے ایک شخص سے رابطہ پیدا کر کے تاریخ مصر کو داغدار کیا ہے اور اس الزام میں اسے قید کی سزا دی گئی اور کہا گیا کہ مستقبل سے آنے والے کے مقدمے کا فیصلہ کئے بغیر اناتم سلاطیہ کی رہائی ناممکن ہے اور اس کے لئے اس نے کاہنوں کے اشارے پر ایک تاویل گھڑ لی، پھر یوں ہوا کہ وہ نہ رہا اور رامسن عوس نے اپنے باپ کے فیصلے کی توثیق کر دی۔ تو میں نے ابولس براہا تجھے بتایا تھا کہ ایسا ہوا ہے اور تو نے ستاروں کی مدد سے مجھ پر یہ منکشف کیا کہ انتظار کرنا ہوگا۔ تاریخ کی یہ الجھن مابعد تاریخ کے لوگ ہی سلجھا جائیں گے اور انہی میں نشا دانش ہوگی۔ جو میرے پاس آئے گی اور وہیں سے حقیقتوں کا انکشاف ہوگا؟"

"ہاں شاید...... ایسا کچھ ہوا تھا۔" بوڑھے نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔

"مجھے کچھ اور یاد دلا تا کہ میں اپنی یادداشت تازہ کر سکوں۔"

"تو نے تعین کیا تھا اور مجھے لوحیں لکھ کر دی تھیں کہ ان سے اندازہ لگاتی رہوں کہ کتنا وقت باقی ہے اور سب کچھ تعین کر کے درج کر دیا تھا۔ سو وہی تمام واقعات پیش آئے جو تیری تحریروں میں تھا۔ یہاں تک کہ نشا دانش نامی لڑکی میرے پاس آئی لیکن نہ یہ جانتی ہے کہ اب کیا ہوگا۔ اناتم سلاطیہ کیسے اس بہتان سے نجات پائے گی۔ آہ ہم ایک بار پھر تیری رہنمائی حاصل کرنے آئے ہیں۔"

ابولس براہا سوچ میں ڈوب گیا۔ بہت دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"میرے دماغ میں اس کہانی کے مٹے مٹے نقوش موجود ہیں۔ لیکن یہ نہیں معلوم مجھے کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ بعد کی کہانیاں ستارے جانتے ہوں گے۔ میری نگاہ بھی کمزور ہے اور دماغ بھی کمزور ہو چکا ہے۔ بہت مشکل کام ہو گیا ہے۔ اب یہ میرے لئے کیا کہ وہ آ گئی ہے، وہی لڑکی جس کا نام تو نے شاید نشا دانش لیا اور کیا میری درج کی ہوئی لوحیں تیرے پاس محفوظ ہیں......؟"

"نہیں، تو نے کہا تھا کہ تیری پیش گوئیاں درست ثابت ہو جائیں اور لوح کا آخری لفظ بھی ختم ہو جائے تو میں انہیں پانی میں ڈبو کر ان پر تحریر نقش مٹا دوں، سو میں نے ایسا ہی کیا ہے۔"

"ہاں...... ستارے جس کے لئے جو کہیں وہ انہی تک محدود رہنا چاہئے، ورنہ ان سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ ہر بات عام ہونے کے لئے نہیں ہوتی...... لیکن عزیزہ اس سے آگے جو کچھ بھی ہے وہ ستاروں میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پنہاں ہوگا اور بعد کے حالات ستاروں ہی سے پوچھنا پڑیں گے، اور یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تو نے جانا۔ میری بینائی میرا ساتھ نہیں دیتی، لیکن پھر بھی میں کوشش کروں گا ہوسکتا ہے اس کے بعد تجھے تیرے عمل سے آگاہ کرسکوں۔"

اُریدہ کے چہرے پر بے چینی کے آثار پھیل گئے، اس نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھے نا کستان صبرا میں لوگوں سے رابطے رکھنے پڑتے ہیں، میں اتنا وقت یہاں کیسے گزار سکتی ہوں، آہ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اس لڑکی کو تیرے پاس چھوڑ جاؤں اور تو اس کی رہنمائی کر۔ پھر یہ لڑکی تیری رہنمائی میں مجھے یہ بتائے کہ ایک بے گناہ اور معصوم لڑکی کی پاکیزگی کو ثابت کرنے کے لئے میرے قدم کیا ہونا چاہئے، ابولس برہا میرے پاس تیرے سوا اور کوئی رہنما نہیں ہے، ورنہ ہم اپنا مقام کھو نہیں گے۔"

ابولس برہا نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہی ممکن ہے اور یہی مناسب ہوگا۔ میں ستاروں سے رابطے قائم کروں گا اور ان سے پوچھوں گا کہ آئندہ کیا ہونا چاہئے تاہم تجھے انتظار کرنا ہوگا۔"

بوڑھی اُریدہ نے عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگی۔

"تو بھی تاریخ کی انجمن کا شاہکار ہے نشا واثق اور جو کچھ تجھ سے معلوم ہوا ہے میں خود بھی اسے سمجھنے سے قاصر ہوں کہ عمر تو میری بھی کم نہیں ہے۔ لیکن میں دل سے یہ چاہتی ہوں کہ رامسن موس کے دربار میں، ایک دن یہ بات بیانگ دہل کہی جائے کہ سالوس جھوٹا خدا تھا اور اس کا علم ناقص کہ وہ حقیقتوں کا سراغ نہ پاسکا اور جو مستقبل کے لوگ تھے۔ انہوں نے تاریخ میں انتشار برپا کرکے اپنی برتری قائم کی اور غلط الزامات لگا کر تاریخ کے ایک سنہرے دور کو داغدار کردیا۔ یہ ثابت ہونا چاہئے اور اس میں نشا واثق تیری مدد بہت ضروری ہے اور ابولس برہا کی تمام پیش گوئیاں اس طرح درست نکلی

ہیں کہ شاید بہت سوں کو یقین بھی نہ آئے۔ لیکن میں اس کی معتقد ہوں اور جانتی ہوں برہا ستاروں کا شناسا ہے اور ستارے اس سے کبھی غلط نہیں کہتے۔ سو اگر ہمیں یہاں سے رہنمائی مل گئی تو یوں سمجھ تیری اور میری دونوں کی مشکل آسان ہوجائے گی۔"

میں نے ایک لمحہ سوچے بغیر برہا کے ساتھ وقت گزاری پر آمادگی کا اظہار کردیا۔ میں خود بھی اُریدہ سے متفق تھی اور جس مصیبت میں پھنس گئی تھی اس کا حل کسی نہ کسی شکل میں تو دریافت ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تاریخ اپنا سفر اس انداز میں طے کررہی ہو اور یہ سب کچھ بھی تاریخ کا ہی ایک حصہ ہو۔ مجھے یہاں رہنے پر آمادہ پاکر بوڑھی کھل اٹھی۔ اس نے میرا شکریہ ادا کیا پھر بولی۔

"مجھے تیرے تعاون پر اطمینان ہے۔ مطمئن رہ، میں تیری خبر گیری کرتی رہوں گی اور اس وقت جب ستارہ شناس ہمارے لئے ستاروں کی منتخب کردہ راہ متعین کردے گا تو ہم مل کر کام کریں گے۔"

وہ جب سے میرے لئے رہائش کی جو چیزیں حاصل ہوسکتی تھیں وہ میرے حوالے کرکے اُریدہ وہاں سے چلی گئی اور میں واپس ابولس برہا کے پاس آگئی۔ میں نے معبد کی بلندیوں سے اس علاقے کو دیکھا تھا۔ ویسے تو یہ سب کچھ حسین تھا لیکن ان بلندیوں سے مناظر اور بھی حسین نظر آتے تھے۔ اگر پرسکون حالات میں ایسی کسی جگہ کچھ وقت گزارنے کا موقع ملتا تو بڑی خوشی سے گزارا جاسکتا تھا۔ لیکن میری ذہنی حالت اب بھی خراب تھی ابھی تک کوئی بہتر صورت سامنے نہیں آئی تھی کچھ دیر کے بعد ابولس برہا کے پاس آگئی۔ برہا نے کہا۔

"یہاں قیام میں تجھے کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ اپنی پسند کی جگہ آرام کے لئے منتخب کرلے۔"

"اس کی چنداں فکر نہ کر معزز بزرگ۔ یہ سب بہت خوب صورت ہے۔ یہاں تیرے سوا اور کون ہے۔"

"بہت سے ہیں، تو سب سے واقف ہوجائے گی۔" اس نے کہا۔ پھر بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"آرام کر میں تجھے آواز دے لوں گا۔" اس وقت وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں بھی ضعیف شخص کے پاس سے ہٹ گئی۔ پھر میں نے زیتون کے ایک جھنڈ میں اپنے لئے جگہ منتخب کرلی۔ صاف ستھری گھاس کا بستر تھا۔ میں وہاں آرام کرنے لیٹ گئی اور بوڑھے ستارہ شناس کے بارے میں سوچنے لگی۔ اریدہ، اور نہ جانے کون کون دماغ میں آنے لگے۔ اب ان تمام چیزوں کے بارے میں سوچ سوچ کر دل پر بیزاری طاری ہو جاتی تھی مجھے اس کہانی کا کوئی اختتام نظر نہیں آتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے یونہی بھٹکتے بھٹکتے زندگی کا اختتام ہو جائے گا اور کسی بات کا فیصلہ نہیں ہو سکے گی۔ اپنی جیسی ہر کوشش کر کے تو ناکام ہو چکی ہوں کیا فائدہ کسی بہتری کے بارے میں سوچنے سے، جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ آنکھیں بند کرلیں اور نیم غنودگی کی سی کیفیت کا شکار ہو گئی۔ یہاں کسی کے آنے کا کوئی خدشہ نہیں تھا اور ویسے بھی اگر کوئی آ جاتا تو کیا فرق پڑتا ہے۔ انہی سوچوں میں اچھی خاصی نیند آ گئی۔ پھر شاید درختوں کے جھنڈ میں کوئی ہلچل ہوئی تھی۔ آنکھ کھل گئی۔ ایک لباس سا نظر آیا جو میرے بائیں سمت درختوں کے جھنڈ کے دوسری جانب تھا۔ میں ہاتھ ٹکا کر اٹھ گئی اور میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"کون ہے....؟" یونہی بس بے اختیاری کے عالم میں یہ الفاظ زبان سے نکل گئے تھے ورنہ کوئی بھی ہو سکتا تھا۔ میری خواب گاہ تو تھی نہیں، جو کسی کو یہاں آنے پر روک ٹوک ہوتی۔ جواب نہیں ملا۔ لباس ایک دم غائب ہو گیا تھا۔ درختوں کے جھنڈ سے باہر نکل آئی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی لیکن آس پاس کوئی موجود نہیں تھا، بہرحال پانی تلاش کر کے منہ وغیرہ دھویا اور پھر بھوک کا احساس ہوا تو زیتون کے پھلوں کا ایک گچھا توڑ کر ان سے شکم سیری کی، بہت ہی لذیذ زیتون تھے پھر وہاں سے ہٹی اور اس سمت آ گئی جہاں ابولس برہا پتھر کی ایک بڑی سی سل پر دو زانو بیٹھا ہوا تھا۔ یہ نئی جگہ تھی۔ ورنہ اس سے پہلے وہ معبد کے سامنے کے حصے میں نظر آیا تھا۔ یہ معبد کا عقبی حصہ تھا، میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے نزدیک پہنچ گئی بوڑھے برہا نے مسکراتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"آ بیٹھ میں تیرے ہی بارے میں سوچ رہا تھا۔ میرا خیال ہے تو ذہنی طور پر شگفتہ ہے۔ شاید سو گئی تھی۔"

"ہاں تمہاری یہ دنیا بہت خوب صورت ہے ابولس برہا لیکن میں اپنے اندر کے اضطراب میں اس کا حسن گم کر بیٹھی ہوں، کاش مجھے دلی سکون مل جائے۔"

"بیٹھ جا۔" برہا نے نرمی سے کہا۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ بولا۔

"میں نے تجھ پر غور کیا ہے۔ بہت دیر کے بعد مجھے یاد آیا کہ اریدہ سے میری کیا باتیں ہوئی تھیں اور میں نے اسے ستاروں کے حوالے سے کیا بتایا تھا۔ تیرا تعلق تو بڑی عجیب دنیا سے ہے۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ بتائے گی۔"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"کچھ سوال جن سے میں ستاروں کی پیش گوئی کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو۔" میں نے کہا اور وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔

"تم لوگ لوہے کے گھوڑے پر سفر کرتے ہو؟ تمہارے جہاز سمندر کی گہرائیوں میں دوڑتے ہیں، کیا آہنی پرندے تمہیں فضا کا سفر کراتے ہیں، کیا تم نے آگ کو خول میں بند کرلیا ہے، کیا روشنی تمہاری قیدی بن گئی ہے۔ کیا تمہارے درمیان نفرتوں کے گڑھے نمودار ہو گئے ہیں۔ تمہارے ہتھیار آگ کے آتشیں خول میں بند ہیں۔ کیا تمہارے سورما بزدل ہوتے ہیں، مجھے ان سوالوں کے جواب دو۔"

"لوہے کے گھوڑے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ہاں، ابولس برہا تم ٹھیک کہتے ہو، ہم انہیں کار اور ریل کا نام دیتے ہیں۔ سمندر کی گہرائیوں میں دوڑنے والے جہاز آبدوز کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ آگ یقیناً خول میں بند ہے اور ہم اسے کارتوس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY | PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کہتے ہیں۔ روشنی بے شک تیدی ہے جو سوچ دبانے سے آزاد ہو جاتی ہے۔ اختیار آتشیں ہیں۔ بہادری کا فقدان ہے اور ہمارے سورما چالاکی سے ایک دوسرے پر وار کرتے ہیں اور نفرت، سب سے زیادہ ہم نفرت سے محبت کرتے ہیں۔"

"ستارے سچ کہتے ہیں..... وہ بے شک سچ کہتے ہیں۔"

"تمہارے ستارے میری تقدیر کا کیا فیصلہ سناتے ہیں ابولس براہا کچھ بتا سکتے ہو، اس بارے میں۔"

"ہاں، بہت جلد...... میں نے وعدہ کیا ہے۔" اس نے کہا۔

"تم نے مجھ سے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔" میں نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں، جب میں ستاروں سے تمہارے بارے میں سوال کروں گا تو وہ مجھے تمہاری پوری کہانی سنا دیں گے۔" ابولس براہا نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ابولس براہا میں اپنی تقدیر کا فیصلہ سننا چاہتی ہوں، چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو۔ اگر ماضی کی عدالت مجھے موت کی سزا بھی دے تو یقین کرو وہ سزا مجھے خوش دلی سے قبول ہوگی کم از کم زندگی کا کوئی یک طرفہ رخ تو سامنے آئے۔ لمحے لمحے کی موت مر رہی ہوں، میں اس موت سے نجات چاہتی ہوں۔" میں نے کہا اور ابولس براہا نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی پھر بولا۔

"بس مختصر سا انتظار کرلو۔ زیادہ دیر نہیں لگے گی۔"

پھر وہ بولا۔

"اور سنو تمہیں شکم سیری کے لئے کچھ درکار ہوگا۔ یہاں ان پھلوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ کیا میں تمہارے لئے کچھ اور چیزوں کا بندوبست کروں؟"

"نہیں، معزز بزرگ مجھے کسی شے کی حاجت نہیں ہے خواہش ہے تو بس اپنی تقدیر کے فیصلے کی۔"

"وقت ہر چیز کے لئے متعین ہوتا ہے، تم وقت سے پہلے اپنی تقدیر کا فیصلہ مت مانگو۔ وقت کی کتاب میں یہ فیصلہ تحریر ہے اور بس اس کا وہ وقت کھلنا چاہئے جس میں یہ فیصلہ درج ہو۔"

"اس وقت کا کوئی تعین نہیں ہو سکتا؟ کیا تم اپنے ستاروں سے مجھے یہ پوچھ کر بتا سکتے ہو؟" میرے اس سوال پر ابولس مسکرا کر خاموش ہو گیا اور اس کے بعد اس نے مجھ سے بے تعلقی اختیار کرلی۔ کئی سوال پوچھے میں نے اس سے لیکن وہ پتھرا گیا تھا۔ میں اس کی کیفیت محسوس کرنے کے بعد وہاں سے اٹھ آئی اور پھر رات کی تاریکیاں پھیلنے تک یونہی بھٹکتی رہی۔ مجھے امید تھی کہ وہ رات کے نکلنے والے ستاروں سے میری تقدیر کا فیصلہ سنے گا لیکن سر شام ہی آسمان پر کالے بادلوں کے غول منڈلانے لگے تھے۔ میں نے پریشانی سے سوچا کہ بھلا جب ستارے آسمان پر وارد ہی نہ ہوں گے تو وہ کس سے باتیں کرے گا۔

یہ بھی میری بدقسمتی کا ایک پہلو تھا ہار کر اسی جگہ آ گئی جہاں دن میں آرام کیا تھا۔ لیکن یہاں آ کر حیران رہ گئی۔ صاف ستھرا بستر بچھا ہوا تھا۔ ایک تکیہ بھی رکھا ہوا تھا۔ اطراف میں حسین پھول مہک رہے تھے۔ یہ پھول اس علاقے میں کہیں نہیں دیکھے تھے۔ یہ سب کہاں سے آ گیا۔ کیا، یہاں کسی اور کا قیام ہے۔ یہ شاید کسی اور کے لئے ہے۔ وہاں سے ہٹنے کے بجائے میں نے وہیں انتظار کرنا ضروری سمجھا کوئی آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ مگر رات گہری ہوتی گئی۔ کوئی نہیں آیا، میں تھک کر لیٹ گئی، زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اچانک آہٹیں ہوئیں یہ آہٹیں جھنڈ سے باہر تھیں۔ میں جلدی سے باہر اٹھ کر نکل آئی لیکن گہرے سناٹے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ عجیب سی بات تھی۔ کسی سائے کو میں نے کئی بار دیکھا تھا۔ لیکن سامنے نہیں آیا تھا۔ نہ جانے وہ کون ہے اور کیوں مجھ سے چھپتا ہے، کچھ دیر ادھر ادھر دیکھتی رہی۔ پھر واپس اپنی جگہ آ گئی۔ یہاں ایک اور حیرت میری منتظر تھی۔ میرے بستر کے کنارے چند برتن رکھے ہوئے تھے۔ جن میں ایک میں تازہ بھنا ہوا گوشت، دوسرے میں کچھ پھل

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

رکھے ہوئے تھے۔ ایک برتن میں پانی بھی تھا۔

"کون ہے، کون ہو تم سامنے تو آؤ...... کون ہو تم...... سامنے آؤ، میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ آؤ مجھ سے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کئی بار پکارا لیکن سناٹے چیختے رہے۔ پھر کوئی آہٹ نہ سنائی دی۔ مجھے سخت حیرت ہوئی تھی۔ یہ اسرار سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ گوشت تو بالکل نہیں چھوا لیکن پھل کھا لئے پھر برتن جھنڈ سے باہر رکھ کر واپس اپنی جگہ آ لیٹی۔ ایک عجیب سا خوف دل میں جاگزیں ہو گیا تھا۔ بہت دیر تک سوچوں میں گم رہی، پھر آنکھیں بند کر لیں، وقت گزرتا رہا۔ پھر نیند آ گئی۔ لیکن نیند گہری نہیں ہوئی تھی کہ ایک عجیب سا احساس ہوا، کسی کی گرم گرم سانسیں چہرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ کوئی میرے بہت قریب تھا۔ میں نے دہشت زدہ ہو کر آنکھیں کھول دیں۔ پھر بے اختیار میرے منہ سے دہشت بھری چیخ نکل گئی۔ دو آنکھیں میرے چہرے کے بالکل قریب تھیں۔ لیکن صرف آنکھیں، روشن حسین آنکھیں اور کچھ نہیں تھا۔

وہ جو کوئی بھی تھا، میری چیخ پر بری طرح اچھل پڑا اور دوسرے لمحے درختوں کے جھنڈ سے باہر نکل گیا۔ میرا دل خوف کی وجہ سے بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اب کسی شبے کی بالکل گنجائش نہیں رہی تھی۔ کوئی ضرور تھا۔ میں نے اچھی طرح اسے دیکھا تھا۔ مگر وہ کون تھا، مجھ سے کیا چاہتا تھا یہ معلوم نہ ہو سکا۔ مجھے چند گزرے ہوئے واقعات یاد آنے لگے تھے۔ میں نے پہلے بھی کسی پراسرار سائے کو آس پاس منڈلاتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر میرا بستر، اس کے بعد کھانے پینے کا سامان، ہو سکتا ہے وہ یہیں کہیں رہتا ہو اور چھپ کر میری خدمت کرنا چاہتا ہو۔ لیکن کیوں؟ دماغ کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔ البتہ میں نے دوسرے دن براہا سے پوچھا۔

"یہاں کون کون رہتا ہے ابولس براہا......؟"

"میں نے تجھے بتایا تھا، بہت سے......"

"لیکن نظر تو کوئی نہیں آتا......"

"کیوں، کیا زمین پر رینگتے ہوئے کیڑوں، درختوں پر پھدکتے ہوئے پرندوں کو تم نہیں دیکھ سکتی، یہ سب یہیں کے باسی ہیں، ہمارے ساتھ ہی رہتے ہیں، ہمارے ساتھ ہی جیتے ہیں۔"

"میری مراد کسی انسان سے تھی یہاں تمہارے علاوہ کوئی اور انسان نہیں رہتا؟"

"یہ معبد آبادی سے بہت دور ہے اور پھر ویسے بھی یہ ویران جگہ ہے، عبادت گزار بھی اس طرف نہیں آتے اس لئے میں نے اسے اپنے بسیرے کی جگہ بنا رکھا ہے۔ انسانوں میں میرے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں رہتا۔"

"لیکن میں نے کسی کو یہاں دیکھا ہے ابولس براہا۔"

"کسے......؟" اس نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی......! اچھا یہ بتاؤ، درختوں کے جھنڈ میں میرے لئے کوئی بستر پہنچایا تھا تم نے، میرے لئے کھانے کا بندوبست کیا تھا......؟"

"عبادت گاہوں میں ایسے تکلفات کہاں ہوتے ہیں، تم یہ سوال کیوں کر رہی ہو؟"

"اس لئے کہ درختوں کے جھنڈ میں میرے لئے کسی نے بستر بچھایا تھا اور کھانے کے لئے خوراک بھی پہنچائی تھی۔"

ابولس براہا ایک لمحے کے لئے سوچ میں ڈوب گیا، پھر بولا۔

"ہو سکتا ہے سامیہ آئی ہو، کبھی کبھی وہ یہاں آ جاتی ہے، اور معبد کی صفائی وغیرہ کر دیتی ہے، کوئی مقصد نہیں ہوتا اس کا، مجھ سے کچھ نہیں مانگا اس نے، کبھی کچھ نہیں چاہا۔ بس اپنے دل سے یہاں آ جاتی ہے۔"

"کون ہے سامیہ......؟"

"پتہ نہیں کون ہے۔ ایک بھٹکی ہوئی راہبہ ہے۔ دنیا ترک کر کے ویرانوں میں بسیرا کر رکھا ہے۔ جب اکتاتی ہے تو ادھر آ جاتی ہے۔ نہ منہ سے کچھ بولتی ہے، نہ کسی سے کچھ مانگتی ہے، شاید وہی ادھر سے گزری ہو گی۔ انسان تو ہے، تجھے دیکھا تو تیرے لئے کچھ کر ڈالا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY | PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

"تم نے کبھی اس سے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔"

"نہیں لڑکی۔ میں اپنے آپ میں ہی الجھا رہتا ہوں، وہی ہوگی اور کوئی نہیں آتا یہاں وہ بہت اچھی ہے اگر وہی آئی ہے تو تمہیں اس کی ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ دل چاہے تو بات کرلینا اس سے، تجھے اچھا لگے گا۔"

عجیب سے الفاظ تھے ابولس براہا کے، میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ بہرحال میں خاموش ہوگئی۔ براہا کہنے لگا۔

"پچھلی رات تو ستاروں نے بادلوں کا غلاف اوڑھا ہوا تھا کچھ پتہ نہیں چل سکا لیکن اس رات بادل نہیں ہوں گے۔ پھر نہ کچھ بات ہوجائے گی ان سے تو آرام کر اور اس بات کو دل میں رکھ کہ اس عبادت گاہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہاں بری روحیں نہیں آتیں۔ اچھا میں تجھ سے رخصت ہوتا ہوں۔ آج کی رات ستاروں سے بات ہوگی اور شاید میں تجھے آنے والے وقت کے بارے میں بتا سکوں۔"

ابولس براہا میرے سامنے سے اٹھ کر چلا گیا اور میں سامیہ کے بارے میں سوچنے لگی، اگر کوئی راہبہ یہاں موجود ہے تو کم از کم اس سے بات چیت تو کی جاسکتی ہے، ورنہ تنہائی میرا دماغ پھاڑے دے رہی تھی۔ بوڑھا ابولس براہا ہوش وحواس کے عالم میں تھا۔ یہ کیا کم تھا اس کی عمر اتنی زیادہ تھی کہ اس سے ہوش وحواس کی باتوں تک کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

میں سامیہ کی تلاش میں گھومنے لگی۔ بہت دور تک نکل گئی، معبد کے آس پاس بھی دیکھا اور ایسے حصوں میں بھی جہاں کسی کے قیام کا امکان ہوسکتا تھا۔ لیکن یہاں کسی کا وجود نظر نہیں آیا۔ انوکھی شخصیت تھی۔ اگر ابولس براہا سچ کہہ رہا ہے تو نہ جانے اس کی کیا کہانی ہوگی۔ میری طرف کس جذبے سے متوجہ ہوئی تھی۔ میں نے غور کیا تو احساس ہوا کہ اس کے دل میں میرے لئے کوئی برائی نہیں ہے۔ بشرطیکہ یہ وہی ہو جس کے بارے میں ابولس براہا نے کہا اور وہ بھی کون سکتا ہے۔

سامیہ مجھے کہیں نہ ملی اور میں اس کی تلاش کر کر کے تھک گئی، ہوسکتا ہے کہیں دور چلی گئی ہو۔ اب کیا کروں، کوئی مشغلہ نہیں تھا ابولس براہا سے اگر کچھ کام کی بات معلوم ہوجائے تو بہتر ہے ورنہ پھر دیکھوں گی کہ آگے کیا کیا جاسکتا ہے۔ کبھی کبھی تو رونے کو دل چاہنے لگتا تھا۔ دل میں خواہش ابھرتی تھی کہ پھوٹ پھوٹ کر روؤں۔ کوئی بھی تو نہیں تھا میرا۔ ایسے جنجال میں پھنسی تھی کہ شاید دنیا کی کوئی بھی ہستی اس طرح مشکلات کا شکار نہ ہوئی ہو۔ پھر اس وقت میں ایک بلند جگہ موجود تھی اور میری نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں کہ دفعتاً مجھے سامنے کے درے سے بہت سے گھڑ سوار آتے نظر آئے۔ وہ برق رفتاری سے گھوڑے دوڑاتے معبد کی جانب آرہے تھے اور ایک لمحے میں یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ فرعون کے سپاہی ہیں۔

میں بدحواس سی ہوگئی، کیا کروں، کیا کرنا چاہئے، تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور ابولس براہا کی تلاش میں دوڑنے لگی تاکہ اسے ان سپاہیوں کے آنے کی اطلاع دے دوں۔ چند لمحات کے بعد گھوڑوں کی آوازیں معبد کے اطراف میں محسوس ہونے لگیں۔ ابولس براہا وہاں موجود نہیں تھا جہاں وہ عموماً نظر آجایا کرتا تھا۔ میں معبد کے عقب میں پہنچی تو دفعتاً ہی میرے سامنے ایک انسانی وجود آگیا کوئی عورت تھی۔ اس کا چہرہ نقاب میں پوشیدہ تھا۔ سر سے پاؤں تک ایک ایسے سیاہ لبادے میں ملبوس تھی جس سے اس کا جسم بھی نمایاں نہیں ہوتا تھا۔ البتہ کچھ نقوش اسے عورت ظاہر کررہے تھے۔ خاص طور سے آنکھیں، اور یہ وہی آنکھیں تھیں جو پچھلی رات مجھے اپنے قریب نظر آئی تھیں۔ میرے منہ سے ایک بے معنی سی آواز نکل گئی تھی لیکن وہ دوڑ کر میرے نزدیک پہنچی اور اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ پھر اس کی سرسراتی ہوئی سرگوشی سنائی دی۔

"میرے ساتھ آؤ تمہارے لئے خطرہ ہے، آؤ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ میرے ساتھ، جلدی کرو۔" میں بادل نخواستہ اس کے ساتھ معبد کے عقبی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ڈھلوانوں میں دوڑنے لگی۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی اور اس نے مجھے اتنی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا کہ گر کر بھی گرنے نہ پاتی۔ ڈھلوانوں کے بعد پھر پیچ در پیچ پہاڑی سلسلے شروع ہو جاتے تھے۔ وہ دو پہاڑوں کی ایک درمیانی دراڑ سے گزر کر دوسری جانب آگئی۔ یہاں ایک پہاڑی میں بڑے سے غار کا دہانہ موجود تھا۔ اس کا رخ اسی دہانے کی جانب ہو گیا اور وہ مجھے وہاں سے اندر لے آئی۔ میرا سانس دوڑنے سے پھولنے لگا تھا۔ اس نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔

"بیٹھ جاؤ، وہ یقیناً اس جانب متوجہ نہیں ہوں گے۔ تم یہاں رکو، میں دیکھتی ہوں۔ وہ کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں۔ یہاں سے نکلنے کی کوشش مت کرنا ورنہ یہ کوشش تمہارے حق میں بہتر ثابت نہیں ہوگی۔" یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد وہ باہر نکل گئی اور میں غار کے ٹھنڈے فرش پر بیٹھی بری طرح ہانپتی رہی۔ دماغ ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ بہت سی سوچیں میرے دل میں آرہی تھیں۔ غالباً راکمن عورت کو میری تلاش رہی ہوگی۔ ممکن ہے اس کا ذریعہ اُرید ہی ہو، کسی طرح راکمن عورت کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں قید خانے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آ پہنچی ہوں۔ خیر مجھے اس کی زیادہ فکر نہیں تھی اور کچھ ہو یا نہ ہو عارونش عبداللہ نے مجھے تصویروں کا تحفہ بخشا ہوا تھا۔ اور روشاق مجھے ایک ایسا فن دے دیا گیا تھا۔ جس نے اب مجھے اپنے آپ میں پر اعتماد کر دیا تھا۔ اگر کوئی مشکل در پیش آئی تو اپنے آپ کو زادیوں کی آغوش میں پناہ دے لوں گی پھر دیکھوں گی یہ لوگ میرا کیا بگاڑتے ہیں۔ لیکن یہ آخر کی راہبہ کون ہے، میں نے اسے آسانی سے پہچان لیا تھا، وہی تھی جو سائے کی طرح میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ تو یہ ہے اس کا ٹھکانہ، میں نے دل میں سوچا۔

تھوڑی دیر تک سانسیں بحال کرتی رہی، پھر تجسس سے سر ابھارا اور میں نے اس غار کو بغور دیکھنا شروع کر دیا۔ خاصی وسعت میں تھا اور یہاں ضروریات زندگی کی چند اشیاء نظر آرہی تھیں، ایک سمت عجیب سا کاغذوں کا ڈھیر تھا، غالباً جانوروں کی کھال کو کاغذ کا درجہ دیا گیا تھا، ان کھالوں پر الٹی سیدھی تحریریں تھیں اور بھی بہت سی چیزیں، کھانے پینے کی کچھ اشیا بھی تھیں، جانور کا سوکھا ہوا گوشت بھی ایک طرف موجود تھا۔ طرز زندگی تھوڑا سا جدید انسانوں جیسا تھا۔ لیکن ایک تاریک گوشے میں رکھے ہوئے ایک تابوت کو دیکھ کر میرا تجسس مزید جاگا۔ حالانکہ ماحول دھندلا ہو گیا تھا اور غار میں اندھیرے اتر آئے تھے لیکن ابھی اتنی تاریکی نہیں پھیلی تھی کہ تابوت کے اس ہیولے کو میں دیکھ نہ پاتی۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی تابوت کے قریب پہنچ گئی۔ تب ہی مجھے وہاں ایک مشعل نظر آئی جو دیوار میں نصب تھی۔ مشعل کے پاس اسے روشن کرنے کے لوازمات بھی موجود تھے۔ میں نے چاروں طرف سے بے نیاز ہو کر مشعل روشن کر دی اور پھر میری نگاہیں تابوت کا جائزہ لینے لگیں۔

تابوتوں سے میرا اچھا خاصا واسطہ رہ چکا تھا۔ اس لئے انہیں دیکھ کر خوف محسوس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے تابوت کا ڈھکن کھولا اور مشعل کی روشنی میں اس کے اندر سوئے ہوئے زمانہ قدیم کے کسی وجود کو دیکھا لیکن اچانک ہی میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ اگر میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں تو تابوت میں لیٹا ہوا وجود زمانہ قدیم کا کوئی وجود نہیں تھا۔ بلکہ یہ تو ہارون دانش کا وہ جسم تھا جسے میں نے حیران کن طریقے سے آبشار کے پیچھے بنے ہوئے غاروں میں دیکھا تھا۔

تابوت بے شک وہ نہیں تھا اور نہ ہی اس کے قریب وہ دوسرا تابوت موجود تھا جسے ہمیشہ میں نے اپنے باپ کے جسم کے قریب دیکھا تھا۔ یعنی سلاوبیہ کا تابوت، یہاں یہ تابوت اکیلا تھا، اور میں کسی بھی طور اپنی آنکھوں کو نہیں جھٹلا سکی تھی۔ مزید یقین کرنے کے لئے میں نے مشعل دیوار سے نکالی اور اسے تابوت کے قریب کر کے ہارون دانش کے جسم پر غور کرنے لگی۔ سو فیصد وہی جسم تھا۔ بالکل وہی تھا۔

میرا دل پھر سے پگھلنے لگا حالانکہ حیرانی کی شدت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ یہ جسم اتنا طویل سفر طے کر کے یہاں تک کیسے آ گیا۔ یہاں اس کی موجودگی کا کیا راز ہے کوئی بات جو سمجھ میں آ رہی ہو۔ کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ وہ ساحرہ کون ہے کہیں سالانو یہ تو نہیں، جس نے اب اپنا جسم حاصل کر کے اپنا نادیدہ وجود مکمل کر لیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ یہاں ان غاروں میں کیسے آ گئی جبکہ ایولس براما کا کہنا ہے کہ ساحرہ نامی کوئی ساحرہ یہاں ان اطراف میں رہتی ہے اور کبھی کبھی اس کے معبد میں بھی آ جاتی ہے۔ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے، کیا ہے یہ سب کچھ۔ پھر ہارون دانش کو دیکھتے ہوئے میرے دل پر رقت طاری ہو گئی۔ میں مشکل تابوت کی جانب لصب کر کے تابوت کے نزدیک بیٹھ گئی۔ اور میرے حلق سے سسکیاں نکلنے لگیں۔ ان سسکیوں میں میرے دل کی ترجمان میری آواز میں شامل تھی۔

"ابو کیا دنیا میں کسی باپ نے اپنی اولاد کو اتنے دکھ دیئے ہیں۔ آپ نے اپنے شوق کی تکمیل کے لئے ایک راستہ اپنایا لیکن اپنے شوق ہی کی تکمیل کر لیتے۔ آپ، مجھے اس دنیا میں کیوں لائے، اور اگر لائے تو مجھے اپنے آپ سے اتنا محروم کیوں رکھا، نہ صرف اپنے آپ سے بھی بلکہ آپ مجھے وہ تحفظ بھی نہیں دے سکے جو ماں باپ سے ملتا ہے، در بدر بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا، آپ نے مجھے، ابو بہت خود غرض ہیں آپ۔ آپ نے اپنی تحقیق مکمل کرنے کے لئے اپنی اولاد کو قربان کر دیا، زندگی اس قدر تلخ کر دی آپ نے میرے لئے کہ اب تو موت سے بھی شرم آتی ہے۔ ایسا کیوں ہے ابو.... ایسا کیوں ہے؟"

میں روتی رہی، لیکن مردہ جسم بھلا کبھی کسی کو تسلی دے سکتے ہیں۔ ابو کا بے جان وجود اسی طرح ساکت وجامد رہا اور میری آنکھوں کے آنسو ختم ہو گئے اور کتنے آنسو بہاتی، بے شک یہ پانی نکل جانے سے دل ہلکا ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور کیا ملتا مجھے۔ رفتہ رفتہ میں پرسکون ہو گئی۔ بے جان جسم بھلا کہاں سنتے ہیں کسی کی۔ ابو تو اپنی ہی کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ میں زمانہ قدیم کے طلسم میں آ پھنسی ہوں بھلا میرا پرسان حال کون ہے۔ بیکار ہے سب بیکار ہے اس سے تو بہتر یہی ہے کہ راھمن عوس کی حویلی میں چلا جائے اور اس سے مطالبہ کیا جائے کہ میرا فیصلہ کر دے۔ میں اس کی دنیا کی انسان نہیں ہوں، اگر زندگی میرے لئے ممکن نہیں تو پھر مجھے موت دینے میں بھی جلدی کی جائے؛ بس ایک جنون سا طاری ہو گیا تھا دل و دماغ پر۔ دنیا بہت بری لگنے لگی۔ باہر راھمن عوس کے سپاہی موجود تھے۔ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا جائے۔ یہی بہتر ہے بے مقصد جدوجہد کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، کچھ اس طرح بے اختیار ہوئی کہ سب کچھ فراموش کر کے باہر نکل آئی۔ باہر کوئی نہیں تھا وہ بھی موجود نہیں تھی۔ میں معبد کی طرف چل پڑی۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ معبد نظر آ رہا تھا لیکن یہاں آ کر حیران ہو گئی۔ راھمن عوس کے سپاہی شاید واپس چلے گئے تھے۔ حالانکہ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے پہاڑوں پر پھیل کر مجھے تلاش بھی نہیں کیا تھا میں نے زور سے چیخ کر کہا۔

"کوئی ہے، میں یہاں ہوں۔ میں نشا دانش ہوں۔ راھمن عوس کی مفرور قیدی، میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر رہی ہوں، کوئی ہے۔" میری آواز کی بازگشت گونجتی رہی۔ مگر کوئی دوسری آواز سنائی نہ دی۔ تھک ہار کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی، وہی بے وقعتی کا احساس ہو رہا تھا۔ کوئی پرسان حال نہیں ہے میرا۔ بالکل تنہا ہوں اس کائنات میں۔ بدن پر کپکپاہٹ سی طاری ہو گئی۔ کیا ہوگا آخر میرا کیا ہوگا، بہت دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی، پھر ایولس کا خیال آیا وہ کہاں ہے، اپنی جگہ سے اٹھی اور اسے تلاش کرنے لگی۔ جہاں وہ موجود ہوتا تھا وہاں نہ تھا۔ بے کل ہو کر اسے پکارنے لگی اور میری لرزتی ہوئی آواز پہاڑوں میں گونجنے لگی۔

"ایولس براما کہاں ہو تم، ایولس براما، جواب دو مجھے آواز دو ایولس براما۔ میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں، میں تنہا ہوں ایولس براما، میرا دل گھبرا رہا ہے، براما کہاں ہو تم؟" میں چیختی ہوئی چٹانوں میں بھٹکنے لگی، پھر

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مجھے ایک آہٹ محسوس ہوئی، بغلی چٹان سے نکل کر کوئی سامنے آ گیا تھا۔ میرے حلق سے ہلکی سی آواز نکلی اور میں اس طرف متوجہ ہو گئی۔

"ب...... بر...... برابا......" میری آواز بند ہو گئی۔ ابولس برابا نہیں بلکہ وہی سیاہ پوش عورت تھی، میں نے اسے دہشت ناک نگاہوں سے دیکھا اور میرے منہ سے آواز نکلی۔

"سلالوبیہ ہو نا تم، یہ چہرہ کیوں چھپا رکھا ہے تم نے سلالوبیہ ہی ہو نا۔"

"سلالوبیہ۔" عورت کے منہ سے سرسراتی آواز نکلی اس نے ادھر ادھر دیکھا، پھر آہستہ سے بولی۔

"تم غار سے باہر کیوں نکل آئیں۔ یہ جگہ تو تمہارے لئے مخدوش تھی تم نے وہیں میرا انتظار کیوں نہیں کیا۔ یہاں تمہارا آنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا تم نے یہ خطرہ مول کیوں لے لیا؟"

"مجھے اس زندگی سے نفرت ہے، میں لعنت بھیجتی ہوں اپنی زندگی پر، میں جینا نہیں چاہتی مرنا چاہتی ہوں، میں اپنے ناکارہ بوجھ کو گھسیٹتے گھسیٹتے تھک گئی ہوں۔ اب اس ناکارہ وجود کو فنا ہو جانا چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں کسی اونچی چٹان پر چڑھ کر چھلانگ لگا دوں گی۔ خودکشی کر لوں گی میں۔ نہیں جینا چاہتی۔ اب میں ایک لمحہ نہیں جینا چاہتی، دماغ پھٹنے لگا ہے میرا، ہوش و حواس گم کر بیٹھی ہوں میں اب مجھے صرف موت چاہئے موت......"

وہ جیسے تڑپ گئی، آگے بڑھی اور اس نے بڑی محبت سے میرا بازو پکڑ لیا۔

"نہیں، لڑکی نہیں، اس عمر میں موت نہیں مانگتے، نہیں بیٹے آؤ میری بچی تم بے سکون ہو نا، میں تمہیں سکون دوں گی، آؤ میرے ساتھ، آؤ، تمہارا یہاں ہونا خطرناک ہے تمہیں، یہاں خطرات درپیش ہیں۔"

"اب میں کسی خطرے کو نہیں مانتی کوئی بھی خطرہ میری زندگی ختم کر سکتا ہے نا۔"

راہمن عوس میری موت کا پروانہ جاری کر سکتا ہے

ہاں، میں خود اس کی خواہش مند ہوں، موت چاہئے مجھے موت چاہئے۔"

"میری بچی آؤ تو سہی، آؤ یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔ آؤ میرے ساتھ انہی غاروں میں چلو، آؤ دیکھو میری بات مان لو میں......" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا......

"تم سلالوبیہ ہو ناں......" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں، میں سلالوبیہ نہیں ہوں۔"

"تو پھر کون ہو تم؟" میں نے سوال کیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم میرے ساتھ چلو گی نہیں آؤ۔ یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔"

"ابولس برابا کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اسے راہمن عوس کے آدمی لے گئے۔"

"ابولس برابا کو لے گئے۔"

"ہاں......!"

"کیوں......؟"

"میں نہیں جانتی لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ ابولس برابا کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔"

"کیا گرفتار کر کے......؟"

"نہیں، انہوں نے اسے گرفتار نہیں کیا بلکہ احترام کے ساتھ ایک رتھ میں بیٹھا کر لے گئے ہیں۔ کیونکہ بزرگ ابولس برابا گھوڑے کی پشت پر سفر نہیں کر سکتا تھا بظاہر یوں لگتا ہے جیسے وہ اس کے ساتھ برا سلوک نہیں کر رہے لیکن بہر طور وہ اسے لے گئے ہیں۔"

"کیوں لے گئے ہیں وہ ابولس برابا کو بھلا اس تارک الدنیا بوڑھے سے انہیں کیا لینا ہے نہ جانے کیا ہو رہا ہے یہ سب کچھ نہ جانے کیا ہو رہا ہے۔"

"تو میرے ساتھ آؤ، خود کو اس قدر ہلکان نہ کرو، میں تمہاری بہترین معاون ثابت ہوں گی۔" اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا اور میں بے اختیار

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سی اس کے ساتھ چل پڑی۔

ایلس بیرابا کو وہ لوگ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ نہ جانے کیوں، کہیں میری وجہ سے بوڑھا ستارہ شناس مصیبت کا شکار نہ ہو جائے۔ ہوتا ہے تو ہو جہنم میں جائے، میرے لئے کسی نے اب تک کیا کچھ کیا ہے۔ پچھلی رات آسمان پر بادل چھا گئے، کتنی بدنصیب ہوں میں راستہ چلتے ہوئے اس نے کہا۔

"تم نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا، تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

"مجھے کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے لئے نہ مجھے تمہارا مشورہ درکار ہے اور نہ میں کسی سے کوئی مدد چاہتی ہوں۔ تم سب میرے دشمن ہو تم سب غیرانسانی شخصیتیں ہو۔ سنو اگر تم ان پہاڑوں میں بھٹکنے والی کوئی روح ہو۔ اگر تمہارا تعلق زمانہ قدیم کی کسی داستان سے ہے تو مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نہ میں ان داستانوں کی رسیا ہوں، کسی سے دلچسپی نہیں ہے مجھے کسی کی محبت یا طلب نہیں ہے مجھے، میں ایک تنہا آوارہ روح کی مانند بھٹک رہی ہوں اس کائنات میں، میں نہ جانے کیوں زندہ ہوں، کاش میں بھی تمہاری طرح زمانہ قدیم کی کوئی روح ہوتی کم از کم سکون کا کوئی لمحہ تو میسر آ جاتا مجھے، اتنی بے سکون ہوں میں کہ میرا ذہن میرے قابو میں نہیں ہے، میرا دل و دماغ ناکارہ ہو چکا ہے۔ میں اسی طرح ختم ہو جاؤں گی۔ میں مرنا چاہتی ہوں۔ مجھے موت درکار ہے اور کچھ نہیں۔ راحمن خوں کوئی فیصلہ کرے مجھے کسی فیصلے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نہ ماں چاہئے مجھے نہ باپ، کوئی بھی نہیں چاہئے میں صرف موت کی خواہش مند ہوں۔ تمہیں اور تم اپنا چہرہ کیوں چھپائے ہوئے ہو، مجھ سے بہت زیادہ محبت اور یگانگت کا اظہار کر رہی ہو، لیکن تمہارا چہرہ ایک کپڑے میں چھپا ہوا ہے۔ تم اسے ابھی میرے سامنے نہیں لانا چاہتیں۔" میں زور زور سے چیختی ہوئی اس کے ساتھ چل رہی تھی، اور وہ خاموشی سے میرا بازو پکڑے ہوئے تھی۔ بس اس کے انداز میں محبت تھی کوئی ایسی گرفت نہیں تھی جس سے یہ احساس ہو کہ میرے ساتھ زبردستی کرنا چاہتی ہے۔

دماغ کے چولیں ہل گئی تھیں۔ اپنی کوئی فکر نہیں تھی۔ روشناق کی حماقت تھی کہ یہ لوگ مجھے پا نہیں سکتے تھے لیکن ابو کو میں انہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ میری محبت ایک دم پھٹ پڑی تھی۔ ان پر جو غصہ تھا ختم ہو گیا تھا۔ جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہ ہونے دوں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ رتھ کا سفر جاری رہا۔ بہت فاصلہ طے ہو گیا تھا۔ اچانک میرے عقب میں سرسراہٹ ہوئی اور میں نے پلٹ کر دیکھا تو دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا رتھ کی عقبی جگہ میں سامیہ موجود تھی۔ اس کا لباس بے ترتیب تھا۔ چہرے کی نقاب بھی ڈھیلی ہو کر لٹک گئی تھی جس کا شاید اسے احساس نہ رہا تھا لیکن اس کے نقوش نمایاں تھے۔ میں اسے دیکھ سکتی تھی۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا اور میری آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں کیونکہ وہ ااثم سلاطیہ تھی جسے میں قید خانے میں چھوڑ آئی تھی۔ اس نے میری کیفیت سے بے نیاز ہو کر کہا۔

"فکر مت کرنا شہوا آتش وہ مجھے وہاں تلاش کر رہے ہیں لیکن میں تمہارے ساتھ ہوں، بالکل فکرمند نہ ہونا۔ وہ تمہارا بال تک بیکا نہیں کر سکیں گے۔"

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ بمشکل میرے منہ سے نکلا۔

"ت...... تم...... ااثم سلاطیہ۔"

اسے اچانک اپنے چہرے سے نقاب کھسک جانے کا احساس ہوا اور اس نے جلدی سے نقاب درست کر لیا وہ بوکھلا سی گئی تھی۔ دفعتاً باہر سے کچھ آوازیں ابھریں اور رتھ رک گیا۔ باہر کچھ ہو گیا تھا۔ میں سنبھل گئی اور میری نظریں بے اختیار پردے کی طرف اٹھ گئیں۔ میں نے باہر جھانکا رتھ انتہائی تنگ درے سے گزر رہا تھا۔ درہ اتنا تنگ تھا کہ دونوں سمت پہاڑ بہت کم فاصلے پر تھے اتنے کہ انہیں ہاتھ بڑھا کر چھو لو۔ معلوم ہوا کہ بلندی سے کوئی چٹان لڑھک آئی ہے اور اس نے آگے جانے کا راستہ بند کر دیا ہے۔ گھڑسوار گھوڑوں سے اتر اتر کر رتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سے چھپ کر چلتے ہوئے آگے بڑھے انہوں نے اپنے گھوڑے پیچھے ہی چھوڑ دیئے تھے۔ تقریباً تمام ہی سوار جو عقب میں آ رہے تھے آگے کی سمت آ گئے تاکہ وزنی چٹان کو ڈھلانوں میں لڑھکایا جاسکے۔ جگہ کافی محدود تھی۔ پہاڑوں کی بلندیوں پر ایسی بیشتر چٹانیں موجود تھیں جو کسی بھی لمحے اپنی جگہ چھوڑ سکتی تھیں، چنانچہ سواروں کی کوشش تھی کہ جلد از جلد رتھ کے لئے راستہ بنا دیا جائے۔ اور اس ہولناک درے سے نکالا جائے، ان لوگوں کی باتوں سے میں نے ساری صورت حال کا اندازہ لگایا۔

اناتم سلاطیہ بھی شاید انہی کی جانب متوجہ ہوگئی تھی، اب یہ ان کا کام تھا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی، چنانچہ میں نے پردہ چھوڑ دیا اور پھر اناتم سلاطیہ کی جانب متوجہ ہوگئی لیکن حیرت کا ایک اور جھٹکا میرے ذہن کو اس وقت لگا جب میں نے عقب میں اسے موجود نہ پایا۔ میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھی اور عقبی حصے میں جھانکنے لگی۔ نیچے کا ایک تختہ صندوق کے ڈھکن کی طرح کھلا ہوا تھا اور اناتم سلاطیہ عقبی حصے میں موجود نہیں تھی۔ کیا مصیبت ہے، پتہ نہیں کیا اسرار ہے، ماری نہ جائے بڑا خطرہ مول لیا ہے اس نے حالانکہ عقب کے سوار سامنے کی سمت آ گئے تھے اور وہاں صرف گھوڑے تھے جو ہنہنا رہے تھے، رتھ کا پچھلا پردہ ہٹا کر میں نے عقبی سمت میں جھانکا، گھوڑے ساکت و جامد تھے اور ان کے درمیان کسی انسانی وجود کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ میرے حواس میرا ساتھ نہیں دے پا رہے تھے۔

نقاب پوش عورت اناتم سلاطیہ ہے، اسی تصور نے مجھے جکڑ کر رکھ دیا تھا، وہ تو قید خانے میں تھی اور بڑا امان تھا اسے اس بات پر کہ اس وقت تک وہ قید خانے سے باہر نہیں جائے گی جب تک اہل مصر اسے ایک پاکیزہ ہستی قرار نہ دے دیں۔ اور دوسری سمت وہ یہ سب کچھ کر رہی ہے، آہ کیا سچ ہے، کیا جھوٹ ہے، کیا حقیقت ہے کچھ نہیں معلوم تھا مجھے سارا ماحول کھچڑی بن کر رہ گیا تھا، کسی ایک بات پر یقین نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کون کیا ہے اور کیا کر رہا ہے، معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور چکراتے ہوئے ذہن سے اس ساری ہنگامہ خیزی پر غور کرنے لگی لیکن کوئی ایک بات جو سمجھ میں آئے۔

چند ہی لمحوں کے بعد غالباً چٹان ہٹا دی گئی۔ گھوڑ سوار رتھ سے چپکے ہوئے واپس عقبی حصے میں پہنچ گئے اور رتھ نے آگے کا سفر شروع کر دیا۔ میں نیم بے ہوشی کے عالم میں تھی، دماغ کا جو حشر تھا وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ بالآخر اس سفر کا اختتام ہوا اور ہم آبادیوں میں پہنچ گئے۔ اس بار مجھے زندان میں تو نہیں لے جایا گیا تھا لیکن جس جگہ مجھے پہنچایا گیا تھا اسے میرا قید خانہ ہی قرار دے دیا گیا۔ ساز و سامان سے آراستہ کمرہ تھا ہر آسائش موجود تھی لیکن بند دروازے کے دوسری طرف پہرے داروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں اب بھی اپنا کھیل کھیل سکتی تھی لیکن اپنے آپ پر غور کرتی تو خودکشی کر لینے کو دل چاہتا تھا۔ لیکن انسان ہونے کی حیثیت سے اس کی ہمت بھی نہیں کر پاتی تھی۔ دیکھو میری تقدیر میں کیا لکھا ہے، آہ کاش وہ وقت جلد از جلد آ جائے۔

اناتم سلاطیہ کے لئے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی، اس نے ابوس بابا کی خانقاہ پر میرے ساتھ جو احسانات کئے تھے سارے کے سارے ملیامیٹ ہو گئے تھے۔ کیونکہ وہ جھوٹی ثابت ہوئی تھی۔ قید خانے ہی میں وہ اس کا اقرار کر چکی کہ اسے باہر نکلنے کے مواقع حاصل ہیں اور وہ ایک اور حیثیت سے خانقاہ کے پاس ایک غار میں رہتی ہے تو شاید میری نگاہوں میں اس قدر بے وقعت نہ ہوتی وہ، لیکن سب جھوٹے تھے سب فریبی تھے، اس نے میرے باپ کا جسم ان غاروں سے حاصل کیا تھا اور اپنی تحویل میں لے لیا تھا، کم بخت سلاتوبیہ نے جو الفاظ کہے تھے وہ ابھی تک دل کو لرزا رہے تھے، او خدایا، مدد کر میری دل سے ایک ہی آواز نکلی تھی۔ اب میرے باپ کا بے روح بدن ان لوگوں کے قبضے میں تھا، پتہ نہیں کیا قصہ ہے پتہ نہیں کیا کچھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہوا ہے۔ ایک ہولناک رات گزارنی پڑی، ایک لمحے کے لیے پلکیں جڑنہیں پائی تھیں، بس مختلف خیالات دل کو پریشان کررہے تھے، ہر شخص کا تصور دل میں آرہا تھا، روشاق بھی حقیقتوں کی تلاش میں گم ہوگیا تھا۔ پتہ نہیں کم بخت، کہاں بھٹکتا پھر رہا ہوگا، سارے کے سارے جہنم میں جائیں، ماں کا تصور ہی اب میری آنکھوں سے معدوم تھا، اناتم سلاطیہ یقینی طور پر میری ماں نہیں تھی اور اگر تھی تو درحقیقت ایسی ماں قابل نفرت تھی، بس ایک باپ ہی رہ گیا تھا جس کے بارے میں جو الفاظ کہے گئے تھے وہ لرزا رہے تھے۔

☆......☆......☆

صبح ہوئی میرے سامنے بہت اچھا ناشتہ لایا گیا، سخت بھوک تھی جو پھل اس میں موجود تھے وہ کھا کر زندہ رہنے کا حوصلہ پیدا کیا اور پھر وہ وقت آگیا جس کا مجھے انتظار تھا۔ پہرے دار سلاقوبیہ کے ساتھ آئے تھے۔ سلاقوبیہ اس سلسلے میں سب سے نمایاں کردار ادا کررہی تھی۔ اس کے اشارے پر پہرے دار مجھے لے کر چل پڑے۔ پیچ در پیچ راستے تمام گردشیں، سیڑھیاں نہ جانے کیا کیا طے کرتی ہوئی میں ایک عظیم الشان دربار میں پہنچ گئی۔ بہت وسیع جگہ تھی، پہرے دار مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ پہرے دار اس تخت کے پاس موجود تھے جو ابھی خالی تھا۔ اس کے عقب میں قدیم مصری طرز تعمیر کے نمونے نظر آرہے تھے۔ جانوروں اور انسانی جسموں کی تراش جنہیں ہیرے اور جواہرات سے آراستہ کیا گیا تھا، تخت جو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، زمانہ قدیم اور میری نگاہوں کے سامنے تھا اور ایک عجیب ہیبت سی چھائی ہوئی تھی۔ مجھے ایک جگہ لاکر کھڑا کردیا گیا، یہ جگہ بھی غالباً قیدیوں کے لئے بنائی گئی تھی۔ میں خاموشی سے پتھر کی مانند وہاں ایستادہ ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد وہ تابوت لایا گیا جس میں ہارون دانش کا جسم موجود تھا۔ اس جسم کو پتھر کی ایک سل پر لٹا دیا گیا جو وہیں بنی ہوئی تھی۔ ایک ایک کرکے افراد آتے رہے۔ پھر میں نے ابولیس براہا کو بھی دیکھا اپنی جیسی شکل و صورت کے

چار پانچ بوڑھوں کے ساتھ چغے میں ملبوس آیا تھا اور اس نے اپنی نشست سنبھال لی تھی، بوڑھے آپس میں کانا پھوسی کررہے تھے۔ ابولیس براہا میری جانب متوجہ نہیں ہوا اب جہنم میں جائیں مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف تقدیر کے فیصلوں کا انتظار کررہی ہوں اور ہر فیصلہ مجھے بخوشی منظور ہوگا، ایسی زندگی سے کیا فائدہ جس میں ایک لمحے کا ادراک بھی نہ ہو لعنت ہے ایسی زندگی پر، نہ جانے کون کون آتا رہا اور اس کے بعد اناتم سلاطیہ کو لایا گیا، اسے ایک قیدی کی حیثیت سے ہی لایا گیا تھا۔ اس وقت اس کا حلیہ بدلا ہوا تھا اور وہ ویسی نظر آرہی تھی جیسا میں نے اسے قید خانے میں دیکھا تھا۔ چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ بال بکھرے ہوئے، خشک ہونٹ، بڑی شاندار اداکارہ ہے یہ عورت بہرحال اپنے قید خانے میں پہنچ گئی ہوگی لیکن نہ جانے اس کا کیا کھیل ہے، اسے بھی میری ہی جیسی ایک جگہ پر کھڑا کردیا گیا۔

اس کے بعد میں نے راعمن عوس کو دیکھا، بہت سے لوگ اس کے جلو میں چل رہے تھے۔ وہ تخت زمرد پر بیٹھ گیا۔ ماحول پر گہرا سکوت طاری تھا۔ پھر ایک شخص نے کہا۔

”مقدمہ پیش کیا جائے۔“ دوسرے دو آدمیوں نے بھی الفاظ دہرائے تب ایک اور شخص کھڑا ہوگیا تو اس نے کہا۔

”مقدس راعمن عوس، سالوں کے بیٹے، فرمانروائے مصرہ عالم ارواح کے پرسکون ماحول میں کچھ مداخلت کاروں نے بھونچال پیدا کیا اور تاریخ کی پامالی کا سبب بن گئے۔ ہم سے ہزاروں سال بعد کے لوگ اپنے دور کی فانی قوت حاصل کرکے ہم میں آشامل ہوئے اور ہمارے تقدس کو برباد کردیا۔ ان میں ایک شخص علم میں آیا ہے کہ زمانہ جدید کا نام رکھتا ہے لیکن اسے ”مستقبل والا“ کے نام سے یاد کیا جائے گا......؟

اس شخص نے ناقابل فہم قوتوں سے کام لے کر معصوم صفت اناتم سلاطیہ کو ورغلایا اور اسے اپنے قریب

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کے جال میں پھانس لیا۔ ان دونوں کا اشتراک پوشیدہ رہا یہاں تک کہ ان کی قربت نے ایک نئے وجود کا اضافہ کردیا، یہ لڑکی سامنے موجود ہے۔ تاریخ کے اس بدترین جرم کا انکشاف ہونے پر اس مجرم نے اناتم سلاطیہ اور اپنی بیٹی کو لے کر فرار ہونے کی کوشش کی، لیکن محافظ سلانوبیہ نے اپنا فرض پورا کیا اور ان کا نشان پالیا۔ بروقت نشان دہی پر اناتم سلاطیہ اس کے ساتھ نہ جاسکی لیکن "مستقبل والا" اپنی بیٹی کو لے جانے میں کامیاب ہوگیا۔ سلانوبیہ نے اسے گرفتار کرلیا تھا لیکن مستقبل کے کسی علم کی بنا پر وہ اپنا جسم قید خانے میں چھوڑ کر فرار ہوگیا۔ البتہ وہ اپنی بیٹی کو جسم لے جانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ محافظ سلانوبیہ نے بھی وہی عمل کیا اور اس کے ساتھ میں چل پڑی۔ تب دیوتا سالوس نے فیصلہ کیا کہ سلاطیہ کو قید کردیا جائے اور اسے اس کی ہوش مند بیٹی کے سامنے سزا دی جائے۔ سلاطیہ کی بیٹی موجود ہے۔ اناتم سلاطیہ موجود ہے اور بڑا فیصلہ کرنے والا رامن عوس موجود ہے۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ رامن عوس نے اپنے قریب بیٹھے ایک بوڑھے کو مخاطب کیا۔

"اناطوخ، تم پورا مقدمہ سنا۔"

"عزل نفوت......!" بوڑھے نے کھڑے ہوکر گردن خم کی۔

"تمہارا علم، تمہاری دانش...... مستند ہے کارروائی کا آغاز کرو۔" بوڑھے نے کچھ توقف کیا پھر بولا۔

"مجھے رامن عوس کا حکم ملا ہے کہ کارروائی کا آغاز کروں۔ مجھے مصر کے ان تجربے کاروں کا تعاون حاصل ہے جو علم و دانش کا سمندر ہیں۔ ان کی مدد کے ساتھ میں اس کارروائی کا آغاز کرتا ہوں، میرا سوال اناتم سلاطیہ سے ہے۔" "اناتم سلاطیہ کیا تم اس اس نادانی کا اعتراف کرتی ہو؟"

"تم سب احمق ہو" سلاطیہ بپھرے ہوئے لہجے میں بولی اور سب اچھل پڑے۔ بے شمار آوازیں ابھریں جن میں ان الفاظ کی مذمت کی جارہی تھی اور رامن عوس نے کہا۔

"تم سب جانتے ہو کہ وہ شکست خوردہ کاہنوں کے درمیان پروردہ ہے اور اسے علم ہے کہ بالآخر وہ بدترین سزا پائے گی۔ اس لئے اس پر توجہ نہ دو۔"

"تم اپنے جرم کا اعتراف کرتی ہو؟" بوڑھے نے پھر کہا۔

"میں نے کہا نا کہ جن کی عقل ہی مشتبہ ہو میں انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتی۔"

سلاطیہ کا جرم سب کے سامنے ہے۔ اس کی بیٹی اس کی ہم شکل ہے اس کے بعد کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔"

"اس نے اپنے جرم کو بدترین کرلیا ہے۔"

"اسے واقعی بدترین سزا ملنی چاہئے۔" بہت سے لوگوں نے رائے دی۔

"میں نے تمہیں احمق غلط نہ کہا تھا اور میں تم احمقوں کو نہ بتادوں کہ مجھے سزا دینا تمہارے لئے ناممکن ہے میں محفوظ ہوں اور کچھ دیر کے بعد تم خود اپنی زبان سے احمق ہوگے۔"

"وہ کیسے......؟" کسی نے سوال کیا اور سلاطیہ ہنس کر خاموش ہوگئی تب بوڑھے اناطوخ نے مجھ سے کہا۔

"لڑکی تم مستقبل سے تعلق رکھتی ہو۔"

"تمہارے سوالات واقعی احمقانہ ہیں۔ میرے بارے میں تمہاری دانش تمہیں کچھ نہیں بتاتی۔" میرا جواب سن کر اناطوخ کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار پھیل گئے۔ رامن عوس بولا۔

"ان دونوں سے کوئی مزید سوال نہ کیا جائے۔

"معزز دانشور کیا کہتے ہیں؟" اناطوخ نے بوڑھوں سے کہا۔ تب ایک بوڑھے شخص نے کہا۔

"ابولس بڑا دانا تم ابولس اور دوسرے دانشور کہتے ہیں کہ تاریخ میں مستقبل کے مداخلت کار اب بھی موجود ہیں اور ان کی تعداد ایک سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ سب اسی واقعے کی کڑیاں ہیں۔"

"وہ پوشیدہ کیوں ہیں؟" رامن عوس طیش سے بولا۔

"وہ مستقبل کا علم لے کر آئے ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

''اور ہم انہیں تلاش نہیں کر سکتے؟''

''ایسا ہی ہے......''

''تب پھر فیصلہ کیسے ہو سکتا ہے۔ انہیں تلاش کر کے پیش کیا جائے!'' راممن عوس نے کہا اور اناتم سلاطیہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

''تیری بادشاہت نامکمل ہے راممن عوس، تیرے ہر حکم کی تعمیل نہیں ہو سکتی۔''

''اجنبیوں کو پیش کیا جائے گا۔ گناہ گار کو اس کے جسم میں لایا جائے۔ اگر وہ اپنے جسم میں واپس نہ آئے تو ابھی اسی وقت اس کے جسم کو اس کی بیٹی کے جسم کے ساتھ آتش کدے میں اچھال دیا جائے۔'' راممن عوس نے غضبناک لہجے میں کہا۔ تب ایوکس بولتے کہا۔

''مستقبل کے اجنبی اپنے علم میں پوشیدہ ہیں۔ ان کی تلاش اس کے لئے ناممکن ہے کہ وہ ستاروں کی نگاہوں سے بھی چھپے ہوئے ہیں۔ ہاں گناہ گار اجنبی کو یہ سزا دی جا سکتی ہے لیکن راممن عوس فیصلہ تو نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ یہ گناہ سلاطیہ نے بھی کیا ہے جبکہ وہ اس سے منکر ہے۔''

''دربار فرعون کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اناتم سلاطیہ اپنا گناہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ اس کے باوجود اس کا انکار دروغ گوئی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔'' اناطوخ نے کہا۔

''اجنبی اپنے جسم میں واپس آؤ تمہیں تصدیق کرنی ہوگی ورنہ تمہاری بیٹی کو سزا دینے میں دیر نہ کی جائے گی۔''

تب پتھر کی سل پر پڑے ہوئے بدن میں جنبش ہوئی اور میں نے ہارون دانش کو اٹھ کر بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ میرا دل ہل گیا تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے پہلی بار اس تصویر کو مجسم دیکھ رہی تھی۔ جسے صرف تصویر کی صورت میں دیکھا تھا۔ یا پھر ایک ساکن وجود کی صورت میں۔

ہارون دانش اپنی جگہ سے اٹھے، کھڑے ہو گئے اور پھر انہوں نے میری طرف رخ کیا۔ اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے پاس آ گئے۔

''تیرے لئے مجھے ہزار بار موت قبول ہے، تنا میں نے صرف یہ چاہا تھا کہ مجھے کامیابی حاصل ہو جائے۔''

''مجرم کو پابہ زنجیر کیا جائے۔'' اناطوخ نے غضبناک لہجے میں کہا اور سپاہی دوڑ پڑے، چند لمحے میں ہارون دانش کو طوق پہنا دیئے گئے۔ اناطوخ نے کہا۔

''تاریخ کے مجرم۔ کیا تو جواب دے گا، کیا تو تصدیق کرے گا کہ یہ تیری بیٹی ہے۔''

''ہاں۔ یہ میری جگر گوشہ ہے......'' ہارون دانش نے کہا۔

''اس کی ماں کون ہے......؟'' اناطوخ کے سوال پر ہارون دانش کی نگاہیں سلاطیہ کی طرف اٹھ گئیں۔ میں نے سلاطیہ کی آنکھوں میں غیظ و غضب کی بجلیاں تڑپتے دیکھیں۔

''کیا یہ تیرا اور اناتم سلاطیہ کا اشتراک ہے......؟''

''ہاں۔ ہم دونوں اس کے ماں باپ ہیں۔''

''جھوٹ بولتا ہے یہ نابکار۔ بہتان تراشتا ہے یہ۔ آہ کاش میری پھوپھی اُریدہ بھی یہاں ہوتی تو وہ دیکھتی کہ اصل مجرم کون ہے۔ میں اس شیطان کو بالکل نہیں جانتی۔ دیوتا آمون کی قسم، تیرہ ستاروں اور لافانی کہکشاں کی قسم، میں نے پہلی بار اس کی منحوس شکل دیکھی ہے۔ یہ جھوٹا ہے۔''

''سلاطیہ......!'' ہارون دانش نے حیرانی سے کہا۔ اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ پائے تھے کہ اچانک دربار میں غلغلہ سا مچ گیا۔ ہر شخص کھڑا ہو گیا اور راممن عوس چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر وہ خود بھی چونک پڑا۔ میں نے اس کی آواز سنی۔

''آمون کی قسم، یہ تو زرخ زبول ہے اور اس کے ساتھ یہ کون لوگ ہیں۔''

ایک انتہائی بوڑھا شخص جس نے چغہ پہنا ہوا تھا اور اس کے بال روئی کے گالوں جیسے سفید تھے۔ آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا آ رہا تھا۔ راممن عوس خود بھی کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔

''تقدیس ہو تمہاری۔ سورج کے بیٹے، مقدس ہو زرخ

SCANNED BY DIGESTPK

زیول کی تقدیس ہو سورج کے بیٹے کی۔" رامسن عوس ہی نہیں دوسرے درباری بھی مودب تھے اور سب کے چہرے پر سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر نشست چھوڑ دی گئی تھی۔ بوڑھا رامسن عوس کے تخت پر جا کھڑا ہوا۔ میں نے اس کے ساتھ جن دو افراد کو دیکھا تھا ان میں ایک روشاق تھا اور دوسری سامیہ۔ وہی جسم، وہی لباس، وہی نقاب اور نقاب کے عقب سے جھانکتی ہوئی وہی آنکھیں۔ میں ایک بار پھر حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔ میں نے سامیہ کی صورت دیکھی تھی۔ اچھی طرح دیکھا تھا میں نے کہ وہ اناتم سلاطیہ ہے اور اناتم سلاطیہ پابہ زنجیر سامنے موجود تھی۔ پھر یہ سامیہ کون ہے؟ میرا دماغ فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ دیوانوں کی طرح یہ تماشا دیکھتی رہی۔ بوڑھے نے جسے زخ زیول کہہ کر پکارا گیا تھا، تخت کے پاس کھڑے ہو کر رخ بدلا۔ سب باادب کھڑے ہوئے تھے۔

"بیٹھ جاؤ، میرے پیارو، تمہاری عقلوں پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے اور تمہاری معصومیت پر حیرت ہوتی ہے۔ بہت بڑے مقدمے کی سماعت کر رہے ہو تم لوگ۔ بیوقوفو! کیا تمہیں اس کی اجازت ہے۔ رامسن عوس، اور اس کے احمق مشیر، اناطوخ اور تم سب۔ کیا تمہیں اس مقدمے کی اجازت ہے۔ اناطوخ تو بتا۔"

"دیوتا زخ زیول، میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"سورج دیوتا، یا دوسرے معبودوں نے تمہیں اجازت دی ہے کہ موت کی پرسکون آغوش میں پہنچنے کے بعد تم ایسے مقدمات پیدا کرو، کیا تمہیں اس کا حق حاصل ہے؟"

"عزل نفوت، مستقبل کے بدکاروں نے ہماری پرسکون زندگی کو منتشر کیا ہے۔" اناطوخ نے کہا۔

"کیا موت کے بعد تمہارے اختیارات جاری رہتے ہیں۔ کیا تم اپنی روحوں کو جسموں کے لباس میں لپیٹ میں کر یہ تمام عمل کرنے کے مجاز ہو۔ تم گزر چکے ہو اور جب تمہیں حیات کی قوت حاصل تھی تو تم نے عمل کیا۔ کیا تمہیں یہ جسم متحرک کرنے کا حکم ہے؟"

"عزل نفوت۔ یہ تو ہمارے ماضی کی پرچھائیاں ہیں۔ ہمارے جسم تو فنا ہو چکے ہیں۔"

"تم نے سنا سر جوڑ کر بیٹھنے والو۔" اس بار زخ زیول نے شرمندہ نظر آنے والے بوڑھوں سے کہا۔

"بے وقوفو۔ مستقبل والے اپنی حیات کے عمل سے گزر رہے ہیں۔ ماضی میں وہ موجود نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے تمہارے عمل میں دخل نہ دیا۔ پھر تمہیں مستقبل میں مداخلت کا کیا حق ہے؟"

"اس نے ماضی کی ایک ہستی کو داغدار کر کے بھونچال پیدا کیا ہے۔" اناطوخ بولا۔

"لعنت ہو تم پر۔ لعنت ہو تمہاری عقلوں پر ابھی تم نے کہا کہ یہ ہمارے جسم نہیں ماضی کی پرچھائیاں ہیں، کیا پرچھائیاں ٹھوس جسم رکھتی ہیں۔ جواب دو؟"

"نہیں عزل نفوت۔"

"پھر ایک گزری ہوئی روح نے وہ جسم کہاں سے پایا جو تولید کی قوت بھی رکھتا ہو اور مستقبل میں کسی سے دل بھی لگا سکتا ہو.....!"

دربار میں عجیب سا شور ابھرنے لگا۔ رامسن عوس خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا اور بوڑھا اناطوخ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اناتم سلاطیہ کے چہرے پر سکون نظر آنے لگا۔ بمشکل اناطوخ نے کہا۔

"لیکن ایسا ہوا ہے مقدس زخ زیول۔"

"شرم کر اناطوخ، سرزمین مصر پر بے شمار حکومتیں قائم ہوئیں۔ تم نے ہکسوس کو مصر سے بھگا کر دوبارہ حکومت حاصل کی لیکن بعد کے ادوار تم سے دوبارہ چھن گئے۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ تم بے عقل تھے۔ تم حکومت کے قابل نہ تھے۔ مجھے بتا اناطوخ ایسا کیسے ہوا۔"

"یہ میں نہیں جانتا زخ زیول۔"

"قابل رحم بے عقلو۔ جو گزر گیا اس میں تحریف ممکن نہیں کیونکہ وہ تاریخ ہے۔ تاریخ پر جھوٹ ضرور بولا جاسکتا ہے لیکن جو ہو چکا اس میں تبدیلی ممکن نہیں۔ پھر ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔"

"تو پھر یہ سب کیا ہے زخ زیول۔ اناتم سلاطیہ کی ہم شکل لڑکی، قیدی وجود۔"

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

"یہ تمہارا گناہ ہے۔ تمہارا وہ جرم ہے جو تم نے اپنے اختیارات سے آگے قدم بڑھا کر کیا اور جس کے لئے تمہیں سزا بھگتنا ہوگی۔ تم نے ماضی میں جو کچھ کیا وہ تمہارا اختیار تھا۔ مستقبل والے مستقبل میں جو کچھ کررہے ہیں انہیں اس کا حق حاصل ہے۔ ہم ان کے راستے کیوں روکیں جن سے ہمارا واسطہ نہیں ہے۔ جو مستقبل میں اپنی تاریخ کی ترتیب کررہے ہیں۔ یہ آدمی..... " زرخ زبول نے ہارون دانش کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"مستقبل میں اپنے وقت میں اپنے عمل سے گزر رہا ہے۔ اس نے ہماری تاریخ پائی اور اپنے عظیم علم سے ہماری تاریخ میں داخل ہوگیا۔ وہ عورت۔" اس بار زرخ زبول نے سامیہ کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"وہ بھی مستقبل کی ایک محقق ہے۔ وہ اپنے طلسمی علم سے ماضی میں داخل ہوئی اور اس کے ساتھ ماضی میں داخل ہونے والا وہ تیسرا آدمی ہے۔" زرخ زبول کا اشارہ روشاق کی طرف تھا۔

"تم مستقبل کے ان ذہین انسانوں کو ان کے عمل سے گزرنے دیتے۔ تم نے ان پر اپنے اختیارات کیوں استعمال کئے۔"

"آہ۔ ہماری ناقص عقلیں ہمارا ساتھ نہیں دے پارہیں، زرخ زبول۔"

"اس نافعلی کی سزا تمہارا مقدر ہے۔ اے شخص تو بتا تو کون ہے۔" زرخ زبول نے روشاق سے کہا تو روشاق آگے بڑھ کر بولا۔

"میں ایکنی ترا وزی ہوں۔ صدیوں پہلے مصر میں پیدا ہوا تھا۔ وہ دورِ سیت کے دور سے بہت پہلے کا دور تھا۔ اپنے علم سے میں نے مستقبل میں سیت کے دور کو دیکھا اور میرے علم کی روشنی نے مجھے اناتم سلاطیہ کا جمال دکھایا۔ میں اس پر فریفتہ ہوگیا اور میں نے ایک خاص علم سے اپنی زندگی کو دورِ سیت کے لئے وقف کرلیا کہ سلاطیہ کے دور میں جاگوں اور اس کے حصول کے لئے جدوجہد کروں لیکن بدقسمتی سے میں متعین کردہ وقت سے بہت دیر تک سوتا رہا۔ پھر مجھے موجودہ دور کے اس شخص نے جگایا اور جب مجھے علم ہوا کہ دورِ سیت اور اناتم سلاطیہ کا وقت گزرچکا ہے تو میں سخت فرسودہ ہوگیا۔ میرے علم نے مجھے بتایا کہ میں ماضی میں داخل ہوسکتا ہوں اور سلاطیہ کو پانے کا ایک عمل کرسکتا ہوں لیکن میں نے خود کو جگانے والے اس شخص کو خلوص سے اپنی کہانی سنادی مگر اس بدفطرت انسان نے مجھ سے پہلے خود میرے علم سے فائدہ اٹھایا اور یہاں تک آگیا۔"

"بس تیری داستان یہاں رک جانی چاہئے۔" زرخ زبول نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ پھر سامیہ کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

"اور اے عورت اب تو اپنے بارے میں بتا اور اپنا چہرہ عیاں کردے۔" جب سامیہ نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹادی اور میں نے حیرانی سے دیکھا وہ ہو بہو اناتم سلاطیہ کی ہم شکل تھی۔ وہ ہاریوں کے اندر

سزا

رسول اللہؐ کے زمانے میں ایک صاحب عبداللہ نامی تھے جنہیں لوگ "حمار" کہا کرتے تھے اور وہ حضورؐ کو ہنسایا کرتے تھے۔ صاحب معراج انہیں شراب نوشی کے جرم میں کوڑوں کی سزائیں دے چکے تھے۔ اس کے بعد ایک روز پھر وہ رسول اکرمؐ کے زمانے میں اسی جرم میں پیش ہوئے اس روز بھی رسول اللہؐ کے حکم سے ان کے کوڑے پڑے اس پر ایک شخص بول اٹھے۔

"خدا کی لعنت ہو عبداللہ پر کتنی بار شراب پینے پر پٹ چکا ہے۔"

شہنشاہ کونینؐ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ نہیں اس پر لعنت نہ کرو، خدا گواہ ہے کہ میں نے تو اسے اللہ و رسولؐ سے محبت کرنے والا ہی پایا ہے۔"

(انتخاب۔ شہریار خان۔ کھپرو)

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سے پھر مدہم آوازیں نکلیں لیکن کوئی زور سے کچھ نہ بولا۔سامیہ نے کہا۔

"میں حال کے دور کی ایک عورت "معصرہ" ہوں تعلق ملک یمن سے ہے، تاریخ مصر پر ریسرچ کرتے ہوئے ماضی کے پراسرار علوم میں بھی عبور حاصل کررہی تھی اور ان میں کمال حاصل کرتی جارہی تھی میں ایک خاص عمل سے ماضی میں داخل ہوکر تاریخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی خواہش مند تھی اور مجھے اس میں کامیابی حاصل ہوگئی۔ دور حیت میں، میں نے سالوس کی حکومت پائی اور اس کے لئے کام کرنے لگی۔ یہاں میں نے ااتم سلاطیہ کو دیکھا، سالوس کی بیٹی حیران کن طور پر میری ہمشکل تھی۔ میرا قیام ایک مرغزار میں تھا اور وہاں میں اپنی معلومات میں اضافہ کررہی تھی کہ ایک رات چاند کی روشنی میں مجھے ہارون دانش نظر آیا، یہ میرے دور کا انسان اور مصری تاریخ کے حصول میں ایک مشہور محقق تھا۔ میں اسے نام سے جانتی تھی مجھے یہ نوجوان بہت بھایا، البتہ جب مجھے اس نے اپنی داستان سناتے ہوئے بتایا کہ وہ ااتم سلاطیہ کے لئے یہاں آیا ہے تو مجھے دکھ ہوا۔

وہ مجھے سلاطیہ سمجھ رہا تھا چنانچہ میں نے خود کو سلاطیہ ظاہر کیا، تب اس سے میری قربت ہوگئی اور ہم مقدس آتشوں کے سامنے میں ایک دوسرے کی زندگی کے شریک بن گئے، میں نے اسے کبھی نہ بتایا کہ میں سلاطیہ نہیں ہوں ہمارے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ہم نے اپنے دور کے مطابق نشا رکھا، میرے شوہر نے یہاں سے نکلنے کی کوششیں شروع کردیں وہ مجھے اور اپنی بچی کو یہاں سے لے کر نکل جانا چاہتے تھے۔ یہ مشکل کام نہیں تھا لیکن اچانک کھیل بدل گیا۔ مجھے پچ پچ ااتم سلاطیہ سمجھ لیا گیا اور میرے بارے میں سالوس کو اطلاع دے دی گئی۔ سالوس نے فوری میری گرفتاری کے احکامات دے دیئے۔ سلاطیہ اس وقت اپنی پھوپھی ادیبہ کے پاس تھی مجھے علم ہوا تو میں پریشان ہوگئی اور میں نے حالات سنبھالنے کے لئے ایک تدبیر نکالی۔

میں روپوش ہوگئی اور سلاطیہ کو گرفتار کرلیا گیا میرا خیال تھا کہ میں خاموشی سے ہارون دانش کے ساتھ نکل جاؤں گی لیکن ہارون دانش کو سلاطیہ کی حیثیت سے میری گرفتاری کی خبر ملی تو وہ پریشان ہوگئے۔ حالانکہ گرفتار میں نہیں ہوئی سلاطیہ ہوئی تھی لیکن بے چارے ہارون دانش کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ پریشان ہوکر ان کے جال میں گرفتار ہوگئے اس کے بعد یہ سب کچھ ہوا۔ قصور میرا تھا لیکن چونکہ ہارون دانش مجھے سلاطیہ سمجھ کر مجھ سے محبت کرتے تھے اس لئے مجھے معلوم تھا کہ کہیں حقیقت معلوم کرکے وہ مجھ سے برگشتہ نہ ہوجائیں۔ میں انہیں بے حد چاہتی تھی۔ بعد میں جب میں نے ساری تفصیل سنی تو سامیہ کی حیثیت سے یہاں ایک ویرانے میں رہنے لگی جو ابوالیس برابا کے معبد کے قریب تھا۔ یہ سب محبت کی خودغرضی کی کہانی ہے۔ جس میں مجبوری کے سوا اور کوئی قصور نہیں تھا۔"

☆......☆......☆

فضاء میں ایک ارتعاش پیدا ہوگیا۔ تیز سنسناہٹ سے ماحول گونج اٹھا، ہر چیز ہلنے لگی اور پھر ایک دھواں سا بلند ہوگیا جس نے سارے ماحول کو گم کردیا، ایک دم عجیب سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ میں اپنی جگہ کھڑی تھی معصرہ اپنی جگہ، اور ہارون دانش اپنی جگہ، اس کے علاوہ ہر طرف پتھروں اور چٹانوں کے ڈھیر تھے۔ ہم سے چند گز کے فاصلے پر بے شمار اہراموں کی چوٹیاں چٹانوں کی شکل میں جھانک رہی تھیں۔ بس اور کچھ نہیں تھا۔ ہارون دانش میری طرف بڑھے اور میرے قریب آکر بولے۔

"نشا۔"

"جی۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"میری زندگی پر خوش نہیں ہو؟"

"میں نہیں جانتی ابو۔"

"سب کچھ تمہارے علم میں آچکا ہے۔ کیا میں قصوروار ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ معصرہ یہ تمہاری بیٹی ہے لیکن تمہاری حقیقت قبول کرنے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کے بعد شاید میں تمہیں قبول نہ کرسکوں۔"

مبصرہ نے سر جھکالیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ میرا دل بے قرار ہوگیا۔ میں آگے بڑھی اور مبصرہ سے لپٹ گئی۔ وہ بلک بلک کر رو پڑی اس نے کہا۔

"میں محبت کا شکار ہوگئی تھی نشا، میری بے پناہ چاہت نے مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کردیا تھا۔"

"میں جانتی ہوں امی، مجھے علم ہے۔ لیکن ابو خود غرض ہیں۔ انہیں اپنی تحقیق اور اپنی زندگی پیاری ہے اور کچھ نہیں۔"

"نہیں، یہ غلط ہے نشا۔"

"یہ سچ ہے ابو۔ ٹھیک ہے آپ اپنی کتابوں کے اوراق کا سفر کیجیے، نئی کتابیں اور لکھ ڈالیے میں اپنی ماں کے ساتھ خوش ہوں۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو تم۔؟"

"جو کچھ میں نے کہا بالکل صاف ہے۔ میں آپ کے بجائے اپنی ماں کے ساتھ رہنا پسند کروں گی۔"

"نشا۔"

"جی ابو، کیا آپ مجھ پر پابندی لگانے کا حق رکھتے ہیں۔"

"لیکن نشا...... میری بچی...... میں اب سب کچھ چھوڑ کر تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

"ابو، بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں، آپ کے بارے میں، بہت سے احساسات ہیں میرے دل میں، آپ نے مشکل ترین لمحوں میں مجھے اکیلا چھوڑا ہے۔ آپ نے مجھے کبھی تحفظ نہیں دیا۔ اب میں اپنی ماں کے ساتھ جینا چاہتی ہوں اور یقین کریں ہم جی لیں گے۔"

"مبصرہ بھی ہمارے ساتھ رہیں گی نشا۔" ہارون دانش نے ہتھیار ڈال دیئے، اور میں ایک دم کھل گئی لیکن میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"کس حیثیت سے ابو......؟"

"وہ...وہ میری بیوی تھیں، حالانکہ اس وقت میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ یمن کی باشندہ ہیں۔ مسلمان ہیں لیکن میں نے انہیں کلمہ پڑھانے کے بعد ان سے نکاح کیا تھا۔ ہم اس نکاح کی تجدید کرلیں گے۔"

"آپ امی سے مخلص ہیں ابو......؟" میں نے سوال کیا۔ ابو امی کو غور سے دیکھتے ہوئے بے اختیار مسکرا پڑے۔

"مبصرہ نے ایک عظیم طلسم توڑ دیا ہے۔ میں انہیں زمانہ قدیم کی ایک روح سمجھ کر تاریخ کا ایک ناقابل یقین تجربہ کررہا تھا۔ جس کا انکشاف دنیا کے لئے اتنا حیرت ناک ہوتا کہ لوگ سوچ سوچ کر پاگل ہوجاتے۔ لیکن وہ سب کچھ غیر قدرتی تھا۔ قانون قدرت میں دخل اندازی بہرحال ممکن نہیں ہے لیکن مبصرہ عظیم ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ مجھ سے بڑی محقق ہیں۔ یہ مجھ سے پہلے تاریخ کے اس دور میں داخل ہوگئی تھیں۔ انہوں نے خود کو ہمارے اتنے عرصہ کسی شبے سے محفوظ رہ کر برقرار رکھا۔ بہرحال یہ میری بیوی اور تمہاری ماں ہیں۔"

"آپ امی سے مخلص ہیں ابو۔" میں نے اس طویل جواب کو نظر انداز کرکے کہا۔

"ہاں......اب ہوں۔"

"تھینک یو ابو...... تھینک یو ویری مچ......" میں نے پرمسرت لہجے میں کہا اور دونوں کے درمیان آکر ان سے لپٹ گئی۔ میری مسرت کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ خوشی سے دیوانی ہورہی تھی۔ ماں باپ دونوں مل گئے تھے۔ مجھے جذبات سے نجات ملی تو یہاں سے نکلنے کی فکر ہوئی اور ہم اس علاقے کا جائزہ لینے لگے۔ پھر ایک سمت اختیار کرکے چل پڑے۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کوہ طرناس دیکھا۔ اسی پہاڑی سے اریدہ نے مجھے مصر کے بدلتے ہوئے ادوار دکھائے تھے۔ میں نے ابو کو اس بارے میں بتایا تو وہ بولے۔

"یہ صدیوں پرانی بات ہے۔ اب نہ جانے اس علاقے کا کیا نام ہوگا۔ بہرحال ہمیں پیدل ہی سفر کرنا ہے۔ دیکھیں یہ سفر کتنا طویل ہوتا ہے۔"

☆......☆......☆

بعد کی داستان صرف اس جدوجہد کی داستان ہے جو ہمیں بغیر کسی لبادے کے مصر کے ایک بڑے شہر الحمامنہ الخضر لے گئی۔ یہاں سے ہم نے اپنے وطن

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

واپسی کے انتظامات کئے۔ حالانکہ ہماری پوزیشن بے حد خراب تھی، لیکن بہرحال ابو کی سرپرستی تھی اور وہ بڑی صفات کے مالک تھے۔ انہوں نے مسعود اختری کا سہارا حاصل کیا جو مصر کا ایک بہت بڑا تاجر تھا۔ چنانچہ ہم قاہرہ آگئے۔ مصر کی پراسرار سرزمین کا تیج جہاں میں نے انوکھے لمحات گزارے تھے۔ تمام انتظامات اختری نے کئے تھے۔ اور جب جہاز نے قاہرہ کی زمین چھوڑی تو مجھے بالکل یوں لگا جیسے میں ایک عظیم مہم جو ہوں جو کسی خزانے کی تلاش میں نکلی تھی۔ اور وہ عظیم الشان خزانے لے کر واپس جارہی ہوں۔ ماں اور باپ دونوں تھے اس سے بڑا خزانہ کیا ہو سکتا تھا۔

ہم اپنے وطن پہنچ گئے۔ ایئرپورٹ سے گھر پہنچے۔ ہمارے ملازم واقعی وفا شعار تھے کوٹھی جوں کی توں تھی۔ سارے ملازم بھونچکے رہ گئے تھے۔ امی نے شادی کے بائیس سال کے بعد پہلی بار اپنا گھر دیکھا تھا۔ مجھے جس قدر مسرت تھی اس سے کبھی میں خود نڈھال ہو جاتی تھی۔

میری کوشش تھی کہ ماضی بھول جاؤں، روزانہ صبح اٹھ کر ماں باپ کو دیکھتی کہ کہیں یہ صرف خواب نہ ہو اور جب یہ خواب حقیقت کی شکل میں نظر آتا تو میرا رواں رواں مسرور ہو جاتا تھا۔ ابو نے سنبھالا لے کر اپنے املاکوں پر توجہ دی۔ تب مجھے علم ہوا کہ انکل کے۔ ہدانی واپس آگئے ہیں۔ وہ معذور بے شک ہو گئے تھے۔ لیکن ذہنی طور پر بالکل درست تھے۔ مسز صوفیہ بدستور انہیں اسسٹ کررہی تھیں۔ وہ جب میرے سامنے آئیں تو بہت شرمندہ تھیں۔

"دیکھ لیجئے مسز میں اپنے امی ابو کو لے آئی۔"

"صرف مبارکباد تو نہایت ہلکا لفظ ہے۔ اللہ تمہیں تمہاری خوشیاں راس لائے۔"

"ہمارے ڈاکٹر صاحب کا کیا حال ہے......؟"

"بالکل ٹھیک ہیں۔" مسز صوفیہ نے کہا۔

اس رات مجھے عسکری بہت یاد آیا تھا اور میں نے اپنے دل میں اس کے لئے عجیب سا درد محسوس کیا تھا۔

پھر ایک دن یہ درد اور سوا ہو گیا جب ایک شاپنگ سینٹر میں مشل سے ملاقات ہوئی وہ خود میرے پاس آگئی۔

"ہیلو نشا، کہاں ہو گئی۔"

"ٹھیک ہوں تم سناؤ کیا حال ہے؟"

"بہترین۔ شادی کرلی ہے میں نے......!" اس نے کہا اور میرے دل پر ایک گھونسا سا پڑا۔

"اور مجھے نہیں بلایا تم نے شادی میں۔ عسکری تو ٹھیک ہیں؟"

"تمہیں ان کے بارے میں نہیں معلوم۔"

"کیا......؟"

"وہ دماغی اسپتال میں زیر علاج ہیں۔ مصر سے واپسی کے بعد ان کی حالت ٹھیک نہیں رہی اب تو میں کافی دن سے اسپتال بھی نہیں گئی۔ اسی وقت ایک قبول صورت شخص وہاں پہنچ گیا۔ مشل نے اس سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"یہ عمران ہیں۔ میرے شوہر۔ عمران یہ میری دوست نشا راشد ہیں۔"

یہ رات میرے لئے بڑی کٹھن تھی۔ بہت سے خیالات آتے رہے تھے اور دوسری صبح میں نے فون پر اسپتال کے بارے میں تفصیل پوچھی پھر اسپتال جا پہنچی تھی۔ عسکری بہت کمزور ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر ساکت ہو گیا۔ بہت دیر تک مجھ پر نگاہیں جمائے رہا پھر بے بسی کے انداز میں آنکھیں بند کرلیں۔

تو میری داستان کے ہمراہیو...... مختصر یہ کہ اب میں شادی شدہ ہوں۔ عسکری میرے بہت اچھے شوہر ہیں۔ امی اور ابو مصر کے بچے ادھیڑنے میں مصروف ہیں۔ دلوی عیش لکھتا ہے اور ہاں آپ بھولے نہ ہوں گے کہ انکل روشاق مجھے ایک فن دے گئے تھے۔ زاویوں میں روپوش ہونے کا فن۔ وہ آج بھی مجھے آتا ہے۔ لیکن اس کے استعمال کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی۔ شاید آ ہی جائے تو پھر خدا حافظ۔

ختم شد

(ایم اے راحت کی آئندہ ماہ نئی سلسلے وار کہانی پڑھیں)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ثبوت

عمران قریشی - کوئٹہ

وہ بہت دل گردے کا مالک تھا مگر جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا اس پر نقاہت طاری ہوتی رہی اور پھر ایک وقت آیا کہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کے بھی قابل نہیں تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا کام تمام ہوگیا۔

کسی کے دماغ میں اپنی بات ڈالنا مشکل ہی نہیں بلکہ جان جوکھوں کا کام ہے۔ ثبوت کہانی میں ہے

میرا نام ٹیگری ہے۔ ڈاکٹر ٹیگری..... میں مردوں کی حادثاتی اموات پر ریسرچ کررہا ہوں۔ میرے خیال کے مطابق مرنے کے بعد بعض وجوہات کی بنا پر انسانوں میں چند لمحات کے لئے جان موجود رہتی ہے۔ میں ان چند لمحات کی وجوہات پر تحقیق کے لئے ایک ایسے قیدی کے پاس گیا۔ جو سزائے موت کی سزا کا مستحق قرار دے دیا گیا تھا اور جسے دوسرے دن گیس چیمبر کی سزا سنادی گئی تھی۔ مجرم کا نام لینور تھا۔ اس نے اپنے گہرے دوست کو صرف اس لئے قتل کردیا تھا کیونکہ وہ لینور کا قرض کافی عرصے سے دبائے بیٹھا تھا اور مرنے سے پہلے دینے سے صاف انکاری ہوگیا تھا۔

لینور بلڈ پریشر کا مریض تھا۔ غصے پر قابو نہیں پاسکا۔ اس لئے ڈنڈے کے ذریعے اس کے سر کو پھاڑ بیٹھا۔ اس کے دوست کی موت موقع پر ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

واقع ہوگئی۔ لینور کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس پر مقدمہ چلا اور اسے سزائے موت کا حقدار قرار دے دیا گیا۔

ڈاکٹر ٹیگری چند لمحے کے لئے خاموش ہوا۔ تب سامنے بیٹھے ہوئے رپورٹر نے سوال کیا۔ "آپ کی ریسرچ کے مطابق مرنے والے انسانوں میں چند لمحات کے لئے زندگی کا وجود باقی رہتا ہے۔ اور آپ نے اسی ریسرچ کی تکمیل کے لئے جیل میں موجود کیس جیسپر کی موت پانے والے قیدی کے ساتھ مختصر معاہدے کا آغاز کیا تھا۔ کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ ایسا بھلا کیونکر ہوسکتا ہے۔"

ڈاکٹر ٹیگری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ایسا میری تحقیق کردہ ریسرچ کی فائل میں موجود ہے۔ جسے میں اپنے ہمراہ لے کر آیا ہوں۔ آپ کو پڑھانا مقصود نہیں ہے۔ میں اس کے متعلق آپ کو خود بتاؤں گا۔ آپ اسے تحریری صورت دے کر اپنے اخبار میں چھاپ سکتے ہیں۔" رپورٹر نے اقرار میں سر ہلاتے ہوئے سامنے رکھا ہوا پین اور کاغذ اٹھایا اور لکھنے کے لئے تیار ہوکر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر ٹیگری نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولنا شروع کیا۔

"میں نے جیل گورنر سے ملاقات کے دوران جب قیدی لینور سے ملنے کی اجازت مانگی۔ تب مجھے بتایا گیا کہ مجرم لینور بہت خطرناک آدمی ہے اور کسی بھی بات پر مشتعل ہوکر مجھ پر حملہ آور ہوسکتا ہے۔ مجھے یہ بھی ہدایت کی گئی کہ مجرم سے قدرے فاصلے پر رہ کر بات کروں۔ اور اپنی سہارے والی چھڑی پر ہاتھ کی گرفت کو مضبوط رکھوں اگر وہ کسی وقت مجھ سے پانچ دس قدم سے زیادہ نزدیک آنا چاہے یا پھر حملہ آور ہونے کے بارے میں سوچے تو بلاتکلف یہ چھڑی اپنے دفاع کے لئے استعمال کروں۔ حتیٰ کہ محافظ میری مدد کو پہنچ جائے۔

یہ سب کچھ سمجھا کر مجھے لینور کی کوٹھری میں جانے کی اجازت دے دی گئی۔ جونہی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ لینور بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر کسی ملاقاتی سے نہ ملنے کی خواہش جیسے تاثرات ابھرے۔ وہ تیوری پر بل ڈال کر بولا۔

"اچھا تو تم کوئی دوسرے پادری ہو؟" میں نے سر کو جھٹک کر کہا۔

"میں پادری نہیں ہوں۔ بلکہ تمہارے لئے اس وقت ایسا قابل عمل منصوبہ لایا ہوں جسے تم زیادہ توجہ سے سننا پسند کرو گے۔ میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ اور تمہیں صبح ملنے والی سزائے موت کے متعلق تم سے بات چیت کرنے آیا ہوں۔ تمہارے کچھ کام آسکتا ہوں۔"

لینور پر میری اس تقریر کا جیسے کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

"کیا تم سمجھتے ہو کہ میرے لئے کچھ بہتر کرسکتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" میں نے اسے اطمینان دلانے کی کوشش کی۔ وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا۔ پھر بولا۔ "کوئی میرے لئے کیا کرسکتا ہے؟"

"لیکن میں کرسکتا ہوں۔" میں نے پھر دعویٰ کیا۔

"جہنم میں جاؤ۔ تم اور تمہاری مدد...." وہ بے زار ہوکر بولا۔

میں نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد دوبارہ کہا۔ "میں تمہارے لئے وہ کچھ کرسکتا ہوں جس کے بارے میں تم نے سوچا بھی نہ ہوگا۔" میں نے اس کی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "تمہارے تین بچے ہیں۔"

"ہاں ہیں...... پھر....." اس کی نگاہوں میں تھوڑا سا اشتیاق نظر آیا۔

"جب تم کل اس دنیا سے رخصت ہوجاؤ گے تو وہ یتیم ہوجائیں گے میں نے اس سلسلے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ تمہارا کوئی بہن بھائی یا رشتہ دار ان کی کفالت اور نگرانی کی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔" لینور کے چہرے پر مایوسی صاف نظر آرہی تھی۔

"انہیں کسی یتیم خانے میں داخل کروا دیا جائے گا۔ جہاں وہ جوان ہونے تک کسمپرسی کے عالم میں

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

محرومیوں کی زندگی بسر کریں گے۔ تم جانتے ہو کہ یتیم خانوں کا ماحول کیسا ہوتا ہے۔ وہاں بچے کئی طرح کے نفسیاتی اور جسمانی عوارضات کا شکار ہو کر نکلتے ہیں۔ ایسے بچے بڑے ہو کر مشکل ہی سے معزز اور مفید شہری بن سکتے ہیں۔ اور تمہارے بچوں کے ساتھ تو یتیمی ہی کا مسئلہ نہیں بلکہ ان کی زندگی میں یہ اضافی المیہ بھی ہوگا کہ وہ ایک مجرم اور سزائے موت پانے والے باپ کی اولاد ہیں۔ معاشرے میں کوئی انہیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔ اور وہ کبھی سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں ہو سکیں گے۔" میں نے لینور کو ایک جذباتی حوالے سے اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

"تو پھر میں کیا کروں۔ میں کر ہی کیا سکتا ہوں۔" لینور نے بظاہر سپاٹ لہجے میں کہا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں نمی کی ہلکی سی تہہ میں نے محسوس کر لی تھی۔

"میں اولاد کے خواہش مند ایک خوشحال جوڑے کو جانتا ہوں جو تمہارے بچوں کو گود لینے کے لئے رضامند ہے۔ وہ دونوں میاں بیوی بہت روشن خیال اور انسان دوست ہیں۔ اور نظریے پر قطعی یقین نہیں رکھتے۔ کہ بدی سے تعلق موروثی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اچھی تربیت اور ماحول کسی بھی شخص کو اچھا بنانے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اس لئے انہیں کسی مجرم کے بچے کو گود لیتے ہوئے کوئی عار نہیں۔ یہ رہا ان کی طرف سے رضامندی کا بیان۔" میں نے ہاتھ میں موجود لفافے میں سے کاغذ کو باہر نکال کر اسے دکھایا لیکن لینور نے کسی خاص ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ چند ثانیے کچھ سوچتے رہنے کے بعد وہ بولا۔

"بدلے میں مجھے کیا کرنا ہوگا؟ کیا چاہتے ہو تم؟"

"تم میری ریسرچ میں میری مدد کر سکتے ہو۔ میں آج کل انسان کے اعصابی نظام کا مطالعہ اور مشاہدہ کر رہا ہوں۔ یہ میری اس تحقیق کا حصہ ہے۔ جو میں اپنی یونیورسٹی کی طرف سے مکمل کر رہا ہوں۔ یہ

خوشخبری شرف مشتری

انشاءاللہ تعالیٰ مال و دولت کا ستارہ مشتری 12 سال کے طویل عرصہ کے بعد اپنے دامن میں لاکھوں خوشیاں لے کر 1 سے 7 ستمبر تک شرف میں آیا تھا۔ یہ نیک وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم انعام ہے۔ مشتری مال و دولت، مال وسعت اور خوش نصیبی کا ستارہ ہے جو ہر 12 سال بعد شرف ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص مالی لحاظ سے انتہائی بدقسمت ہو، ہمیشہ فکر و افلاس میں رہتا ہو، مدتوں سے قرض میں گرفتار ہو، ہر مسئلے میں رکاوٹ ہو، ملازمت کا انتظار ہو، مدت سے تنگ ہوا اپنے ہی پرائے دشمن بن گئے ہوں، دن رات کا سکون تباہ ہو، ہر کاروبار میں نقصان ہوتا ہو۔

وہ حضرات نیند سے جاگیں اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے یہ لوح ضرور حاصل کریں اس وقت 12 سال کے بعد آتا ہے خدا جانے اگلے 12 سال کس کو نصیب ہوں اپنے چھوٹے بڑے بچوں کے لئے ضرور بنا کر رکھ دو تا کہ ان کی قسمت بھی اچھی رہے دنیا کا وہ بڑا خوش قسمت انسان ہوگا جس کے پاس یہ لوح ہوگی اس کا خوش بختی کا دروازہ کھلا رہے گا۔ بذریعہ لاٹری یا انعامی بانڈ یا تجارت سے رقم برسات کی طرح برستی رہے گی۔ غربت خوشحالی میں بدل جائے گی۔ اس لوح کی برکت سے اچھے گھر میں شادی بھی ہو سکتی ہے۔ بے اولاد اجڑے ہوئے گھر آباد ہو جائیں گے۔ اولاد نرینہ ہوگی وہ صالح و خوش بخت ہوگی۔ اس لوح کو رکھنے سے زندگی پرواز کرتی ہے۔ دشمن غالب نہیں آ سکتا۔ سفلی کالا علم ختم ہو جائے گا۔ لوح مشتری رکھنے سے انشاءاللہ تعالیٰ دولت و روپیہ اس طرح کھنچ کر چلا آتا ہے جیسے مقناطیس کی طرف لوہا۔ دولت مشتری پر عاشق ہوتی ہے۔ اس لوح کو رکھنے سے مدتوں کے قرض سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے غیبی امداد ملتی رہے گی اور زندگی سکون سے بسر ہوگی۔ بچیوں کی شادی میں رکاوٹ ہے ان لڑکیوں کا رشتہ ضرور اچھے گھرانے میں ہوگا۔ خدارا ہماری التجا ہے۔ 12 سال کے بعد وقت ملا ہے اس سے ضرور فائدہ حاصل کریں۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان ہے سو برس کا پل کی خبر نہیں

ہمارے پاس کچھ لوح موجود ہیں آپ حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کا مخلص دعا گو: صوفی علی مراد
0333-3092826-0333-2327650

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ایک بہت بڑا تحقیقی منصوبہ ہے جسے یونیورسٹی کے ذریعے فرنچ میڈیکل کونسل نے شروع کیا ہے میں تمہیں ریسرچ کے متعلق کچھ بتاتا ہوں۔" میں چند لمحوں کے لئے خاموش ہوا۔ پھر دوبارہ مخاطب ہوا۔

"ہم دراصل زندگی اور موت کے درمیانی عرصے کا ٹھیک تعین کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک ایسا اصول ضابطہ یا فارمولا وضع کرنا چاہتے ہیں۔ جس کے تحت کسی بھی شخص کو مردہ قرار دینے سے پہلے ہر ڈاکٹر پر لازم ہوگا کہ وہ اس پر سب مجوزہ ٹیسٹ آزمائے۔ تب موت کا سرٹیفکیٹ جاری کرے۔ ہمارا خیال ہے کہ مردہ قرار دی جانے والی بہت سی نعشوں میں بظاہر زندگی کی توانائی ختم دکھائی دیتی ہے۔ مگر دراصل ان میں زندگی کی رمق باقی ہوتی ہے کیونکہ مرنے والے افراد کی شیو اور ناخن بدستور بڑھتے ہوئے نوٹ کیے گئے ہیں ہم یہ فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ حقیقی موت کی طرف بڑھتی ہوئی اس نیم مردہ حالت اور سکتے میں کیا فرق ہے۔"

لینو اب توجہ کے ساتھ میری بات سن رہا تھا۔

وہ تلخ لہجے میں بولا۔" موت سے پہلے دفن ہونے سے کیا مطلب ہے آپ کا......؟"

"اکثر ایسا ہوا کہ کسی شخص کو سرکاری طور پر ڈاکٹروں نے مردہ قرار دے دیا لیکن وہ اچانک ہی جی اٹھا کچھ سال پہلے پیرس میں کی جانے والی ایک تحقیق میں یہ حقائق سامنے آئے کہ لوگوں نے جب نئی قبریں بنانے کے لئے قبرستانوں کی پرانی زمینوں کو کھودا تو جو بوسیدہ تابوت برآمد ہوئے ان سے نکلنے والے ہر پانچ سو انسانی ڈھانچوں میں سے ایک اس حالت میں پایا گیا کہ اس کے گھٹنے سینے سے لگے ہوئے تھے جیسے وہ تابوت کا ڈھکنا اوپر اٹھانے کی کوششیں کرتے ہوئے مر گیا ہو۔ لہٰذا کم از کم پانچ سو میں سے ایک فرد ایسا بدنصیب ضرور تھا۔ جسے موت سے پہلے قبر کے حوالے کر دیا گیا۔ برطانیہ میں بھی ایسے ہی ایک سروے کے نتائج سے ظاہر ہوا کہ انگلستان اور ویلز میں ہر سال تقریباً دو ہزار سات سو افراد زندہ دفن کر دیے جاتے ہیں۔

ادھر میونخ میں نئے مردوں کو بالکل سیدھی لائنوں میں دفنایا گیا اور اسی ترتیب سے ایک رسی کے ذریعے ان کا رابطہ قبرستان کے محافظوں کے کمروں سے قائم کیا گیا۔ ان رسیوں کے سروں پر گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ جو مردے کی معمولی سی جنبش سے بج سکتی تھیں۔ پھر ایسا کئی بار ہوا کہ کوئی نہ کوئی گھنٹی وقتاً فوقتاً بجتی ہی رہی۔

اس تمام رات محافظوں کی نیند خراب ہوتی رہی۔" ڈاکٹر فیکری اپنی تحقیق سے متعلق بات کرتے ہوئے یہ بالکل بھول گیا کہ وہ ایک عام آدمی سے نہیں قیدی سے بات چیت کر رہا ہے۔ اب وہ بالکل نارمل انداز میں برابری کی سطح پر لینو سے گفتگو کر رہا تھا یہ ایسا موضوع تھا جو اس کا اپنا تھا۔ اور جس پر وہ گھنٹوں بات چیت کر سکتا تھا۔ بہرحال لینو ہمہ تن گوش تھا۔ فیکری نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے کئی اخباروں میں پڑھا اور سنا ہوگا کہ بعض مشہور شخصیتیں تدفین سے کچھ دیر پہلے جی اٹھیں۔ شہرت یافتہ شاعر فرانس نیراج اس وقت کفن میں اٹھ کر بیٹھ گیا جب اسے تابوت میں ڈالا جانے لگا تھا یونانی قدامت پسند بشپ اس وقت جی اٹھا جب لوگ اس کا آخری دیدار کر رہے تھے اور تو اور ایک مردہ شخص اس وقت درد سے چیختا چلاتا اٹھ کھڑا ہوا جب اس کی نعش کا پوسٹ مارٹم کرنے کے لئے چیر پھاڑ کی جانے لگی۔ اس کیس نے تمام ڈاکٹروں کو حیرت میں ڈال دیا لیکن چرچ کے کرتا دھرتا مقدس حکام نے اس کو بدروح قرار دے کر دوبارہ موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اتفاق دیکھو خود اس پادری کو بھی کچھ عرصہ بعد ڈاکٹروں نے مردہ قرار دے دیا اور ٹھیک اسی طرح عمل جراحی کے دوران میں وہ ہوش میں آ کر اٹھ کھڑا ہوا پوسٹ مارٹم کے وقت عمل جراحی کی تکلیف سے بہت سے اور مردے بھی اسی طرح جی اٹھے۔ بلکہ باقاعدہ ریکارڈ کے مطابق چارلین اور وکٹورین عہد میں تقریباً

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بارہ واقعات ایسے ہوئے کہ لوگوں کو مردہ قرار دے کر دفنا دیا گیا لیکن جرائم پیشہ افراد نے ان کی نعشیں نکال کر میڈیکل اسٹوڈنٹ کے ہاتھوں فروخت کر دیں اور عین ڈائیسکشن ٹیبل پر وہ افراد درد سے بلبلاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

قبروں سے شور اور مختلف آوازیں سننے کی کہانیاں تو تم نے مختلف لوگوں کی زبانی سنی ہوں گی۔ مگر بدقسمتی کا شکار ایسا شخص شاید ہی قبر سے نکلنے میں کامیاب ہو سکا ہوگا۔ کسی قانونی ضرورت کے تحت مقفل تابوت دوبارہ کھول کر دیکھنے پر معلوم ہوا کہ تابوت کھولنے کی کوشش میں ناکامی پر مرنے والے نے اپنا کفن پھاڑ ڈالا منہ نوچ لیا۔ خود کو دانتوں سے کاٹ کاٹ کر بن آئی موت کا مقابلہ کرتا رہا۔ لیکن افسوس اس کی رہائی نہ ہو سکی۔ وہ کس بے کسی کی موت مرا۔ اس کا اندازہ آزاد فضا میں سانس لینے والا ہر شخص کر سکتا ہے یہاں تک بھی ہوا کہ ایک امریکن لڑکی نے تابوت میں بچے کو جنم دیا۔

لیکن موت دونوں کا مقدر بن گئی۔ بعد میں کسی قانونی ضرورت کے تحت جب تابوت کھولا گیا تو لڑکی کی دونوں مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں اور تکلیف کا کرب اس کے چہرے پر ابدی نقوش چھوڑ گیا تھا۔

نومولود کفن کے اندر ہی اپنی زندگی کی پہلی اور آخری سانسیں پوری کر چکا تھا۔

لینور نے اس کربناک منظر کشی پر بے چین ہو کر پہلو بدلا۔ اور گلا صاف کرنے کے بہانے ڈاکٹر فیگری کو ٹوکا۔ اسے آنے والے دن کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے لمحات یاد آنے لگے۔

”اوہ معاف کیجیے گا مسٹر لینور میں اپنے موضوع کے بارے میں بہت جذباتی ہو گیا تھا۔ اور یہ بھول گیا تھا کہ میں ایک ایسے مجرم کے سامنے موجود ہوں جسے دوسرے دن سزائے موت کی سزا سنادی گئی ہے۔“

لینور نے بازو کی آستین سے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ پونچھا پھر بظاہر لاپرواہی کے ساتھ بولا۔ ”زندگی کی بہت سی ناگوار حقیقتوں کا سامنا تو کرنا ہی ہوتا ہے ڈاکٹر......؟ اور میرے پاس اس کے علاوہ چارہ کار بھی نہیں ہے۔“

ڈاکٹر فیگری خاموش ہو گیا۔ اور سامنے بیٹھے ہوئے اخبار کے رپورٹر مکمل انہماک کے ساتھ اس کی ریسرچ کی تفصیلات سننے میں مصروف تھے۔ اس کے خاموش ہونے پر بے چینی کے ساتھ اپنی کرسیوں پر پہلو بدلنے لگے۔ ڈاکٹر فیگری نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد گفتگو کا آغاز کیا۔

”ہاں تو میں آپ رپورٹر حضرات کو یہ بات سمجھانا چاہ رہا تھا کہ بے چارہ ڈاکٹر اس معاملے میں بعض اوقات بالکل بے بس ہو جاتا ہے کہ طبی اصول وضوابط کے مطابق ایک انسان بالکل مردہ ہو چکا ہوتا ہے، لیکن کون جانے وہ ابھی زندہ ہو اور زندگی اور موت کا فاصلہ ابھی طے نہ کر پایا ہو یہی وہ نقطہ نظر تھا جس پر قائل کر کے میں نے جیل کے گورنر سے سزائے موت کے قیدی لینور سے ملاقات کی اجازت طلب کی تاکہ ہم جان سکیں کہ روح کے جسم چھوڑنے کے بعد کتنی دیر تک اعصاب زندہ رہتے ہیں۔ جب کہ یہ سزا گیس چیمبر سے متعلق ہو۔ جس میں شک کی گنجائش باقی نہیں رہ سکتی۔“

”ٹھیک ہے ڈاکٹر فیگری ہم نے اس کام کے انسانی اور اہم پہلوؤں کو نوٹ کر لیا ہے۔ براہ مہربانی آپ واپس لینور سے اپنی ملاقات کے قصے کی طرف آئیے۔“ ایک رپورٹر بے چین لہجے میں بولا۔

”ہاں میں واپس لینور سے ملاقات کی طرف آتا ہوں۔ قصہ مختصر یہ کہ میں لینور کو اپنا نقطہ نظر سمجھانے اور اسے قائل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔“ آدمی ذہین تھا اس لیے فوراً سمجھ گیا کہ میں اس کے بچوں کے تحفظ کے بدلے میں کیا چاہتا ہوں بہرحال چند لمحے خاموشی کے ساتھ سوچنے کے بعد وہ بولا۔

”میں سمجھ گیا ہوں تم اس وقت میری موت کا نظارہ کرنا چاہتے ہو جب کل یہ لوگ مجھے گیس چیمبر کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ذریعے مار یں گے۔"

"ہاں......" میں نے مختصر جواب دیا۔

"تو گویا تم مجھے تڑپتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو۔" وہ اس دفعہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

مجھے غصہ آ گیا۔ "معاف کرنا لینور اب کی دفعہ تم مجھے غلط سمجھے ہو۔ میرا یہ کام انسان کی بھلائی کے لئے ہے محض تفریح طبع کے لئے نہیں۔ اور نہ میرا یہ مقصد ہے جو تم سمجھ رہے ہو اور اگر میرا کوئی مقصد ہے بھی تو تم بھول رہے ہو کہ میں بدلے میں تم کو کتنا بڑا معاوضہ فراہم کر رہا ہوں تمہارے بچوں کا تحفظ......"

"ٹھیک ہے......ٹھیک ہے......زیادہ ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ اپنی بات کو آگے بڑھاؤ۔ میں سن رہا ہوں۔" لینور نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"شکریہ۔" میں نے آہستگی کے ساتھ کہا۔

اور اسے سمجھانے لگا۔ "تقریباً تیس برس پہلے بھی ایک ڈاکٹر شپائیرو نے ٹھیک یہی کچھ کیا تھا۔ جو میں کر رہا ہوں اس نے بھی تمہارے جیسے ایک قیدی سے بالکل ایسا ہی معاہدہ کیا تھا جیسا میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے ہمیں ایسا کرنا پڑتا ہے اس میں انسانیت کی بھلائی ہے۔ ڈاکٹر شپائیرو یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ گلوٹین کے ذریعے انسان کا سر تن سے جدا ہونے کے بعد بھی کم از کم سر ضرور ہوش و حواس میں اور زندہ ہوتا ہے میں اپنے اس پیشرو ڈاکٹر کا تجربہ دوہرانا چاہتا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نوٹ کروں گا۔ کہ گیس چیمبر سے موت پانے کے بعد انسانی جسم میں کتنی دیر تک زندگی کی مخصوص برقی لہریں موجود رہتی ہیں۔ اس کے لئے کچھ برقی آلات استعمال کروں گا۔"

ایک لمبی سی ہونہہ کر کے لینور کتنی ہی دیر تک مجھے بغور دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"ڈاکٹر کیا تمہارا خیال ہے کہ زہریلی گیس کی موت کے بعد بھی جان باقی رہ سکتی ہے۔"

"یقیناً بات کچھ ایسی ہے۔ میں تمہیں چند مثالیں دے چکا ہوں اور میں جس ڈاکٹر کا ذکر کچھ دیر پہلے کر چکا ہوں اس نے ثابت کیا کہ گردن کٹنے کے بعد بھی کچھ دیر تک کھوپڑی زندہ ہی نہیں رہتی بلکہ وہ آپ کی بات سنتی اور سمجھتی بھی ہے۔ ڈاکٹر شپائیرو کی کھوپڑی نے کٹ جانے کے پانچ منٹ بعد اس کی بات کا جواب خاص انداز سے آنکھیں جھپکا کر دیا تھا۔ انقلاب فرانس کے دوران لکھی گئی رپورٹوں کے مطابق جلادوں کو سزائے موت کے پندرہ منٹ بعد بھی کئی سر زندہ ملے۔ کئی قیدیوں کو سزائے موت دینے کے بعد جب گلوٹین کا ٹوکرا کٹے ہوئے سروں سے بھر جاتا اور وہ اگلے قیدیوں کو لانے کے لئے اسے خالی کرنے آتے۔ تو انہیں بیک وقت کئی سر خون میں لتھڑے حرکت کرتے آپس میں الجھتے بڑبڑاتے اور دانت پیستے ملتے۔"

لینور کی آنکھیں غصے سے لال پیلی ہو گئیں اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اس کے نتھنے پھڑکنے لگے اور وہ مٹھیاں بھینچتے ہوئے بڑبڑایا۔ "اذیت پسند جانور...... ذلیل...... میں...... میں تمہارا سر پھاڑ دوں گا۔"

میں نے فوراً اپنی چھڑی پر گرفت مضبوط کر لی۔ اور اٹھ کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"دیکھو لینور! میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں تمہاری اذیت کو کم کر دوں گا بس میں جو کچھ کہوں تم وہ کرو۔ اور اگر اپنی زندگی کا کوئی ثبوت دے دو۔ تو اس کے بعد میں فوراً ایک باریک سلاخ کھوپڑی میں اتار کر تمہاری مشکل کو آسان کر دوں گا۔ میں تمہیں پینتالیس سیکنڈ سے زیادہ تکلیف میں نہیں رہنے دوں گا اس طرح تمہارے بچے بھی ہر قسم کی تکالیف سے آزاد ہو جائیں گے۔"

اس اثناء میں بپھرا ہوا لینور بجلی کی سی تیزی سے لپکا۔ اور میز کے نیچے جانے کس جگہ چھپائی ہوئی لوہے کی ایک باریک سلاخ نکال لایا اور بھوکے بھیڑیے کی طرح میری طرف بڑھا۔

"او میرے خدا! اگر میں گر نہ جاتا تو وہ میری کھوپڑی میں سلاخ بھونک چکا ہوتا۔ اس کا وار خالی گیا۔ لیکن وہ پھر پلٹا اس کے منہ سے کف بہہ رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اور وہ شعلہ بار نظریں مجھ پر گاڑے ہوئے کہہ رہا تھا۔"

"ذرا ٹھہرو شیطان ڈاکٹر! میں یہ سلاخ تمہاری کھوپڑی میں اتار کر دیکھتا ہوں کہ تم کتنی دیر میں مرتے ہو۔"

میری سٹی گم ہوگئی اور میں چاہنے کے باوجود بھی چلا نہ سکا لینور نے آگے بڑھ کر میرے سینے پر پاؤں رکھا۔ اور میری آنکھوں کے درمیان ماتھے کا نشانہ باندھ کر سلاخ میرے قریب لانے لگا۔ اچانک میں نے دماغ میں اپنی چھڑی ہوا میں لہرائی جسے اس نے اس زور سے لات ماری کہ وہ دروازے سے ٹکراتی ہوئی فرش پر گرگئی اسی وقت محافظ کو بلانے کا خیال کوندے کی طرح میرے ذہن میں لپکا اور میں زور زور سے مدد کے لئے چلانے لگا۔

لینور کی توجہ چند لمحے کے لئے دروازے کی طرف ہوئی یہ وقفہ محافظوں کے پہنچ جانے کے لئے کافی تھا۔ آن کی آن میں مسلح محافظوں نے اسے قابو میں کرلیا اور میں نے فرش سے اٹھتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا۔ لیکن دروازے سے باہر نکلتے ہوئے میں نے اپنی پیش کش ایک بار پھر دوہرا دی۔ اور بلند آواز سے کہا۔

"لینور اچھی طرح سوچ لو..... سودا مہنگا نہیں ہے۔ ایک چھوٹے سے تجربے کے بدلے تمہارے بچوں کا مستقبل خوشحال ہوسکتا ہے۔" یہ کہہ کر میں محافظوں کے ہمراہ باہر نکل گیا۔ ابھی چند قدم ہی چلا ہوں گا کہ لینور کی آواز نے میرے قدم روک لئے بند دروازے کے پیچھے سے اس کی چیختی ہوئی بلند آواز آرہی تھی۔

"ڈاکٹر مجھے تمہارا سودا منظور ہے۔ میں تمہیں زندگی کا ثبوت دوں گا اور آہستہ آہستہ اس کی آواز ہچکیوں میں ڈوب گئی۔ اور یوں مجھے اگلے دن اس کی سزائے موت کے وقت مشاہدے اور تجربے کی اجازت مل گئی۔"

"تو کیا اس نے آپ کو وہ ثبوت دے دیا۔" ایک رپورٹر نے بے صبری کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں....." ڈاکٹر نے مختصر سا جواب دے کر ان کے تجسس کو ہوا دی۔ دوسرا رپورٹر بے چین لہجے میں بولا۔

"ڈاکٹر آپ تفصیل سے بتایئے کہ اس کے بعد کیا ہوا۔" ڈاکٹر ٹھکری نے پھر کہنا شروع کیا۔

"اگلے روز مقررہ وقت پر جب میں لینور کے پاس پہنچا تو محافظ اسے سزائے موت کے کمرے میں لا رہے تھے۔ اردگرد کی بیرکوں اور کوٹھریوں میں سے آہ و بکا کی آوازیں آرہی تھیں۔ اور اس کے ساتھی اسے الوداع کہہ رہے تھے۔ لینور کو دو محافظوں نے دائیں بائیں سے پکڑ رکھا تھا۔ اور وہ بے جان زرد چہرے کے ساتھ گرتے پڑتے آگے بڑھ رہا تھا گیس چیمبر والے کمرے میں پہنچنے کے بعد ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا کیونکہ تمام انتظامات پہلے سے مکمل تھے۔"

"پھر کیا ہوا....؟" ایک رپورٹر نے بے تابی سے سانس روک کر پوچھا۔

"اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔" ٹھکری نے آہستگی سے جواب دیا۔ "اور مجھے مطلوبہ ثبوت دے دیا۔"

"کیا ثبوت....؟" دوسرے رپورٹر نے جس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا تھا۔ تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"یہ رہا ثبوت......" ڈاکٹر ٹھکری نے اپنا بایاں ہاتھ آگے کر دیا۔

"یہ تو زخمی ہے شاید کٹ گیا ہے۔" رپورٹر حیرت بھرے لہجے میں بولا۔

"اسے غور سے دیکھئے......" ٹھکری نے اپنا ہاتھ دونوں کے آگے بڑھا دیا دونوں رپورٹروں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ہاتھ پر انسانی دانتوں کے نشان نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

وچ ڈاکٹر

عثمان غنی۔ پشاور

یکے بعد دیگرے کئی مزدور موت سے ہمکنار ہوگئے اور انہیں دفن کر دیا گیا مگر یہ کیا وہ مرے ہوئے سارے مزدور رات کے وقت ایک مقررہ وقت پر کھیتوں میں کام کرتے نظر آنے لگے کہ پھر اچانک.....

حقیقت سے چشم پوشی اور اندھا اعتماد انسان کو زندہ درگور کردیتا ہے ثبوت کہانی میں ہے

مچھروں نے زندگی عذاب کردی ہے۔ جی چاہتا ہے ایک ایک کو مسل ڈالوں۔ پاگل تھا میں جو اپنی اچھی بھلی زندگی چھوڑ کر اس بیابان میں آ گیا۔ جب مجھ سے دو بڑے بھائی اس زمین کو سنبھال نہ سکے تو مجھے اپنی میڈیکل کی ڈگری کو آگ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔

میرا نام احمد حسین ہے اور میں دیپال پور کا رہائشی ہوں۔ ہمارا خاندان سالوں سے تعلیم یافتہ اور جاگیر دار خاندان چلا آ رہا ہے۔ میرے بڑے دونوں بھائی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور غیر ممالک میں سیٹ ہیں۔ اب یہ دیپال پور کی ساری جاگیر میری ہے، چونکہ دونوں بھائیوں نے زمینداری سے انکار کیا اور باہر رہائش اختیار کرلی۔ پھر میں نے سوچا چونکہ بابا جان کی اسی علاقے میں کئی مربع زمین تھی۔ جو کہ بے مقصد فالتو پڑی تھی۔ اور اسی زمین میں ہماری خاندانی، برسوں پہلے بنائی حویلی بھی شان و شوکت سے کھڑی تھی۔ بابا جان کے گزرنے کے بعد دونوں بھائیوں نے کاشت کاری اور حویلی سنبھالنے سے انکار کیا اور یوں بابا کے چالیسویں کے بعد امریکہ چلے گئے۔

میں ایک پرائیویٹ اسپتال میں ڈاکٹر تھا۔ کام بہت زیادہ تھا اور تنخواہ کم، اس لئے سوچا کہ اگر اتنی محنت اپنی زمینوں پر کروں گا تو کیا کچھ نہیں ملے گا، اور یوں سب کچھ چھوڑ کر گاؤں چلا آیا۔ میرا ایک ساتھی ڈاکٹر تھا۔ جو کہ افریقہ اور نائیجیریا سے تھا۔ وہ پاکستان میں کسی خاص ریسرچ پر آیا تھا۔ وہ میرا جگری دوست بن چکا تھا۔ وہ بھی میرا گاؤں دیکھنے کے لئے میرے ساتھ ہی آ گیا۔

کام تو بہت تھا۔ مگر محنت اور لگن کی وجہ سے پہلی فصل نہایت ہی شاندار ہوئی، میرے دوست اسمتھ ورکل کو نہ جانے کون سی بات یہاں پر پسند آئی کہ اس نے مجھ سے درخواست کرکے میری حویلی میں رہنے کی بات کی۔ مجھے تو پہلے بہت عجیب لگا۔ مگر اس میں میرا ہی فائدہ تھا۔ ایک سے بھلے دو! اور پھر وہ تھا بھی بڑے کام کا آدمی۔ پہلے ہی فصل کو تیار کرنے میں دن رات اس نے بھی محنت کی تھی۔ دن بھر جلتی دوپہر میں بوائی کرائی تھی۔ اور رات کو جب میں تھکن سے نڈھال ہو کر سو جاتا تو وہ ساری رات کھیتوں میں پانی لگواتا۔

مجھے اسمتھ پر کل اعتماد تھا۔ اس لئے سارا حساب کتاب اس کے ہاتھوں میں دے دیا۔ نوکروں کی تنخواہیں، آبیانہ، فصلانہ سب اسی نے سنبھال لیا۔

کاشت کاری کے لئے اس کا شوق جنون بنتا جا رہا تھا۔ وہ ماہر کاشتکار تھا۔ باہر کے طور طریقے جانتا تھا۔ وہ سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

طریقوں پر کام کر رہا تھا۔ اور نوکروں سے بھی نئے طریقوں سے کام لے رہا تھا۔

نئی تہذیبیں پرانی تہذیبوں کو نگل لیتی ہیں۔ نیا آدمی پرانے آدمی کو کھا جاتا ہے۔ اسی طرح جدید طریقے سے کیے گئے کام نے میری ساری زمینوں کو ہرا بھرا کر دیا۔ میری حویلی کی رونقیں بحال ہو گئیں۔

حویلی کے قریب ایک لڑکی انیلہ رہتی تھی جو کہ چوہدری زمان الدین کی بیٹی تھی۔ چوہدری ہمارے قریبی عزیز تھے مگر بہت سالوں کی دوری کی وجہ سے ہم لوگ جیسے ایک دوسرے کو بھول گئے تھے۔ انیلہ اکثر اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیتوں میں گھومتی رہتی۔ انیلہ کو دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو جاتیں۔ اس کے گھنے سیاہ چمکدار لمبے بال، خوب صورت لمبا اونچا چنار کی طرح قد آور تھی۔ گول چہرہ، بھرے بھرے گال، سرخ گلابی ہونٹ اور کھڑی ناک کی وجہ سے وہ ساری لڑکیوں سے بہت مختلف تھی۔

ایک دن گرمی کی وجہ سے میں گاؤں کے نہر میں نہا رہا تھا۔ میں نے نہر کے ٹھنڈے اور شفاف پانی میں غوطہ لگایا۔ اور تیرتا ہوا بڑے پل کے نیچے سے گزرنے لگا۔ اچانک نہر کے پل پر سے کوئی شے دھڑام سے نہر میں گری تو میں نے سر پانی سے نکالا۔ پانی کی سطح پر نیلے رنگ کا دوپٹہ تیر رہا تھا۔ کہ اچانک بدحواسی کے عالم میں ایک نسوانی وجود پانی کی سطح پر برآمد ہوا۔ اس کے چہرے کو بالوں نے چھپا ہوا تھا۔ لڑکی نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال پشت پر ہٹالئے۔ اس کا چہرہ دیکھ کر دل میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ انیلہ تھی۔

میرے دل کی دھڑکن میرے خوابوں کی رانی، وہ اس وقت مکمل طور پر بھیگی ہوئی تھی۔ اور اس حالت میں وہ بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ میں نے اپنے دونوں مضبوط ہاتھوں میں اسے اٹھایا اور پانی میں چلتا ہوا نہر کے کنارے پر اسے کھڑا کر دیا۔ وہ میری بانہوں میں آ کے شرم سے سرخ ہو گئی تھی۔

"تم پانی میں گری کیسے؟" میں نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

اس کی سہیلی بھی پل کے اوپر کھڑی تھی۔ اس کا نام نازنین تھا۔ اس نے بتایا کہ انیلہ سے اس کی شرط لگی تھی کہ پل کے پار یک جنگلے پر کوئی بھی نہیں چل سکتا ہے۔ مگر انیلہ بضد تھی کہ "نہیں میں پل کے جنگلے پر چل کر دکھاؤں گی۔" اور اسی ضد کی وجہ سے انیلہ نہر میں گر گئی۔ نازنین کی بات سن کر میں نے بے ساختہ ایک قہقہہ لگایا

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تو انیلہ انار کی طرح سرخ ہو گئی۔ وہ بھیگے ہوئے کپڑوں کے ساتھ نازمین کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

کچھ دیر تک میں نہر میں نہاتا رہا۔ اس کے بعد میں بھی اپنے گھر آ گیا۔

سارا کام میرے دوست، اسعد ورکل نے سنبھال رکھا تھا۔ میں دن بدن مرغن غذائیں، مکھن دودھ ملائی اور اچھی خوراک کی وجہ سے مست ہو رہا تھا۔ جبکہ سارا سارا دن میں دوستوں سے گپیں ہانکتا رہتا۔ پیسے کی فراوانی اور آرام وسکون کی وجہ سے بے فکری کی زندگی گزار رہا تھا۔ یا پھر سارا دن انٹرنیٹ پر غیر ملکی دوستوں سے گپ شپ کرتا رہتا۔ ان دنوں میری زندگی بہت مزے میں گزر رہی تھی۔

ہمارا ایک نوکر تھا۔ جس کا نام حبیب تھا۔ وہ تقریباً 20 سال کا خوبرو نوجوان تھا۔ وہ زندگی سے بھرپور نوجوان تھا۔ حویلی کے باہر کے کام منٹوں میں کر لیا کرتا تھا۔ میں نے حبیب کو کبھی نوکر یعنی ملازم نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ ہمیشہ سے اسے ایک دوست سمجھا تھا۔ حبیب بہت محنتی، جفاکش، ایماندار اور بہت نیک دل تھا۔ پتہ نہیں کہاں سے اس کے دماغ میں کیپٹلزم کا کیڑا سما گیا اور وہ میرے دوست اسعد ورکل کی برابری کرنے لگا۔

جس جگہ ورکل کام کرتا حبیب وہاں پہنچ جاتا۔ جہاں پر اسعد بیٹھتا۔ حبیب اس کی کرسی پر پہلے سے براجمان ہوتا۔ اگرچہ حبیب نے کبھی پینٹ شرٹ نہیں پہنی تھی۔ مگر اب وہ اسعد کی طرح تھری پیس بلیک سوٹ میں گھوم پھر رہا ہوتا۔ جس برانڈ کی سگریٹ اسعد پیتا۔ اسی برانڈ کی سگریٹ حبیب کی جیب سے برآمد ہوتی۔ بات اتنی بڑھ گئی کہ اسعد نے اپنا کاؤبوائے ہیٹ ڈرا دیر کو اتار کر رکھا۔ تو حبیب نے جھٹ وہی ہیٹ اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔

میں نے اسعد کی طرف دیکھا۔ کیونکہ یہ بات مجھے بھی بہت بری لگی تھی۔

اسعد کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات نہیں تھے نہ غصہ، نہ نفرت، نہ حیرت، نہ پریشانی، بالکل پتھریلا سا انداز تھا۔ اس کے کالے چہرے پر سفید موتیوں کی طرح دانت مجھے بہت بھیانک دکھائی دیئے۔ ایسا لگا جیسے اس وقت اسعد کوئی ڈریکولا ہو۔

اس واقعے کے کچھ روز بعد حبیب بیمار رہنے لگا اور اس کی بیماری اتنی بڑھ گئی کہ ایک دن وہ مر گیا۔

میں نے اس کی آخری رسومات میں شرکت کی اور اس کے گھر والوں کو تسلی، حوصلے اور صبر کی تلقین کی، میرے دوست اسعد ورکل نے اس کی آخری رسومات میں شریک نہ ہوا۔ البتہ اس کے خاندان والوں کو تسلی دینے میں پیش پیش رہا۔

گرمی کا موسم تھا، کھیت کھلیان ہرے بھرے تھے، خربوزوں اور تربوزوں کا موسم آیا۔ تو گاؤں میں ایک بھیانک افواہ گردش کرنے لگی۔ کہ رات کو حبیب کی روح کھیتوں میں پھرتی ہے اور کھیتوں میں ایک عام انسان کی طرح کام کرتی ہے۔ اس افواہ کو سن کر ہم دونوں بہت ہنسے۔ ایک رات ہم دونوں ایک خوفناک فلم دیکھ رہے تھے کہ حویلی کا دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑانے لگا۔ ایسے لگا جیسے دروازے پر کوئی لکے اور لاتیں مار رہا ہو۔ میں اٹھ کر گیا اور دروازہ کھولا، سامنے ہمارا خاندانی ملازم بشیر بخش کھڑا تھا۔ وہ اتنا گھبرایا ہوا تھا کہ اس کے پھٹے کپڑے پسینے سے تر تھے۔

میرے پوچھنے پر اس نے بتایا۔ ”اس نے ابھی ابھی حبیب کو کھیتوں میں پانی لگاتے ہوئے دیکھا ہے۔“

اس بات پر میں ہنسنے لگا۔ ”یار بخشو تو کیا پاگل ہو گیا ہے۔ اسے تو میں نے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا ہے۔ وہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے؟“

”میں اس کے زندہ ہونے کی بات کب کر رہا ہوں۔ صاحب وہ اس روح کی طرح ہے جو مر کر بھی چین سے نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی کھیتوں میں کام کرتی ہے۔“ وہ یقین اور بڑے وثوق سے بولا۔

”پتہ نہیں کب ورکل میرے پیچھے دروازے پر آیا۔ اور بخشو کی بات سن کر بولا۔ ”اچھا بڑی محنتی روح ہے جو مر کر بھی کام کرتی ہے۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

میں نے بھی اسے ٹالنے کی کوشش کی۔ مگر بخشو ایک ہی بات کی ضد لگائے ہوئے تھا۔ "صاحب جی آپ چل کر خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے۔"

اچانک اسعد چیخ کر بولا۔ "جاؤ دفع ہو جاؤ۔ اگر روح ہے بھی تو ہم کیا کریں گے۔" اور اس نے اسے باہر دھکیل کر دھڑام سے دروازہ بند کر دیا۔

اسعد کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ اگر اس طرح بی ہیو کرو گے تو بیچارے سارے نوکر کام چھوڑ کر بھاگ جائیں گے، کام کون کرے گا؟"

میں نے ناراضگی سے اسے ٹوکا۔

"سب کچھ ہوگا۔ کوئی کام نہیں رکے گا۔ پیسے بھی ملیں گے، کام بھی چلے گا، چاہے تمہارے یہ سب نوکر چھوڑ کر چلے جائیں۔ اسعد چیخ چیخ کر بولنے لگا۔ میں اسے چپ کروانا چاہتا تھا مگر اس کا تاثر اتنا سرد تھا کہ میں آگے کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

خیر ڈیڑھ دو ہفتے ہی بمشکل گزرے ہوں گے کہ ہمارے کھیتوں میں کام کرنے والے مزدور بیٹے کا شکار ہو کر مر کھپ گئے، پورے گاؤں میں کہرام برپا ہو گیا۔ چھ مزدور بیک وقت مر گئے۔ اب کام کا کیا ہوگا، میں پریشان ہو گیا۔ خان بہادر واحد شخص تھا جو کہ ڈرائیونگ میں مہارت رکھتا تھا، وہ سارا دن کھیتوں میں ٹریکٹر چلاتا تھا۔ اس کے مرنے پر میں بے حد دکھی تھا۔ مجھ میں تو اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ ٹریکٹر چلا سکوں اور وہ بھی جلتی دوپہر میں۔ ان ہی خدشات کا اظہار میں نے اسعد سے کر دیا تو اسعد نے بے فکری سے کندھے اچکائے جیسے کچھ بھی نہیں ہوا ہو۔

اور واقعی کام ہوتا رہا۔ راتوں کو ٹریکٹر چلنے کی آوازیں سنائی دیتیں۔ اس کے علاوہ کھیتوں میں پانی دینے کی آوازیں بھی سنائی دیتی تھیں۔ صبح جب دیکھا جاتا تو کھیتوں میں پانی بھرپور ملتا اور سارے کھیت جتے ہوتے تھے۔

جب میں نے اور گاؤں کے لوگوں نے ان واقعات پہ دھیان دینا شروع کر دیا تو اسعد نے ہنس کر کہا۔

"یار میرے خیال میں تم سب لوگ "ہیلوسی نیشن" بیڑا سائیکولوجی کی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہو۔ یہ وہ خطرناک بیماری ہے۔ جس میں انسان کو فریب نظر میں جو کچھ نظر آتا ہے۔ وہ اسے حقیقت سمجھ لیتا ہے۔ اسی بیماری میں انسانوں کو مرے ہوئے لوگ نظر آنے لگتے ہیں۔

مجھے تو تم سب لوگ اسی بیماری کا شکار لگتے ہو۔ یہ آوازیں یہ مرے لوگ ان کی روحیں سب کچھ تمہارا وہم ہے۔"

میں اس کی بات سن کر چپ رہ گیا۔ مگر گاؤں والے ان فرسودہ خیالات سے کب متفق تھے، وہ ہنوز اڑے ہوئے تھے۔

گرمی میں بدستور اضافہ ہوا تھا۔ وہ برسات کی حبس زدہ رات تھی، بادلوں نے آسمان کو گھیر رکھا تھا۔ میری آنکھ کسی کھٹکے سے کھل گئی، حبس بے حد زیادہ تھا۔ بجلی بھی گئی ہوئی تھی۔ مینڈکوں اور حشرات الارض کی آوازیں اندھیرے میں بڑی بھیانک گونج رہی تھیں، اوپر سے مچھروں کی بھن بھن نے عذاب کر دیا تھا۔ اچانک بادل بکھرنا شروع ہو گئے، کچھ ہی دیر میں مطلع صاف ہونے لگا۔ رات کی گھپ تاریکی میں تاروں کی ہلکی اور مدہم چاند کی روشنی میں، میں نے باہر کھیتوں کی طرف دیکھا۔ میرا کمرہ اوپر کی منزل میں تھا۔ اس کمرے کی کھڑکی سے میرے کھیت دکھائی دے رہے تھے۔

نیم ہلکی روشنی میں، میں نے دیکھا کہ کھیتوں میں سائے کام کر رہے ہیں۔ وہ ہیولے چلتے پھرتے دکھائی دے رہے تھے، میں اٹھ کر کمرے کی کھڑکی میں کھڑا ہو گیا۔ یہ میرا وہم نہیں تھا۔ واقعی کھیتوں میں کچھ لوگ کام کر رہے تھے۔

کھیتوں میں دھان کی بوائی کا موسم تھا۔ حبیب کو مرے ہوئے کئی ماہ گزر چکے تھے مگر اس وقت وہ میرے سامنے تھا۔ ہاں بالکل وہ کپڑے، وہی انداز وہی قد کاٹھ، وہی بالکل حبیب تھا۔ وہ میکانکی انداز میں ایک ایک پودا پانی سے بھرے کھیت میں لگوا رہا تھا۔ "حبیب۔" میں پوری قوت سے چلایا۔ مگر جیسے اس کو میری آواز سنائی نہیں دی۔ میں دوبارہ چلایا۔ مگر ایسا لگتا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تھا کہ جیسے وہ گونگا بہرا ہو۔

"حبیب میں ہوں احمر، تم بولتے کیوں نہیں؟ میری بات کا جواب دو۔" اس بار میں پوری قوت سے چلایا پھر اچانک رات کی تاریکی میں ڈھول پیٹنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

ڈھول کی آوازیں سن کر کھیتوں میں کام کرنے والے سائے چونک اٹھے، اور میکانکی انداز میں کھیتوں سے باہر نکلے، اب ان کا رخ قبرستان کی جانب تھا۔ میں نے جلدی سے جوتے پہن لئے اور ان کے پیچھے بھاگا، میں جیسے صدر دروازے تک پہنچا، اس سے پہلے کہ میں دروازہ کھول کر باہر نکلتا اسعد نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اسعد تم! تم جاگ رہے ہو...... وہ حبیب!"

"ہاں آج یقیناً تم نے پھر حبیب کو دیکھا ہوگا! کام کرتے ہوئے، کیوں ٹھیک ہے ناں۔" وہ سرد اور معنی خیز انداز میں بولا۔

"نہیں اسعد، حبیب کے ساتھ کچھ اور سائے بھی تھے! وہ سب مختلف کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔"

"احمر میرا خیال ہے۔ تم میرا احسان مانتے ہی نہیں، اس لئے یہ روح کا چکر چلا رہے ہو۔ میں تمہاری خاطر ساری ساری رات کام کرتا ہوں۔ اور تم سارا کریڈٹ ان روحوں کو دے رہے ہو۔ یہ دیکھو......"

اس نے اپنے پیروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جہاں اس کے پیروں پر ٹخنوں تک کیچڑ لگی ہوئی تھی۔ "ارے بھئی حیران مت ہو، وہ میں ہی تھا۔ تم مجھے حبیب سمجھ کر چلانے لگے، اس لئے میں گھر آ گیا۔ اور میں نے تمہیں اس لئے جواب نہیں دیا کہ تم ڈر جاؤ، اور تم واقعی میں ڈر گئے۔" وہ ہنسنے لگا۔

اس کے سیاہ چہرے پر چمکتے سفید دانت بے حد نمایاں لگ رہے تھے۔ "مگر سنو تو" میں نے اس کی بات رد کرنی چاہی......

"یار کم آن، تم بھی جاہلوں کی طرح بولنے لگے ہو۔ معلوم ہے کل یہاں پر ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ والے آ رہے تھے، ان کو بڑی تجسس تھی کہ میں یہاں پر کیا کر رہا ہوں۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ سب محنت میں اپنے ایک دوست کے لئے کر رہا ہوں۔ وہ سب میری بات سن کر بڑے حیران ہوئے۔ انہیں کیا پتہ بھلا کہ ہم دوستی میں جان دیتے بھی ہیں اور لیتے بھی ہیں۔ کیوں احمر ٹھیک ہے ناں!"

"ہاں ٹھیک ہے۔" میں بظاہر تو مطمئن ہو گیا۔ مگر میں اندر سے شدید خوفزدہ تھا۔ کچھ ٹھیک نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں شکاریوں جیسی چمک میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ اس کے سامنے میں خاموش رہ جاتا تھا۔

ایک دن میں نے اسعد کو خوشگوار موڈ میں دیکھا تو کہنے سے باز نہ آیا۔ "اسعد ایسا لگ رہا ہے کہ کچھ ہو رہا ہے۔ بلکہ حقیقت میں کچھ برا ہو رہا ہے۔ میں نہیں کہہ رہا۔ مگر میرا دل گواہی دے رہا ہے۔"

میری بات سن کر وہ ہنسنے لگا...... "یہ ایک نفسیاتی بیماری ہے۔ تم فوراً کسی ماہر نفسیات سے رجوع کرو۔" پھر میں خاموش رہ گیا۔

اگلا دن بڑا ہنگامہ خیز ثابت ہوا۔ "شبیر جو کئی دنوں سے پراسرار بیماری میں مبتلا تھا۔ وہ بھی مر گیا۔ شبیر کی بیماری کسی بھی ڈاکٹر کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی...... اس لئے میں نے اسے پراسرار بیماری کا نام دیا۔ گاؤں کے اکثر نوجوان بیمار ہو گئے تھے۔

خیر شبیر کی تدفین سے جب ہم فارغ ہوئے، تب مجھے یاد آیا، میری کلائی میں بندھی گھڑی شاید قبرستان میں گر گئی تھی، گھڑی کے لئے میں دوبارہ قبرستان جانے لگا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ گرمی ہر چیز کو جھلسا رہی تھی۔ ہر چیز جھلسی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

"انہی پریشانیوں کی وجہ سے میں اپنی محبت انیلہ کو بھی بھلا چکا تھا۔ کئی عرصے سے میں نے اسے دیکھا تک نہیں تھا۔ مگر میرے دل میں انیلہ رچ بس چکی تھی۔ اچانک میں نے اس جلتی دوپہری میں انیلہ کو دیکھا۔ اسے دیکھ کر میں کھل اٹھا۔

"انیلہ تم یہاں! اس دوپہر میں کیا کر رہی ہو؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

"جی گھبرا رہا تھا۔ سوچا ہوا خوری کرلوں۔ اسی لئے چلتے چلتے یہاں پر آگئی۔ آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"میں قبرستان جارہا ہوں، کیا چلو گی میرے ساتھ!"

"قبرستان!!....." میری بات سن کر وہ گھبرا گئی۔ مگر جلد سنبھل کر بولی۔ "جی چلیں!"

ہم دونوں ایک دوسرے کے آگے پیچھے قبرستان کی طرف مڑ گئے۔

قبرستان کا راستہ ویران تھا۔ اس لئے انیلہ کچھ کچھ خوفزدہ تھی۔

"آپ اس وقت قبرستان کیا کرنے جارہے ہیں؟"

"دراصل میری گھڑی وہیں کہیں رہ گئی ہے اسے لینے کے لئے....."

"اچھا ٹھیک ہے۔" انیلہ کچھ مطمئن ہوگئی۔

جیسے ہی ہم شبیر کی قبر کے پاس پہنچے تو خوفزدہ انیلہ میرے سینے سے لگ گئی۔ دراصل شبیر کی قبر کھدی ہوئی تھی اور لاش قبر میں سے غائب تھی۔ میں خود حواس باختہ ہوگیا۔ ہم دونوں پلٹنے ہی لگے تھے کہ خشک پتوں کی چرچراہٹ کی آواز سنائی دی۔ شبیر ٹرانس کی سی کیفیت میں سامنے سے چلا آرہا تھا۔ میں تو بمشکل اپنے خوف پر قابو پاسکا۔

مگر انیلہ بری طرح سے چیخنے لگی، انیلہ میرے سینے سے لگی لرزیدہ پتے کی مانند کانپ رہی تھی، اگر اسے میرا سہارا میسر نہ ہوتا، تو یقیناً وہ بے ہوش ہوچکی ہوتی۔ انیلہ کی چیخ بدستور جاری تھی۔ پھر درختوں کے عقب سے ایک دم اسحٰق نکل آیا۔

"اسحٰق دیکھو سامنے شبیر کی روح کھڑی ہے....." میں نے بمشکل کہا۔

میرے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے اور جیسے ہاتھوں سے جان نکل گئی، کیونکہ شبیر کا بھوت ہمارے سامنے کھڑا ہمیں بے تاثر آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

"ارے بیوقوف، یہ بھوت نہیں خود شبیر ہے۔" اسحٰق سنجیدگی سے بولا۔

"شبیر؟؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں!" وہ شبیر کے قریب گیا اور اس کے قدموں میں جھکا، اسحٰق نے سر اٹھایا، جب وہ دوبارہ ہماری طرف مڑا، تب اس کے ہاتھ میں عجیب الخلقت بلی کے سائز کا ایک جانور تھا۔ اسی لمحے شبیر کسی بے جان مجسمے کی طرح زمین بوس ہوگیا۔

"یہ کیا ہے اسحٰق؟" میں نے حیرت سے اس عجیب الخلقت جانور کو دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں! اسے تمہاری زبان میں کانجو یا بجو کہا جاتا ہے۔ اس کے ناخن دیکھو کتنے باریک اور لمبے ہیں۔"

بلی سے مشابہہ وہ جانور اسحٰق کے ہاتھ میں مچل رہا تھا۔

"یہ یہاں پاکستان میں نہیں پائے جاتے، مگر میں تمہیں اس کی خاصیت بتاؤں، یہ قبریں کھودنے کا ماہر ہے۔ پھر یہ مردے کے نتھنوں میں دانت گاڑ دیتا ہے۔ نتھنوں کی وجہ سے جو مخصوص اعصاب ہوتے ہیں۔ جن کے کھنچنے سے مردہ کھڑا ہوجاتا ہے اور مسلز کی وجہ سے مردے کی آنکھیں کھل جاتی ہیں....."

وہ کچھ اور بھی بتارہا تھا۔ مگر میں درمیان میں بول پڑا۔

"مگر اسحٰق یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ قبر تو بہت گہری تھی۔ شبیر باہر کیسے نکل آیا۔ اور پھر یہ صرف کھڑا ہی نہیں تھا۔ چل بھی رہا تھا۔"

"دیکھو ایسے۔" وہ مردے کی طرح چل کر دکھایا۔

"ہاں تم صحیح کہہ رہے ہو۔ کیونکہ یہ بجو کی وجہ سے چل رہا تھا۔" ورکل نے بجو کی طرف اشارہ کیا۔ جو اب مردہ پڑا تھا۔

اور میں ہمیشہ کی طرح اس سے مرعوب ہوکر خاموش ہوگیا۔

انیلہ کو اس کے گھر چھوڑا، وہ بہت خوفزدہ ہوچکی تھی۔ میرا دل ان دنوں بہت گھبرا رہا تھا۔ میں نے اس کا ذکر اسحٰق سے کیا تو وہ ہنس کر بولا۔

"احمر، تم شادی کرلو، اگر زیادہ سوچو گے تو تمہارے بال سفید ہوجائیں گے۔"

SCANNED BY DIGESTPK
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میں بھی اب شادی کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ ان چھ مہینوں میں، میرے پاس بے تحاشہ پیسہ جمع ہو چکا تھا۔ کیونکہ نوکر سب مرکھپ گئے تھے، فصلیں خود بخود تیار ہو رہی تھیں۔ خوشحالی نے جیسے میرے گھر کا راستہ دیکھ لیا تھا۔

اسحق بے حد کھرا آدمی تھا۔ اس نے ایک مخصوص رقم کے سوا کبھی ایک ٹکہ بھی زیادہ نہیں لیا تھا۔ وہ مجھے پیسے پیسے کا حساب دیا کرتا تھا۔

میں نے یہی سوچا یہاں رہ کر تو میں صرف اور صرف وہم وسوسوں کا شکار ہو رہا ہوں۔ اگر اس طرح میں پریشان ہوتا رہا تو یقیناً بہت جلد بوڑھا ہو جاؤں گا۔

اس لئے سوچا کیوں نہ کچھ عرصہ بھائی کے پاس امریکہ چلا جاؤں، اور اسحق سے ذکر کیا۔

یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا۔ اور اس نے مجھے خوشی خوشی اجازت دیدی، بلکہ مجھے مکمل طور پر اطمینان دلایا کہ وہ ہر طرح سے زمینوں کو سنبھال لے گا۔ امریکہ جاتے ہوئے میں نے اسحق کو گلے لگایا اور کہا۔ "ہر چیز کا خیال رکھنا۔"

امریکہ آئے ہوئے مجھے ابھی دو مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ میرے وفادار ملازم بخشو کا خط مجھے ملا۔ ٹیڑھی میڑھی لکھائی میں، بخشو نے لکھا تھا......

"صاحب جی السلام علیکم! صاحب جی، یہاں پر روز بروز بدروحوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہیں۔ کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ رات کو بدروحیں، کھیتوں میں کام کرتی ہیں، پراسرار سائے تب تک کھیتوں میں کام کرتے ہیں جب تک خاموشی ہوتی ہے۔ جب دور سے ڈھول کی آواز آتی ہے تب یہ سارے سائے میکانکی انداز میں کام کاج چھوڑ کر قبرستان کا رخ کر لیتے ہیں۔ جیسے کہ یہ سب روحیں، اس ڈھول کی آواز کی منتظر ہوں۔

اسحق ورکل نے سارے نوکروں کو فارغ کر دیا ہے۔ وہ اکیلے دس دس مربع زمین کو کیسے سنبھال رہا ہے؟ یہ میں نہیں جانتا۔ گاؤں کے لوگ بہت خوفزدہ ہیں، ہر کوئی پریشان ہے؟ رات کو گاؤں والوں نے باہر نکلنا چھوڑ دیا ہے۔ صاحب جی آپ جلدی سے آجائیں، میں آج کل ڈیرے میں ہوتا ہوں، اس لئے سب تفصیلات لکھ بھیجا ہوں۔

بخشو کے اس خط نے مجھے سخت پریشان کر دیا۔ میں نے خط بھائی کو دکھایا۔ تو بھائی بولے۔

"اسحق ورکل تمہارا پرانا دوست ہے۔ تمہاری خاطر اتنی بڑی اراضی سنبھال رہا ہے۔ دن رات ایک کر بیٹھا ہے۔ مجھے تمہارا خیر خواہ لگ رہا ہے۔ اس میں مجھے کوئی برائی نظر نہیں آتی اور اسے روپے پیسے کا بھی لالچ نہیں ہے۔ پھر وہ غلط کیسے کر رہا ہوگا۔ یقیناً بخشو نے انتقاماً ایسا خط لکھ دیا ہے۔ ویسے اگر تم جانا ہی چاہتے ہو۔ تو چلے جاؤ۔" اور میں واقعی اس خط سے پریشان ہو گیا تھا۔ واپس پاکستان چلا آیا۔

وہ دسمبر کا سرد ترین مہینہ تھا۔ سردی اپنے جوبن پر تھی۔ چھ ماہ پہلے گرمی اور حشرات کی وجہ سے جینا دوبھر ہو گیا تھا۔ اب سردی میں قدرے آرام تھا۔ چھ ماہ سے اسحق یہاں تھا۔ اور میں نے باہر امریکہ میں تھا۔ میں نے سوچا یہ چھ ماہ کس قدر جلدی گزر گئے۔ میں نے کھیتوں پر سرسری نظر ڈالی۔ کھیت لہلہا رہے تھے، پگڈنڈیاں ٹھیک تھیں، درخت گھاس، پھول پودے سبزہ، سب اپنی جگہ ٹھیک وسالم تھے، اور کوئی خرابی بھی نظر نہیں آرہی تھی، مگر میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ " کچھ نہ کچھ غلط ہو رہا ہے۔"

اسحق اپنی جگہ سوچ بستی میں تھا، مجھ سے پرتپاک طریقے سے ملا۔

میں نے گاؤں میں چھائی ویرانی کے بارے میں پوچھا؟

تو وہ بے فکری سے بولا۔ "میں نے سب کو نکال باہر کیا، تمام کے تمام نوکروں کو فارغ کیا، خوامخواہ کا خرچہ تھا اور بے فضول نوکر۔"

"اسحق یہ کیا کہہ رہے ہو، تم نے سب نوکروں کو فارغ کر دیا۔ کام کون کرے گا۔" میں نے پوچھا۔

"ارے یار تم جتنے دن ملک سے باہر رہے۔ کام ہوتا رہا، اگر تمہیں شوق ہے، کام کرنے کا تو شوق سے کرو،

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میں چلا جاتا ہوں۔ جو تمہارا دل چاہے وہ کرو۔" وہ بولا۔

"اسعد میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ میں ایسا نہیں چاہتا۔ میں تو بس ایک بات کر رہا تھا۔"

ایک مرتبہ پھر اسعد نے مجھے کچھ بھی بولنے نہیں دیا۔

"اس دن پتہ نہیں کہ رات کا کون سا پہر تھا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ سناٹے میں، سے ڈھول پیٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں اسعد کے کمرے میں گیا، اس کا بستر خالی تھا۔ اور انگیٹھی میں کوئلے دہک رہے تھے۔

ڈھول کی پراسرار آواز باہر سے آ رہی تھی۔ میں نے جرسی پہنی، چادر لی پاؤں میں جوگر ڈالے۔ اب میں گھر سے باہر تھا۔ باہر گہری دھند تھی۔ جو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ ڈھول کی پراسرار آواز قبرستان کی سمت سے آ رہی تھی۔ میں نے جھرجھری سی لی۔ قبرستان کا خیال ہی میرے لئے سوہان روح تھا۔ اور پھر اوپر سے کہر بھی اتنا زیادہ تھا کہ قریب کی چیزیں بھی بمشکل دکھائی دے رہی تھیں۔

اچانک کھیت میں چاند کی مدھم روشنی میں، میں نے سایہ دیکھا۔ وہ سایہ گنے کاٹ رہا تھا۔ میں دبے قدموں کھیت میں جانے لگا اور پھر میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ شبیر تھا۔ میں نے اس کو پیچھے سے پکڑ لیا۔ "شبیر!"

وہ خاموش کھڑا رہا۔ نہ اس نے ہلنے کی کوشش کی، نہ چونکا، میری موجودگی سے لاعلم، وہ خاموشی سے اپنا کام کرتا رہا۔ جیسے وہ ٹرانس کی کیفیت میں ہو۔ نہ اس نے مجھے دیکھنے کی سعی کی۔ نہ چونکا، وہ خاموش کھڑا تھا اور اپنا کام کر رہا تھا۔ وہ گنے کاٹ رہا تھا۔ "شبیر۔" میں نے اسے جھنجھوڑا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

وہ تو جیسے زندہ لاش تھا۔ میرے بدن میں خوف کی سرد لہریں سرایت کر گئیں۔

قریب قریب اور لوگ بھی گنے کی فصل کو کاٹ رہے تھے۔ میں شبیر کو چھوڑ کر آگے بڑھا۔ تو چونک گیا۔ آگے گاؤں کا نوجوان امجد، کامل اور کبیل کھڑے تھے۔ وہ گنے کاٹ کر گٹھے بنا رہے تھے، ان نوجوانوں کی پراسرار بیماریوں میں موت ہوئی تھی۔

پھر سڑک پر ٹریکٹر کی آواز آئی۔ میں نے کچے میں ٹریکٹر کو دیکھا۔ ڈرائیونگ نیاز خان کر رہا تھا۔ نیاز نے ٹریکٹر کو روکا۔ اور خواب کے سے انداز میں ٹریکٹر سے اترا اور گنے کے گٹھے اٹھا کر ٹریکٹر میں رکھنے لگا۔

میں نے چیخ چیخ کر سب کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔ مگر وہ سب میری طرف تو دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔ نہ میری بات سن رہے تھے۔ اچانک قدموں کی چاپ ابھری۔ میں نے دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ حبیب اور دوسرے میرے ملازم جو پراسرار بیماری سے ہلاک ہو چکے تھے۔ وہ سر پر گنے لادے ہوئے آ رہے تھے۔ اور ٹرالی میں رکھ رہے تھے۔

یہ سب لوگ ٹرانس کی کیفیت میں کام کر رہے تھے۔

وہ سب لوگ صبح کے سفیدہ سحر تک کام کرتے رہے اور میں شاک کے عالم میں انہیں دیکھتا رہا۔

صبح کا ہلکا اجالا پھیلتے ہی قبرستان سے ڈھول پیٹنے کی آواز سنائی دی اور سب لوگوں نے کام کاج چھوڑ کر زندہ لاشوں کی طرح قبرستان کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

میرے ذہن میں جیسے دھماکے ہو رہے تھے۔ عجیب و غریب سوالات ذہن میں گردش کر رہے تھے۔

اور میں خاموشی سے گھر لوٹ آیا، جوش کے بجائے ہوش سے کام لینے کے بارے میں سوچا۔

امریکہ میں میرا ایک پروفیسر "ٹام نکس" میرا دوست بن گیا تھا۔ میں نے لیپ ٹاپ اٹھایا۔ اور پروفیسر ٹام نکس کو ای میل بھیجا، ای میل میں، میں نے پروفیسر ٹام نکس کو ساری صورتحال لکھی۔

دوسری طرف سے پروفیسر ٹام نکس جلدی سے نیٹ پر آن لائن ہو گیا۔ اس کا میل فوراً آ گیا۔

جس میں پروفیسر ٹام نے زومبی، اور وچ ڈاکٹر کے بارے میں مکمل معلومات مہیا کی تھی۔

پیارے دوست احمر۔

زومبی!!! ایک سچائی ہے اور زومبی خود نہیں بن سکتی۔ ایک وچ ڈاکٹر ہی زومبی بنا سکتا ہے۔ اور زومبیوں کی حقیقت کیا ہے۔ یہ بھی میں بتاتا ہوں۔ دراصل ایک مدت

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں؟ ۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

تک افریقہ میں وچ ڈاکٹروں نے زومبی سے لوگوں کو ڈرایا اور پورے افریقہ میں زومبی کے ذریعے خوب خون خرابہ کیا۔

مگر پھر انہی وچ ڈاکٹروں نے سوچا کہ زومبی کے ذریعے بہت سے اور کام بھی لئے جاسکتے ہیں۔

افریقہ کے وچ ڈاکٹر اس طریقے سے مخالفوں کو زیرنگیں رکھتے تھے، اور عام انسانوں کو زومبی بنا کر ان سے روزمرہ کے کام کراتے تھے، پھر ریسرچ سے ثابت ہوا کہ زومبی زندہ انسان ہوتے ہیں جو کسی ڈاکٹر کے آگے زومبی کے ذریعے کٹ پتلی بن جاتا ہے۔ ریسرچ سے ہی ثابت ہوا کہ زومبی ایک عمل ہے۔ جو صرف اور صرف افریقہ میں وچ ڈاکٹروں کے پاس ہے۔

زومبی کیا ہوتا ہے؟ زومبی دراصل وہ چیز ہوتی ہے جیسے زندہ لاش سے کام کروانا۔

پہلے مقتول کے کھانے میں ایسی اشیا ملائی جاتی ہے، جس سے عام انسان بیمار لگنے لگتا ہے۔ اور پھر وہ ظاہری موت مرجاتا ہے۔ درحقیقت اس کے دماغ کا وہ حصہ جو سوچنے سمجھنے اور بحث کرنے کے لئے ہوتا ہے وہ متاثر ہوجاتا ہے۔ اس مرے ہوئے انسان کے تدفین کے بعد وچ ڈاکٹر فوراً اسے نکال لیتے ہیں اور پھر چند دوائیوں کے ذریعے اسے اس قابل بنا لیتے ہیں کہ وہ اس کو کسی مخصوص اشارے کا پابند بنا سکے۔ اس کے ایک اشارے سے ہی وہ آدمی یا عورت اس کی منشاء کے مطابق کام کرنے لگ جاتا ہے۔

زومبی پر امریکیوں نے بہت ریسرچ کی مگر اس کا علاج آج تک دریافت نہیں ہوا۔

تمہارا دوست اسمتھ درکل سو فیصد وچ ڈاکٹر ہی ہے۔ فوراً اسے پولیس کے حوالے کردو۔ میں تم سے بہت دور ہوں۔ ورنہ میں خود تمہارے پاس آجاتا۔ اسے پولیس کے حوالے کرکے دم لینا۔ یہ میری نصیحت ہے۔"

تمہارا دوست پروفیسر تامس۔

مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ جب میں نے شام تک اسمتھ کا انتظار کیا تو وہ گھر نہیں آیا۔ البتہ اس نے میرے لئے ایک خط چھوڑا تھا۔ وہ بھی مین گیٹ کے نیچے سے مل گیا۔

"اسمتھ میں ایک وچ ڈاکٹر ہوں۔ اب تمہیں پتہ چل چکا ہے۔ رات کو میں نے تمہاری آوازیں سنی تھیں۔ ساری دنیا مجھے ڈاکٹر درکل کہتی ہے۔ مگر میں خود کو ڈاکٹر وچ کہلانے میں فخر محسوس کرتا ہوں۔ اور کروں گا۔ میں نے تم پر ان گنت احسان کئے مگر میں یہ بھول چکا تھا نیا آدمی پرانے آدمی کا دشمن ہے۔ تمہارے ملازموں کو میں نے زومبی بنایا۔ مگر اپنے لئے نہیں تمہارے لئے۔ مجھے یہ خیال تمہارے ملازم حبیب کی گستاخانہ حرکتوں سے آیا۔

حبیب پر میں نے تجربہ کیا اور کامیاب رہا۔ لوگ ڈر گئے۔ تب میں نے تمام ملازموں کو زومبی بنایا۔

یہ سب کیسے کیا۔ یہ میں نہیں بتا سکتا اور نہ ہی بتاؤں گا۔ اب میں جارہا ہوں۔ مگر جانے سے پہلے جو مجھے کرنا تھا وہ میں نے کردیا ہے۔ تم لوگ سو سال میں بھی زومبی کا توڑ نہیں ڈھونڈ سکتے۔ یہ میرا تم پر ایک اور احسان ہے۔ یہ راز میرے سینے میں دفن رہے گا۔ میں اب اپنے وطن جارہا ہوں۔ اپنی دنیا میں، جہاں کے ساحل پر میں سورج کی روشنی میں خوشی محسوس کرسکوں۔

خدا حافظ میرے پیارے دوست۔

کچھ دنوں بعد میرے دونوں بھائی پاکستان آگئے۔ انہوں نے میری پسند کے مطابق میرا رشتہ انیلہ سے طے کردیا۔

سال کے اندر اندر میری شادی ہوگئی۔

گاؤں والوں نے میری شادی میں خوب ہلا گلا کیا۔ اس کے بعد بھائی دوبارہ امریکہ جا بسے۔

کئی سال گزر گئے۔ دوبارہ کبھی میرا اس پراسرار وچ ڈاکٹر اسمتھ درکل سے رابطہ نہیں ہوا۔ وہ تو اپنے پراسرار کے ساتھ پراسرار وطن میں کہیں کھو گیا۔ وہ آج تک میرے ذہن میں ہے۔ اور مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

خونی کاوش

ایس امتیاز احمد۔ کراچی

اپنے دام میں خود صیاد آگیا اس کے مصداق عقل و شعور کے مالک اور دنیا کے لوگوں کو انگشت بدنداں کرنے والے کی عجیب و غریب دل گرفتہ دل سوز اور ناقابل یقین ذہن کو جھنجھوڑتی حیرت ناک روداد

اپنے آپ کو عقل کل سمجھنے والے ایک شخص کا عبرتناک اور حیرتناک دل دہلاتا خونی واقعہ

جب ڈینا کے ہاں پلوں کا جوڑا پیدا ہوا تو اس کی زچگی کے لئے پروفیسر ڈاہل بہ نفس نفیس موجود تھا۔ ڈینا ایک کتیا تھی اور اس کی دیکھ بھال کرنے والا پروفیسر ڈاہل کوئی معمولی آدمی نہیں تھا بلکہ وہ تجرباتی بیالوجی میں پی ایچ ڈی تھا۔ وہ ہریلک یونیورسٹی میں کئی سال تک سربراہ شعبہ رہ چکا تھا۔ اگر وہ ڈینا پر خصوصی توجہ دے رہا تھا تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی کیونکہ ڈینا کوئی معمولی کتیا نہیں تھی۔ وہ اور اس کا ساتھی سلیک دنیا بھر میں اپنی نوعیت کا واحد جوڑا تھے۔ ان پر انتہائی اہم نوعیت کے تجربات کئے جا رہے تھے۔ وہ الاسکا میں دریائے چاٹک کے کنارے رہتے تھے جہاں ٹمپریچر نقطہ انجماد سے کئی درجے کم تھا۔ پروفیسر ڈاہل ان تجربات کے سلسلے میں وہاں تن تنہا رہائش پذیر تھا۔ قریب ترین انسانی آبادی ڈگن لینڈ تھی جو وہاں سے ساٹھ میل دور تھی۔ پروفیسر ڈاہل

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کے لئے کوئی انسانی آبادی قریب تر رہنے کا تصور بھی ناقابل برداشت تھا۔ اسے ان تجربات کے لئے مکمل سکوت اور سکون درکار تھا۔ الاسکا کا ماحول اس کے لئے بہترین تھا اور اس وقت وہ پورے انہماک سے حاملہ کتیا کی زچگی میں مدد دے رہا تھا۔

بالآخر جب پروفیسر ڈائل اس اہم تجرباتی فرض کو سرانجام دے چکا تو اس نے باڑے کا دروازہ کھول کر سلیک کو بھی اندر آنے کی اجازت دی۔ سلیک بڑے کائیاں انداز میں پروفیسر کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے اندر آیا پھر اس کے منہ سے کچھ ایسی آوازیں نکلیں جو غراہٹ یا بھونکنے سے مختلف تھیں۔ ڈینا نے بھی اسی انداز میں اس کو جواب دیا پھر سلیک اندر آنے کے بجائے وہیں باڑے کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ وہ اب پروفیسر کے ہاتھوں پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

پروفیسر نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”ڈرو نہیں سلیک! میرے ہاتھ خالی ہیں۔ میں تمہاری اور ڈینا کی اولاد میں سے کسی کو لے کر نہیں جارہا۔ یہ سب بعد میں ہوتا رہے گا۔ تم اور ڈینا تو میرے کامیاب تجربات کا حاصل ہو۔ مجھے امید ہے کہ تمہارے بچوں میں یہ قابلیت اور فہم و فراست تم دونوں سے بھی زیادہ اچھے طریقے پر پروان چڑھے گی۔“

اس کے بعد پروفیسر ڈائل نے باڑے کا بیرونی دروازہ بند کردیا اور اپنے کیبن میں چلا گیا۔ اس نے یہ رہائش گاہ موسم کی شدتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی محنت سے بنائی تھی۔ اس کی کھڑکیوں پر مضبوط شیشے کے دوہرے پرت تھے اور فرش لکڑی کا تھا۔ زیادہ تر تعمیراتی سامان تیار شدہ حالت میں ایک کشتی کے ذریعے دریائے چانک کے راستے یہاں تک لایا گیا تھا جس میں اس کی کتابیں اور سائنسی آلات وغیرہ آئے تھے۔

کیبن میں داخل ہو کر پروفیسر ڈائل نے اپنا اوور کوٹ اتار دیا۔ باہر کے اور اندر کے درجہ حرارت میں خاصا فرق تھا۔ باہر سے یہ مکان جس قدر سادہ اور معمولی سا نظر آتا تھا اندر سے اسی قدر آرام دہ تھا۔ ایک مرتبہ اندر آنے کے بعد پروفیسر ڈائل کو اس میں اور برینگ یونیورسٹی کے اس بنگلے میں کوئی فرق ہی محسوس نہیں ہوتا تھا جہاں سے اس نے ہنگامی حالت میں استعفیٰ دے کر یہاں آنے اور تن تنہا رہنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر وہ از خود مستعفی نہ ہوجاتا تو یونیورسٹی کے حکام اسے برخواست کردیتے جو زیادہ اہانت آمیز ہوتا۔

وجہ یہ تھی کہ اس روز ایک مقامی اخبار میں تجرباتی بیالوجی کے موضوع پر اس کا ایک مضمون بڑے نمایاں انداز میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کی اشاعت کے بس منٹ کے بعد ہی گڑبڑ کی ابتدا ہوگئی تھی۔ ڈسٹرکٹ اٹارنی کے دفتر کے آدمی اس کے پاس آکر عجیب و غریب قسم کا استفسار کرنے لگے تھے۔ اب اسے اطمینان تھا کہ یہاں ان برفانی ویرانوں میں اسے کسی کے سوال جواب یا محتسب کا خدشہ نہیں تھا۔ یہاں اس کے سائنسی تجربات و تحقیقات کو غیر انسانی اور غیر اخلاقی قرار دینے کے لئے کوئی دوسرا آدمی موجود نہیں تھا اور وہ اطمینان قلب سے اپنے نظریات کے مطابق تجربات جاری رکھ سکتا ہے اور وہ یہی کررہا تھا۔ اس کی لیبارٹری میں لاتعداد کتابیں اس کے مشاہدات اور اخذ کردہ نتائج سے بھری پڑی تھیں اور نمونوں کے جار بھی بہت زیادہ تعداد میں موجود تھے۔ اس نے چار سالوں میں سب سے اہم نوعیت کے تجربات کئے تھے جو وہ کامیاب رہے تھے لیکن پروفیسر ڈائل کو دنیا کی بے قدری کا شکوہ تھا کیونکہ دنیا والوں کو اس کے طریق کار پر اعتراض تھا۔ دنیا والے ہمیشہ ذہین لوگوں کے مخالف رہے ہیں۔

پروفیسر ڈائل نے باتھ روم میں جا کر ہاتھ منہ دھویا۔ لباس تبدیل کیا اور پھر اطمینان سے میز پر سے اپنی کاپی اٹھا کر اس میں اپنے تازہ ترین تجربے کے بارے میں نوٹ لکھنے لگا۔ اس نے لکھا۔

”آج ڈینا کے بچے پیدا ہوئے ہیں۔ ڈینا جانتی تھی کہ میں زچگی میں اس کی مدد کررہا ہوں۔ اسے نقصان نہیں پہنچا رہا۔ اس لئے اس کا رویہ ٹھیک رہا۔ سلیک بھی یہ جانتا ہے۔ میں نے ان میں اتنی دماغی صلاحیت اور شعور تو پیدا کرہی دیا ہے اس لئے وہ سوچ سکتے ہیں۔ سلیک نے میری

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

واپسی پر میرے ہاتھوں کو بہت غور سے دیکھا۔ گویا یہ تسلی کر لینا چاہتا ہو کہ میں کسی پلے کو اٹھا کر ساتھ تو نہیں لے جا رہا۔ اس لئے سلیک کی قوت حافظہ کا اندازہ بھی ہوتا ہے مجھے یقین ہے کہ وہ یہ بات اب تک نہیں بھول سکا کہ اس سے قبل ڈینا کے ہاں جو پلے پیدا ہوئے تھے انہیں میں نے اپنے تجربات کی نذر کر دیا تھا۔ اب سلیک کو یقیناً یہی اندیشہ تھا کہ کہیں ان پلوں کا بھی یہی حشر نہ ہو۔ بہر حال ابھی ان پلوں پر تجربات کا وقت نہیں آیا۔ ابھی ان میں کچھ اور جسمانی قوت پیدا ہو جائے تبھی میں ان پر اپنے تجربات کروں گا۔ کیونکہ انہیں تجربات میں تکلیف برداشت کرنا ہوگا......"

پروفیسر اپنے کیبن میں بیٹھا نوٹس لکھ رہا تھا اور ادھر باڑے میں کتیا ڈینا ماتا بھری نگاہوں سے اپنے نوزائیدہ بچوں کو دیکھ رہی تھی اور انہیں زبان سے چاٹ رہی تھی۔ سلیک کسی چوکنے پہریدار کی طرح دروازے پر کھڑا تھا جیسے اسے کسی کے آنے اور اس کی اولاد کو نقصان پہنچانے کا خطرہ محسوس ہو رہا ہو اور وہ پوری مدافعت کرنے کا عزم رکھتا ہو۔

پروفیسر نے نوٹس لکھنے کے بعد کاپی میز پر رکھ دی اور لیبارٹری میں چلا گیا۔ آج وہاں اسے کوئی خاص کام نہیں تھا لیکن وہاں جا کر اسے عجیب سی خوشی اور طمانیت محسوس ہوتی تھی۔ وہاں ایک حصے میں بے شمار کاپیاں موجود تھیں۔ جن میں پوری تفصیل سے تمام تجربات و تحقیقات کا اندراج بھی کیا تھا۔ خاص طور پر اس نے ان دو کتوں کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا تھا۔ جو تجربات کے آخری مرحلے پر آ کر جان دے بیٹھے تھے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کے سر بھی ڈینا اور سلیک کی طرح غیر معمولی طور پر بڑی جسامت کے ہوتے۔

سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے وہ ایک مرتبہ پھر باڑے میں جا پہنچا۔ جب وہ پلوں کو دیکھ رہا تھا تو سلیک باڑے کے دروازے پر کھڑا اس پر کڑی نظریں جمائے ہوئے تھا۔ واپسی پر پروفیسر نے اپنا ایک ہاتھ اوور کوٹ کے اندر یوں چھپا لیا جیسے کوئی چیز سلیک سے چھپانا چاہ رہا ہو۔ سلیک یہ دیکھتے ہی غرا کر اٹھ پڑا۔ وہ پروفیسر کے اور دروازے کے درمیان حائل ہو گیا۔

پروفیسر نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ "لے احمق دیکھ میں کچھ بھی لے کر نہیں جا رہا۔"

لیکن سلیک اب بھی غیر یقینی انداز میں اسے دیکھتا رہا اور عجیب آواز میں غراتا رہا۔ پھر پروفیسر کو باڑے کے اندر سے ڈینا کی غراہٹ بھی سنائی دینے لگی۔ اس کے بعد سلیک اس کے راستے سے ہٹ گیا۔ پروفیسر کے باہر نکلتے ہی سلیک دوبارہ پہریدار کی طرح دروازے پر ڈٹ گیا۔

پروفیسر نے باڑے کے باہر تاروں کے درمیان سے اسے دیکھ کر کہا۔ "بڑے چالاک ہو تم سلیک! تم جانتے ہو کہ میں تمہیں ہلاک نہیں کرنا چاہتا کیونکہ تم میرے کامیاب تجربات میں شامل ہو لیکن یہ نہ سوچنا کہ تم میری حکم عدولی کر سکتے ہو یا میرے تجربات کی راہ میں حائل ہو سکتے ہو! اگر ایسا ہوا تو میں کسی اور عام کتے میں تم جیسی خصوصیات پیدا کر کے اپنا تجربہ مکمل کر لوں گا اور تمہیں ہلاک کر دوں گا۔"

کیبن میں پہنچ کر اس کا موڈ ٹھیک ہو گیا اور اس نے آج کے واقعے کے بارے میں اپنی کاپی میں تفصیل سے لکھنا شروع کر دیا۔

"ڈینا اور سلیک آپس میں کسی طریقے سے ضرور اپنا مطلب بیان کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ واضح الفاظ کے ذریعے تو نہیں کیونکہ باقاعدہ الفاظ کی تشکیل اور قوت نطق تو ان میں آئندہ کئی نسلوں کے بعد ہی پیدا کی جا سکے گی لیکن اب بھی وہ ایک مخصوص قسم کی غراہٹ سے ایک دوسرے پر اپنا مافی الضمیر واضح کر لیتے ہیں۔ مجھے یہ اس طرح معلوم ہوا کہ آج میں نے اپنی ایک حرکت سے سلیک کو اس شبے میں مبتلا کر دیا کہ میں اپنے اوور کوٹ میں اس کا ایک پلا چھپا کر باہر نکل رہا ہوں۔ وہ دروازے پر ڈٹ گیا۔ مجھے راستہ دینے پر وہ تیار ہی نہیں تھا۔ لیکن جونہی اندر سے ڈینا کی غراہٹ سنائی دی، سلیک نے فوراً میرا راستہ چھوڑ دیا۔ گویا ڈینا نے اسے مطمئن کر دیا تھا۔

اگر مجھے عوام کے ردعمل کا ڈر نہ ہوتا اور اس میدان میں اپنے حریفوں کی احمقانہ تنقید کا خدشہ نہ ہوتا تو میں ان

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کتوں کی ان مخصوص آوازوں کی تفصیلی تحقیق و مشاہدے کے لئے کسی اور سائنسدان کو اپنے معاون کے طور پر رکھ لیتا لیکن افسوس کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس ارتقائی عمل کے تجربے سے ہمیں انسان کی قوت نطق کا پتا بھی چل سکتا ہے۔"

اس روز برف باری بہت شدید ہوئی اور طوفانی ہوائیں چلتی رہیں کیبن کے اندر بھی سردی خاصی بڑھ گئی تھی۔ پروفیسر کا اندازہ تھا کہ باہر کا ٹمپریچر نقطہ انجماد سے بھی کم از کم چالیس درجہ کم ہو چکا ہوگا۔ لیکن اس نے تھرمامیٹر باہر لے جا کر اس کا ٹمپریچر دیکھنے میں اپنا وقت ضائع نہیں کیا۔ اس کے پاس اتنا وقت کہاں تھا وہ کوئی معمولی آدمی نہیں بہت بڑا سائنسدان تھا اور تجرباتی بیالوجی میں مہارت رکھتا تھا۔ وہ انسانوں اور جانوروں میں مصنوعی طور پر مستقل تبدیلیاں لانے کے سلسلے میں تجربات کر رہا تھا۔ کتوں میں انسانوں جیسا شعور و ادراک پیدا کرنا بھی اسی وسیع تر تجربے کا ایک حصہ تھا۔ اس سلسلے میں پروفیسر نے ایک کتاب "بیالوجی کے ممکنہ فوائد اور انسانیت" بھی تحریر کی تھی جس میں اس نے اپنے تجربات اور مفروضات تفصیل سے تحریر کئے تھے۔

پروفیسر کا خیال تھا کہ موجودہ تجربات اس کے مفروضات کو سچ ثابت کرنے میں معاون ہو کر دنیا میں انقلابی تبدیلیوں کا باعث بنیں گے۔ پروفیسر کو اس بات کا احساس تھا کہ اس کی کتاب کو سائنسدان کے وسیع حلقے میں صرف "احمقانہ مفروضات" کہہ کر ٹھکرا دیا گیا ہے۔ لیکن اسے یقین کامل تھا کہ کتوں پر تجربات کر کے اس نے جو حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے اس کی خبر جب سائنسی حلقوں تک پہنچے گی تو ایک تہلکہ مچ جائے گا۔ دنیا اسے ایک عظیم سائنسدان ماننے پر مجبور ہو جائے گی۔ وہ اسی لئے ان تجربات کے معاملے میں سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھا۔

اس شدت کی برف باری میں بھی وہ روزانہ کیبن سے نکل کر کتوں کے باڑے میں جا کر انہیں خوراک دیتا اور ان کی حرکات کا بغور جائزہ لیتا تھا۔ وہ ان کے نوزائیدہ پلوں کی بتدریج بلوغت کا مشاہدہ بھی کرتا تھا اور واپسی پر اپنے تاثرات کو تفصیل کے ساتھ ڈائری میں قلمبند بھی کر لیا کرتا تھا۔

پروفیسر کے تجربات کے لئے ایک مشکل یہ تھی کہ وہ اپنے معمول کو بے ہوش کر کے آپریشن نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کے تجربات کی کامیابی کا دارومدار ہی اس بات پر تھا کہ اپنے معمول کو بے ہوش کئے بغیر اسے ہوش و حواس میں رکھ کر اس پر تجرباتی آپریشن کئے جائیں۔ وہ ان دنوں بڑی بے چینی سے پلوں میں اتنی جسمانی طاقت پیدا ہونے کا منتظر تھا کہ ان میں آپریشن عمل کی تکالیف سہنے کے لئے قوت برداشت پیدا ہو جائے۔ یہ انتظار خاصا صبر آزما تھا۔ کیونکہ پروفیسر ڈاکل جلد از جلد دنیا کا واحد سائنسدان بننا چاہتا تھا جس نے ایک بالکل نئے میدان میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہو۔ اس نے اپنی ڈائری میں لکھا۔

"انسان میں ذہانت کی موجودگی کی وجہ اس کی کھوپڑی کی اصل شکل برقرار رکھنے کی اہلیت ہے۔ باقی تمام جانوروں کی پیدائش سے پہلے کسی نہ کسی مرحلے پر ان کی کھوپڑی بھی انسانی کھوپڑی سے خاصی مشابہت رکھتی ہے اور اگر وہ اسی حالت میں پیدا ہوں تو وہ بھی ذہین اور دماغی صلاحیتوں کے حامل ہو سکتے ہیں۔ ان میں اور انسانوں میں شاید بہت کم فرق رہ جائے لیکن پیدائش سے پہلے کسی نامعلوم وجہ سے کسی نہ کسی مرحلے پر ان کی کھوپڑی کی ہیئت بدل جاتی ہے۔ جس سے ان کی دماغی صلاحیتیں وہیں ختم ہو جاتی ہیں۔ میں اسی لئے بالغ جانوروں پر اپنے تجربات نہیں کر سکتا کیونکہ ان کی کھوپڑی کی ہیئت انہیں بالکل ناکارہ بنا چکی ہوتی ہے۔

میں لیڈا اور سلیگ دونوں میں ان کی پیدائش سے پہلے ہی تجربات کر کے ان کی تسلی از پیدائش کھوپڑی کی ہیئت برقرار رکھنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اب یقیناً ان میں اتنی ذہانت موجود ہے جو ایک دس سالہ بچے میں ہوتی ہے اگر اب میں اسی طرح ان کے پلوں میں بھی یہ خصوصیت پیدا کر دوں تو ارتقائی عمل کے ذریعے نتائج مزید حوصلہ افزا ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد میرا پروگرام یہ ہے کہ ان کی اس خصوصیت کو صرف عارضی حد تک محدود نہ رکھوں بلکہ کسی طرح کھوپڑی کی اس ہیئت کو موروثی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بناؤں تاکہ ان کی آئندہ نسلوں میں ہر کتا کم از کم ڈیتا اور سلیک جتنی ذہانت اور سوچ بچار کی قوت کا حامل ہو۔

اس کے بعد تو شاید اسی ارتقائی عمل کو مزید بڑھانے کے بعد میں ان کی نسلوں کو ایک ایسے مرحلے تک بھی لے آنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ جب شکل وصورت کو چھوڑ کر یہ کتے کسی بھی دماغی معاملے میں انسانوں سے کم تر نہیں ہوں گے۔ وہ انسانوں ہی کی طرح سوچ سکیں گے اور منصوبہ بندی کر سکیں گے.....“

ہر بار چند دن کے بعد پروفیسر ڈاٹل کو ایک دن معمولی قسم کے کاموں میں ضائع کرنا پڑتا تھا کیونکہ وہ بالکل اکیلا رہتا تھا اور اسے اپنے کیبن کو گرم رکھنے کے لئے ایندھن وغیرہ خود ہی اکٹھا کرنا پڑتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار چھوٹے موٹے کام اسے خود ہی کرنے پڑتے تھے۔

ویسے سال میں دو مرتبہ موسم گرما کی ابتدا میں اور موسم سرما شروع ہونے سے عین پہلے الاسکا کا ایک آدمی لمن اس کے لئے تازہ ترین سائنسی جرائد اخبارات اور ڈبوں میں بند سامان خورد ونوش وغیرہ لے کر آیا کرتا تھا۔ پروفیسر اسے اپنی آئندہ ضروریات کی فہرست دے دیا کرتا تھا۔ لمن کے علاوہ بھی کبھی کبھار سال چھ ماہ میں کوئی راہگیر اس علاقے میں آ نکلتا تھا۔ لیکن پروفیسر ڈاٹل اس سے اتنی سرد مہری سے ملا کرتا تھا کہ راہگیر جلد از جلد جان چھڑا کر جانے کی سوچنے لگتا تھا۔

دراصل پروفیسر ڈاٹل کو عام لوگوں پر اپنی ذہنی برتری کا شدید احساس تھا۔ حتیٰ کہ وہ لمن سے بھی شاذ و نادر ہی سیدھے منہ بات کیا کرتا تھا۔ پروفیسر اسے اپنے کیبن میں ٹھہرنے بھی نہیں دیتا تھا۔ وہ بے چارہ جب بھی آتا دریا کے کنارے خیمہ تان کر رات گزارا کرتا تھا۔ پروفیسر ڈاٹل محض ”چھوٹے لوگوں“ سے گریزاں رہنے کی خاطر لکڑیاں کاٹنے کا کام بھی خود ہی کرتا تھا۔ اسے خاصی مقدار میں لکڑی کی ضرورت ہوتی تھی کیونکہ سردی دور کرنے کے لئے اس خاص قسم کے کیبن میں بھی لکڑی کچھ کم نہیں جلا کرتی تھی۔

پروفیسر نے پلوں پر اپنے تجربات کا آغاز کرنے سے پہلے کئی دن تک لکڑی کاٹ کر اس کی کافی مقدار جمع کر لی کیونکہ اسے احساس تھا کہ ان تجربات کے دوران میں اسے بہت کم فراغت نصیب ہوگی لیکن جب وہ لکڑیاں کاٹ کر فارغ ہو گیا تو بھی اسے انتظار میں کچھ دن گزارنے پڑے کیونکہ اس وقت تک پلوں میں آپریشن ٹیبل پر سرجری کی تکلیف سہنے کی قوت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ناچار اسے انتظار ہی کرنا پڑا۔

پھر ایک اور طوفان آ گیا۔ اس سے پہلے بھی الاسکا کے اس مخصوص جغرافیائی خطے میں دن صرف تین گھنٹوں کا ہی رہ گیا تھا۔ باقی وقت تاریکی میں گزرتا تھا لیکن اب تو اس شدید برف باری اور تاریکی میں رات اور دن کا فرق ہی مٹ گیا۔ ہوا اس قدر تیز و تند تھی کہ باہر نکلنا عذاب سے کم نہیں تھا۔ وہ دن میں دو صرف دو مرتبہ باڑے تک جا کر کتوں کو خوراک دے سکا۔ تیسرے روز اس نے سوچا کہ اب مزید انتظار میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ایک پلے کو لیبارٹری میں لا کر اس پر تجربات کا آغاز ہی کر دینا چاہئے۔ یہ سوچ کر وہ باڑے میں گیا۔

جونہی اس نے ایک پلے پر ہاتھ ڈالا تو ڈیتا نے غراہٹ سے احتجاج کیا۔ پروفیسر نے نفرت سے گھور کر کہا۔ ”ڈیتا! یہ پلے اور تم میری مخلوق ہو۔ میں تمہیں اس دنیا میں لایا ہوں، میں تمہارے ساتھ یا ان پلوں کے ساتھ جو سلوک چاہوں کروں گا۔ اگر تم میری راہ میں حائل ہوئیں تو.....“ اس نے فقرہ مکمل کرنے کے بجائے بایاں ہاتھ جیب میں ڈال کر ریوالور نکال لیا پھر دائیں ہاتھ سے دوبارہ پلے کو اٹھانے کی کوشش کی تو ڈیتا نے جھپٹ کر اس کی کلائی کو دانتوں سے پکڑ لیا اور غرانے لگی تاہم اس نے کلائی کو نقصان نہیں پہنچایا۔

پروفیسر کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ایک اعلیٰ دماغ کا پروفیسر ایک کتیا سے دب جائے۔ اس کے خوف سے اپنا اہم ترین تجربہ کرنے کا ارادہ ترک کر دے یہ ناقابل تصور تھا۔

پروفیسر نے شدید غصے کے عالم میں کتیا کو شوٹ کر دینا چاہا اور بایاں ہاتھ بلند کرنا چاہا لیکن پھر کسی نے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کی بائیں کلائی کو بھی جکڑ لیا۔ پروفیسر نے چونک کر دیکھا۔ سلیک نہ جانے کب اس کے پیچھے پیچھے باڑے کے اندر آ گیا تھا۔ شاید اس نے ڈینا کی غراہٹ کا مطلب سمجھ لیا تھا اور اب خطرے کا احساس کرتے ہی اس نے پروفیسر کے ریوالور والے ہاتھ کو بھی بے بس کر دیا تھا۔

سلیک غیر معمولی جسامت اور سو پونڈ وزن کا کتا تھا۔ اس کے سر کی مناسبت سے اس میں طاقت بھی زیادہ تھی۔ اگر وہ چاہتا تو ایک ہی جھٹکے میں پروفیسر کی کلائی کو چیر پھاڑ دیتا لیکن اس نے صرف کلائی کو جکڑا ہوا تھا اور کسی بات کا منتظر تھا۔ اس کی خونخوار آنکھیں پروفیسر کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ادھر ڈینا پروفیسر کی دوسری کلائی پکڑے ہوئے تھی۔ وہ دونوں غراہٹ کی مخصوص زبان میں ایک دوسرے سے کچھ کہہ رہے تھے۔ پروفیسر ڈال کا اضطراب حیرت اور خوف میں بدل چکا تھا۔ وہ اس وقت انسانی آبادی سے دور بہت دور صرف دو کتوں کے آگے بے بس تھا۔

"سلیک، ڈینا! میری کلائیاں چھوڑ دو!" اس نے تندی سے کہا۔

ڈینا یوں غرائی جیسے اس نے پروفیسر کی بات سمجھ لی اور سلیک سے کچھ کہا ہو۔ سلیک نے بھی اسی انداز میں جواب دیا اور پھر اس نے جبڑوں کی ایک جنبش سے پروفیسر کے ریوالور والے ہاتھ کو جھٹکا دیا جس سے ریوالور پروفیسر کے ہاتھ سے چھوٹ کر سلیک کے پاس زمین پر گر گیا۔ پروفیسر ڈال ریوالور چھوڑ دینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ سلیک کے جھٹکے کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

اگر وہ ایسا نہ کرتا تو وہ دونوں کتے اس کے دونوں ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹ کر بازوؤں سے جدا کر دیتے اور وہ اس حالت میں تو اس برفانی خطے میں ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ اسے ریوالور چھوڑتے وقت غصے نفرت اور بے بسی کا شدید احساس ہو رہا تھا۔ اس نے خود ہی تو ان کتوں میں ذہانت اور شعور پیدا کیا تھا۔ ایک لحاظ سے وہ اسی کی تخلیق تھے لیکن تھے تو وہ جانور ہی۔ ان کی یہ جرأت کہ اسی کو قابو میں کر لیں! اس سے نفرت کا کھلا اظہار کریں شاید وہ پاگل ہی ہو جاتا مگر جان کے خوف نے

اسے ہوش میں رکھا۔ ریوالور کے گرتے ہی سلیک نے اس کی کلائی چھوڑ دی تھی اور ریوالور کو جبڑوں میں دبا کر باڑے کے ایک طرف چلا گیا تھا۔ پھر ڈینا نے بھی اس کی کلائی چھوڑ دی گویا اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ اب کلائی چھوڑ دینے پر بھی پروفیسر انہیں یا ان کے نوزائیدہ پلوں کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔

پروفیسر وہاں سے تیز تیز چلتا ہوا اپنے کیبن میں واپس آ گیا۔ اس کے غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ ایک گھنٹے تک تو وہ اس واقعے پر سنجیدگی سے غور کرنے کے قابل ہی نہ ہو سکا پھر اس نے اپنے آئندہ لائحہ عمل کو مرتب کیا اور اپنی نوٹ بک اٹھا کر اس میں آج کے واقعے کے بارے میں یادداشت لکھنے لگا۔

"سلیک اور ڈینا اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں نے ان دونوں کو جنسی ملاپ کی اجازت اس لئے دی تھی کہ ان کے پلوں کو اپنے تجربات کے لئے استعمال میں لاؤں انہیں یہ بھی اچھی طرح یاد ہے کہ ان کے ہاں پلوں کا جوڑا جو پہلی مرتبہ پیدا ہوا تھا اسے بھی میں نے اپنے تجربات میں استعمال کر لیا تھا اور وہ سب بھی مر گئے تھے۔ غالباً وہ اس مرتبہ اسی لئے واضح طور پر تنبیہ کئے ہوئے ہیں کہ میں ان کے پلوں کو کسی صورت میں بھی استعمال نہ کر سکوں ستم ظریفی کی انتہا تو یہ ہے کہ ان میں یہ سمجھ اور فہم میری ہی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ میں ہی ان کی شعوری صلاحیتوں کا خالق ہوں۔ آج ان کی یہ صلاحیتیں خود میرے ہی خلاف استعمال ہو رہی ہیں لیکن ان کی اس گستاخی اور بدتمیزی کے باوجود میں نے سوچا ہے کہ سلیک اور ڈینا کو ہلاک نہ کیا جائے اس کا سبب یہ ہے کہ میرے آئندہ تجربات کی کامیابی پر اگر کوئی پلا زندہ رہے تو ان کی نگہداشت کے لئے سلیک اور ڈینا کا وجود ضروری ہوگا۔ تاہم میں ان کے خلاف ایک قدم اٹھانے کا ارادہ تو کر ہی چکا ہوں۔

آج انہوں نے جس انداز میں مجھ سے ٹکر لی ہے اور وقتی طور پر مجھے نیچا دکھایا ہے آئندہ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ اب میں ان کی خوراک میں ایک ایسی دوا ملانے والا ہوں جس سے وہ وقتی طور پر بے ہوش

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہو جائیں اور پھر میں ان پر کوئی اس طرح آپریشن کر دوں گا کہ آئندہ وہ کبھی بھی میرے عزائم کی راہ میں رکاوٹ نہ بن پائیں۔ یہ آپریشن کرنے سے قبل بھی مجھے اچھی طرح سوچنا ہوگا کہ ان کا آپریشن کس نوعیت کا کیا جائے جس سے وہ مجھے نقصان پہنچانے کے قابل تو نہ رہیں مگر اپنے بلوں کی دیکھ بھال کے قابل ضرور رہیں اور تھوڑا بہت چل پھر بھی سکیں۔“

طوفان کے شور و غل میں سلیک اور ڈینا اسی طرح غراہٹ آمیز آوازیں نکال نکال کر آپس میں کچھ کہہ سن رہے تھے پھر سلیک نے ریوالور کو پنجوں میں اٹھایا اور ایک جگہ سے سخت برف کھود کر اسے خوب گہرے گڑھے میں دبا کر اوپر سے برف ڈال دی۔ برف باری کے سبب فوراً ہی اس کے باڑے تک آنے جانے کے نشانات بھی معدوم ہو گئے۔ اب کوئی شخص یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اس نے ریوالور کو کہاں چھپایا ہے! پھر اس نے ڈینا کے پاس پہنچ کر اسی مخصوص انداز میں غرا کر کچھ کہا۔ ڈینا بے چینی سے پہلو بدل بدل کر اپنے بلوں کو دیکھنے لگی۔ سلیک پہلے سے تیز آواز میں غرانے لگا جیسے ڈینا کو کوئی حکم دے رہا ہو۔

آخر ڈینا نے بڑی نرمی سے اپنے ایک بلے کو دانتوں میں پکڑا اور سلیک نے اسی طرح دوسرے بلے کو اٹھا لیا۔ وہ دونوں برف باری میں باہر کی طرف چل دیئے۔ جہاں خاردار تاروں کے قریب برف کی سطح پہلے سے اونچی ہو گئی تھی۔

اگلے روز جب عارضی طور پر طوفان کی شدت کچھ کم ہوئی اور سورج کی کمزور کرنیں برفانی وسعتوں پر پھیلیں تو پروفیسر ڈانل حسب معمول ان کے لئے خوراک لے کر باڑے میں پہنچا۔ آج پروفیسر نے خوراک میں وہ دوا بھی ملائی ہوئی تھی جو ڈینا اور سلیک کو فوری طور پر بے ہوش کر کے انہیں آپریشن کے لئے تیار کر دیتی۔ لیکن اس کے بار بار پکارنے کے باوجود کوئی بھی خاردار تاروں کے پنجرے سے باہر نہ آیا۔ اس نے خوراک کا برتن وہیں رکھا اور کیبن سے اپنی رائفل لے کر واپس باڑے میں آیا۔ وہ ہر قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔ تالا کھول کر وہ اطمینان سے اس حصے کی جانب بڑھا جدھر اس کے خیال میں ڈینا اور سلیک سردی اور طوفان سے بچ کر آرام کر رہے تھے لیکن باڑہ خالی پڑا تھا۔

سلیک اور ڈینا اپنے دونوں بچوں سمیت وہاں سے جا چکے تھے۔ پروفیسر ڈانل کو غصے کے ساتھ ساتھ شدید صدمہ بھی ہوا کیونکہ ان کتوں پر تو اس کی زندگی بھر کے تجربات کا دار و مدار تھا۔ وہ جلدی سے اپنے کیبن میں چلا گیا اور پھر مناسب لباس اور جوتے پہن کر باہر نکل آیا۔ وہ جلد از جلد کتوں کو تلاش کر لینا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ ابھی زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے۔ اور اب تو سلیک کو ان کے لئے خوراک کا بھی انتظام کرنا تھا۔

پروفیسر کو یقین تھا کہ وہ بہت جلد انہیں تلاش کر لے گا۔ اس نے سوچا کہ اب اگر دونوں بڑے کتوں کو ہلاک ہی کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ انہوں نے پروفیسر سے ٹکر لینے کی حماقت کی تھی۔ چند لمحے بعد ہی اس نے سوچا کہ نہیں انہیں ہلاک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں زخمی کر کے پکڑ لینا ہی کافی رہے گا یا اگر وہ کسی ایسے وقت ان کی پناہ گاہ تک پہنچ جائے، جب وہ دونوں وہاں موجود نہ ہوں۔ خوراک وغیرہ کا انتظام کرنے کے لئے نکلے ہوئے ہوں تو وہ چپکے سے ان کے بلوں کو اٹھا کر اپنی لیبارٹری میں لے جائے گا۔ اس صورت میں سلیک اور ڈینا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کیونکہ اپنی ذہانت کی بدولت وہ اسے بلوں پر قابض دیکھ کر ان کی زندگی کی خاطر پروفیسر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے۔ پروفیسر تمام دن ان کی تلاش میں ناکام پھرتا رہا۔ اس کا یہ اندازہ غلط نکلا تھا کہ وہ انہیں بہت جلد ڈھونڈ نکالے گا۔

اگلے روز وہ دوبارہ اسی مہم پر نکلا اور اس کی تلاش بے سود ثابت نہیں ہوئی۔ برف پر سلیک کے قدموں کے نشانات نظر آئے جو بہت آگے تک جانے کے بعد ایک اور راستے سے دوبارہ واپس آ رہے تھے۔

پروفیسر کو یقین ہو گیا کہ اب وہ ان کی پناہ گاہ کے قریب آ پہنچا ہے۔ وہ ان نشانات کے ساتھ ساتھ چل دیا لیکن ایک دم اسے اپنے عقب میں ایک تیز غراہٹ سنائی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دی۔ اس نے مڑ کر دیکھا بہت دور اسے سلیک نظر آ گیا لیکن سلیک اس کے وجود سے بے خبر نظر آتا تھا۔ اور اپنی ہی دھن میں غراتا ہوا کہیں جا رہا تھا۔ پروفیسر نے ان نشانات کے سراغ میں چلنا چھوڑ دیا اور چپکے سے سلیک کے پیچھے چل دیا۔ ان کے درمیان فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ سلیک کو گولی مار کر ہلاک نہیں کیا جا سکتا تھا۔

ویسے بھی پروفیسر ڈاکل اسے ہلاک کرنے کے بجائے اس کا پیچھا کر کے اس پناہ گاہ تک پہنچنا چاہتا تھا جہاں ڈینا اور پلے چھپے ہوئے تھے۔ وہ اسی لئے سلیک کے قدموں کے تازہ نشانات پر چلنے لگا۔ سلیک خاصی دور پہنچ چکا تھا۔ اب تو وہ نظر بھی نہیں آ رہا تھا مگر پروفیسر کو اطمینان تھا کہ وہ اس کے قدموں کے نشانات پر چلتے چلتے اس تک پہنچ ہی جائے گا۔

وہ بات جس کا پروفیسر ڈاکل کو علم نہیں تھا، وہ یہ تھی کہ دراصل سلیک اسے چکمہ دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

ہوا یوں تھا کہ سلیک اپنے مستقبل کے تحفظ کی خاطر یہ معلوم کرنے کے لئے اپنے آقا کے کیبن کی طرف گیا تھا کہ وہ کن سرگرمیوں میں مصروف ہے وہاں اس نے پروفیسر کو موجود نہیں پایا تھا۔ وہ پروفیسر کے قدموں کے نشانات کا پیچھا کرتا ہوا اس تک آ پہنچا تھا۔ رائفل دیکھ کر اس نے پروفیسر کے قریب آنے کی جرأت نہیں کی تھی لیکن جب اس نے دیکھا کہ پروفیسر تو اس کے اور ڈینا کے پاؤں کے نشانات پر چلتے چلتے ان کی پناہ گاہ کے بالکل قریب آ پہنچا ہے تو اس نے غرا کر اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی تھی اور اب وہ اسے پیچھے لگا لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ سلیک بار بار دوڑ کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا تھا اور پھر پیچھے دیکھ کر اپنا اطمینان کر لیتا تھا کہ پروفیسر اسی کے پیچھے آ رہا ہے۔

پروفیسر کو ابتدا میں کتے کی اس دھوکے بازی کا علم نہ ہو سکا اور وہ بے وقوفوں کی طرح اس کا پیچھا کرنے میں لگا رہا۔ کئی میل تک چلنے کے بعد جب تاریکی پھیلنے لگی تو اسے احساس ہوا کہ سلیک اسے جل دے گیا ہے۔ اس نے جھلاہٹ کے عالم میں اس سمت کا رخ کیا جہاں سے سلیک نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ وہاں وہ کئی فرلانگ کے فاصلے پر اسے وہ جگہ بھی مل گئی جہاں انہوں نے پناہ لی تھی۔ اس جگہ کے اردگرد بے شمار پنجوں کے نشانات موجود تھے۔ یقیناً یہی ان کی پناہ گاہ تھی۔

پروفیسر ڈاکل محتاط قدموں سے پناہ گاہ کی طرف بڑھا مگر اب وہ پناہ گاہ خالی پڑی تھی۔

ہوا یوں تھا کہ جب ڈینا نے سلیک کی غراہٹ سنی تھی تو اسے خطرے کا احساس ہو گیا تھا جس دوران میں سلیک پروفیسر کو اپنے پیچھے لگائے ہوئے تھا۔ ڈینا نے جلدی سے اپنے دونوں پلے یکے بعد دیگرے کسی اور جگہ منتقل کر دیئے تھے۔

پروفیسر کو شدید جھنجھلاہٹ ہونے لگی لیکن پھر اسے دکھائی دے گیا کہ ان کی نئی پناہ گاہ تک بھی پنجوں کے واضح نشانات موجود ہیں۔ پروفیسر نے اب ان نشانات پر چلنا شروع کر دیا۔ وہ ہر قیمت پر ان کا سراغ لگا لینا چاہتا تھا لیکن اس تک دور میں جب کیا زیادہ ہو گئی تھی۔ ڈاکل کو سلیک کی خوفناک غراہٹ بھی سنائی دینے لگی تھی۔ جیسے وہ اسے آگے بڑھنے پر خوفناک نتائج کی دھمکی دے رہا ہو۔ آخر پروفیسر ڈاکل نے وہاں سے کیبن کی طرف واپس چلا جانا ہی مناسب سمجھا کیونکہ یہ کام دن کی روشنی میں ہی کرنا بہتر تھا۔ وہ محتاط انداز سے کیبن کی طرف چل دیا۔ اسے خطرہ تھا کہ اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر کہیں سلیک اس پر حملہ نہ کر دے اور وہ بے حد چوکنا تھا۔ ایک کتے سے شکست کھانے پر وہ کسی طرح تیار نہیں تھا۔

کیبن تک پہنچنے کے بعد پروفیسر ڈاکل اندر داخل نہیں ہوا بلکہ وہیں دروازے کے باہر کھڑا غور سے کان لگائے کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی چھٹی حس اسے متنبہ کر رہی تھی کہ سلیک اس کے کیبن کی طرف ضرور آئے گا اور اس کا اندازہ ٹھیک ہی ثابت ہوا۔ بہت دیر کے بعد اس نے دور سے کسی جانور کے ہیولے کو کیبن کی طرف بڑھتے دیکھا۔ یقیناً وہ سلیک ہی تھا۔ سلیک بڑے کائیاں انداز میں چند قدم چل کر رک جاتا تھا پھر ادھر ادھر کا جائزہ لیتا تھا کچھ سننے کی کوشش کرتا تھا اور آگے بڑھتا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پروفیسر ڈال اس کے مزید قریب آنے کا منتظر تھا تاکہ سلیک رائفل کی رینج میں آجائے تو اس پر فائر کیا جائے۔ لیکن سلیک بھی بڑا کائیاں اور چوکنا ثابت ہوا۔ وہ پروفیسر کی رائفل کی رینج میں آ ہی نہیں رہا تھا اور پھر ایک موقع پر وہ آگے بڑھنے کے بجائے واپس چل دیا۔ پروفیسر نے اسے واپس جاتا دیکھ کر اس کے غیر واضح ہیولے پر ہی گولی چلا دی لیکن گولی چلاتے وقت پروفیسر کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ وہ متحرک ہیولہ گولی کی آواز سنتے ہی چھلاوے کی طرح غائب ہو چکا تھا۔

کیبن کے اندر پہنچ کر پروفیسر نے غصے اور جھلاہٹ کے تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا اور ایک ٹھنڈے متوازن مزاج اور ہوش مند سائنس دان کی طرح اس واقعے پر خوب غور و خوض کرنے کے بعد اپنی ڈائری میں لکھا۔

"اب مجھے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا کہ سلیک اور ڈینا کی ذہانت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ آج چالاک کتے سلیک نے اپنے پنجوں کے نشانات کے ذریعے مجھے خوب گمراہ کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر مجھے اس راستے سے کسی طرح ہٹایا نہ گیا تو میں پندرہ منٹ بعد ان کی پناہ گاہ تک پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد جب میں ان کی پہلی پناہ گاہ کو خالی دیکھ کر دوسری پناہ گاہ تک جانے لگا تو واضح طور پر سلیک نے مجھے اس کام سے روکا۔ اس کے تیور بتاتے تھے کہ اگر میں آگے بڑھا تو وہ مجھ پر ضرور حملہ آور ہو جائے گا۔ جب میں کیبن میں واپس آیا تو وہ احتیاط سے میرے تعاقب میں آیا تاکہ یہ یقین کر سکے کہ میں آج رات دوبارہ اس کے پلوں تک پہنچنے کا ارادہ تو نہیں رکھتا! یہاں بھی سلیک کی ذہانت کی تعریف کرنا پڑتی ہے۔ وہ کیبن کے نزدیک اس لئے نہیں آیا کہ کیبن کے اندر روشنی نہیں تھی اور اسے اس تاریکی میں کیبن سے قریب آتے ہوئے اپنے لئے خطرے کے وجود کا احساس تھا۔ اب تو میں اس پر فائر بھی کر چکا ہوں اس لئے اسے خطرے کا اور زیادہ احساس ہو چکا ہوگا۔ ممکن ہے اس کی اتنی زیادہ ذہانت آئندہ میرے لئے نقصان کا باعث بنے اس لئے اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر اسے اپاہج نہ کر سکا تو ہلاک ہی کر ڈالوں گا۔

کاش! وہ پلے جلدی سے میرے ہاتھ لگ جائیں تاکہ میں اپنے تجربات کا آغاز کر سکوں۔ سلیک اور ڈینا کی ذہانت دیکھتے ہوئے مجھے ان کے پلوں پر اپنے تجربات کی کامیابی کا یقین سا ہونے لگا پھر ساری دنیا کے احمق سائنسدان میری برتری اور عظمت کا اعتراف کریں گے....."

اگلی صبح پروفیسر دوبارہ ان کی پناہ گاہ کی تلاش میں چل دیا۔ اس رات برف نہیں پڑی تھی اس لئے ان کے پنجوں کے نشانات ابھی تک برف پر موجود تھے۔ وہ ان کی تلاش کرتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ وہ ان دونوں کو پنجروں میں بند کر کے لیبارٹری میں رکھے گا تاکہ وہ دونوں اپنے پلوں پر ہونے والے تمام تجربات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ اس کا ارادہ تھا کہ بعد میں وہ ان دونوں کو ہلاک کر ڈالے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہلاکت سے پہلے وہ دونوں کم از کم یہ احساس تو کر لیں کہ آخر انسانی ذہانت وہ بھی ایک برتر انسان اور ایک عظیم سائنسدان کی ذہانت ان کی حیوانی ذہانت سے بدرجہ زیادہ اعلیٰ افضل اور برتر ہے۔ وہی ان کا آقا ہے لیکن جوں جوں وہ آگے بڑھتا گیا برف پر ان کے پنجوں کے نشانات دھندلے پڑتے گئے کیونکہ وہاں کی برف بہت نرم تھی۔ رفتہ رفتہ نشانات بالکل معدوم ہی ہو گئے۔ شام تک وہ بالکل ناکام ہو کر دوبارہ کیبن کی طرف جا رہا تھا۔

کیبن کے پاس پہنچتے ہی پروفیسر کو محسوس ہوا کہ سلیک پھر وہاں تک آیا تھا۔ کیبن کے آس پاس اس کے پنجوں کے نشانات صاف دکھائی دے رہے تھے۔ سلیک اس کی غیر حاضری کا یقین کر لینے کے بعد بڑی جرأت کے ساتھ دروازے کے ہینڈل کو دانتوں سے گھما کر کھول لینے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اندر داخل ہو گیا تھا۔ وہاں سے وہ خشک گوشت کا ایک خاصا بڑا ٹکڑا اٹھا کر لے گیا تھا۔ کھانے پینے کی اور کئی چیزیں بھی ڈبوں میں بند وہاں موجود تھیں لیکن سلیک نے ان میں سے کوئی چیز نہیں اٹھائی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تھی کیونکہ اسے یقیناً یہ علم تھا کہ ہوا بند ڈبوں کو کھولنا اس کے لئے آسان نہیں ہوگا۔

پہلے تو پروفیسر ڈائل کو سلیک کی اس حرکت پر غصہ آیا لیکن پھر جب پروفیسر کو اس کی بڑھتی ہوئی ذہانت کا خیال آیا تو وہ مسکرانے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کچھ بھی ہو۔ بھلا میرا اور ایک کتے کا کیا مقابلہ، وہ ایک جانور اور میں عام انسانوں سے کہیں زیادہ ذہین سائنسدان، اس نے اپنے اسٹور روم میں جاکر وہ آہنی پھندے نکالے جو ریچھ پکڑنے کے کام آتے تھے۔ اس نے انہیں صرف کرکے صبح کا انتظار شروع کردیا اور اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں تفصیل سے ڈائری لکھتا رہا۔ باہر ساری رات برف باری ہوتی رہی۔

ادھر سلیک اس برف باری میں اپنی نئی پناہ گاہ کے باہر کھڑا پہرہ دے رہا تھا شاید اسے خطرہ تھا کہ کہیں پروفیسر ڈائل رات کو بھی ان کے تعاقب میں وہاں نہ آپہنچے! یہ پناہ گاہ ایک درخت کے کھوکھلے تنے میں تھی جو اس میں ڈینا ممتا کے جذبے سے سرشار ہوکر بار بار اپنے بلوں کو چوم چاٹ رہی تھی۔ اسے تھوڑی تھوڑی دیر بعد باہر سے سلیک کی ہلکی ہلکی غراہٹ کی صدا سنائی دے رہی تھی جسے سن کر وہ مطمئن ہوجاتی تھی کہ انہیں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔

چار دن تک برف باری اتنی شدت سے ہوتی رہی کہ پروفیسر ڈائل کیبن سے باہر ہی نہ نکل سکا۔ تاہم اس نے موسم کی اس خرابی کو بڑے صبر سے برداشت کیا کیونکہ ایک لحاظ سے وہ اسے اپنے حق میں بھی سمجھ رہا تھا۔ اس طوفانی موسم میں یقیناً کتوں کو کوئی شکل نہ مل پایا ہوگا اور بلے بھی خوراک نہ ملنے کی وجہ سے نڈھال ہوچکے ہوں گے۔ پروفیسر یہ سوچ سوچ کر خوش ہوتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ سلیک ان کی بھوک مٹانے کی خاطر کیبن کی طرف ضرور آئے گا اور پھر وہ اس کا شکار کرلے گا لیکن اس کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ سلیک نہیں آیا۔

پانچویں دن جب برف گرنی بند ہوئی تو پروفیسر نے خاص لباس اور جوتے پہنے، رائفل اٹھائی اور کیبن سے باہر آ گیا۔ اسے ان کی تلاش نہ ہوتی تو بھی وہ آج کیبن سے ضرور نکلتا کیونکہ اسے امید تھی کہ آج سلیک اس کے کیبن سے خوراک حاصل کرنے ضرور آئے گا اور ان پھندوں میں سے کسی ایک میں ضرور پھنس جائے گا۔ اس نے یہ پھندے کیبن کے دروازے کے پاس اس طرح بچھا دیئے تھے کہ اندر پاؤں رکھنے والے کی ٹانگیں فوراً ان میں پھنس جائیں۔

برف پر چلتے ہوئے پروفیسر ڈائل مسکرا مسکرا کر یہی سوچ رہا تھا۔ پروفیسر کو آج بھی یہ توقع ہرگز نہیں تھی کہ وہ ان کی پناہ گاہ تلاش کرسکے گا۔ اس لئے وہ اندھا دھند چلا جارہا تھا۔ وہ تو صرف واپسی کے مناسب وقت کا انتظار کررہا تھا تاکہ سلیک اس کے بچھائے ہوئے پھندوں میں پھنس چکا ہو۔ اسے یقین تھا کہ سلیک کے پھنسنے کے بعد ڈینا اسے چھڑانے کے لئے ضرور وہاں تک آئے گی۔ اور وہ اسے دیکھتے ہی ہوائی فائر کردے گا اور پھر ڈینا ضرور خوفزدہ ہوکر سیدھی اپنی پناہ گاہ کی طرف بھاگے گی پھر وہ اس کا تعاقب کرے گا اور یوں بلے بھی اس کے ہاتھ آجائیں گے۔ اس کے بعد وہ چاہے تو ڈینا کو ہلاک بھی کرسکتا ہے اور واپسی پر سلیک تو اس کے قبضے میں ہی ہوگا۔

لیکن اچانک پروفیسر ڈائل کو ان کی دوسری پناہ گاہ نظر آگئی۔ یہ ستم ظریفی ہی تو تھی کہ اس سے پہلے وہ پناہ گاہ کی تلاش میں سرگرداں رہا کرتا تھا اور کامیاب نہیں ہوتا تھا۔ آج وہ پناہ گاہ کی تلاش نہیں کررہا تھا اور وہاں تک آ پہنچا تھا۔ کچھ دور اسے ایک گرے ہوئے درخت تک کتوں کے پنجوں کے بہت سے نشانات نظر آرہے تھے۔ جس کا صاف مطلب تھا کہ وہ ضرور وہیں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ پروفیسر نے فوراً رائفل کا سیفٹی کیچ ہٹا دیا اور آگے بڑھ کر زور زور سے آواز دی۔ ”سلیک، ڈینا! باہر نکل آؤ۔“

اسے یقین تھا کہ وہ فوراً باہر آجائیں گے اور اتنے دنوں کے بعد روز دھوپ کا ڈراپ سین ہوجائے گا کیونکہ انسانوں کی طرح سلیک اور ڈینا بھی رائفل چلنے کے خطرناک نتائج سے آگاہ تھے۔ اب پروفیسر اپنی فتح مندی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کے احساس سے سرشار تھا اور سوچ رہا تھا کہ "انسان آخر انسان ہی ہے، بھلا جانور اس کا کیسے مقابلہ کرسکتا ہے؟" اس نے دوبارہ چلا کر کہا۔ "باہر نکل آؤ سنیک اور ڈینا! نہیں تو میں وہیں آکر تمہیں شوٹ کردوں گا۔"

کھوہ میں کچھ ہلچل سی پیدا ہوئی اور پھر ڈینا غراتے ہوئے باہر نکلی۔ وہ شعلہ بار نظروں سے اسے گھور رہی تھی لیکن یہ ظاہر تھا کہ وہ رائفل سے ڈر کر فرار ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی کیونکہ اس طرح اس کے بچے پروفیسر کے قبضے میں آجاتے۔ بھلا وہ یہ کیسے برداشت کرسکتی تھی۔ اور پروفیسر کی طرف بڑھ بھی نہیں رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس صورت میں پروفیسر یقیناً اس پر گولی چلا دے گا۔ بس وہ وہاں کھڑی اسے گھورتی جارہی تھی۔

"ہوں، اب بتاؤ قابو میں آئی ہو کہ نہیں!" پروفیسر نفرت سے اسے دیکھ کر کہنے لگا۔ اسے یہ علم نہ تھا کہ سنیک یا ڈینا اس کے الفاظ سمجھنے کی کتنی اہلیت رکھتے ہیں لیکن اس سے پہلے بھی تو وہ ان سے باتیں کرتا ہی رہا تھا۔

"ڈینا اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں تمہیں فوراً شوٹ کردوں گا۔ میں اب تمہارے اور سنیک کے بچوں کو ساتھ لے کر کیبن میں جارہا ہوں۔ اب مجھے ان میں ذہانت کے ساتھ ساتھ اطاعت کا جذبہ بھی پیدا کرنا پڑے گا تاکہ وہ تمہاری طرح بے وفا اور نافرمان نہ نکلیں سمجھیں!"

اب پروفیسر ڈال آہستہ آہستہ ڈینا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے کسی طرف سے بھی اپنے لئے خطرے کا کوئی احساس نہ تھا۔ اسے یقین تھا کہ سنیک تو اب تک اس کے کیبن میں جاکر پھندے میں پھنس چکا ہوگا۔ اب وہ ڈینا کی دو ٹانگیں بیکار کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تاکہ وہ بلوں کی پرورش کے لئے زندہ رہے۔ اس کے بعد وہ ان سب کو کیبن میں لے جانا چاہتا تھا تاکہ وہاں پہنچ کر بے بس سنیک کے زخموں پر نمک چھڑکے اور اسے تلملانے پر مجبور کردے۔ سنیک کو تو وہ ہلاک ہی کردینا چاہتا تھا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

پروفیسر نے رائفل کی نال کا رخ ڈینا کی طرف کردیا۔ ڈینا کے حلق سے شدید غصے اور نفرت کی غراہٹ بلند ہوئی پھر اچانک کوئی بھاری بھرکم شے پروفیسر ڈال پر اتنے زور سے آپڑی کہ وہ لڑکھڑا کر رہ گیا۔ سنیک اس کے عقب سے پوری قوت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوا تھا اور اس کے پنجوں میں پروفیسر کے اوور کوٹ کے چیتھڑے لٹک رہے تھے۔

رائفل پروفیسر کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری تھی۔ وہ تیزی سے اٹھا۔ اس کا خیال تھا کہ اب ڈینا بھی اس پر حملہ آور ہوگی۔ مگر پھر یہ دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا کہ ڈینا اور سنیک دونوں اسے چھوڑ کر اس کی رائفل کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ سنیک نے رائفل چھوڑ دی جو ڈینا کے جبڑوں میں دبی ہوئی تھی۔ سنیک اپنی زبان میں اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ ڈینا اس کا مطلب سمجھ کر رائفل کو گھسیٹ کر بہت دور لے جارہی تھی۔ اور سنیک اب اس کھوہ کے باہر کھڑا تھا۔ جہاں سے بلوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ اپنی سرخ آنکھوں سے پروفیسر کو گھور رہا تھا۔ اس کے تیور بے حد خطرناک تھے۔

پروفیسر نے چپ چاپ وہاں سے کھسکنا چاہا۔ اس حالت میں ان کے مقابلے کا خیال بھی حماقت سے کم نہ تھا۔ پروفیسر نے بھاگ نکلنا چاہا لیکن اب ڈینا رائفل کو کہیں دور چھپا کر واپس آگئی تھی اور وہ سنیک سے بھی زیادہ برہم نظر آتی تھی۔ ان کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ آخر وہ ماں تھی اور اس شخص نے اس کی اولاد پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت کی تھی۔ اب وہ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے لپکی۔ پروفیسر ڈال نے خوفزدہ ہوکر چیخ ماری اور پھر اس کے حملے سے بچنے کے لئے بھاگا۔

وہ حیرت انگیز پھرتی سے ایک ٹنڈ منڈ درخت کے تنے پر چڑھ گیا۔ ڈینا غراتی ہوئی اس درخت کے اردگرد چکر لگا رہی تھی۔ وہ درخت پر چڑھ نہیں سکتی تھی۔ ورنہ اب تک اس نے پروفیسر کی تکا بوٹی کروائی ہوتی۔ اب وہ دونوں پروفیسر سے ذرہ بھر بھی خوفزدہ نہیں تھے۔ شاید انہیں معلوم تھا کہ غیر مسلح ہونے کے بعد وہ ان کے لئے کسی خطرے کا باعث نہیں بن سکتا۔

پروفیسر ڈال کی انا کو شدید ترین ٹھیس پہنچی تھی۔ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

پروفیسر بی ایچ ڈاٹل بریڈک یونیورسٹی کا مانا ہوا سائنسدان ایک عظیم اور برتر انسان، جو دوسرے انسانوں سے بھی مات نہیں کھاتا تھا، آج وہ حقیر کتوں نے اسے بے بس کردیا تھا۔ کتے بھی وہ جن میں ذہانت اور شعور خود اس کی تجربات کے ذریعے پیدا ہوئی تھی لیکن وہ انتظار کے سوا کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ انتظار اس بات کا کہ اب وہ دوبارہ کسی نئی پناہ گاہ کی تلاش میں چل دیں گے پھر وہ درخت سے اتر کر کیبن میں چلا جائے گا۔ لیکن کتوں کا ارادہ وہاں سے نکلنے کا نہیں آتا تھا۔ بھلا اب انہیں اس جگہ پر کیا خطرہ درپیش تھا کہ وہ کسی نئی پناہ گاہ کی تلاش میں نکلیں، پروفیسر ڈاٹل تو بے بس انداز میں درخت پر چڑھا ہوا تھا۔

چنانچہ پروفیسر ان کے وہاں سے نکلنے کا انتظار کرتا رہا۔ سردی میں بھی شدت پیدا ہوگئی اور پھر برف باری شروع ہوگئی۔ اسے اپنا خون جمتا ہوا محسوس ہورہا تھا اور چار دہکتی ہوئی آنکھیں اس پر جمی ہوئی تھیں۔

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ پروفیسر ڈاٹل نے سلیک اور ڈینا کے درمیان غراہٹوں کا تبادلہ محسوس کیا۔ برف باری اب تھم چکی تھی۔ پروفیسر نے سوچا کہ یقیناً ان دونوں نے اسی کے بارے میں تبادلہ خیالات کیا ہے۔ اس نے دونوں کے ہیولوں پر نگاہیں گاڑ دیں۔ کچھ دیر بعد ہی وہ دونوں اسے اونگھتے نظر آئے پھر جیسے وہ اپنے گلے پر سر رکھ کر سو گئے۔

پروفیسر کے کانپتے ہوئے جسم میں زندگی کی حرارت دوڑ گئی۔ وہ بہت احتیاط اور خاموشی کے ساتھ پیڑ سے نیچے اترنے میں کامیاب ہوگیا۔ جب انسان اپنی زندگی بچانے کی جدوجہد میں مصروف ہوتو یوں بھی اس کی قوت دوچند ہوجاتی ہے۔ پروفیسر انتہائی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے کیبن کی طرف لوٹ رہا تھا لیکن اس کے حواس پر کتوں کا خطرہ بھی مسلط تھا۔ ابھی اس نے کچھ ہی فاصلہ طے کیا ہوگا کہ اسے احساس ہوا جیسے دبے پاؤں کوئی اس کا تعاقب کررہا ہو۔ اس برفانی ویرانے میں اس کا تعاقب صرف سلیک یا ڈینا ہی کرسکتے تھے۔

پروفیسر کے تمام جسم میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ غالباً سلیک اور ڈینا بیدار ہوگئے تھے اور پروفیسر کو درخت پر نہ پاکر اس کی تلاش میں روانہ ہوگئے تھے۔ اب وہ پروفیسر کو ڈھونڈ چکے تھے اور کسی بھی لمحے اس پر حملہ آور ہوسکتے تھے۔

پروفیسر کے اندازے کے مطابق اب کیبن زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ اسے کیبن کا ہیولا نظر آنے لگا تھا اگر وہ اپنے جسم کی پوری قوت و طاقت صرف کرکے ایک دم دوڑ لگادے تو ان خونخوار کتوں کے حملے سے محفوظ ہوسکتا تھا۔ کیبن میں پہنچ جانے کے بعد کتے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔

پروفیسر ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے تیز غراہٹیں سنائی دیں۔ یقیناً کتے اس پر حملہ کرنے والے تھے۔ دوسرے ہی لمحے وہ پوری قوت سے کیبن کی طرف دوڑ پڑا۔

پروفیسر بھاگتا ہوا کیبن کے دروازے میں داخل ہوا اور اسی وقت اس کے منہ سے ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی۔ وہ منہ کے بل ٹھوکر کھا کر گرا تھا۔ پھر اس کی گردن شکنجے میں پھنس گئی تھی۔

سلیک اور ڈینا جب کیبن کے دروازے پر پہنچے پروفیسر دم توڑ چکا تھا۔ سلیک نے غرا کر ڈینا سے کچھ کہا اور دونوں ہی کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگیں۔ سلیک کا منصوبہ کامیاب رہا تھا۔

پروفیسر شکنجے لگاتے وقت یہ بھول گیا تھا کہ سلیک شکنجوں کو دیکھ رہا ہے اور ان کے استعمال سے بھی واقف ہے۔ جب پروفیسر ان کی تلاش میں بھٹک رہا تھا تو سلیک کیبن تک آکر شکنجوں کو دیکھ چکا تھا اور کیبن میں داخل ہوئے بغیر واپس ہوگیا تھا۔ سلیک اور ڈینا نے دانستہ طور پر پروفیسر کو فرار کا موقع دیا تھا تاکہ پروفیسر کیبن کی طرف روانہ ہوجائے اور وہ دونوں راستے میں اسے اتنا بدحواس کردیں کہ پروفیسر کو ان شکنجوں کا خیال ہی نہ آئے جو اس نے کیبن کے دروازے سے لگا کر رکھ دیے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پراسرار وجود

ساجدہ راجہ۔ بھلوال سرگودھا

ایک خوبرو نوجوان صوفے پر بیٹھا تھا کہ اچانک اس جگہ دھواں اٹھا اور پھر اس جگہ ایک بہت ہی خوفناک ناگ موجود تھا اس کی قہر آلود نگاہوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں کہ اس کی پھنکار سے پورا کمرہ دہل گیا

ایک مافوق الفطرت ہستی کی داد و دلیری جسے پڑھ کر اہل دل عش عش کر اٹھیں گے

جینا ہر روز اسے اپنے راستے میں کھڑا ہوا دیکھتی تو وہ یک ٹک جینا کو ہی گھور رہا ہوتا تھا۔

جینا کی عادت تھی ہر روز واک کے لئے پہاڑیوں کے دامن تک جانے کی، پہلے دن وہ اسے ہری بھری سڑک کے کنارے کھڑا نظر آیا تھا وہ دلچسپی سے جینا کو تیز تیز چلتے ہوئے دیکھ رہا تھا اس دن جینا نے اسے نظر انداز کر دیا اور تیز تیز چلنے کا سلسلہ جاری رکھا، ویسے بھی وہ بہت خوبصورت تھی اور نہ جانے کتنے ہی اس کی قربت کے خواہش مند تھے اس کی ایک جھلک سے وہ اپنی تپتی آنکھوں کو لمحہ بھر کے لئے ہی سہی سکون پہنچاتے تھے۔

وہ روزانہ نائٹ کلب جانے کی عادی تھی ڈرنک بھی کرتی تھی کبھی کبھار کسی کے بستر تک بھی...... مغرب میں یہ سب فیشن ہے اور اگر کوئی ان چیزوں سے دور ہو تو لوگ حیران نظروں سے اسے دیکھتے اور پاگل سمجھ کر ہنس دیتے ہیں۔

جینا بھی ان میں سے ایک تھی لیکن وہ صرف ان کو ہی اپنے بیڈ روم تک آنے دیتی جن میں کچھ خاص ہوتا اور دولت تو پھر لازمی چیز ہوتی۔

واک کے لئے جانا اس کا معمول تھا پہلے تو یہ آدمی اسے کبھی دکھائی نہیں دیا کہ اچانک ہی ایک دن اسے راستے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میں نظر آیا اور پھر یہ معمول بن گیا۔ کچھ دن تو وہ نظر انداز کرتی رہی پھر ایک دن اس نے اس آدمی سے بات کرنے کی ٹھان لی۔ وہ تیز چلتے ہوئے اس کی طرف گئی اور تیز لہجے میں اس سے مخاطب ہوئی۔

"اے مسٹر...... کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ کیوں ہر روز میرے راستے میں کھڑے ہو جاتے ہو۔؟" جینا بھنک کر بولی لیکن دل ہی دل میں اس کے حسن سے خائف ضرور ہوگئی۔

وہ آدمی تھا کہ کوئی دیوتا آج سے پہلے اس نے اتنا حسین مرد کہاں دیکھا تھا وہ سمجھتی تھی کہ جتنے مرد بھی اس کی زندگی میں آئے تھے وہ سب حسین ترین تھے لیکن اس آدمی کو دیکھ کر اسے اعتراف کرنا پڑا کہ دوسرے تو کچھ بھی نہیں تھے، اصل وجاہت تو یہ ہے۔

جینا کی بات سن کر اس کی پرکشش ترین آنکھوں میں تمسخرانہ حیرت پھیل گئی۔ "کیا میں...؟" اس نے اپنے آس پاس دیکھا۔

"میں تو اپنے راستے پر ہی کھڑا ہوں آپ کا راستہ تو غالباً یہ ہے جہاں آپ کھڑی ہیں۔" اس نے ہاتھ سے لمبی سیدھی سڑک کی طرف اشارہ کیا۔

جینا سٹپٹا گئی آدمی مسکرایا اور جینا کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔ "اتنی خوبصورت مسکراہٹ۔" وہ دل ہی دل میں اس کی وجاہت کی اور قائل ہوگئی۔

"ویسے محترمہ...... کیا چپ چاپ کھڑے ہو کر کسی کو دیکھنا جرم ہے کیا؟" اس نے سوالیہ نظریں جینا کی نظروں میں گاڑ دیں اور جینا کو لگا وہ سحر زدہ ہوگئی ہے۔ وہ بنا آنکھیں جھپکائے اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا اور وہ ساکت سی اس کی شہد رنگ آنکھوں کے سحر میں جکڑی جا چکی تھی۔ وہ ہلکے سے کھنکھارا تو جیسے طلسم ٹوٹ گیا جینا نے گہرا سانس بھرا بلکہ وہ کچھ بھی بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

"ویسے محترمہ مجھے پیٹر کہتے ہیں اور آپ......؟"

"جینا......" اس نے مختصر جواب دیا۔

"او کے مس جینا پھر کلب میں ملاقات ہوگی۔" یہ کہہ کر وہ ایک طرف بڑھ گیا اور جینا حیرت سے اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی لیکن ایک بات اسے مسلسل چبھ رہی تھی لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا بات ہے اس نے کندھے اچکائے اور اپنے راستے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

رات کو کلب کا وہی مخصوص ماحول تھا تیز میوزک، نیم تاریک ماحول......ایک دوسرے کی بانہوں میں جھولتے رقص کرتے جوڑے......جام پہ جام......مختصر لباس میں قیامت ڈھاتی لڑکیاں جن میں جینا بھی تھی وہ آج خصوصی تیاری سے آئی تھی۔ وہ آدمی جس نے اپنا نام پیٹر بتایا تھا مسلسل اس کے حواسوں پر چھایا ہوا تھا۔

وہ بار بار مرکزی دروازے کی طرف دیکھتی تھی اور پیٹر کو نہ پا کر مایوس سی ہو جاتی۔ بہت سے لوگ جو جینا کی توجہ کے منتظر تھے اسے کسی اور کا منتظر پا کر رشک اور کچھ حسد میں مبتلا تھے کئی آدمی جینا کو اپنے ساتھ رقص کی دعوت دے چکے تھے لیکن وہ سب کو مصنوعی مسکراہٹ سے انکار کرتی رہی۔ حیرت کی بات ہی تو تھی کہ وہ آدمی جو مسلسل نہ جانے کتنے دن اسے دیکھنے کے لئے اس کی راہ میں کھڑا ہوتا تھا اور جسے یوں اپنی طرف دیکھتا پا کر جینا کو غصہ آ جاتا تھا آج وہ اتنی ہی بے چینی سے اس آدمی کی منتظر تھی جو شاید اپنی اہمیت بڑھانے کے لئے جان بوجھ کر اتنی دیر کر رہا تھا۔

اب اسے جھنجھلاہٹ سی ہونے لگی تھی وہ بھلا کسی کا اتنا انتظار کرنے والی کب تھی بلکہ دوسرے کو انتظار کی کوفت میں مبتلا کر کے لطف اٹھانے والوں میں سے تھی لیکن آج......؟

اس نے دروازے سے نظریں ہٹا کر اکتائے ہوئے انداز میں اسٹیج کی طرف دیکھا اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ ادھر سے نظریں ہٹا کر اپنے گلاس پر نظریں جما دیں۔

کچھ دیر یونہی گزری اور پھر اچانک اس نے اپنی نظریں اٹھائیں اور پیٹر کو اپنے سامنے پا کر دھک سے رہ گئی۔

وہ اپنے مخصوص انداز میں یک ٹک اس کی طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دیکھ رہا تھا اس کے لبوں پر دلکش مسکراہٹ کھیل رہی تھی شاید اسے اندازہ تھا جینا کی اپنے لئے بے قراری کا۔

وہ مسکراتے ہوئے ٹیبل کے قریب آیا۔ دونوں کی نظریں ایک دوسرے میں پیوست تھیں پھر پیٹر نے ہی ہولے سے کھنکھار کر اس کے ساکت وجود میں حرکت پیدا کی۔

نہ جانے کیوں وہ جب بھی اس کی آنکھوں میں دیکھتی سحر زدہ سی دیکھے جاتی اسے ایسا لگتا جیسے کسی نے اسے باندھ دیا ہو۔ وہ آکر جینا کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہیلو مس جینا کیا حال ہے۔؟"

"معذرت چاہتا ہوں مجھے کچھ دیر ہوگئی دراصل میں کہیں مصروف تھا آپ کو انتظار کی زحمت سے گزرنا پڑا۔"

جینا خاموش ہوگئی حالانکہ وہ کہنا چاہتی تھی کہ "کچھ نہیں بلکہ کافی زیادہ دیر ہوگئی ہے لیکن نہ جانے کیوں اس شخص کے سامنے اس کی زبان بند ہو جاتی تھی وہ بھی خاموش بیٹھنے والوں میں سے تو نہیں تھی۔

"مس جینا کیا آپ بولتی نہیں ہیں۔؟ اگر میں فون میں آپ کو بولتے ہوئے نہ سنتا تو میں یہی سمجھتا کہ اتنی حسین لڑکی یقیناً گونگی ہے۔" یہ سن کر جینا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں...... دراصل میں آپ سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی میں نے حقیقت میں آپ سے اتنی متاثر ہوئی ہوں کہ جب آپ سامنے آتے ہیں تو میرے الفاظ جیسے کہیں کھو جاتے ہیں۔" جینا نے صاف گوئی سے کام لیا۔

"اوہ...." پیٹر نے معنی خیزی سے کہا۔ "یعنی مجھے لگتا تھا کہ صرف میں ہی اس آگ میں جل رہا ہوں لیکن کہیں تو ادھر بھی نہیں۔" اس نے جینا کی طرف اشارہ کیا۔ "یقین کرو مس جینا میں نے جتنے بھی انسان دیکھے ہیں ان میں صرف آپ ہی سے متاثر ہوا ہوں لہٰذا آپ یقیناً ہیں ہی پسند کرنے کے لائق۔"

جینا اس تعریف پر خوش تو کیا ہوتی اس کا ذہن اس جملے پر اٹک گیا۔ "انسان...... تو کیا یہ انسان نہیں ہے۔؟"

اس نے محض سوچا ہی نہیں بلکہ پیٹر سے سوال بھی کرلیا۔ اس کی بات پر پیٹر اتنی زور سے ہنسا کہ جینا کو لگا کہ وہ پاگل ہو چکا ہے۔

"اوہ مائی گاڈ کم آن جینا میری اس بات کو تو تم نے ذہن پر سوار کرلیا ہے میں نے یونہی ایک لفظ بول دیا۔"

جینا مطمئن ہوگئی۔ "تم کچھ پیو گے۔؟" اس نے پیٹر سے پوچھا جو بڑی فرصت سے اسے ہی دیکھنے میں مصروف تھا۔

"نہیں ڈارلنگ میں بس تمہیں دیکھوں گا۔" مغربی ماحول میں رہنے والی جینا ایک پل کو تو حیران ہوگئی لیکن جلد ہی اس نے اپنی کیفیت پر قابو پالیا شرم و حیا کا وہاں کیا تعلق......؟

"ایسے کیوں دیکھتے رہتے ہو؟" جینا نے اک ادا سے پوچھا جوابا پیٹر کے لبوں پر پیار بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

"دل ہی نہیں بھرتا۔" جواب حسب توقع اور من پسند تھا جینا اور اٹھلا گئی۔

وہ دونوں اپنے آپ میں مگن تھے یہ جانے بنا کہ ان کی میز سے کچھ ہی فاصلے پر کوئی مسلسل انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا ہے۔

وہ پارکر تھا جینا کا چاہنے والا۔ جس کو جینا گھاس ڈالنا بھی گوارہ نہیں کرتی تھی اور وہ کٹی پتنگ کی مانند اس کے ارد گرد منڈلاتا رہتا تھا اب بھی وہ اس وجیہہ آدمی سے نفرت کی حد تک حسد محسوس کر رہا تھا جو آج پہلی بار کلب آیا تھا اور آتے ہی کلب کے سب سے قیمتی ہیرے کو پھنسا لیا تھا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ آدمی کلب تو آج ہی آیا لیکن جینا اور اس کی شناسائی پہلے کی ہے۔

پیٹر کو کچھ عجیب سا محسوس ہوا اس نے بالکل اسی طرف دیکھا جہاں پارکر انہیں ہی دیکھنے بلکہ گھورنے میں مصروف تھا پیٹر کو اپنی طرف دیکھتا پا کر اس کی آنکھوں میں نفرت کی سرخی پھیل گئی۔

جینا کی نظریں پیٹر کی نظروں کے تعاقب میں اٹھیں اور پھر پارکر پر جم گئیں پارکر کو دیکھ کر اس کی خوبصورت

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

آنکھوں میں نفرت ہلکورے لینے لگی۔

پیٹر نے سوالیہ نظروں سے جینا کی طرف دیکھا جینا اس کا اشارہ سمجھ گئی یہ پارکر ہے۔ "ایک نمبر کا فلرٹی۔ بدمعاش..... کب سے میرے پیچھے پڑا ہوا ہے مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا لیکن میں اس میں پھنس کر پڑ رہی کیونکہ کسی کو دیکھنے پر تو کوئی پابندی نہیں ہے وہ مجھے اپنے بیڈ روم تک لے جانا چاہتا ہے میں کئی بار انکار کر چکی ہوں مجھے سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی مل چکی ہیں لیکن مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔"

پیٹر نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا لیکن اس کی خوبصورت پیشانی شکنوں سے بھر چکی تھی۔

"تم اسے چھوڑو۔ ہم اپنی بات کرتے ہیں۔" جینا نے پیٹر کی توجہ ادھر سے ہٹا دی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوگئی۔

"تم نے بتایا نہیں کہ تم کہاں رہتے ہو؟ کیونکہ اس ہفتے سے پہلے میں نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں یہاں سے کافی دور رہتا ہوں پہاڑوں کے اس پار اس علاقے میں یونہی آنکلا اور تمہیں دیکھ کر یہیں کا ہو کر رہ گیا اب تو لگتا ہے کہیں جانہیں پاؤں گا۔" اس کے لہجے میں کوئی تو بات تھی کہ جینا آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنے پر مجبور ہوگئی اور پھر اس کی آنکھوں میں محبت اور چاہت کا اک جہان آباد دیکھ کر جلدی سے نظریں نیچے جھکا گئی۔

وہ یک ٹک اس کی طرف محبت پاش نظروں سے دیکھتا تو جینا کے اندر اتھل پتھل سی ہونے لگتی۔

"کافی رات ہوگئی ہے مجھے چلنا چاہئے تمہیں بھی گھر جانا ہوگا۔" پیٹر نے جینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اس کی بات پر جینا بے چین سی ہوگئی۔

"کیا تم میرے گھر چلو گے۔" یہ پہلا موقع تھا جب اس نے کسی لڑکے کو اپنے گھر لے جانے کی بات کی تھی، پیٹر کچھ دیر اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ جینا خوش ہوگئی۔

"چلو....." اور وہ دونوں جینا کے فلیٹ جانے کے لئے اٹھ گئے پارکر کی نفرت بھری نگاہوں نے دور تک ان کا پیچھا کیا۔

"تم پیتے بھی ہو۔" جینا نے مخمور لہجے میں اس سے کہا اور اس کے برابر آکر بیٹھ گئی۔

"نہیں....." جینا کچھ اور کھسک آئی۔ یہ پہلا آدمی تھا جس کی طرف جینا کو خود پیش قدمی کرنا پڑ رہی تھی۔

جینا نے اپنے بازو اس کی گردن میں حمائل کر دیئے اور اپنے چہرے کو اس کے چہرے کے قریب لائی۔ پیٹر نے اسے مزید قریب کر لیا اس کے گرم سانس جینا کا چہرہ اور گردن جھلسانے لگے اتنی گرمائش بھلا سانسوں میں کب ہوتی ہے؟ جینا نے دل میں سوچا۔

کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ اچانک پیٹر نے جینا کو ایک جھٹکے سے خود سے الگ کر دیا۔ جینا حیران اور مخمور نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ "کیا ہوا؟" اس نے پیٹر سے پوچھا جو اپنے آپ کو سنبھالنے میں مصروف تھا۔

"کچھ نہیں مجھے جانا ہوگا۔" اس نے خلاف توقع بات کی

ایسا تو آج تک نہیں ہوا تھا کہ کوئی یوں جینا کے پاس سے ایسے اٹھ کے آجاتا۔ طوفان میں بیچ بھنور میں چھوڑ کے چلا جاتا ابھی تو کشتی کنارے پر ہی تھی کہ وہ واپس لوٹنے کی بات کر رہا تھا۔

"کہاں اور کیوں۔" جیسے الفاظ بے معنی تھے۔ وہ چلا گیا جینا کو حیران و پریشان چھوڑ کے۔

دوسرے دن وہ پھر کلب میں موجود تھا جینا کے پاس اسی میز پر..... پارکر ویسے ہی انہیں گھورنے میں مصروف تھا کل والی کوئی بات ان کے درمیان میں نہیں ہوئی تھی کوئی اور ہوتا تو جینا اچھی اس بے عزتی کا بدلہ ضرور لیتی کہ اسے نظر انداز کر دیا گیا ہوتا ہے لیکن یہاں پیٹر تھا جس کے آگے وہ بے بس سی ہو جاتی تھی۔

پیٹر پارکر کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ پیٹر نے اپنی نظر وہاں سے ہٹالی۔

جینا اپنے پرانے شغل یعنی میز کو گھورنے میں مشغول تھی کہ کافی وقت بعد وہ جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ جینا بھی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی طرف سوالیہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نظروں سے دیکھا۔ پیٹر نے ایک گہرا سانس بھرا اور جینا کے ساتھ چل پڑا۔ پارکر نے غصے سے ہاتھ کا مکا میز پر مارا پھر ہاتھ پکڑ کر کراہ کر رہ گیا۔

اس رات بھی وہی ہوا۔ چنگاری شعلہ بنی لیکن اس سے پہلے کہ شعلہ بھڑک کر آگ بنتا پیٹر اس سے الگ ہو گیا جینا کی آنکھوں میں مارے حزیمت کے آنسو آ گئے۔ یہ اس کی ذات کی نفی تھی..... مکمل نفی۔ لیکن وہ پیٹر سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اسے اس سے محبت جو ہو گئی تھی۔ زندگی کی پہلی حقیقی محبت..... پیٹر اس کے پاس سر جھکائے بیٹھا تھا۔

باہر دروازے پر کھٹکا ہوا..... جینا چونکی اور پیٹر نے عجیب سی آنکھوں سے دروازے کی طرف دیکھا جیسے اسے کوئی خطرہ محسوس ہوا ہو۔

اور وہی ہوا دروازے کے عین بیچ پارکر کھڑا تھا ہاتھ میں ریوالور لیے جس کا رخ پیٹر کی طرف تھا۔

جینا کی آنکھیں خوف سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں اس کے برعکس پیٹر پر سکون انداز میں پارکر کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"حرام زادے....." پارکر کی آواز گونجی۔ "تو میرے اور اس کے بیچ آ گیا۔" اس نے جینا کی طرف اشارہ کیا۔ "میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"ایک منٹ میری بات سنو۔" پیٹر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا۔ "کیا جینا اور تمہارا کوئی معاہدہ ہوا تھا؟"

"نہیں....." پارکر نے الجھن بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں تم دونوں کے بیچ آ گیا ہوں.....؟ جہاں تک مجھے پتہ ہے جینا تمہیں پسند بھی نہیں کرتی پھر تم کیسے اس سے زبردستی کر سکتے ہو۔؟"

"جو بھی ہو میں تمہیں تو چھوڑوں گا نہیں ساتھ میں اس کو بھی اوپر پہنچا دوں گا۔" اس کا اشارہ جینا کی طرف تھا۔

جینا کا تو کاٹو تو بدن میں لہو نہیں کے مترادف حالت تھی پھر بھی بولی۔

"پارکر دیکھو..... میں نے بمشکل تھوک نگلتے ہوئے پارکر سے کہا۔

"تمہیں جو کہنا مجھ سے کہو پیٹر کو کچھ مت کہو۔"

"نہیں آج فیصلہ ہو جائے تو اچھا ہے۔" اس نے ٹریگر پر ہاتھ بڑھایا پستول کا رخ تو پہلے ہی پیٹر کی طرف تھا۔

وہ ہر حال میں مرنے مارنے کا ارادہ کر کے آیا تھا پیٹر جان چکا تھا اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتا ایک عجیب بات ہوئی۔ جس جگہ پیٹر بیٹھا ہوا تھا وہاں اب کچھ بھی موجود نہیں تھا۔

مگر ایک سنہرے رنگ کا خوبصورت اور بہت بڑا سانپ وہاں موجود تھا۔ جینا اور پارکر دونوں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس سانپ کی طرف دیکھ رہے تھے جو رینگتا ہوا صوفے سے نیچے اتر رہا تھا۔

جینا سخت صدمے کی کیفیت میں تھی اسے اچانک یاد آیا تھا کہ اسے پیٹر سے ہر بار ملاقات پر کیا عجیب سی بات محسوس ہوئی تھی۔

وہ عجیب بات پیٹر کی آنکھیں نہ جھپکنا تھا وہ ہمیشہ یک ٹک بغیر آنکھیں جھپکے جینا کی طرف دیکھتا رہتا تھا اسے اب پتہ چلا تھا کہ سانپ کبھی آنکھیں جھپکتا اور یہ بھی کہ سو سال کی عمر کے بعد وہ ہر روپ میں آ سکتے ہیں۔

سانپ تیزی سے بت بنے پارکر کی طرف بڑھا۔ سانپ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر پارکر کے بے جان وجود میں حرکت ہوئی اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتا سانپ اس کی پنڈلی پر ڈس چکا تھا۔ اس کا زہر اتنا شدید تھا کہ منٹوں سیکنڈوں میں پارکر کا رنگ نیلا پڑ گیا اور وہ وہیں پھٹی آنکھیں لیے گر گیا۔

جینا پاؤں سمیٹے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اس کی آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی ہوئی تھیں۔ سانپ نے پارکر کو ڈسنے کے بعد مڑ کر جینا کی طرف دیکھا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

جینا کے ساکت وجود میں حرکت ہوئی، اس نے زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

عشق ناگن

ایم الیاس

قسط نمبر:10

چاہت، خلوص اور محبت سے سرشار دلوں کی انمٹ داستان جو کہ پڑھنے والوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دے گی کہ دل کے ہاتھوں مجبور اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے یہ شعلہ جان لیوا اور ناقابل فراموش مراحل سے گزرتے ہوئے بھی خوشی محسوس کرتے ہیں اور اپنے وجود کے مٹ جانے کی بھی پروا نہیں کرتے۔ یہ حقیقت کہانی میں پوشیدہ ہے۔

یہ دنیا رہے نہ رہے لیکن کہانی محبت کی زندہ رہے گی۔ انہی الفاظ کو احاطہ کرتی دلگداز کہانی

"آکاش کو اچانک سماعت پر قیوں کا احساس ہوا، کیا اسے اپنی بہن یا نیلم مل سکتی ہے۔ اس ایک منکے کے عوض......؟ وہ تو ایسے ایک نہیں دس منکے بھینٹ کرسکتا ہے......؟"

"لیکن یہ تو ایک کڑی شرط تھی...... بڑا مہنگا سودا تھا۔ اسے جس طرح نیلم عزیز تھی۔ اس سے کہیں زیادہ بملا بھی عزیز تھی...... وہ اتنا خود غرض نہیں تھا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو قبول کرلے...... دوسری کو نظر انداز کردے......

وہ ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوگیا تھا...... اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ وہ کیا فیصلہ کرے......؟ یہ سب کچھ ایک خواب سا لگ رہا تھا...... جو کام جادوگر نا گنیں نہیں کرسکی تھیں۔ وہ رام دیال کرسکتا تھا......

رام دیال کی ذہانت اور صلاحیت کا وہ معترف ہوچکا تھا۔ جو مرہٹہ مندر کے تین خزانوں میں سے ایک خزانہ نکال لایا تھا۔ جس پر ناگ دیوتا اور ناگن جوڑا کا نہ صرف پہرہ تھا بلکہ وہاں ایک سحر تھا جسے ہر کوئی توڑ نہیں سکتا تھا...... لیکن رام دیال نے اپنی ذہانت سے ایک ایسا عظیم کارنامہ انجام دیا جس کی مثال نہیں ملتی تھی اور کالا جادو بھی کام نہیں دے سکتا تھا......

"تم کیا سوچنے لگے ہو......؟" سرلا اس کے پاس کھڑی ہوئی تو اس کا سراپا آتش فشاں کی طرح تپش دیتا تھا...... وہ جس ہوشربا حالت میں تھی وہ کسی خزانے سے کم نہیں تھی بلکہ قیامت تھی۔ اس کے جذبات تند اور بے قابو تھے...... ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے جذبات کے دلدل میں گرسکتا ہے۔

"میں فیصلہ نہیں کرپا رہا ہوں کہ ان دونوں میں سے کس کا انتخاب کروں؟" آکاش نے جذبات کے بھنور سے نکل کے جواب دیا۔ "اس لئے کہ میں ان دونوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں...... میرے لئے ناممکن ہے کہ صرف ایک کا انتخاب کروں؟ میں بڑی الجھن اور کشمکش میں پھنس گیا ہوں۔"

"میں تمہیں اس مشکل سے نکال سکتی ہوں......؟"

وہ بولی۔ "لیکن اس کے لئے میری ایک شرط ہے......"

"تمہاری کیا شرط ہے سرلا......؟" وہ حیرت سے بولا۔

"بات یہ ہے کہ آکاش میں تمہیں سپنوں میں صدیوں سے دیکھتی آرہی ہوں...... تمہیں سامنے پاکر مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا ہے...... تم جیسا تصوراتی محبوب میں نے اپنی دنیا میں اور سپنوں میں نہیں دیکھا...... میں یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھے صرف ایک مرتبہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

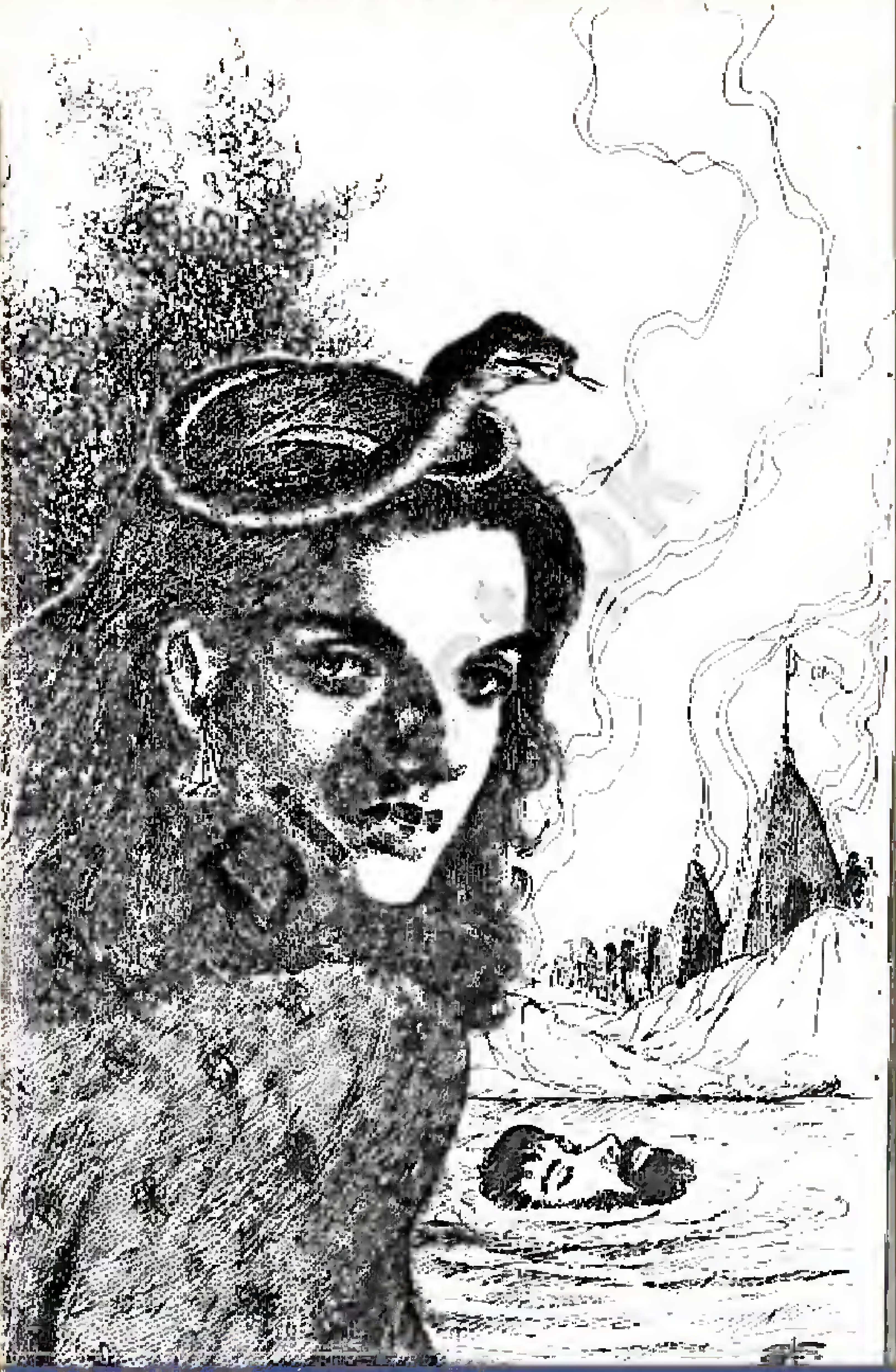

www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

خوش کردو..... اور پھر مجھے رام دیال سے نجات دلا دو..... یعنی اسے موت کی بھینٹ چڑھانے میں میری مدد کرو..... پھر تم اپنی بہن اور پتنی کو حاصل کر کے یہاں سے جاسکو گے.....'' وہ اپنی رو میں کہتی گئی۔

''رام دیال نے میرا کیا بگاڑا جو میں اسے قتل کرنے میں تمہاری مدد کروں؟''

''بات یہ ہے کہ رام دیال تمہاری بہن کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہے..... لیکن چوں کہ پجاری شنکر سوامی بھی اس کی عزت دیوتا پر بھینٹ دینے کے بعد خود حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے رام دیال اسے کھلونا نہیں بنا سکا۔ رام دیال نے ایک مرتبہ تنہائی میں موقع پا کر دست درازیاں کیں تو بملا نے اس کی مٹی پلید کردی۔ بملا کو پانے کے بعد وہ مجھے ختم کردے گا۔ اس لئے میں اسے ختم کرکے آزادی حاصل کرنا چاہتی ہوں۔''

''لیکن تم بملا کے مقابلے میں بلا کی حسین ہو۔ تمہارا اس کا کیا مقابلہ.....؟ رام دیال کو تم جیسی پتنی کہاں مل سکتی ہے.....؟'' آکاش نے کہا۔ ''تمہیں وہم ہوگیا ہے.....؟''

''تو کیا تم مجھے خوش نہیں کرو گے؟'' وہ بولی۔ ''میں تمہیں پانے کے لئے ماہئی بے آب کی طرح تڑپ رہی ہوں۔''

''لیکن اس وقت جب میں ان دونوں میں سے کسی ایک کو حاصل کرلوں؟'' آکاش نے اس طرح سے کہا۔ جیسے وہ سچ بول رہا ہو.....''

''لیکن منکہ تم رام دیال کی بجائے مجھے دو گے.....؟'' سرلا نے کہا۔

''میں منکہ صرف اسے دوں گا جب میں جسے کہوں اسے میرے حوالے کردیا جائے گا۔''

''تم یہاں میرا انتظار کرو..... میں تھوڑی دیر میں بملا اور نیلم کو لے کر آتی ہوں..... پھر تمہیں فیصلہ کرنا ہے کہ کسے اپنے ساتھ لے جاؤ گے..... بملا کو لے جاؤ تو نیلم کو واپس کردوں گی..... پھر بملا کو بے ہوش کردوں گی اسے جادو کے زور پر..... منظور ہے؟'' سرلا نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''لیکن تم اسے بے ہوش کیوں کرو گی.....؟ یہ کیا بات ہوئی؟'' آکاش نے تعجب سے کہا۔

''اس لئے کہ تم نے جو وعدہ کیا ہے؟'' وہ مستی بھری نظروں سے اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

''میں نے تم سے کون سا وعدہ کیا.....؟ تم کس وعدے کی بات کررہی ہو.....؟''

''مجھے خوش کرنے کی.....! مجھے خوش کرنے سے پہلے یہ منکہ تم مجھے دو گے.....؟''

''اوہ.....'' آکاش چونک کے بولا۔ ''رام دیال کیا تمہیں اس بات کی اجازت دے دے گا کہ میں منکہ تمہارے حوالے کردوں.....؟ بقول تمہارے منکہ کے عوض ان دونوں میں سے ایک کو میرے حوالے کردے گا.....''

''دیکھو..... اس وقت میں ابھی اور اسی وقت رام دیال کے پاس جارہی ہوں جو تمہاری لاٹھی کھانے کے بعد بستر پر دراز تکلیف سے تڑپ رہا ہے..... یہاں ایک خوشبودار بوٹی ملتی ہے جسے سونگھا کر بے ہوش کردوں گی..... وہ چھ سات گھنٹے بے ہوش رہے گا.....''

''ہوش میں آنے اور میرے جانے کے بعد وہ منکہ تم سے چھین لے گا تو تم کیا کرو گی؟''

''منکہ میرا ہوگا..... میری ملکیت..... منکہ جس کے پاس ہوتا ہے۔ وہ ایک ایسی شکتی کا مالک ہوجاتا ہے جس کے آگے دنیا کی ہر شکتی کمزور اور بے بس ہوجاتی ہے..... رام دیال نہ صرف میرا غلام بلکہ پالتو کتا ہوجائے گا۔ میرا بال تک بیکا نہیں کرسکے گا.....''

''اچھا جاؤ..... نیلم..... اور بملا کو جلدی سے لیتی آؤ.....'' آکاش نے کہا۔

''مجھے ان دونوں کو لانے میں چھ سات گھنٹے لگ سکتے ہیں۔'' سرلا نے جواب دیا۔

''لیکن تم نے کہا تھا کہ تھوڑی دیر میں لے کر آؤں گی.....؟ اب تم چھ سات گھنٹوں کی بات کررہی ہو؟''

''اب حالات پر منحصر ہے۔'' وہ بولی۔ ''لانے کو میں منٹ میں بھی لاسکتی ہوں..... لیکن مجھے پہلے پجاری

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

شنکر سوامی کے شراب میں بے ہوشی کی دوا بغیر محسوس انداز سے ملانا ہوگی جو اتنا آسان نہیں ہے......؟ وہ بڑا مکار اور ذلیل شخص ہے...... لیکن تم چنتا نہ کرو...... لیکن ایک صورت ایسی ہے کہ تم مجھے اپنا منکا دے دو، میں ان دونوں کو چند منٹ میں لیتی آؤں......؟"

"میں اس وقت تک منکا نہیں دوں گا جب تک تم اپنا وعدہ پورا نہیں کرو گی؟" آکاش نے چونک کے کہا۔

"کیا تم نے مجھے بے وقوف سمجھ رکھا ہے جو شرط پوری ہونے سے قبل منکا تمہاری جھولی میں ڈال دوں۔"

"کیا تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے......؟" سرلا نے کہا۔ "یقین کرو میں تمہیں دھوکا نہیں دوں گی؟"

"میرے باپ نے کہا تھا کہ...... میں نے بھی اپنے باپ پر بھروسہ نہیں کیا تم بھی کبھی نہیں کرنا...... خصوصاً عورت پر...... چاہے وہ تمہاری ماں، بہن، محبوبہ اور بیوی ہی کیوں نہ ہو......؟"

آکاش کا جواب سن کر سرلا کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے آکاش نے اس کے وجود پر دہکتا ہوا انگارہ رکھ دیا ہو...... اگر اس کے پاس پستول، چاقو یا خنجر ہوتا تو وہ آکاش کو قتل کرکے اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کتوں اور جانوروں کو کھلا دیتی...... وہ کچھ نہیں کرسکتی تھی...... وہ خون کے گھونٹ پی کے رہ گئی۔ اس لئے بھی کہ ہر قیمت پر اسے منکا حاصل کرنا تھا۔

"جیسے تمہاری مرضی......" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "ان دونوں کو لانے میں جارہی ہوں...... میرا یہاں انتظار کرو۔ یہاں سے کہیں نہ جانا۔"

آکاش کو تجربات نے اتنا کچھ سکھا دیا تھا کہ وہ کسی عورت پر بھروسا کرنا نہیں چاہتا تھا...... سرلا کا جسم اس قدر دلکش اور کشش کے خزانوں سے بھرا ہوا تھا کہ ایک سنیاسی بھی اپنے جذبات پر قابو نہیں پاسکتا تھا۔ اگر چھٹی حس نے اسے خبردار کیا نہ ہوتا تو وہ اس غلاظت میں آنکھیں بند کرکے کود جاتا اور موت کی نیند سو جاتا۔

پھر وہ سرلا کے بارے میں سوچنے لگا۔

کیا واقعی رام دیال اور اس کی بہن اور نیلم کو مرہٹہ مندر حویلی سے نکال کے اس کے سامنے لے آئے گا؟ ادھر سرلا کہہ رہی ہے کہ وہ لے آئے گی اور منکا اسے دے دیا جائے گا؟

"اب وہ یہاں سے جانے سے پہلے بملا اور نیلم کو تھوڑی دیر میں لانے گا...... اور پھر اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اس میں چار پانچ گھنٹے بھی لگ سکتے ہیں۔

کیا واقعی ان دونوں کو وہ لاکے اس کے سامنے کھڑا کردے گی اور اسے صرف ایک ہستی کو لے جانے کی اجازت ہوگی۔

کیا اسے کسی ایک کے بدلے منکا دے دینا چاہئے......؟

اس کے دل کے کسی کونے میں ایک شک کی لہر اٹھی...... اگر سرلا نے ان میں سے کسی ایک کے عوض منکا پانے کے بعد وہ انہیں واپس لے گئی تو وہ کیا کرے گا؟ پوری دولت کے چکر میں آدھی سے بھی گیا؟

کیا سرلا اسے دھوکہ دے گی......؟ اگر اس نے ایسا کیا تو پھر وہ اس کے خلاف کیا کرسکے گا......؟

سرلا نے اس سے کہا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے...... وہ اسے صدیوں سے سپنوں میں دیکھتی آرہی ہے...... پوجا کرتی ہے اور وہ اسے اپنی محبت دے دے اور اپنی گرفت میں لے لے۔

رام دیال یہاں کسی بہانے سے فرار ہوکے روپوش ہوگیا ہے...... سرلا نے اسے بتایا تھا کہ اس کا شکار کرنے کے لئے ان دونوں نے ایک ڈھونگ رچایا...... جب وہ کٹیا میں پانی پینے کے لئے گھسا تھا تو اس نے دیکھا تھا کہ رام دیال...... سرلا کی عزت تباہ کرنے پر تلا ہوا تھا......

بہت ساری باتیں بے ربط تھیں...... ان میں تضاد تھا...... اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ آخر سارا کھیل کیا ہے؟ اس کی بات کا یقین کرلینا چاہئے...... یا نہیں......

اسے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا...... سب سے پہلے سرلا اندر داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کی بہن بملا اور نیلم تھی...... اسے اپنی نظروں پر یقین نہیں آیا۔ اسے سپنے کی طرح لگا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

وہ تینوں اس کی نظروں کے سامنے کھڑی ہوئی تھیں..... سرلا ان سے قدرے ہٹ کر کھڑی آکاش بملا اور نیلم کو دیکھ رہی تھی..... بملا اور نیلم آکاش کو دیکھ رہی تھیں۔

آکاش نے بملا اور نیلم کو دیکھا تو اس کا دل اس طرح نہیں دھڑکا جس طرح دھڑکنا چاہئے تھا اور نہ ہی اسے کوئی خوشی ہوئی، کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے منکے چلے جانے کا غم وصدمہ ہو رہا ہو؟ اس نے سوچا۔

لیکن وہ اپنی بہن اور پتنی نیلم پر ایسے دس منکے نچھاور کر سکتا تھا۔

وہ دونوں بھی اپنی اپنی جگہ بیا کت وجامد مورتیاں لگ رہی تھیں۔

وقت بھی ساکت ہو گیا تھا.....ایک گہری خاموشی تھی جو پورے ماحول پر مسلط تھی۔

پھر یک لخت خاموشی کا سحر ٹوٹا..... پہلے بملا کے سراپا میں ایک ارتعاش سا اٹھا..... پھر وہ دیوانہ وار آکاش کی طرف بڑھی اور اسے اپنی آغوش میں لے کے اسے بے تحاشا پیار کرنے لگی۔

"آکاش.....! میری جان.....! میں تمہاری نیلم ہوں..... تم نے مجھے پہچانا نہیں..... میری جان! تم مجھے بھول گئے..... میں تمہاری نیلم ہوں..... میں کب سے تمہاری جدائی میں تڑپ رہی ہوں....."

جب وہ لباس سے بے نیاز ہونے لگی تو آکاش چونکا.....اسے ہوش سا آیا..... بملا نے اس کو جس طرح چوما، پیار کیا اس میں ایک بہن کی محبت نہیں تھی.....

پھر نیلم نے پل بھر کی تاخیر بھی نہیں..... وہ آکاش کے بازوؤں میں تڑپ کے سا گئی۔ وہ بڑی جذباتی ہو گئی۔ اس نے اپنے ہونٹ آکاش کے لبوں میں پیوست کر دیئے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے خود کو عریاں کرنا چاہا تو آکاش نے اسے خود سے جدا کر کے اتنے زور سے دھکا دیا کہ وہ خود پر قابو نہ پا سکی اور نہ اس کا توازن برقرار رہا۔ لڑکھڑاتی ہوئی فرش کی خاک چاٹنے لگی۔

"آکاش.....! یہ کیا کر رہے ہو.....؟ یہ تمہاری پتنی نیلم ہے.....؟" سرلا حیرت اور غصے سے بولی۔

"مکار..... کمینی..... تو مجھے بے وقوف بنا رہی ہے..... یہ ہرگز..... ہرگز نیلم نہیں ہے.....!" آکاش نے بگڑ کر کہا۔ "یہ کوئی اور عورت ہے..... عورت بھی نہیں بلکہ کوئی ڈائن ہے..... تو اسے پتنی کا روپ دھار کے لائی ہے۔ اسے بھی تم نے بملا کا روپ دیا ہوا ہے..... کوئی بہن کیا اتنی بے شرم ہو سکتی ہے کہ ایک بھائی کے ساتھ تم دونوں کے سامنے فحش حرکات کرے..... تم نے عجلت میں جو منصوبہ بنایا اس میں گڑبڑ ہو گئی اور بیتا تمہیں چوک گئی تھیں..... ٹھہرو..... میں تیزاب تم تینوں اور رام دیال کے جسموں اور چہروں پر پھینکتا ہوں....." وہ اپنی گٹھری ٹٹولنے لگا جس میں اس کے دو جوڑے تھے۔

اس نے خالی خولی دھمکی دی تھی۔ اس کی دھمکی سنتے ہی وہ تینوں گدھے کے سر کے سینگ کی طرح غائب ہو گئیں۔

جب اس نے فوراً ہی کٹیا سے نکل کر باہر دیکھا..... اس نے شمال کی سمت چار سائیوں کو تیزی سے جاتے دیکھا۔ اس کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی تھی۔ رام دیال کی صلاحیت اور ذہانت خاک میں مل گئی اور سرلا کا بنایا ہوا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا..... وہ ناگنیں تھیں کوئی اداکارائیں نہیں۔

یوں بھی اس نے دل میں فیصلہ کیا ہوا تھا کہ وہ دونوں سچ مچ اس کے سامنے لائی جاتیں تو وہ منکہ دینے سے انکار کر کے انہیں واپس کر دیتا۔ اس لئے کہ وہ منکے کی شکتی کی بدولت ان دونوں کو رہا کروا لیتا..... وہ یہ بات بھی جانتا تھا کہ بملا اور نیلم کو جو قیدی بنا کے رکھا ہوا تھا۔ انہیں نکال لانا کوئی کھیل مذاق نہیں تھا۔ ان سے نجات پانے کے بعد اس نے بڑے سکھ چین کا سانس لیا تھا۔ اور منکے کی حفاظت اور ضروری ہو گئی تھی۔

جانے یہ کس کی کٹیا تھی۔ آکاش پالی پی کے اپنی مہم پر نکلا اور تیزی سے چل پڑا۔

سورج چڑھتے تک وہ مرگھٹ مندر کے خاصا قریب ہو گیا تھا۔ اس نے دور سے ہی مندر کے خدوخال صاف واضح اور نمایاں طور پر دیکھ لئے تھے۔ وہ مندر جتنا پرشکوہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تھا اتنا ہی خوف ناک دکھائی دیتا تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہاں عفریت موجود ہیں...... اسے دھندھیر نے بتایا تھا کہ راستے میں بڑے زہریلے، خطرناک اور ایسے مہلک سانپ اور ناگنیں جھاڑیوں اور اپنے زیر زمین بل نما گھروں میں چھپی ہوتی ہیں جو انسانی بو اور آہٹ پاتے ہی نکل آتی ہیں۔ ان کا ڈسا پانی بھی نہیں مانگتا ہے۔

حالانکہ اس نے خاصی مسافت طے کرلی۔ اس نے جھاڑیوں، درختوں کے جھنڈوں اور بلوں کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا تھا لیکن ان میں سے موذی جانور کیا اس کا بچہ بھی باہر نہیں آیا۔۔۔ شاید مشک کی وجہ سے...... کوئی ناگن اور ناگ بھی باہر آتا تو اسے کوئی نقصان پہنچا نا یا اس لینے کی کوشش کرتا۔

وہ ستانے کی غرض سے ایک مٹی کے ٹیلے پر بیٹھ گیا جو ایک گھنے درخت کی چھاؤں میں تھا۔ اسے عجیب شانتی محسوس ہوئی۔ یہاں جو ہوا چل رہی تھی وہ قدرے خوش گوار تھی جس سے وہ اپنی نس نس میں فرحت کی لہریں دوڑتا محسوس کرنے لگا۔

اس کے سامنے فرلانگ بھر دور مرگھٹ مندر تھا۔ اس مرگھٹ مندر میں اس کی بہن بملا قید تھی۔ نیلم یہاں نہیں تھی...... کالی دنیا...... کالی راج دھانی اور جانے اس کے نجانے کیا کیا نام تھے۔ جس کے منہ میں جو آیا وہ کہتا تھا...... کوئی کالی دنیا...... کالی راج دھانی...... اب اسے بملا کو یہاں سے رہائی دلا کے اس کالی راج دھانی کی تلاش میں جانا تھا...... وہ دنیا کہاں آباد تھی۔ اب تک پتا نہ تھا۔

آکاش کو اس بات سے اطمینان تھا کہ بملا کی عزت پجاری شنکر سوامی سے محفوظ ہے۔ کیوں کہ اسے کالا ناگ دیوتا کی بھینٹ چڑھانا تھا جو کہ کنواری اور انتہائی حسین اور پرکشش دوشیزاؤں کی بھینٹ قبول کرتا تھا۔ پجاری چاہتے ہوئے بھی بملا کی عزت سے کھیل نہیں سکتا تھا۔ کھیلنے کی صورت میں اس کا کالا ناگ دیوتا کے قہر سے بچنا بہت مشکل ہوجاتا۔

چمپا نے اسے یہ بتایا تھا کہ پجاری شنکر سوامی کی اس بھینٹ سے کالا ناگ دیوتا خوش ہوجائے گا۔

کیوں کہ صدیوں سے پجاری، سنیاسی، پنڈت اور سادھو جو ناریاں دان دیتے ہوئے آئے تھے ایک بھی بملا کی ثانی نہیں تھی۔ یہ پہلی ایسی حسین اور نوجوان دوشیزہ تھی جو ناگن رانی بن سکتی بلکہ بنائی جاسکتی تھی۔

اس طرح سے کہ کالا ناگ دیوتا...... جب کسی نہایت حسین اور نوجوان کنواری دوشیزہ کی بھینٹ قبول کرلیتا تھا تو اس کے ساتھ وہ چالیس دنوں تک جشن سہاگ راتیں مناتا تھا۔ اس دوران وہ ہر رات اس کے حسن و شباب اور جسم سے سرفراز ہوتے ہوئے اس کے گلے کے نیچے دانت گاڑ کے اس کا خون پیتا تھا۔ جتنی مقدار کا خون پیتا تھا اتنا ہی خون اس لڑکی کے بدن میں منتقل کرتا رہتا تھا...... پھر چالیس دنوں کے بعد وہ اسے ناگن رانی کا خطاب دیتا اور اپنی رانی بنالیتا تھا۔

ان چالیس دنوں میں وہ اس نسل کی فرد بن جاتی تھی اور اس کی عمر صدیوں پر محیط ہوجاتی تھی۔ پھر اتنی شکتی اور قدیم جادو منتر اور سفلی علوم پر جان دار اور بے جان چیزوں کا روپ بھرنے کی صلاحیت کے علاوہ وہ دنیا کی ہر قدیم اور نئی زبان پر قادر کردیا جاتا تھا...... لیکن یہ عمل صرف کالی راج دھانی میں ہوتا تھا......

ناگ دیوتا چالیس دنوں کے بعد اپنی رانی کو اس بات کی اجازت دیتا تھا کہ وہ جس ناگ، ناگ دیوتا، سانپ اور اژدھے سے تعلق رکھے...... اس کی جیون ساتھی بننا پسند کرے...... اس کے بچے پیدا کرے...... کوئی قانون اور بندھن نہ ہوگا...... اور وہ پھر انسان کی نسل نہیں بن سکتی۔

یہ باتیں...... قصے کہانیاں اور واقعات اس نے بچپن میں سنیاسیوں اور سپیروں سے سنیں...... پھر پدما، امرتا، چمپا اور بھی سادھوؤں سے سنی تھیں...... یہ کتنا سچ ہے...... جھوٹ کا پلندہ ہے...... من گھڑت ہے...... لیکن وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ یہ مبالغہ آرائی ہے اور جھوٹی کہانیاں ہیں۔ بہت ساری باتیں اور شواہد ایسے تھے کہ وہ انہیں جھٹلا نہیں سکتا تھا۔

چمپا نے اسے بتایا تھا کہ اس کی بہن بملا جو مرگھٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مندر میں قید ہے۔ وہ شیطان پجاری شنکر سوامی کا ایک اذیت ناک استحان ہے۔ پجاری شنکر سوامی نے اسے جس کمرے میں قید کیا ہوا ہے۔ وہ ایک جادوگرنی کی نگرانی اور تحویل میں ہے۔ وہ ایک ناگن ہے۔ گو اسے اختیار ہے کہ بملا کی زندگی سے فائدہ اٹھا کے اس کی عزت پامال کرے۔ لیکن وہ چاہے بھی تو ایسا نہیں کرسکتا..... اس لئے کہ وہ کالا ناگ دیوتا کی امانت ہے..... وہ جادوگرنی اس لئے بملا کی عزت کی حفاظت کرتی ہے...... اگر بملا پر آنچ آگئی تو دیوتا کو فوراً وہ خبر کردے گی...... پھر ناگ دیوتا اسے ایسی عبرتناک موت مارے گا کہ کتے سے بھی بدتر ہوگی۔ پجاری نے بملا کو ایسی حالت میں رکھا ہوا ہے کہ جو ایک شریف عورت کے لئے نامناسب اور شرمناک ہے۔ وہ دن میں اور رات میں بھی دو ایک مرتبہ جا کے نظروں کی پیاس بجھاتا ہے..... دست درازیاں اور من مانیاں کرتا ہے لیکن حد سے تجاوز نہیں کرتا اور نہ کرسکتا ہے اس لئے کہ اسے خبر ہے کہ اس کا کیا انجام ہوگا...... بملا اس کے منہ پر تھوک دیتی ہے...... اسے خوب گالیاں دیتی ہے۔ لیکن اس رذیل کو شرم نہیں آتی ہے..... دیوتا کو صرف بملا کے حسن سے دلچسپی اور غرض ہے اس لئے وہ پجاری سے باز پرس نہیں کرتا ہے.....

ان باتوں سے آکاش کو اندازہ ہوگیا تھا کہ پجاری شنکر سوامی کس قدر پاپی ہے..... وہ دل میں سوچ رہا تھا کہ کاش! اس کا سامنا پجاری سے ہوجائے..... اگر وہ کمینہ اس کے مقابلے پر آگیا اور اسے علم ہوگیا کہ وہ بملا کا رشتہ دار بھائی ہے تب اس کا ردعمل کیا ہوگا......! وہ اسے اپنی کسی پوشیدہ طاقت کے سہارے اسے مفلوج اور بے بس کرنے کی کوشش کرے گا...... لیکن اس کے علم میں یہ بات نہیں ہوگی کہ اس کے پاس طلسماتی منکا ہے۔ وہ آکاش کا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا...... لیکن وہ اس بات کی کوشش کرے گا پجاری کو کتے کی موت مارے.....

وہ تازہ دم ہو کے اٹھا پھر وہ مرہٹہ مندر کی طرف بڑھا تو اس کا دل فکر اور تشویش میں مبتلا ہوتا گیا۔

جوں جوں اس کے اور مندر کے درمیان فاصلہ کم ہوتا گیا اس کی وحشت بے چینی اور اضطراب میں اضافہ ہونے لگا۔ اس نے صدیوں قدیم مندر کا ایک تنقیدی انداز سے جائزہ لیا..... اس عمارت کی دیواروں سے ایک عجیب سی وحشت اور ویرانی ٹپک رہی تھی..... چوں کہ نہ تو اس کی دیکھ بھال کی جارہی تھی اور نہ صاف ستھرائی کی گئی تھی وہ کسی کھنڈر کا نقشہ تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہاں کا کوئی جان دار رہ کرتا ہے..... سنسناتی ہوئی ہوائیں..... بنجر زمین سے اس پر کسی شمشان گھاٹ کا دھوکا ہوتا تھا۔

پھر وہ مندر سے دو سو قدم کے فاصلے پر کسی نہ کسی خیال سے رک گیا تا کہ وہ تازہ دم ہوجائے اور اپنی ساری قوت کو یکجا کرلے۔ اس مندر کو پجاری شنکر سوامی نے اپنا عشرت کدہ بنا رکھا تھا..... وہ پوری طرح تیاری سے پجاری سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا اور اسے کیفر کردار تک پہنچا کے بملا کو نکال لے جائے..... پہرے پر جو ناگن تھی وہ دن اور رات کے حصے پر بملا کی نگرانی اور حفاظت پر مامور تھی۔ اس موذی سے کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔

گرد و پیش کا جائزہ لینے کے بعد اس نے اپنے آپ کو ہر طرح سے پجاری شنکر سوامی کے مقابلے پر تیار پایا۔ پھر وہ مندر کے آہنی داخلی دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ بے حد محتاط اور چوکنا تھا۔

ابھی اس نے صرف چند قدم ہی طے کئے تھے کہ عقب سے اسے کسی نے آواز دی۔ یہ مانوس سی آواز محسوس ہوئی۔

وہ اس طرح سے اچھل پڑا جیسے اس نے بجلی کی ننگی تار پر پیر رکھ دیا۔

چوں کہ آکاش ذہنی طور پر بے حد پریشان، الجھا ہوا اور دباؤ کا شکار تھا۔ ذہن میں انتشار تھا اس لئے وہ آواز کو ٹھیک سے شناخت نہ کرسکا۔ اس کے سارے بدن میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی جو اس کی ریڑھ کی ہڈی میں نوکیلے چاقو کی طرح اترتی چلی گئی جس نے اس کے سارے وجود کو ہلا کے رکھ دیا..... اور وہ اس پر ششدر تھا کہ یہاں اس بیابان میں کون اس کا شناسا آگیا جس کے بارے میں خواب و خیال میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

آکاش نے بجلی کی سی سرعت سے پلٹ کے دیکھا تو اسے اپنی نظروں پر یقین نہیں آیا۔

اس کی نظروں کے سامنے چمپا کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ سفید پڑا ہوا تھا۔ لہو کی بوند بھی نہ تھی..... اس کے ہونٹ مردہ سے لگ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں خوف و دہشت بھری ہوئی تھی۔

"آکاش..... آکاش..... میری جان..... ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھاؤ......" وہ ہذیانی لہجے میں بولی۔

چمپا کو اچانک اور غیر متوقع سامنے پاکے اس کے دل کو ایک عجیب سی فرحت محسوس ہوئی۔ وہ خوشی سے بولا۔

"چمپا.....! تم اس وقت یہاں کیسے.....؟ اگر پجاری شنکر سوامی نے تمہیں دیکھ لیا تو.....؟"

چمپا نے فوراً اس کی بات کا جواب نہیں دیا..... کیوں کہ اس کے سینے میں سانسوں کا زیر و بم چکو لے کھا رہا تھا جس کی وجہ سے اس کا بولنا دشوار ہو رہا تھا..... سانسیں تھیں کہ قابو میں نہیں آ رہی تھیں۔

چمپا نے اپنے دھڑکتے سینے پر ہاتھ رکھ کے سانسوں پر قابو کرنے کی کوشش کی۔ پھر درمیان میں اٹک اٹک کے بولی۔

"بھول گئی..... اتنی بڑی بھول کہ کیا بتاؤں.....؟ ایک ایک لمحہ نہایت قیمتی ہے..... اس کا اندازہ تم نہیں کر سکتے....."

"تمہارا کیا مطلب جانی.....؟" آکاش نے اس کے چہرے سے بکھرے بالوں کو ہٹایا۔ "میں کیا کروں.....؟"

"تم مرہٹہ مندر سے اتنی دور بھاگ جاؤ کہ اس کا سایہ بھی نہ پڑے....." چمپا نے سراسیمگی سے کہا۔

"تم جب تک مجھے پوری بات نہیں بتاؤ گی میری سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا..... میں بدحواس سا ہو رہا ہوں۔"

"یہ مرہٹہ مندر نہیں بلکہ تمہارے لئے عقوبت خانہ ثابت ہوگا....." وہ رک رک کے کہنے لگی۔ "انہیں کسی طرح علم ہو گیا ہے کہ تم اپنی بہن کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہو..... تمہارے لئے یہاں ایک آہنی پنجرہ تیار کیا گیا ہے جس میں تمہیں کسی پنچھی کی طرح ساری زندگی کے لئے قید کر دیا جائے گا..... پھر تمہیں سسکا سسکا کر مار دیا جائے گا..... تمہیں نہ تو آزادی ملے گی اور نہ سکھ..... کھانا بھی تین دن میں صرف ایک مرتبہ ایک وقت دیا جائے گا....."

"لیکن چمپا.....!" آکاش نے تحیر زدہ لہجے میں کہا۔ "تمہیں اس بات کا علم کیسے اور کیوں کر اور کس سے ہوا؟"

"دراصل میں غلطی سے فریب کھا کے اس رذیل کے جال میں آ گئی تھی....." چمپا سانسوں کے درمیان کہنے لگی۔ "مجھ پر یہ بات آشکارا ہوئی کہ تمہاری بہن بملا کسی انسان کے رحم و کرم پر نہیں ہے..... تمہاری بہن کو ڈھال بنا کے تمہیں پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہے تا کہ یہ منکا حاصل کر لیا جائے۔"

"میری جان چمپا.....؟" آکاش بھونچکا سا ہو کے تیز و تند لہجے میں بولا۔ "تمہاری باتیں میرا! مجھ سے بالاتر ہیں۔"

"آکاش..... یہ وقت ان باتوں اور تفصیل میں جانے کا نہیں ہے....." چمپا نے اس کا ہاتھ تھام کے مضبوط گرفت میں لے لیا۔ "میں تمہیں یہ تو بتاؤں کہ بازی الٹ گئی..... امرتا رانی نے جو بساط بچھائی تھی اس میں ناکامی ہو گئی ہے..... شیو ناگ ادھر ادھر بھٹکتا ہوا مرہٹہ مندر آ گیا اور ادھر اس میں روپوش ہو گیا..... اس نے اس ناگن کو جو اس کی پجاری شنکر سوامی سے حفاظت اور نگرانی اس کی ہوس کاری سے باز رکھنے کے لئے مامور تھی اس سے دور اتنی کھیل کے بھگا دیا..... پجاری شنکر سوامی سے کہہ دیا کہ بھول کے بھی ادھر کا رخ نہ کرنا..... پجاری شنکر سوامی نے اسے جتا دیا کہ یہ کالا ناگ دیوتا کی امانت ہے جو اسے جشن والے دن بھینٹ کیا جائے گا..... تا کہ اسے اپنی داسی بنائے..... یہ سن کے شیو ناگ نے تمہاری بہن کی بے حرمتی نہیں کی..... پھر شیو ناگ نے مجھ سے کہا کہ..... میں جانتا ہوں کہ تم آکاش سے عشق کرتی ہو..... آکاش کی زندگی اور بملا کی عزت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

عزیز ہے تو تم میرے پاس مرہٹہ مندر آ ؤ...... ورنہ میں بملا کی عزت کو داغ دار کر دوں گا اور آ کاش کو موت کی گود میں سلا دوں گا۔

میں یہ بات جانتی تھی کہ شیو ناگ کچھ بھی کرلے بملا پر آنچ نہیں آ سکتی...... لیکن تمہاری زندگی ختم ہو سکتی ہے۔اس نے اس طرح مجھے ورغلایا اور فریب دے کے مرہٹہ مندر آنے پر مجبور کیا...... میں اس خطرناک کھیل اور اس کے جال سے بے خبر تھی۔ جب میں مندر پہنچی تو اس نے مجھے بے عزت کر دیا...... لیکن میں نے اس کی شراب میں بے ہوشی کا سفوف ملا دیا۔ اس نے مجھے شراب پینے اور ساتھ دینے پر مجبور کیا۔ میں نے شراب اس کی نظریں بچا کے پھینک دی لیکن میں نے نشے کی اداکاری کرتے ہوئے اسے وہ سب کچھ بتا دیا جو میں نے تمہیں بتا دیا۔ معلوم نہیں کیوں اور کیسے میری عقل پر پردے پڑ گئے...... یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ مرہٹہ مندر صدیوں سے ویران اور غیر آباد پڑا ہوا ہے...... یہاں کوئی پجاری نہیں رہتا...... لیکن اسے صرف پجاری شنکر سوامی نے غشرت کدہ بنا رکھا ہے......

جب سے شیو ناگ نے یہاں اپنا ٹھکانہ بنایا ہے پجاری شنکر سوامی ادھر کا رخ نہیں کرتا ہے اس لئے کہ شیو ناگ کی گرفت یہاں بہت مضبوط ہے۔ اس مندر کے تہہ خانوں میں صدیوں سے جو خزانے رکھے ہوئے ہیں ان پر برسوں سے اس کے گرگوں کا راج تھا...... جب کسی نے بھولے سے بھی مندر کے اندر قدم رکھ دیا تو دنیا کی کوئی شکتی اور جادو اسے شیو ناگ کے پنجے سے نکال نہیں سکتی...... وہ جانتا تھا کہ آنکھیں نکل جانے کے بعد امرتا ناگن رانی کے مقابلے میں کمزور پڑ گیا ہے اور اب آسانی سے امرتا ناگن رانی کو اپنی شکتی کے بل بوتے پر زیر نہ کر سکے گا...... اس نے امرتا ناگن رانی کے پھندے سے نکلتے ہی سب سے پہلے یہ منصوبہ بنایا کہ تمہیں پھانسنے کے لئے جال بنایا...... اس نے تمہیں اپنے چچا کے ہاں پا کے تمہاری موجودگی سے فائدہ اٹھا کے بملا کو اغوا کر لیا تھا...... یہ تاثر دینے کے لئے تم نے اپنی رشتہ دار بہن کو اغوا کر کے کہیں چھپا کے رکھا ہے...... چوں کہ وہ لاکھوں میں ایک ہے۔ لہٰذا تم اس سے کھیلتے ہو...... اور پھر بملا بھی تمہاری وجاہت اور خوب صورتی سے متاثر ہو کے رنگ رلیاں منا رہی ہے...... اغوا اور پراسرار گمشدگی ایک ڈھونگ ہے......

پھر شیو ناگ نے مجھے فریب دے کر میرے راستے سے تمہیں ورغلا دیا۔ کیوں کہ اسے یقین تھا کہ تم اپنی بہن کا سراغ ملتے ہی مرہٹہ مندر جاؤ گے اور یوں بھی تم نیلم کی تلاش میں یہاں آئے ہو...... اور پھر جانے بغیر شیو ناگ سے تمہاری مڈبھیڑ ہو گی...... وہ کسی نہ کسی تدبیر سے تم اس سنیاسی بابا کا سکہ چھین لے گا اور اس کی مدد سے امرتا رانی ناگن کو بے بس کر کے اپنا قیدی بنا لے گا...... پھر وہ تمہاری بہن بملا کو کالا ناگ دیوتا کی بھینٹ کر دے گا۔ کالا ناگ دیوتا جو اس خوشی میں اسے انعام دے گا وہ اس کی بینائی یعنی دو آنکھیں۔ پھر چالیس دن کے بعد وہ کالا ناگ دیوتا سے تمہاری بہن کو مانگ لے گا۔" چمپا کی زبانی یہ کتھا سن کے آکاش کی آتما جیسے کانپ اٹھی۔

گو کہ شیو ناگ اپنی بینائی سے محروم ہو چکا تھا اور امرتا نے اس کی آنکھیں ضائع کر دی تھیں لیکن وہ اپنی نادیدہ قوت سے ہر ایک چیز کو دیکھ سکتا تھا...... محسوس کر سکتا تھا...... مقابلہ دشمن سے کر سکتا تھا...... آکاش اس کے ہر حملے کا مقابلہ اور مزاحمت کر سکتا تھا۔ اس پر شیو ناگ کی کسی بھی جادو اور شکتی اور حملے کا اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کے پاس ایسی کوئی شکتی اور چیز نہیں تھی جس سے وہ شیو ناگ کا مقابلہ کر سکے...... شیو ناگ نے اسے ناکارہ اور بے بس کر کے سکہ چھین لینے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔

دوسری طرف وہ اس کی بہن کی جوانی کا دیوانہ ہو گیا تھا...... گو کہ بملا کا دیوانہ تو پجاری شنکر سوامی بھی تھا لیکن اب وہ بھی امیدوار تھا...... گو کہ بملا پر آنچ نہیں آ سکتی تھی اس لئے کہ وہ کالا ناگ دیوتا کی منظور نظر اور چالیس دنوں کے لئے رانی بننے والی تھی...... لیکن وہ مندر کی تنہائی میں اس سے من مانیاں کر سکتا تھا......

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پجاری شنکر سوامی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ شیو ناگ سے مقابلہ کرسکے۔

وہ کسی قیمت پر منکا کسی کے بھی حوالے کرنے کو تیار نہیں تھا۔ ادھر شیو ناگ اسے قابو میں کرکے بے بس کرنے منکا حاصل کرنے کے لئے جال بچھا چکا تھا تاکہ اسے عقوبت خانے میں بند کرکے تڑپا تڑپا کے مار دے۔

پھر چمپا نے دوبارہ اس کا ہاتھ تھام کے اسے مندر کی مخالف سمت تیزی سے لے کے چل پڑی۔

پھر آکاش کو تیز تیز چلنا پڑا۔ اس کا سانس پھولنے لگا۔ اس نے ہانپتے ہوئے سوال کیا۔

"امرتا رانی کہاں ہے..... اس کی کوئی خیر خبر ہے.....! کیا اس نے شیو ناگ کو قابو میں نہیں کیا جو یہ کمینہ ادھر آکے مندر میں روپوش ہوگیا ہے.....؟"

"وہ اوتی نگر چلی گئی ہے۔" چمپا نے بتایا۔

"اوتی نگر.....؟" آکاش کے لہجے میں استعجاب سا تھا۔ "میں پہلا ہی پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"اوتی نگر کا نام اور جگہ ہماری نسل کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے....." چمپا بتانے لگی۔ "یہ سمندر کے پاس کنارے پر جو چٹانیں ہیں اس کے نیچے یہ نگر آباد ہے..... ایک طرح سے یہ اوتی نگر ایک دنیا ہے جو صدیوں سے آباد ہے..... اسے دیوتاؤں نے بسائی تھی..... اس نے اس اوتی نگر میں پناہ لی ہوئی ہے۔"

"وہ کس لئے.....؟" آکاش کی حیرت دوچند ہوگئی۔

"اس ڈر اور خوف سے کہ کہیں تم شیو ناگ کے جال میں نہ پھنس جاؤ۔" چمپا بولی۔ "اس کے پاس پناہ لینے کی وجہ سے شیو ناگ تمہیں اب تک اپنے جال میں پھانس نہ سکا..... وہ امرتا کو قابو میں کئے بغیر تم پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا..... اس رذیل شیو ناگ کا یہ خیال ہے کہ امرتا رانی کو قابو میں کرنے سے وہ اس کے سامنے جھک جائے گی..... اور تم بآسانی زیر ہوجاؤ گے..... یہ شیو ناگ کی غلط فہمی ہے..... وہ مرجائے گی لیکن شیو ناگ کے سامنے جھکے گی نہیں..... چوں کہ اسے خبر نہیں ہے کہ تم اب تک شیو ناگ سے محفوظ ہو۔ یہ علم ہوتے ہی وہ اوتی نگر سے نکل آئے گی..... پھر ایسی کوئی تدبیر کرے گی کہ شیو ناگ کو سبق دے سکے۔"

"تم نے اوتی نگر کے بارے میں تفصیل سے نہیں بتایا؟" آکاش نے پھر سوال کیا۔

سمندر کی تہ میں جو یہ اوتی نگر آباد ہے اس میں صرف اور صرف جل ناگ اور ناگنیں رہتی ہیں..... یہ دنیا بالکل الگ، انوکھی اور بڑی خوب صورت بھی ہے..... اس دنیا میں ایسے ایسے دل فریب مناظر ہیں کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا..... اور پھر اس کے اندر حویلی نما محل ہے..... پر شکوہ..... جل ناگوں کی دھرتی بالکل سپنوں کی مانند ہے..... کالی راج دھانی والوں سے ان اوتی نگر والوں میں بسنے والوں کی صدیوں سے دشمنی چلی آرہی ہے..... اتنی نفرت ہے کہ تم تصور نہیں کرسکتے۔ لیکن یہ دنیا والے ناگوں پر ترس کھا کے انہیں پناہ دیتے ہیں..... لیکن سانپوں اور ناگوں کو نہیں..... امرتا رانی نے اس محل میں پناہ لی ہوئی ہے....."

چمپا ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔ ان دونوں کی سانسیں پھول رہی تھیں..... دائیں جانب نیلا سمندر تھا..... پہاڑیاں تھیں..... آکاش نے سانسوں پر قابو پانے کے لئے رک کے اور پلٹ کے مرگھٹ مندر کی طرف دیکھا..... وہاں گرد و غبار کا بادل تھا جس کی آغوش میں مرگھٹ مندر دکھائی دیتا تھا۔

"آکاش.....! میرے دیوتا.....! میری جان.....! یہ بہت برا..... بہت ہی برا ہوا ہے۔" چمپا دہشت زدہ لہجے میں چیخی۔

"کیا ہوا..... کیا ہوا چمپا جانی.....!" آکاش بولا۔ "تم اس قدر خوف زدہ کیوں ہو رہی ہو؟"

"اس لئے کہ ہم دونوں بہت بری طرح پھنس گئے ہیں.....؟" چمپا کی آواز گلے میں اٹک رہی تھی۔

آکاش نے محسوس کیا مندر ان سے صرف چند قدم پر موجود ہے..... حالاں کہ وہ جس تیزی سے دوڑتے رہے تھے ان سے مندر کو دو تین میل دور ہونا چاہئے تھا۔ لیکن بات عجیب و غریب اور ناقابل یقین تھی کہ اتنا تیز

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

دوڑنے کے باوجود چند قدم بھی طے نہیں ہوئے تھے۔

اس نے محسوس کیا کہ زمین سرکتی جارہی تھی۔

اس احساس کے ہوتے ہی وہ ٹھٹک کے رک گیا۔ کیوں کہ چمپا جو اس سے قدرے آگے نکل گئی تھی اسے بھی رکنا پڑا۔

"اب تم رک ہی جاؤ...... کیوں کہ دوڑنے سے کچھ حاصل نہیں......" چمپا نے اپنی جگہ سے کہا۔ "اس لئے کہ زمین نہ صرف سرک رہی ہے...... بلکہ چٹخ جارہی ہے...... زلزلہ جیسے آنے والا ہے۔"

پھر وہ فوراً ہی پلٹ کے اس کے پاس آگئی۔ چمپا کے سینے میں سانس دھونکنی کی چل رہی تھی۔

"شیوناگ تمہیں پکڑنے کے لئے اپنے حصار میں لے رہا تھا...... تمہارے رکتے ہی سرکتی زمین بھی رک گئی...... میں بھی اس کے جال سے نکل آئی ہوں...... اب میں شیوناگ کا بال تک بیکا نہیں کرسکتی۔"

"اس کی افتاد سے تمہیں امرتا رانی ہی بچا سکتی ہے...... میں بے بس ہوں...... شیوناگ سے مقابلہ نہیں کرسکتی......" چمپا نے دھڑکتے سینے پر ہاتھ رکھ لیا...... اس کی سانسیں بے ترتیب ہورہی تھیں۔

"لیکن امرتا رانی......؟ تم نے تو بتایا تھا کہ اس نے سمندر کی دنیا میں پناہ لی ہوئی ہے۔" آکاش بولا۔ "معلوم نہیں یہ کمینہ میرے خلاف کیا مصیبت کھڑا کرنے والا ہے؟"

"تم کسی بات کی چنتا نہ کرو......" چمپا نے اسے دلاسا دیا۔ "وہ تمہیں زک یا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا...... تم ایسا کرو کہ اس سایہ دار گھنے درخت کے نیچے...... سائے میں کھڑے ہوکے اپنے گرد منکے سے حصار بنالو...... شیوناگ چوں کہ تعاقب میں ہے، بس اب وہ چند لمحوں میں پہنچنے والا ہے...... وہ تمہیں جو بھی کہے اس کی باتوں میں نہ آنا...... کسی قیمت پر اس حصار سے باہر قدم نہ رکھنا...... وہ بڑے مکر و فریب سے کام لے گا...... دنیا کی سب سے حسین، نوجوان اور پرکشش دوشیزہ کو تمہاری نظروں کے سامنے عریاں حالت میں لا کے کھڑا کردے گا کہ تم اسے دیکھ کے بہک جاؤ اور قدم نکالنے پر مجبور ہوجاؤ...... وہ ایسے ایسے مکر و فریب سے کام کرے گا کہ اس کے جال میں پھنس جاؤ...... وہ شاید بملا اور نیلم کا چارہ بھی ڈالے گا۔"

چمپا اتنا کچھ کہنے کے بعد زمین پر لوٹ لگا کے ایک ناگن کے روپ میں آگئی اور پھر تیزی سے سمندر کی طرف رینگتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

آکاش کو اب ہمت سے ہی کام نہیں لینا تھا بلکہ حوصلہ بھی دکھانا تھا۔ گو اسے اپنا دل ڈوبتا محسوس ہونے لگا۔

اسے یاد آیا کہ ایک بار اس نے شیوناگ کو امرتا رانی کی موجودگی میں دیکھا۔ اس کی منحوس شکل وہ ابھی تک بھولا نہیں تھا۔ اب اس کا تنہائی میں شیوناگ سے واسطہ پڑنے والا تھا۔ اور یہ مقابلہ بہت سخت ہوگا۔ اس نے سوچا۔ لیکن اس نے سوچا کہ اسے ڈٹ کے مقابلہ کرنا ہوگا...... چمپا نے اسے بتایا تھا کہ سرلا اور رام دیال کا جال تھا جو شیوناگ نے بچھایا تھا...... کٹیا میں جو ہیرے جواہرات کے ڈھیر تھے وہ نظر کا دھوکا تھے۔ وہ سارے پتھر تھے۔ ادھر شیوناگ کو منہ کی کھانی پڑی تھی۔ اس کی کوئی چال کامیاب نہ ہوسکی تھی۔

اب شیوناگ جو اس سے مقابلہ کرنے آرہا تھا وہ ناگ راجہ کے بجائے ایک آزاد غلام کی حیثیت سے۔

اب لمحہ لمحہ آکاش کے لئے بہت کٹھن اور اہم تھا۔ اس نے فوراً ہی گلے سے منکا نکال کے اپنے گرد ایک بڑا سا حصار زمین پر کھینچا۔ آزمانے کے لئے یہ دیکھنا چاہا کہ وہ منکے سے دور نکل سکتا ہے یا نہیں......؟ اس نے دوڑ لگائی۔ پھر اس نے اپنے آپ کو حصار میں ہی پایا...... یہ بات اس کے لئے طمانیت بخش تھی کہ وہ حصار میں ہر طرح سے محفوظ تھا۔

آکاش نے لمحے کے لئے سوچا کہ اسے شیوناگ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں...... اسے ذہانت، تدبیر اور دوراندیشی سے کام لینا تھا کیونکہ اس کا مقابلہ ایک مکار اور خطرناک جادوگر اور ناگ سے پڑا تھا۔

اب وہ اپنے منکے سے بنائے حصار میں ایک پتھر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ پتھر وسط میں تھا جس پر بیٹھ کے چار سمتوں پر نظر رکھ سکتا تھا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کس سمت سے وارد ہوگا۔ اس سے ہوشیار اور چوکنا رہنا اس لئے ضروری تھا کہ کہیں اس کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کے اس پر حملہ آور نہ ہوجائے۔ وہ کسی بھی لمحے اس پر حملہ آور ہوسکتا تھا۔ امرتا رانی جو اس کے عشق میں مبتلا ہو کے اس کی ہر طرح سے مدد کررہی تھی اور قدم قدم پر ساتھ دیتی آرہی تھی۔ اونی نگری کی پراسرار دنیا میں روپوش تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا اور نہ وہ جانتا تھا کہ وہ اس کی مدد کے لئے کب تک آسکے گی۔

پھر اس کی نگاہ جائزہ لیتے لیتے مرہٹہ مندر کی طرف اٹھ گئی۔

مرہٹہ مندر کی ویرانی، بوسیدہ اور بدصورت سی عمارت جو کبھی پرشکوہ شان دار اور عظیم الشان ہوتی تھی کسی بوڑھی اور مکروہ گھناؤنی چڑیل کی طرح لگ رہی تھی۔ اس کی پراسراریت گردوغبار کی آغوش میں تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس گردوغبار میں اس کے خلاف کون سی عفریت روپوش ہے...... ایک ان جانا خوف ڈر اسے مرعوب کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

گو کہ چمپا کو امرتا سے ملنے اور شیوناگ کے خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے اسے گئے ہوئے خاصی دیر ہوچکی تھی۔ ابھی تک اس کی آمد کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ وہ نا امید سا ہوگیا تھا کہ امرتا رانی اس کی مدد کو نہیں آئے گی۔ کیوں کہ شیوناگ سے مقابلہ امرتا رانی کے بس کی بات دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے......! کیا امرتا رانی کا مزید انتظار کیا جائے؟

اس نے سوچا کہ جانے امرتا رانی کو آنے میں کتنا سمے لگے۔ شاید کسی وجہ سے اسے دیر ہوگئی ہے۔ ورنہ وہ اتنی تاخیر نہ کرتی اور پھر شاید شیوناگ بھی آنے سے رہا...... پھر اسے ڈر خوف کس بات کا جب کہ اس کے پاس منکا ہے...... شیوناگ کو مدمقابل پاکے وہ فوراً حصار کھینچ لے گا...... شیوناگ منکا کے حصار کو توڑ سکے گا اور نہ ہی اندر آسکے گا۔

اس نے فیصلہ کیا کہ اس مہلت سے فائدہ اٹھا کے دوڑتا ہوا کیوں نہ مندر میں گھس جائے جہاں اس کی بہن قید ہے۔ پھر اس نے مندر کی جانب تیزی سے دوڑنا شروع کردیا۔ وہ جس تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ اس سے کہیں تیزی سے اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ جلد ہی اسے اس بات کا احساس ہوگیا کہ اس کے پیروں کے نیچے زمین صرف سرکنے کا تاثر دے رہی ہے...... اس کے قدم کوئی فاصلہ طے نہیں کرپارہے ہیں...... وہ جہاں تھا وہیں موجود ہے...... وہ اپنے بنائے ہوئے منکا کے حصار میں موجود ہے۔

اس وقت وہ سراسیمگی اور خوف و ہراس کی سی کیفیت میں سوچ سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا قدم اٹھانا چاہیے۔ دیکھتے ہی دیکھتے زمین سے ایک سیاہ دھواں سا اٹھا جس نے ایک بگولے کی شکل اختیار کرلی...... پھر وہ بگولا کسی عفریت کی طرح اس کی طرف اس طرح سے بڑھا جیسے وہ اسے اپنے نرغے میں لے لے گا۔ لیکن وہ اس حصار کے اندر آنہ سکا۔ جیسے کسی پراسرار طاقت نے اسے ناکارہ کردیا ہو۔ گو کہ وہ بگولا سو فٹ بلند ہوگیا تھا اس کی ہیبت آکاش کے سینے میں چبھنے لگی تھی۔

دوسرے لمحے اس بگولے کا حجم گھٹتا گیا۔ پھر وہ فٹ پر منجمد ہوگیا۔ اس میں سے وہ ذلیل اور مکار شیوناگ نمودار ہوگیا تھا۔ اب وہ اس کے مقابل تھا۔

اس کا مکار اور خطرناک دشمن شیوناگ خم ٹھونک کے اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اس کا مکروہ اور خوفناک چہرہ کے ہر قدوخال سے نفرت اور انتقام کا جذبہ ٹپک رہا تھا...... اس کی سیاہ گھنی پلکیں اور بھوئیں تیزی سے جھپک رہے تھے لیکن اس کی آنکھوں کے ڈھیلے اور پتلیوں کی جگہ دو سیاہ گڑھے چمک رہے تھے...... کیوں کہ امرتا رانی نے ایک زوردار مقابلے میں اپنی شکتی کی طاقت سے اس کی آنکھوں کو سیال بنا کے بہا چکی تھی۔

وہ آکاش کی طرف منہ کئے کھڑا ہوا تھا...... آنکھیں نہ ہونے کے بعد ایسا لگ رہا تھا اس کی بند

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

آنکھوں سے وہ آکاش کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا ہو..... اس کے موٹے موٹے مکروہ سیاہ ہونٹوں پر بے رحم اور سفاک فاتحانہ مسکراہٹ اسے بہت خوف ناک دکھائی دے رہی تھی..... اور اس کے سر کے بالوں کی جگہ اگے ہوئے ہزاروں باریک اور نوکیلے بال سلاخوں کی طرح لگ رہے تھے..... اپنی قم دار دموں سے اس طرح لہرا رہے تھے جیسے وہ اس کے حلق میں نیزوں کی طرح پیوست ہو جائیں گے..... ان کی سرسراہٹ اور پھنکاروں کے آہنگ اس کے کانوں میں جیسے گرم گرم سیسہ پگھلا دیا تھا۔

اس ساعت آکاش کو شدت سے پہلی بار یہ احساس ہوا کہ شیوناگ کا انسانی روپ بہت ہی مکروہ، گھناؤنا اور ڈراؤنا ہے۔ ورنہ جب وہ امرتا رانی کی خواب گاہ میں اسے دیکھتا تو کچھ بھی ہو، کوئی یا یک دہشت کے باعث وہ اس کا ناقدانہ انداز سے جائزہ لے سکا تھا۔

چوں کہ وہ اس کے سر پہ آپہنچا تھا اس لئے آکاش حصار سے باہر نہیں نکلا تھا۔ اسے جیسے اس حصار میں رہنا ہی سلامتی محسوس ہوئی تھی۔ یہ حصار اس کے لئے ڈھال بنا ہوا تھا۔ اور وہ پوری طرح تحفظ میں تھا..... شیوناگ نے اس کے لئے اس مندر میں عقوبت خانہ بنا رکھا تھا..... شیوناگ کسی نہ کسی طرح اسے عقوبت خانے میں قید کرنا چاہتا تھا۔ گو کہ اس کے سامنے موجود تھا..... پوری طرح آزاد اور خودمختار..... چمپا اسے بتا چکی تھی کہ وہ اب اس حالت میں بھی ایسی نادیدہ اور پراسرار شکتیوں کا مالک تھا..... دراصل چمپا نے ہی اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ منکے سے اپنے گرد حصار کھینچ لے تاکہ شیوناگ کی ہر شکتی اور جادو سے محفوظ رہے..... اب اسے امرتا گلابی ناگن کا انتظار تھا۔ اس لئے اس نے شیوناگ کے مقابلے پر حواس میں تھا۔

"احمق نوجوان لڑکے تو نے یہاں آکے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے..... یہ کوئی سرسبز و شاداب وادی نہیں ہے جہاں نوجوان ناریاں تیری آغوش میں سمانے کے لئے تڑپ رہی ہوں..... حالاں کہ تو دنیا کا سب سے حسین اور وجیہ مرد ہے..... جو لڑکی عورت تجھے دیکھتی ہے اس کا سینہ دھڑکنے لگتا ہے..... تجھے شاید اس بات کا علم نہیں کہ یہاں صرف اور صرف میری اور میرے گرگوں کی راج دھانی ہے۔"

وہ غرلیا۔ آکاش نے آج تک ایسی خوف ناک انسانی آواز جو کھوکھلی تھی نہ سنی ہو..... اس آواز نے اس کا لہو رگوں میں منجمد کر دیا تھا۔ اس کا لہجہ بڑا سرد اور سفاک تھا۔

"سن احمق.....! اب اس ویرانے میں تیری چتا بنے گی..... مورکھ تیری لاش کو جلا کے اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی جائے گی..... ابھی تیری زندگی کی کچھ گھڑیاں باقی ہیں تو جتنی سانسیں لے سکتا ہے..... لے لے..... چمپا نے تجھے مندر میں گھسنے سے روک دیا..... وہاں..... میں نے تیرے سواگت کا ایسا بندوبست کیا تھا کہ تو رو رو کے موت کی پرارتھنا کرتا بھی تو موت نہیں آتی..... پھر تجھے ایسا محسوس ہوتا کہ موت سے بڑی نعمت اس دنیا میں کوئی نہیں..... لیکن تو یہ بات مت بھول کہ شیوناگ کے ہاتھ بڑے لمبے ہیں جن سے کوئی نہ بچ سکا اور تو کہاں بچ پائے گا..... تو نے گلابی ناگن! رانی امرتا کو اپنے عشق کے جال میں ایسا پھانس لیا کہ وہ تیری پوجا کرنے لگی ہے..... لیکن اس سے کیا ہوگا۔ یہ تیری بھول ہے کہ تو میرے انتقام سے بچ جائے گا....."

آکاش خاموشی سے اس کی بکواس اور دھمکیاں سنتا رہا۔ پھر اس نے حوصلہ کر کے جواب دیا۔

"یہ تیری بھول ہے..... تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا..... نہ میری جان تیرے ہاتھ میں ہے....."

"یہ میری نہیں تیری بھول ہے....." وہ قہقہہ مار کے ہنسا۔ "تو بے وقوفی کی بات نہ کر..... مجھے تیری خوب صورتی اور جوانی پر رحم آ رہا ہے..... تو نے ابھی دنیا کہاں دیکھی.....؟ عیش کہاں کئے.....؟ میں نہیں چاہتا کہ تو زندگی کی پریشانیوں میں مارا جائے..... میں تجھے ایک نئی زندگی اس شرط پہ دے سکتا ہوں کہ تو منکا میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

حوالے کردے ..... ورنہ تو ساری زندگی کتے کی طرح سسک سسک کے مرے گا۔"

آکاش کے گلے میں منکا تھا جس سے اسے تقویت اور اطمینان تھا کہ شیوناگ اس کا بال تک بیکا نہیں کرسکتا اور نہ ہی حصار میں گھس سکتا ہے..... دوسری طرف ایک ان جانا سا خوف بھی محسوس کررہا تھا..... اس مصیبت کی گھڑی میں وہ تنہا تھا..... نہ تو امر تارانی تھی اور نہ ہی چمپا..... اس لئے خود کو بے بس سا پا رہا تھا اور حوصلہ پست ہوتا محسوس کررہا تھا..... اس کی ذرا سی کوتاہی، غلطی اور غفلت موت کے منہ میں دھکیل سکتی تھی۔

مصیبت کی گھڑی میں جب آدمی اپنے آپ کو تن تنہا، بے بس اور کمزور پاتا ہے تو تب اسے بھگوان یاد آتا ہے..... وہ یہ جانتا تھا کہ جب تک اس کے پاس منکا موجود ہے۔ شیوناگ اسے موت کی نیند نہیں سلا سکتا۔ اب اس کے لئے منکے کی حفاظت اور ضروری ہوگیا تھا۔ پھر وہ دل ہی دل میں گڑگڑا کے بھگوان سے پرارتھنا کرنے لگا۔ آکاش نے لمحہ بھر میں سوچا کہ..... آدمی دھرم سے کتنا ہی دور کیوں نہ ہوجائے..... بھگوان کو اچھے دنوں میں یاد کیوں نہ کرے لیکن اسے مصیبت کی گھڑی میں یاد آجاتا ہے۔

آکاش نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے وہ بھگوان کو یاد کرنے لگا تھا جس سے اس کی خاموشی شیوناگ کو زہر لگی تھی۔ وہ غضب ناک ہوکے چیخا۔

"بولتا کیوں نہیں ہے.....؟ تو نے کیا فیصلہ کیا.....؟ کیا موت کی بھینٹ چڑھا دوں..... بول..... تیری چتا کو جلانے کے بجائے کیوں نہ تیرا گوشت ٹکڑے ٹکڑے کرکے کتوں اور درندوں کو کھلا دوں..... سنا نہیں میں کیا بک رہا ہوں؟"

"مکار..... کمینے..... تو مجھے موت سے ڈرا رہا ہے..... میں موت سے ڈرنے والا نہیں....." آکاش نے ہمت کرکے جواب دیا۔

"میں دیکھتا ہوں کہ تجھے موت سے کون بچاتا ہے.....؟" شیوناگ دہاڑا۔ "آج تک کوئی بھی میرے ہاتھ سے موت سے نہیں بچا..... تو کیا بچے گا؟"

"تو اللہ شور نہیں جو مجھے موت کی نیند سلادے گا..... میں بھی دیکھتا ہوں کہ تو مجھے کیسے مارتا ہے.....؟ تو..... کتے سے بھی بدتر اور حقیر ہے....." آکاش بولا۔

"اچھا..... دیکھ میں تیرا کیا حشر کرنے والا ہوں.....؟" شیوناگ نے اسے چیلنج کے انداز میں للکارا..... "میں تجھے کیڑے مکوڑوں کی طرح مسل دوں گا..... اب تو اپنی موت کا تماشا دیکھ..... دیکھ کیسی موت مرتا ہے..... اب بھی کہتا ہوں کہ منکا مجھے دے دے....."

شیوناگ حالاں کہ اس سے خاصا دور کھڑا ہوا تھا۔ آکاش نے اس کے منہ پر تھوکا تو ہوا کا رخ اس کے منہ کی طرف تھا جو اس کے منہ پر جا گرا۔

شیوناگ اور مشتعل ہوگیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوکے بھبکی بن گیا تھا..... اس نے دو قدم آگے اپنا داہنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور منہ میں کچھ بڑبڑایا۔

پھر آکاش نے جو کچھ دیکھا وہ نہایت تحیر انگیز بلکہ ناقابل یقین تھا..... اس بیابان اور ویرانے میں نہ جانے کہاں سے بے شمار خوف ناک سانپ ابل پڑے۔

آکاش نے اپنی زندگی میں، کبھی اتنے سیکڑوں سانپ نہیں دیکھے تھے جو اس کے حصار کے باہر پھیل گئے تھے اور بری طرح پھنکارنے لگے تھے۔

چمپا نے اسے سمجھایا ہوا تھا کہ شیوناگ کچھ بھی کرے وہ بالکل خوف زدہ اور پریشان نہ ہو..... صرف منکے کے حصار ہی میں رہے کیوں کہ اسے کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی وہ حصار میں آسکتا ہے۔ چمپا نے غلط نہیں کہا تھا بلکہ جس سنگی کے سادھو نے اسے یہ منکا دیا تھا اسے بتایا تھا کہ یہ منکا کس طرح سے اس کی حفاظت کرسکتا ہے۔

اس نے ایک عجیب و غریب اور حیرت انگیز تماشا دیکھا تھا۔ جو بڑا سنسنی خیز بھی تھا۔

وہ سانپ جو حصار میں گھسنے کی کوشش کرتے وہ ایک دم سے اس طرح سے ہٹ جاتے تھے جیسے کسی پراسرار اور نادیدہ طاقت انہیں نہ صرف روک رہی ہے بلکہ زخمی کررہی ہے..... وہ زخم کی تاب نہ لاکے حصار کے قریب

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سے بھاگ جاتے تھے۔ وہ زمین سے ابلتے والے سانپ غصے سے پھنکارتے اور اپنی آتشیں زبانیں پھیلاتے حصار کی طرف آتے تاکہ آکاش کو ڈس لیں لیکن ان کا حشر بھی پہلے والے سانپوں کا ہورہا تھا۔

اب آکاش کے دل کے کسی کونے میں خوف و دہشت بالکل نہ رہی تھی یہ دیکھ کے سانپ حصار میں گھس نہیں سکتے اور تو اور شیوناگ بھی نہیں..... گو کہ ان سانپوں کی تعداد میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جارہا تھا..... پھر اس نے ایک اور منظر دیکھا جو اس کے لئے خوشی اور طمانیت کا باعث بن گیا تھا۔

ان زہریلے سانپوں کی یلغار جو کنگ کی صورت میں آئی اور حصار کی طرف بڑھ رہی تھی وہ لحظہ بھر کے لئے رک گئی..... پھر دوسرے لمحے تیز اور طاقت ور برقی قمقموں جیسی روشنی کے جھماکوں اور تڑاخوں سے کوند اٹھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ تمام سانپ گدھے کے سر کے سینگ کی طرح غائب ہوگئے۔ ایسا لگتا تھا کہ ایک سانپ کا وجود بھی نہیں ہے..... آکاش نے سوچا..... کہیں ایسا تو نہیں اس نے جاگتے میں کوئی ڈراؤنا سا خواب دیکھا ہو۔ لیکن یہ حقیقت تھی جسے وہ جھٹلا نہیں سکتا تھا۔

آکاش کو اندازہ تھا کہ شیوناگ کو اپنی مافوق الفطرت قوتوں کے باعث پتہ چل گیا ہوگا کہ اس کا حربہ بری طرح ناکام رہا..... اسے ذلت آمیز شکست کھانی پڑی ہے۔

لیکن آکاش یہ بھی جانتا تھا کہ شیوناگ منہ کی کھانے کے بعد بھی کسی دوسرے حربے سے باز نہیں آئے گا۔

شیوناگ مردوں کی کمزوریوں سے آگاہ تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ تین نہایت نوخیز عمر کی دوشیزائیں اچانک نمودار ہوگئیں۔ آکاش کی نظروں کو ان کا مسحور کرنے لگا۔ وہ لمحے بھر کے لئے خود کو فراموش کر بیٹھا..... اس نے اپنی زندگی میں کبھی اتنی حسین دوشیزائیں نہ دیکھی ہوں گی..... وہ اسے دعوت نظارہ دے رہی تھیں.....

ان تینوں میں سے ایک لڑکی نے اسے مخاطب کرکے کہا۔

"آکاش جی.....ہمارے راج کمار..... آؤ..... ہمارے ساتھ مندر میں چلو..... ہم وہاں ہوں گی اور تم..... وہاں ہمارے سوا کوئی نہ ہوگا..... ہم ہوں گی..... آؤ..... جلدی کرو....."

آکاش کو شیوناگ نظر آیا اور نہ ہی اس کا خیال آیا۔ اس کے دل و دماغ میں ایک خمار سا چھایا ہوا تھا..... ان دوشیزاؤں کے انگ انگ سے اٹھتی مستی اسے ورغلا رہی تھی۔ وہ خود فراموشی کی حالت میں ان کی طرف بڑھا..... زمین پر ایک بڑا سا پتھر پڑا ہوا تھا۔ آکاش اس کی ٹھوکر کھا کے منہ کے بل گر پڑا۔ منہ کے بل گرنے سے اسے چوٹ آئی اور ہونٹ زخمی ہوئے تو اس کے منہ سے خون نکل آیا۔

زخمی ہوتے ہی آکاش کو ہوش سا آ گیا..... وہ جو سحر زدہ سا تھا اس کا سحر ٹوٹ گیا۔ اس نے سنبھل کے کھڑے ہوکر دیکھا۔

اس کی نظروں کے سامنے جو تین نوجوان دوشیزائیں تھیں اب وہ نہایت بدصورت اور کریہہ صورت دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر اسے ایک طرف شیوناگ کھڑا دکھائی دیا۔ اس کا یہ حربہ بھی بری طرح ناکام ہوگیا تھا جس پر وہ اندر ہی اندر کھول رہا تھا..... اگر آکاش زمین پر گر کے زخمی نہ ہوتا تو یہ سحر ٹوٹتا نہیں۔

شیوناگ نے داہنا ہاتھ فضا میں بلند کیا..... اس کی پانچوں انگلیوں سے شعاعیں خارج ہوکے آکاش کی طرف لپکیں۔ لیکن حصار کے قریب آکے دم توڑ گئیں..... پھر ایک سمت سے تیز روشنی کا کوندا فضا میں لپکا جو آنکھوں کو خیرہ کرنے والا تھا۔ وہ حصار کی طرف لپکا اور پھر فضا میں کسی تیر کی طرح حصار سے پلٹا۔

شیوناگ نے فوراً ہی اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور پھر نامانوس زبان میں کچھ بکنے لگا۔ وہ مسلسل چیختا جارہا تھا کہ وہ کوندا اس کی طرف آیا تو وہ خود کو اس سے بچا نہ سکا..... وہ اس کے پیروں سے ٹکرا کے عقرب کی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سمت چلا گیا..... شیوناگ کے حلق سے ایک دل خراش چیخ نکلی اور وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر گر پڑا۔ اس روشنی کے کوندے نے اسے معذور اور مفلوج کرکے رکھ دیا تھا۔

آکاش کو اندازہ نہ تھا کہ یہ کوندا شیوناگ کا حشر نشر کردے گا جس سے اس کا حوصلہ بڑھ گیا اور اس کی نس نس میں سرشاری سی دوڑ گئی۔ وہ پھر بھی محتاط تھا۔ کیوں کہ شیوناگ ایک خطرناک اور بہت بڑا جادوگر تھا۔ اس کا کوئی غیر متوقع اور اچانک حربہ شاید اس کے لئے مصیبت کا پیش خیمہ ہو..... اور پھر دشمن تو دشمن ہی تھا۔ گو کہ شیوناگ اپنی بینائی سے محروم تھا لیکن اسے اپنی درگت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی مافوق الفطرت سے معلوم کرلیا تھا کہ اس کی منی پلید ہوچکی ہے۔ اس لئے اس نے دوسرا حربہ استعمال کرنے کیلئے کوئی جاپ کرنے لگا تھا۔

"شیوناگ.....! اب تو کوئی بھی حربہ اور منتر مجھ پر کرلے میرا بال تک بیکا نہیں کرسکتا..... کیا تجھے احساس نہیں ہوگیا اور پتا نہیں چل گیا کہ میں نے تجھے اپاہج اور معذور کردیا ہے..... تیرے پاس تو بڑی شکتیاں موجود ہیں.....؟ کیا اب وہ ناکارہ ہوگئی ہیں؟ مجھ سے مقابلہ کرنا ہے تو اپنی شکتی کی مدد سے میدان میں آجا.....؟"

آکاش کا یہ انداز چیلنج کا سا تھا۔ شیوناگ بری طرح تلملا گیا اور اس کا چہرہ سرخ سا ہو گیا۔

"تو اتنا ہی بہادر ہے تو حصار سے باہر آ کے مقابلہ کر.....؟ یہ کیا حصار میں رہ کے اترا رہا ہے.....؟ مرد کا بچہ بن.....؟" شیوناگ نے بگڑ کے برہمی سے کہا۔

"شیوناگ..... تیرے پاس چلو کہ بہت ساری شکتیاں ہیں جب کہ میرے پاس نہیں ہے..... میں اس لئے حصار سے باہر نہیں آرہا ہوں اور میں پوتر جذبوں کا مالک ہوں..... میرے پاس ذہانت ہے۔ دیکھ..... میں اپنی ذہانت سے کیا کرتا ہوں..... تیری شکتی کو پامال کردوں گا..... وہ میرا مقابلہ نہیں کرسکے گی اور.....!"

آکاش نے حصار میں پڑے ہوئے ایک پتھر کو اٹھایا اور اس کی کھوپڑی کا نشانہ لے کے پھینکا......

وہ پتھر جو کرکٹ کی گیند کی سائز کا تھا اس نے شیوناگ کی کھوپڑی بجادی۔

اس پتھر کی ضرب نے اس کی کھوپڑی میں زخم کردیا تو خون کا فوارہ ابل پڑا۔ اس کی دھار پیشانی، آنکھوں اور چہرے پر سے ہوتی اس کے سینے میں جذب ہونے لگی۔

وہ یہ محسوس کرکے آکاش کو انتہائی بے ہودہ، فحش اور ننگی گالیاں بکنے لگا تو آکاش نے کہا۔

"کیا تو اپنی زبان کو لگام نہیں دے سکتا.....! کیوں بک کئے جارہا ہے پاپی.....؟"

"میں تیری ماں اور باپ کو بھی گالیاں دوں گا..... تیری ماں نے تجھے نہیں بلکہ کتا جنا ہے....."

آکاش کو اس کی یہ بات تیر کی طرح سینے میں پیوست ہوگئی۔

پھر آکاش نے فرش پر پڑے کچھ چھوٹے بڑے پتھر اٹھا لئے..... پھر اس نے ان پتھروں کی شیوناگ پر بوچھاڑ کردی۔ بڑی بے دردی اور سفاکی سے شروع کردی۔ ماں کو گالی بھی کوئی بھی شریف آدمی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن وہ کیسے کرتا.....؟

پتھروں کی بوچھاڑ اس قدر شدید اور زوردار تھی کہ شیوناگ کے ہوش ٹھکانے آگئے اور اسے اپنی ماں یاد آگئی۔ اس کا سر، رخسار اور ہونٹ کئی جگہ سے پھٹ گئے اس میں سے خون رسنے لگا۔ وہ درد اور تکلیف سے کسی زخمی پرندے کی طرح تڑپنے لگا۔

آکاش نے تہیہ کرلیا کہ وہ امرتا کے انتظار تک شیوناگ کو سنبھلنے اور زمین سے اٹھنے نہیں دے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ شیوناگ کو جتنی اذیت اور تکلیف دے سکتا ہے دے۔

شیوناگ خون آشام بھیڑیے کی طرح آکاش کو مارنا چاہتا تھا اور مندر میں اس کے لئے عقوبت خانہ بھی تیار کر رکھا تھا..... اگر وہ شیوناگ کے ہتھے چڑھ جاتا تو اس کی بے بسی سے خوب فائدہ اٹھاتا۔ اسے جس خوفناک موت سے دوچار کرتا اس کا تصور ہی سوہان روح تھا۔

"شیوناگ.....!" آکاش نے نفرت اور حقارت سے اسے گھورا۔ "تمہارا عقوبت خانہ ہے کیوں نہ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تمہیں اس میں لے جاؤں..... اس میں بند کردوں.....؟"

یہ سنتے ہی شیوناگ کی سٹی گم ہوگئی۔ پھر دوسرے لمحے وہ دہشت زدہ سا ہوکر بجلی کی سرعت سے اٹھا جو آکاش کے لئے ناقابل یقین تھا۔ پھر وہ کراہتا، لنگڑاتا اور اپنے وجود کو کسی نہ کسی طرح گھسیٹتا ہوا سر پر پیر رکھ کے جیسے بھاگا..... اور بار بار مڑ کے دیکھتا بھی جارہا تھا۔

آکاش نے اسے خالی خولی دھمکی دی تھی۔ وہ بے تحاشا سر پٹ مندر کی طرف جارہا تھا۔ وہ ایک مرتبہ زمین پر ٹھوکر کھا کے گرا تھا..... آکاش اس کے مقابلے میں جانے سے رہا۔ وہ جیسے ہی حصار سے نکلتا شیوناگ فوراً ہی پلٹ کے اس پر حملہ آور ہوجاتا۔ وہ کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔

آکاش نے پہلی بار اپنی ذہانت اور حاضر دماغی سے منکے کی ایک نئی تاثیر دریافت کی تھی۔

اس کے سہارے آکاش نے خود کو خطرات سے بچایا تھا بلکہ ایک خطرناک دشمن کو منہ کی کھا کے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا تھا..... اسے ایسا محسوس ہورہا تھا کہ جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا تھا منکے کے نئے نئے اسرار اس پر ایک ایک کرکے کھلتے جائیں گے..... اب اس کے نزدیک منکے کی اہمیت اور قدر و قیمت اور بڑھ گئی تھی۔

تو شیوناگ اس کے مقابلے میں ذلت آمیز شکست کھا کے بھاگ نکلا تھا۔

آکاش جلد بازی کرکے حصار سے باہر نہیں آنا چاہتا تھا۔ اس لئے دشمن نہ صرف خطرناک بلکہ مکار اور شاطر بھی تھا۔ اس کی کینہ پروری سے اسے چوکنا رہنا تھا۔ اس کے حصار سے نکلتے ہی شیوناگ چشم زدن میں اسے دبوچ لیتا اور اسے مندر میں لے جاتا۔

شیوناگ کے لئے کوئی مشکل امر نہ تھا..... کیوں کہ وہ کئی شکتیوں کا مالک تھا..... اس کے لئے کوئی بھی حربہ ناممکن نہیں تھا..... پھر آکاش نے اپنے آپ کو سمجھایا کہ آخر اسے ایسی کسی بات کی جلدی اور کیا تکلیف ہے.....؟ وہ بڑا مسرور تھا کہ شیوناگ کو اس نے جو سبق دیا وہ کبھی نہیں بھولے گا.....

لیکن اسے یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ دشمن سے غافل نہیں ہونا چاہئے..... وہ اپنی اس ذلت شکست کا انتقام لینے کے بعد اس کی گھات میں ہوگا..... وہ چپ نہیں بیٹھا رہے گا۔

پھر اس نے سوچا کہ اس میں اس کی سلامتی ہے کہ وہ امرتا رانی کا انتظار کرے۔ یہ حصار اس کا تحفظ ہے۔ امرتا یا چمپا ان دونوں میں سے کوئی بھی آئے وہ اسے اپنے سینے میں جذب کرلے گا۔

جب شیوناگ مندر کی سمت کے باہر کی جھاڑیوں میں روپوش ہوکے نظروں سے اوجھل ہوگیا تو تب بھی اسے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ شیوناگ اس سے غافل ہوگیا ہوگا۔

یک لخت اس نے ایک آواز سنی جس میں دکھ اور درد کی آمیزش تھی۔

اس نے ہنسی کی سمت دیکھا تو اس نے ایک سیاہ غبار سا دیکھا جس میں یہ ہنسی گونجی تھی..... نسوانی آواز تھی..... آکاش کا اندیشہ غلط ثابت ہوا تھا۔ جب غبار چھٹا تو اس نے دیکھا۔ شیوناگ سیاہ غبار میں آرہا تھا۔ آکاش فوراً ہی چونک کے کھڑا ہوگیا۔

شیوناگ اکیلا نہیں تھا۔ وہ اس کے مقابلے پر پھر سے آیا تھا۔ ذلت آمیز شکست سے اس کے چہرے پر نفرت اور غصہ تھا وہ ابھی تک موجود تھا..... اس کے سر پر جو باریک باریک سانپ کلبلا رہے تھے ان کی زبانوں سے شعلے لپک رہے تھے..... چوں کہ یہ سنپولے اس کی دسترس میں تھے جو اپنے مالک کے تابع تھے۔ اس کی حرکات کو اس کے اشاروں سے ظاہر کرتے تھے۔ اس کا ہیجان کا اثر براہ راست ان سنپولیوں سے ظاہر ہوتا تھا۔

آکاش نے دیکھا کہ وہ ایک نہایت حسین اور نوجوان لڑکی کا ہاتھ تھامے اسے کسی حیوان کی طرح گھسیٹتا لا رہا تھا۔ لڑکی مزاحمت کررہی تھی لیکن اس کا بس نہیں چل رہا تھا..... چوں کہ اس لڑکی کے چہرے پر یاسیت کے بادل تھے جس نے اس کے رنگ روپ کو متاثر کیا ہوا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اس کے چہرے پر زردی نہ ہوتی وہ صاف پہچان جاتی...... لو وہ بہت زیادہ خوف زدہ سی تھی جس نے اس کی سفید رنگت کو ماند کر دیا تھا...... آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے بھی دکھائی دیتے تھے۔ اس کی خوب صورت اور بڑی آنکھیں نہ سونے کے باعث سوجی سوجی سی لگ رہی تھیں...... ایسا لگتا تھا کہ وہ دن رات روتی رہی ہو۔

آکاش نے شیوناگ کو دیکھتے ہی زمین سے مٹھی بھر مٹی اٹھا کے اس کی طرف اچھال دی۔ اس نے لڑکی کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی۔ کیوں کہ وہ شیوناگ کو گھورے جا رہا تھا۔

آکاش سمجھ گیا کہ یہ کوئی ستم رسیدہ لڑکی ہے جسے جبر و زیادتی سے کسی جانور کی طرح کھینچتا ہوا لا رہا ہے تاکہ اس کے جلوے دکھا کے اسے متاثر کر سکے...... پھر وہ کسی بہانے سے آکاش کو حصار سے نکلنے پر مجبور کر کے منکا حاصل کر لے...... شیوناگ کے ذہن میں کیا تدبیر ہے اسے کچھ کچھ اندازہ ہو چلا تھا...... یہ لڑکی بہت حسین اور بے پناہ پرکشش دکھائی دیتی تھی۔ آکاش محسوس کر رہا تھا کہ اس لڑکی کا بجلی بھرا بدن اسے اپنے سحر میں جکڑ رہا ہے...... وہ اپنے آپ کو حصار سے نکلنے پر روک نہ سکے گا...... اگر اس لڑکی نے اس سے منکا مانگا تو وہ فوراً ہی نکال کے اس کی جھولی میں ڈال دے گا......

آکاش کو اس بات کا اندازہ تھا مرد کی سب سے بڑی کمزوری عورت ہے...... عورت کا حسن ایک ایسا جادو ہے کہ جس کے آگے دنیا کا بڑے سے بڑا اور خطرناک جادو ماند پڑ جاتا ہے...... اس وقت یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس لڑکی کے جادو کے آگے وہ بے بس اور بے اختیار ہوتا جا رہا ہے...... شیوناگ جانے کہاں سے اس لڑکی کو لے آیا تھا جس سے وہ اسے مات دے دے گا۔

آکاش نے اس سحر کو توڑنے کی کوشش کی۔ اس نے زمین پر سے ایک پتھر اٹھا کے شیوناگ کی پیشانی کا نشانہ لیا اور تاک کے مارا......

لیکن اس کا نشانہ خطا ہو گیا۔ شیوناگ قہقہہ مار کے بڑے زور سے ہنسا اور استہزائیہ لہجے میں بولا۔

"تو اپنے آپ کو شکتی مان سمجھ رہا ہے...... تیرا وار اور حملہ زیادہ سے زیادہ حصار سے صرف دس گز تک کر سکتا ہے۔ اب تو جتنے پتھر مار کے دیکھ لے...... میرا کچھ نہیں بگڑے گا......"

"شیوناگ...... اگر تو یہ چاہتا ہے کہ مجھ کمزور پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کر لے......" آکاش نے بے پروائی سے کہا۔ "تیرے دل میں جو جو حسرت ہے پوری کر لے۔"

"میرے پاس ایسی شکتی ہے جسے تو دیکھ کے جیتے جی مر جائے گا...... اسے حصار میں بلا لے...... یہ تجھے ایسا خوش کرے گی زندگی میں آج تک کسی لڑکی اور عورت نے نہیں کیا ہوگا اور نہ کرے گی...... تو خوش ہو کے اسے انعام میں منکا دے دے گا......"

آکاش نے غور سے لڑکی کو دیکھا تو اچھل پڑا......

شیوناگ نے ایسا چکر چلایا تھا کہ آکاش دھوکا کھا جائے...... ان دونوں کے درمیان کوئی پردہ اور فاصلہ نہ رہا...... بہن بھائی کا رشتہ ختم ہو جائے......

"بملا......! میری بہن......!" آکاش اسے پہچان کے چلایا......

"بھیا......! آکاش بھیا......" بملا نے پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ "میرے بھیا......؟"

"ہاں بملا......! میں تمہیں لے جانے آیا ہوں...... یہ...... یہ...... کیا حالت ہو رہی ہے تمہاری...... تم پہچانی نہیں جا رہی ہو...... میرا سینہ اندر سے کٹ رہا ہے۔"

"میں کب سے تمہاری راہ دیکھ رہی تھی کہ تم آؤ گے...... یہ میری عزت تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے...... یہ ایسا نہیں کر سکتا کہ مجھے کالا ناگ دیوتا کی بھینٹ چڑھاتا ہے...... اور ہماری شنکر سوامی نے اسے روک رکھا ہے...... ورنہ اب تک میں اس درندے کے ہاتھوں تباہ ہو چکی ہوتی...... اب تو میں گھر واپس جانے اور دنیا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی ہوں......" پھر اس کی زخم خوردہ آواز دردناک سسکیوں میں ڈوبتی چلی گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

آکاش نے بے بسی سے اپنا سر جھکالیا۔ پھر دوسرے لمحے شیوناگ کا قہقہہ سن کے سر اٹھا کے دیکھا۔

ہملا اس شیطان کے ہاتھ سے نکلنے کی کوشش کررہی تھی اور اس کی طرف التجا بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور اپنی پوری قوت سے مچل رہی تھی کیوں کہ شیوناگ نے ہملا کو بازوؤں میں لے رکھا تھا...... وہ غریب اس شیطان کے مقابلے میں ایک نرم و نازک سی بچی کی مانند تھی۔

شیوناگ نے ہملا کو اس کے سامنے اس طرح کھڑا کردیا تھا کہ ہملا کو بے لباس کردے۔

آکاش کی کنپٹیاں جیسے پھٹنے لگی تھیں اور اس کا خون جوش مارنے لگا تھا۔ اس کی غیرت یہ کیسے برداشت کرسکتی تھی کہ یہ شیوناگ اس کی بہن کی ایسی تذلیل کرے۔ وہ آپے سے باہر ہوکے حصار سے نکلنے کے لئے بڑھا تو ایک دم سے اسے خیال آگیا کہ شیوناگ اسے مشتعل کررہا ہے کہ وہ بدحواسی میں حصار سے باہر آجائے۔ وہ رک کے غضب ناک ہوکے بولا۔

"میں کہتا ہوں کہ اگر تو نے میری بہن کے ساتھ ذلیل حرکت کی تو تیرا وہ حشر نشر کروں گا کہ......"

"تو کیا کرے گا......؟ تو حصار سے باہر آنے سے رہا...... چوہا بنا ہوا ہے......"

شیوناگ اس کی بے بسی اور کمزوری سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔

اب ہر بات کی انتہا ہوتی جارہی تھی۔ شیوناگ کی ہر حرکت ناقابل برداشت تھی۔ آکاش کی نس نس میں لہو ابلنے لگا اور اس کی نفرت اور انتقام کی چنگاریاں آنکھوں سے برسنے لگیں۔

آکاش نے سوچا کہ اگر اب اس نے لمحے بھر کی بھی دیر کی تو ہملا...... شیوناگ کی ہوس کا شکار ہوجائے گی...... یہ مکار اور کمینہ ہملا کے لباس کی دھجیاں بکھیر دے گا۔ وہ اپنی بہن کو فطری حالت میں کیسے دیکھ سکے گا...... اس منظر کو دیکھنے سے بہتر ہے کہ مرجائے۔

اور پھر اس کے پاس منتر جس سے وہ شیوناگ سے مقابلہ کرسکے گا۔ اسے ڈرنے اور خوف زدہ ہونے کی کیا

سالگرہ نمبر

قارئین کرام و رائٹر حضرات!

السلام علیکم!

ہر سال کی طرح اکتوبر 2014ء کا ڈر ڈائجسٹ "**سالگرہ نمبر**" ہوگا۔ جس میں مشہور و معروف اور کہنہ مشق رائٹر حضرات اپنے زور قلم کا جادو جگائیں گے یعنی اپنی اچھی اچھی کہانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوں گے۔

رائٹر حضرات سے التماس ہے کہ

"سالگرہ نمبر"

کے لئے اپنی اچھی اچھی کہانیاں جلد از جلد ارسال کریں تاکہ آپ کی کہانی سالگرہ نمبر میں نمایاں طور پر شامل اشاعت ہو۔ لیکن کہانی نقل شدہ نہ ہو۔

"سالگرہ نمبر"

کے لئے جو کہانی ارسال کریں اس پر "سالگرہ نمبر" ضرور لکھیں۔ شکریہ۔

طالب خیریت

ادارہ ڈر ڈائجسٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بات ہے...... !شیوناگ اس کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔

وہ نفرت اور غصے سے کھولتا ہوا عقاب کی طرح اس پر جھپٹا۔ اب اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔

وہ حصار سے نکل کے شیوناگ کے قریب پہنچا تو شیوناگ نے ایک فاتحانہ قہقہہ لگایا۔ پھر اس نے بملا کو اپنی آغوش سے نکال کر ایک طرف زور سے دھکا دے دیا۔ بملا اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی۔ لہراتی ہوئی گھاس پر گر گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔

پھر شیوناگ نے اپنی بھاری آواز میں کچھ بڑبڑایا جسے وہ سمجھ نہ سکا۔

دوسرے لمحے آکاش نے محسوس کیا کہ اس کے پیروں میں نادیدہ زنجیر آ کے گری جس کی چوٹ بڑی سخت تھی جس کو وہ برداشت نہ کر سکا زمین پر منہ کے بل گر پڑا۔

"شیوناگ سے ٹکر لینا کیا تو بچوں کا کھیل سمجھتا ہے......؟" شیوناگ نے اس کی پیشانی پر ٹھوکر ماری۔ "تو منتر کے حصار میں بڑا بہادر بن گیا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ ہر طرح سے محفوظ ہو گیا ہے...... دیکھ مورکھ......! میں نے تجھے کتنی آسانی سے بےوقوف بنا دیا اور تو حصار سے نکل آیا؟"

آکاش بری طرح کراہ کے رہ گیا۔ شیوناگ نے اس کی پیشانی پر جو ٹھوکر ماری تھی اس کی ضرب اتنی شدید تھی کہ اسے دن میں تارے نظر آ گئے تھے۔

"دیکھ...... اپنی بہن کو...... وہ کیسی بےسدھ کسی لاش کی طرح پڑی ہے...... میری آغوش میں جتنی لڑکیاں عورتیں آتی ہیں وہ سدا کے لئے میری پجارن بن جاتی ہیں۔" وہ حقارت سے بولا۔

آکاش نے خود کو قابو میں کر کے بائیں جانب دیکھا جہاں بملا بےجان مورتی کی طرح پڑی تھی۔

بملا میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ اپنی جگہ سے ہل تک سکے...... شیوناگ اس کے لباس اتارنا چاہتا تو اسے کوئی مشکل پیش نہ آتی۔ صرف بملا کا سانس نہیں چل رہا تھا جس سے لگتا تھا کہ وہ زندہ نہیں ہے...... اور اس کے چہرے پر معصومیت کا تقدس تھا۔ وہ مر چکی تھی۔

آکاش کے لئے شیوناگ کا یہ گھناؤنا کھیل اب اس کی سمجھ میں آ چکا تھا...... اس کے ہاتھ سے بازی نکل چکی تھی...... اور اس نے حصار سے نکل کر اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری تھی۔ لیکن وہ کرتا بھی کیا...... اگر وہ حصار سے باہر نہ آتا تو شیوناگ اس کی بہن کو اس کی نظروں کے سامنے بےآبرو کر دیتا جو آکاش کو کسی قیمت پر منظور نہیں تھا۔

شیوناگ نے بملا کو بیچ میں لا کے اس کی غیرت کو للکارا اور اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا...... اگر وہ حصار سے باہر نہ آتا تو اس کی معصوم بہن ایک درندہ صفت کی درندگی کی بھینٹ چڑھ چکی ہوتی تھی...... اب بملا کا سارا بدن نیلا پڑ چکا تھا۔

بملا کی موت کا صدمہ اور بےبسی کے احساس نے آکاش کو دہلا کے رکھ دیا تھا۔ غم و صدمے سے وہ نڈھال ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے تھے۔

آکاش نے سوچا کہ اب وہ چوں کہ مکار شیوناگ کے جال میں پھنس گیا ہے اور اس کے رحم و کرم پر ہے۔ اب شیوناگ اسے زیر کرے گا۔

"کہاں ہے تیری امرتا ناگن رانی...... چمپا اور حسنا......" شیوناگ نے نفرت اور حقارت سے اسکی پسلیوں میں ٹھوکریں ماریں۔

"کمینے...... حرام زادے......" آکاش کراہتے ہوئے بولا۔ "تو نے مکاری سے مجھے زیر کیا ہے...... ورنہ تو مجھے کبھی اسیر نہیں بنا سکتا تھا۔

آکاش نے محسوس کیا کہ سخت اور کھردری زمین پر پتھروں کے درمیان اسے بےدردی سے گھسیٹا جا رہا ہے۔ آکاش نے چونک کے دیکھا۔ اس ویرانے میں اس کے اور شیوناگ کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا...... لیکن اسے پھر بھی ایک نادیدہ اور پراسرار طاقت گھسیٹ رہی تھی...... اور اسے اپنے ٹخنوں میں زنجیروں کی چبھن محسوس ہو رہی تھی...... حیرت کی بات یہ تھی کہ اسے زنجیریں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھیں......

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

شاہکار تخلیق

فائزہ نورحسن ۔ اٹک

نوجوان کی آنکھیں کھلیں تو وہ انجان علاقے میں تھا، سارا علاقہ دیدہ زیب اور زرخیز تھا اور سامنے ہی ایک خوبصورت جھیل موجود تھی اور جھیل کے پاس ہی ایک خوبصورت خیمہ لگا ہوا تھا، نوجوان خیمہ میں داخل ہوا تو ٹھٹک کر رک گیا کیونکہ......

ایک ماورائی مخلوق کی محبت کی انمٹ کہانی جسے پڑھنے والے عش عش کر اٹھیں گے

دروازے پر مسلسل دستک ہو رہی تھی۔ رات کے اس وقت کون ہو سکتا ہے یہ حیران کن بات اس لئے تھی کہ ناہر کے دوستوں کا سرکل محدود تھا اور وہ اطلاع کئے بغیر کبھی نہ آتے تھے صرف باقی پینٹنگ بنوانے کے شوقین لوگوں کے لئے اس کا مخصوص وقت تھا خیر وہ اٹھا اور کوریڈور سے ہو کر مین دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ "کون ہے؟" باہر سے کوئی آواز نہ آئی۔ "کون ہے اس وقت؟" اس بار ناہر نے زور سے آواز لگائی۔

"صاحب دروازہ کھولیں۔" ناہر نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک اجنبی شخص کھڑا تھا۔ "آپ ہی ناہر صاحب ہیں؟" اجنبی نے سوال کیا۔

"جی ہاں میں ہی ناہر ہوں۔" ناہر نے اسے سرتاپاؤں دیکھتے ہوئے بولا۔ شکل اور اپنی زبان لہجے سے آنے والا اس علاقے کا رہائشی نہیں لگ رہا تھا۔ "صاحب

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ایک پینٹنگ تیار کروانی ہے آپ سے۔"

"ایسی کیا ایمرجنسی ہے آپ کو پینٹنگ تیار کروانے کی کم از کم صبح تو ہو لینے دیتے آپ۔" ناہر نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک کہا آپ نے مگر صبح ہونے سے پہلے مجھے اپنے علاقے میں پہنچنا ہے ضروری کام ہے اس وجہ سے سوچا آپ کو تکلیف دی جائے۔"

ناہر مطمئن ہو گیا اور اس کو ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ اسے کیتلی سے گرم قہوہ نکال کر اس میں دودھ مکس کیا اور اس شخص کی طرف بڑھایا۔ "جی بتائیے آپ کو کس قسم کی پینٹنگ تیار کروانی ہے۔"

اس کے ہاتھ میں ایک ڈرائنگ شیٹ تھا جس پر ایک چیتے کی تصویر تھی۔ "مجھے یہ تیار کروانی ہے بالکل ایسا لگے جیسے یہ اصلی ہے۔"

ناہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "تیار ہو جائے گی۔"

اجنبی نے اجازت چاہی اور باہر نکل گیا۔

ناہر اس تصویر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ "آخر یہ تصویر مجھے اتنی مانوس کیوں لگ رہی۔ بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس تصویر سے اس چیتے سے میرا کوئی تعلق رہا ہو مگر کیسے؟"

وہ یہ سوچتے ہوئے اپنے بستر پر دراز ہو گیا۔ مگر نیند اس سے کوسوں دور تھی۔ آنکھیں بند کئے وہ اپنے ماضی میں پہنچ گیا۔

محلے کے سارے بچے میدان میں کرکٹ کھیل رہے تھے اور دیکھنے والے انہیں داد دے رہے تھے۔ مگر بچوں میں زیادہ جوش اس وقت پیدا ہوا جب ناہر نے بیٹ سنبھالا وہ ان تمام بچوں سے عمر میں کم تھا مگر جب بھی بیٹ سنبھالتا تو دوسری ٹیم کے چھکے چھڑا دیتا۔

تماشائی بچے اسے خوب داد دیتے۔ اس کے تماشائیوں میں بلی بھی موجود ہوتی اور دم ہلا ہلا کر اس کی حوصلہ افزائی کرتی۔

کھیل ختم ہوتا تو اس کے ساتھ ساتھ اس کے گھر تک جاتی اور پھر نجانے کہاں اور کیسے غائب ہو جاتی۔

اب تو سارے بچے ناہر کو تنگ کرتے۔ "ناہر لو آگئی تمہاری محبوبہ۔"

ناہر اس بلی سے مانوس ہونے کے باوجود اندر سے خوف زدہ سا رہتا تھا۔

امتحانات ہو رہے تھے اور ناہر کافی دن میدان میں کرکٹ کھیلنے نہ گیا۔ ایک رات وہ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے اپنے پیپر کی تیاری میں مصروف تھا کہ اس کی نظر کھڑکی پر پڑی کھڑکی میں وہی بلی موجود تھی ناہر کے دیکھتے ہی اس نے جمپ لگایا اور ناہر کے اوپر آ گری اس کے پنجے ناہر کے منہ پر لگے تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

اسے ہوش آیا تو صبح کی اذانیں ہو رہی تھیں اس کی والدہ نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا ہوا تھا۔ "ناہر بیٹا آنکھیں کھولو۔"

"کیا ہوا ہے؟" اس کے والد مسجد سے قاری صاحب کو بلا لائے قاری صاحب نے دم کیا تو ناہر کی طبیعت ذرا سنبھلی۔

قاری صاحب نے بلی والا واقعہ سننے کے بعد ناہر کو گھر سے نکلنے سے منع کیا اور بتایا کہ "اس کا مستقل حل یہی ہے کہ آپ لوگ فوراً یہ محلہ اور گھر چھوڑ دیں۔"

ناہر والدین کی اکلوتی اولاد تھا اسے پانے کے لئے انہوں نے کتنے در کی ٹھوکریں کھائی تھیں یہ صرف وہی جانتے تھے انہوں نے فوراً گھر بدل لیا۔

اس کے بعد ایسا کچھ نہ ہوا مگر ناہر پر گھر سے زیادہ دیر باہر رہنے پر پابندی لگ گئی تھی اب وہ اپنا کرکٹ کھیلنے اور کھلاڑی بننے کا خواب بھول گیا تھا۔ اس کے ٹیچر اسے گھر ہی پڑھانے آتے۔

دن گزرتے گئے ناہر وقت کی سیڑھیاں چڑھتا گیا گھر میں رہتے ہوئے اس نے خود کو مصروف رکھنے کے لئے پینٹنگ شروع کی۔ حیران کن طور پر اس کی پینٹنگز دیکھنے والوں کو مسحور کر لیتی تھیں۔

ناہر ان دنوں بہت مصروف تھا اس کی تمام تر توجہ اپنے CSS کے امتحانات پہ تھی جن میں کامیابی ہی اس کو اپنے مقصد تک پہنچا سکتی تھی۔ امتحانات ختم ہونے والے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

تھے اور بس آخری پیپر جس پر کامیابی کا دارومدار تھا رہ گیا تھا اس کے لئے ناہر نے دن رات ایک کردیا تھا اور آخر کار پیپر حل کرنے کے بعد وہ ہال سے نکلا اور کینٹین ٹیریا کا رخ کیا۔ اس کی جیب میں جیسے زلزلہ آ گیا ہو وہ ایک دم چونکا اور پھر مسکرا اٹھا اس کا سیل فون وائبریشن پہ تھا۔ اس نے جیب سے نکالا اور اٹینڈ کیا۔ "جی اسلام علیکم۔"

دوسری طرف اس کا کزن شاہمیر تھا۔ "ہیلو شاہ میر کیسے یاد کیا؟" مگر شاہ میر نے روتے ہوئے جو خبر سنائی اس نے ناہر کے حواس سلب کردیئے۔ "انکل کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے ناہر اور وہ اور وہ......"

اس کے بعد ناہر کو ہوش نہ رہا کہ وہ کیسے گھر پہنچا۔ گھر کے سامنے ایک ہجوم تھا اس ہجوم کو چیرتا ہوا وہ لیٹے بابا کی چارپائی تک پہنچا۔ "بابا...... بابا...... آنکھیں ایک بار آنکھیں تو کھولیں...... دیکھیں آج آپ کا ناہر کامیاب ہوگیا ہے...... آپ کے ناہر کی انسپکٹر کے لئے سلیکشن ہوگئی ہے آپ کا خواب پورا ہوگیا۔ بابا ایک بار آنکھیں کھولیں۔" مگر اس کے بابا اس جہاں کی طرف چلے گئے تھے جہاں سے واپس آنا کسی کے لئے ناممکن ہے۔ نہ کوئی آیا جو پہنا ہے گا تو اس کے بابا کیسے آ سکتے تھے۔

ان کی آخری رسومات ادا کی گئیں اور چند دن رہنے اور تسلیاں دینے کے بعد تمام رشتہ دار اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ناہر تو جیسے سکتے میں آ گیا تھا۔

کبھی کبھی اپنے دوستوں کے ساتھ لونگ ڈرائیو پر چلا جاتا اور تھوڑا سکون محسوس کرتا۔

سب کلیئر ہوگیا تھا اور صبح ناہر کو باقاعدہ اپنی ڈیوٹی پر جانا تھا۔ کافی دن سے اس نے کسی پینٹنگ پر بھی کوئی کام نہ کیا تھا وہ جلدی سونا چاہتا تھا تاکہ صبح تھوڑا فریش محسوس کرسکے۔ صبح ناہر کی اذان کے ساتھ ہی آنکھ کھلی وہ اٹھا اور اپنی امی کے کمرے کی طرف چل دیا دروازہ کھلا تھا۔ وہ آہستہ سے اندر داخل ہوا تاکہ اگر وہ سو رہی ہوں تو ڈسٹرب نہ ہوں مگر وہ جائے نماز پر بیٹھی ہوئی تھیں "امی۔" ناہر نے آہستگی سے مخاطب کیا۔ اور ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اور امی کے دونوں ہاتھوں کو چومنے لگا۔ "امی وقت کتنی جلدی گزر جاتے ہیں احساس ہی نہیں ہوتا۔ مجھے تو ابھی یقین ہی نہیں آ رہا کہ میں انسپکٹر ہوگیا ہوں۔"

امی نے اس کا ماتھا چوما اور مسکرادیں۔ "نماز پڑھ لو بیٹا اور جو ذمہ داری تمہیں ملی ہے وہ تمہیں اس دنیا کے علاوہ آخرت میں جنت بھی دلوا سکتی ہے اور جہنم کا حقدار بھی ٹھہرا سکتی ہے تمہیں خود فیصلہ کرنا ہے کہ تمہیں کون سا راستہ منتخب کرنا ہے۔"

"جی امی میں سمجھ رہا ہوں۔ ماشاء اللہ! اگر اللہ نے چاہا تو میں ویسا ہی بنوں گا جیسا بنانے کا خواب بابا دیکھتے تھے۔" نماز سے فارغ ہوکر ناہر نے انسپکٹر کا یونیفارم پہنا تو اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ "آج میرے بابا اگر ہوتے تو وہ کتنے فخر سے مجھے دیکھتے۔"

امی کی آواز پر وہ چونکا اور اپنی آنکھیں صاف کیں۔ وہ امی کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دن گزرتے گئے دن مہینے پھر سال بن کر گزرتے گئے۔ ناہر کا شمار اعلیٰ درجے کے پیشنٹ میں ہوتا گیا، ساتھ ساتھ وہ اپنے عہدے کے فرائض بڑے اچھے طریقے سے نبھا رہا تھا۔

پچھلے کئی دنوں سے وہ ڈسٹرب سا تھا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں علاقے میں بچوں کا آئے دن اغوا ہو جانا اور ابھی تک کوئی سراغ تو کیا کوئی ایسی علامت تک نہ ملی کہ کچھ کیا جاسکے بچے کو کس انداز سے اغوا کرکے کہاں غائب کیا جا رہا ہے۔

اس کے علاوہ کئی دن ہوگئے رات تقریباً ٹھیک بارہ بجے اس کی آنکھ فون کی بیل مسلسل بجنے سے کھل جاتی اور ریسیور اٹھانے پر صرف کسی کی سانس لینے کی آواز سنائی دیتی اور پھر بند۔

آج کل اسے اپنی ہی بنائی گئی پینٹنگ جو کہ خیالاتی ہوتی کہیں نہ کہیں حقیقت بن کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوتیں۔ انہی دنوں میں اس نے ایک بھکاری کی خیالی تصویر بنائی بہت ہی خستہ حال بھکاری اس کی آنکھوں کو کلر دیتے وقت اس نے بھورا رنگ چنا اور پینٹنگ مکمل کی مگر خود بخود اس کی آنکھوں کا رنگ بھورے سے سرخ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہو گیا ناہر گھبراہٹ میں پیچھے ہٹا۔ "او خدا" میرے خدا کتنا بھیانک ہو گیا ہے اس کا چہرہ، کیا یہ میری ہی تخلیق ہے۔"

وہ باہر نکل گیا اور قریبی پارک میں جا کر بیٹھ گیا سورج غروب ہو رہا تھا سارا ماحول سورج کی کرنوں سے عجیب گلناری رنگ کا ہو گیا تھا۔

اس نے ایک مانوس سی آواز سنی اور آواز کی طرف پلٹ گیا، اس کا کالج کا دوست دلشاد سامنے تھا۔ "دلشاد تم۔"

"جی جناب بڑے افسر بن گئے ہو ہمیں کہاں پہچانو گے ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں چلو گھر چلتے ہیں اور رات کا کھانا میرے ساتھ کھانا۔"

"ارے نہیں آج نہیں پھر کبھی تمہیں تو پتہ ہے، میرے ابو مغرب کے بعد گھر سے باہر رہنے کو کتنا برا سمجھتے ہیں۔"

"اور ٹھیک ہی کہتے ہیں حالات ہی ایسے ہیں ۔لو کے میں بھی گھر جاتا ہوں امی انتظار کر رہی ہوں گی۔" ناہر واپسی والے راستے سے مڑا اور تیز تیز چلنے لگا۔ اسے لگا جیسے اس کے پیچھے کوئی ہے، وہ دیکھنے کے لئے مڑا تو اس کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

وہی تصویر والا بھکاری حقیقت میں اس کے سامنے تھا۔ "مگر...... وہ تو میرے اپنے ذہن کی تخلیق تھی۔"

"ناہر انکار مت کرنا۔" یہ الفاظ اسی بھکاری کے تھے اور پلک جھپکتے ہی وہ اس سڑک کے آخری کنارے پہنچ گیا تھا اور پھر وہ مڑ گیا اور ناہر سکتے میں وہیں کھڑا رہ گیا۔

"کس چیز سے انکار نہ کروں میرے خدا میری رہنمائی کر۔"

"اور اب اس شخص نے جو تصویر دی وہ چیتا بالکل اس بلی سے ملتا ہے ایسا لگتا ہے وہ بلی ہی اس چیتے کی شکل اختیار کر گئی ہو۔" نجانے کب وہ نیند کی وادی میں اتر گیا۔

☆......☆......☆

اگلے دن ڈیوٹی کے دوران بھی کئی بار اس کا ذہن ہونے والے واقعات کی طرف چلا جاتا مگر اس وقت تمام باتوں سے اہم بات تھی بچوں کے اغوا کا کیس، جس کا کوئی سراغ نہ مل رہا تھا۔ بچے اکثر پارک اور دوسری تفریح گاہوں سے لاپتہ ہو رہے تھے۔

ناہر نے دو کانسٹیبل کی ڈیوٹی لگا دی تھی کہ وہ بھیس بدل کر پارک اور تفریحی مقامات پر نظر رکھیں مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نکل رہا تھا۔

رات کے دس بجے ناہر اپنے پینٹنگ روم میں ایک خوبصورت دلہن کی تصویر بنا رہا تھا بہت ہی خوبصورت دلہن کی تصویر اپنے آخری مراحل میں تھی نجانے ناہر کو کیا سوجھی کہ اس نے دلہن کے ماتھے پر بندیا کی جگہ ایک کوبرا کا پھن بنا دیا اور ایسا کر کے وہ خود حیران تھا۔

"کیوں ایسا کیا میں نے؟ لیکن ٹھیک ہے تمام پینٹنگ کو ایک طرح کا نہیں ہونا چاہئے کچھ تو مختلف ہو ان میں۔" وہ ابھی اسی کو دیکھ رہا تھا کہ اس کے مخصوص وقت پر فون کی گھنٹی بجی۔ "جی کون ہے؟ پلیز! بولیں! کون؟" ناہر نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"خلاف توقع آواز ابھری۔" ورشا ملک! میں ورشا ملک بول رہی ہوں۔"

"میں پہچانا نہیں آپ مس ورشا..... آپ کون ہیں؟ کافی دن سے ایسا کیوں کر رہی ہیں؟"

"جناب ذرا غور کرنے کی بات ہے، آپ کے دوست ہی ہیں۔ آپ کے اردگرد ہی رہنے والے۔"

"مس ورشا کھل کر بات کریں آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"آپ ایک مشہور پینٹر بھی ہیں مسٹر ناہر بس اسی سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"تو آ جائیں میرے تمام Customer آتے رہتے ہیں۔"

"آپ سمجھے نہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ میرے بجائے آپ ہمارے ہاں آئیں اور ہماری والدہ کی پسندیدہ پینٹنگ ان کے سامنے تیار کریں، اگر آپ آنا چاہتے تو کل آرٹ گیلری میں آ جائیں، میں وہاں سے پک کر لوں گی آپ کو۔"

"جی ٹھیک! مگر آپ مجھے یا میں آپ کو کیسے پہچانوں گا۔"

"اس کی آپ فکر نہ کریں، میں ہزاروں میں بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

آپ کو پہچان لوں گی۔"

ناہر فون آف کرنے کے بعد سونے کے لئے لیٹ گیا، اس دلہن کی تصویر کو اس نے اپنے کمرے میں لٹکائی اور سو گیا۔ ناہر ایک سرسبز میدان میں کھڑا تھا۔ ایک طرف ایک جھیل تھی جھیل کے کنارے ایک بہت خوبصورت لڑکی بیٹھی تھی جو کہ رو رہی تھی۔

ناہر نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی لڑکی کا چہرہ دوسری طرف تھا اس وجہ سے وہ دیکھ نہ سکا لڑکی نے اپنا چہرہ دوسری طرف کئے بغیر جواب دیا "تم بہت ظالم ہو بہت ظالم ہو۔"

اتنے میں ناہر نیند میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ لیمپ آن کر کے پانی پیا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ "میں اور ظلم...... میرے خدا یہ کیا ہو رہا ہے؟ نہ جانے وہ ورشا ملک کون ہے اور کیسا طوفان لانا چاہ رہی ہے؟ میرے مالک اگر واقعی انجانے میں مجھ سے کوئی خطا ہوگئی ہے تو معاف کر دے۔" صبح ناہر آفس گیا اور ضروری فائل وغیرہ کو اسٹیڈی کرنے کے بعد وہ نکلا، اس کا رخ آرٹ گیلری کی طرف تھا وہاں ایک ہجوم تھا ناہر ہر چیز کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا مگر بے سود۔

آہستہ آہستہ رش کم ہونے لگا اور چند ہی افراد رہ گئے سورج بھی اپنی ڈیوٹی ختم کرنے والا تھا۔ ناہر بے دلی سے واپس مڑا اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا کہ اسے ایک آواز سنائی دی "مسٹر ناہر...... میں اِدھر ہوں پلیز! Come Here" ناہر آواز کی سمت بڑھا بلیک ساڑھی میں ملبوس خوبصورت لڑکی کھڑی تھی...... "میں ورشا ہوں...... مسٹر ناہر چلئے میں ویٹ کر رہی ہوں گی۔" ناہر نے اثبات میں سر ہلایا اور اسے اپنے آگے ڈرائیو کرنے کو کہا۔ ورشا اپنی گاڑی میں اور ناہر اپنی گاڑی میں تھے آبادی سے کافی دور آ کر لینڈ کروزر رک گئی۔ ناہر نے بریک لگائی اور نیچے اترا، سامنے خوبصورت بنگلہ تھا۔ "چلئے ناہر صاحب۔"

ڈرائنگ روم میں بیٹھے اسے کچھ ہی گھنٹہ ہوا تھا اتنے میں ورشا پاپی کے ساتھ داخل ہوئی تو ناہر کھڑا ہو گیا۔ "بیٹھو بیٹھو ناہر...... تمہیں تکلیف دی اصل میں تمہاری بہت شہرت سن رکھی تھی میرا بھی دل چاہا کہ تمہارے کام کا انداز دیکھوں۔"

اتنے میں ملازم چائے لے آیا اور ورشا ایک مخصوص انداز سے مسکراتی ہوئی اٹھی اور چائے ناہر کے ہاتھ میں تھمادی۔ ناہر نے شکریہ کے ساتھ چائے کا کپ پکڑ لیا اور پینے کے لئے کپ اپنے ہونٹ سے لگانے ہی والا تھا کہ اسے لگا "اس میں خون ہے" کہ اسے ابکائی آ گئی۔

مگر پھر سے اسے ایسا لگا۔ "نہیں اس میں چائے ہے۔" اس نے چسکی لے کر چائے پی لی مگر اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ یہاں سے فوراً بھاگ جائے۔

"جی پلیز! آپ بتائیں آپ کو کس قسم کی پینٹنگ تیار کروانی ہے؟"

میرے ساتھ چلیں وہ لہراتے ہوئے انداز میں اٹھی اور ایک طرف چل دی۔ ناہر نے بھی اس کی پیروی کی۔

ایک کمرہ میں جا کر وہ رک گئی۔ "ناہر یہ تمہارا کمرہ ہے میرا مطلب ہے تم یہاں آسانی سے کام کر سکتے ہو۔"

ناہر تین دن سے مسلسل آفس ٹائم کے بعد ورشا ملک کے بنگلے پر چلا جاتا اور ان کی مرضی کی پینٹنگ بناتا وہ ایسا اس لئے کر رہا تھا کہ اسے ان لوگوں کے رویہ ہر اپنی مکین غرض ہر چیز میں ایک پراسراریت سی محسوس ہو رہی تھی وہ جاننا چاہتا تھا کہ حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ جن پینٹنگ کے لئے اسے کہا گیا تھا وہ معمولی تھیں اور انہیں کوئی بھی پینٹر آسانی سے بنا سکتا تھا۔ "پھر اس کا انتخاب ہی کیوں کیا گیا؟"

اتوار کا دن تھا، ناہر صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد دوبارہ سو گیا، اور نو بجے اٹھا اور ناشتہ کرنے کی غرض سے کچن میں چلا آیا۔ "امی آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں جاگ گیا ہوں؟ میرا خیال تھا، میں خود ہی اپنے لئے ناشتہ بنالوں گا مگر آپ میری امی...... دنیا کی سب سے پیاری امی۔"

"ہاں بیٹا! بچوں کے اغوا کا کیس حل ہوا؟ پتہ چلا کہ وہ کون بدبخت ہیں۔"

"نہیں امی فی الحال کوئی ٹھوس ثبوت ہاتھ نہ آسکا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

لیکن مجھے یقین ہے جلد ہی ان کو کیفر کردار تک پہنچاؤں گا۔"

دس بجے ڈور بیل بجی اور ایک صاحب اندر داخل ہوئے۔ "ناہر صاحب کوئی خوبصورت شاہکار دکھائیں، میں خریدنا چاہتا ہوں۔ "چیز میری پسند کی ہو دام......" اور اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"ارے نہیں جناب پیسے کی بات نہیں آپ دیکھ لیں، جو آپ کو مناسب لگے لے لیجیے آپ کو پتہ ہے یہ میرا شوق ہے میں قیمت مناسب لیتا ہوں۔"

"تمام آرٹ آپ کے سامنے ہے جناب۔"

"ناہر صاحب ان کے علاوہ کچھ اور دکھائیں بلکہ یہ جو آپ نے پہنا ہے یہی میرے لئے ڈیل مکمل کر دیجیے۔"

"یہ کسی کے آرڈر پر بنا رہا ہوں ورنہ ضرور آپ کو دیتا۔ مگر ایک منٹ یہ لیجیے ضرور آپ کو اچھی لگے گی آپ کو۔"

ناہر نے اپنے بیڈ روم سے اس دلہن کی تصویر اتار کر اس شخص کے حوالے کی۔

"بہت خوب واقعی بالکل حقیقی لگ رہی ہے ایسا جادو کسی کسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔" قیمت ادا کرنے کے بعد وہ شخص تصویر کے ہمراہ چلا گیا۔

ناہر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی طاقت اسے ورشا کی جانب زبردستی کھینچ رہی ہے۔ اس نے گاڑی نکالی اور نکل گیا۔ تقریباً دو بج رہے تھے اور وہ بغیر اطلاع کے جا رہا تھا اور پھر وہ اس جگہ پہنچ گیا چوکیدار اسے پہچان چکا تھا اور دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا کرتا مگر آج دروازہ کھلنے میں کافی دیر ہوگئی۔ ناہر نے کئی بار ہارن بجایا اور تقریباً وہ واپس مڑنے ہی والا تھا کہ دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔

ناہر ڈرائنگ روم میں بیٹھا اردگرد کا جائزہ لے رہا تھا ہر چیز بے انتہا قیمتی تھی۔ "آخر اتنا روپیہ کہاں سے آتا ہے ان کے پاس؟" وہ ابھی سوچوں کی وادی میں تھا کہ اسے لگا چند افراد سرگوشیاں کر رہے ہوں۔ ان کے گھر کوئی مرد نہ تھا بقول ان کے ورشا کے والد کا تین سال پہلے انتقال ہو گیا تھا اور باقی رشتہ دار بھی کم ہی آتے تھے۔

اتنے میں ورشا اور اس کی ممی اپنے مخصوص انداز میں چلتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئیں۔ "کو ہو سوری۔"

ناہر۔ "کوئی بات نہیں، کیا گھر میں کوئی مہمان آئے ہیں؟ ابھی مجھے کچھ مردانہ آوازیں سنائی دی تھیں۔"

"ارے وہ..... نہیں تو نہیں۔" ان کے چہرے کے رنگ متغیر ہو گئے اور پھر سنبھلتے ہوئے۔ "وہ باورچی ملازم اور چوکیدار سب لوگوں کو میں ڈانٹ رہی تھی اور وہ باتیں بنا رہے تھے۔

سب مل کر گپیں ہانکتے ہیں اور کام کو ہاتھ لگانے سے کتراتے ہیں۔"

"اوکے۔" ناہر نے بحث کو طول دینے سے بچایا۔

"آج تم اطلاع کئے بغیر کیسے؟"

"بس سوچا کہ سرپرائز دوں ویسے بھی اتوار تھا۔ فارغ تھا میں۔" ناہر نے محسوس کیا جیسے اسے کہا جا رہا ہوں "اب تم جا سکتے ہو۔"

"اگر آپ کو ڈسٹرب کیا ہے تو معذرت چاہتا ہوں۔ اب میں چلتا ہوں۔" ورشا نے ماں کی طرف دیکھا جیسے شکریہ ادا کر رہی ہو۔

اچانک مسز ملک نے پکارا۔ "ناہر دراصل ہم تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

"جی بولیں..... ؟" "ناہر تم پولیس انسپکٹر ہو سب تمہارے ہاتھ میں ہے۔ مگر پولیس خواہ مخواہ شریف شہریوں کو تنگ کرتی ہے۔ آئے دن ہماری گاڑی چیکنگ، آئے دن پوچھ گچھ۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

مسز ملک نے تھوک نگلتے ہوئے۔ "میرا مطلب ہے ہم لوگ روز کسی نہ کسی تفریحی مقام پر جاتے ہیں اور ریل چکر جو کہ بچوں کی پسندیدہ تفریح ہے وقت کرتے میرے ملازم جو کہ ریل چکر پہ کام کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ پولیس روز پوچھ گچھ کے لئے آتی ہے جس سے بچے سہم جاتے ہیں اور ہمارے کاروبار کو کافی نقصان ہوا ہے اگر آپ انہیں منع کر دیں ایسا کرنے سے تو۔"

ناہر کے چہرے پر فکر و غصے کی لکیریں ابھریں مگر اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے آئندہ ایسا نہیں ہوگا مگر حالات ایسے ہیں کہ آئے دن تفریحی مقامات سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بچوں کا اغوا ہو جانا ہر ایک کو مشکوک بنا رہا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ناہر مگر اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟"

"آپ سے پہلے بھی جو انسپکٹر تھا اس کے تعاون سے ہمارا کاروبار چل رہا تھا۔ مگر اب۔"

ناہر نے سنجیدگی سے ورشا کی طرف دیکھا جو کہ شعلہ بار آنکھوں سے اسے گھور رہی تھی۔ ایک دم وہ بھی پرسکون ہوگئی اور ناہر نے گیٹ کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی بچہ چیخ رہا ہو۔ ناہر نے پلٹ کر مسز ملک کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "وہ دراصل ورشانے وی آر پر مووی لگائی ہے، کسی ہارر مووی میں بچہ......"

ناہر گاڑی درمیانی اسپیڈ سے ڈرائیو کرتا تھا مگر اب اس کی اسپیڈ بہت آہستہ تھی وہ سوچوں کے سمندر میں ڈوبتا جارہا تھا مسز ملک کے الفاظ۔ اور ورشا کی بات سے بچوں کا اغوا ہونا۔ "کہیں مسز ملک تو یہ گھناؤنا کھیل نہیں کھیل رہی۔ اگر ایسا ہے تو پھر میرا کام بہت آسان ہوگیا ہے ان کا کھیل ختم ہونے والا ہے۔"

ناہر فریش ہوا اور پینٹنگ روم میں چلا گیا کیونکہ چیتے کی تصویر ابھی نامکمل تھی اور اس کا گاہک کسی وقت بھی لینے آ سکتا تھا۔

اتنے میں ڈور بیل بجی تو وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا، سامنے وہی شخص تھا جو صبح دس بجے اس کی پینٹنگ خرید کر گیا تھا۔

"جی جناب فرمائیے۔؟" ناہر نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"ناہر صاحب! یہ تصویر آپ واپس لے لیں مجھے رقم کی بھی ضرورت نہیں، جو میں نے ادا کی تھی۔ مگر پلیز! یہ تصویر آپ واپس لے لیں۔"

"ہوا کیا.... کیا تمہارے گھر والوں کو پسند نہیں آئی۔؟"

"نہیں ناہر صاحب بات دراصل یہ ہے کہ اس میں جو کو بنا ہے وہ حقیقت بن کر تصویر سے باہر نکل آیا تھا اور اور...... بس آپ یہ رکھ لیں۔" یہ کہہ کر وہ تصویر ناہر کے ہاتھوں میں تھما کر واپس چلا گیا۔

ناہر خود حیران تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

اس نے یہ تصویر پھر سے اپنے بیڈروم میں لگائی اور خود کام مکمل کرنے لگا، اور پھر تھک کر وہ بستر پر لیٹ گیا۔

آج پھر ناہر نے خود کو اسی وادی میں پایا پھر سے وہی منظر وہ لڑکی بار بار اسے ظالم کہہ رہی تھی اور زار و قطار رو رہی تھی اس بار ناہر نے ہمت کی اور لڑکی کا رخ جس جانب تھا اس طرف سے آگے بڑھا "پلیز! اب رو ئیں کون ہو تم اور مجھے ظالم کیوں کہہ رہی ہو؟"

لڑکی نے سر اٹھایا، وہی تصویر والی دلہن تھی، وہ اس نے روتے ہوئے کہا۔ "تم نے میرے دشمن کو کیوں میرے ماتھے پر بٹھا دیا۔"

"کون ہو تم؟" ناہر نے سوال کیا۔

"میرا نام مہوش ہے تم بہت ظالم ہو......"

ناہر کی آنکھ کھل گئی اس نے جلدی سے لائٹ آن کی۔ "او میرے خدا! کیا ہے یہ سب۔ یہ تو میرے ذہن کی تخلیق ہے مگر یہ خواب اور دلہن...... اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا۔

اگلے دن اس نے اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنا دیا۔ وہ اپنا شک یقین میں بدلنا چاہتا تھا اس نے دو کانسٹیبل کی ڈیوٹی ریلیں چکر کے اردگرد گاڑی اور سختی سے نظر رکھنے کو کہا اور ایک کانسٹیبل کو بھکاری بنا کر مسز ملک کے بنگلے کے باہر فاصلے پر بٹھا دیا۔

پہلے دن شام کو تینوں کانسٹیبل اپنی اپنی رپورٹ ناہر کو دے رہے تھے کہ کوئی قابل ذکر واقعہ نہ ہوا دوسرا اور تیسرا دن بھی بے کار ہی رہا۔

ناہر نے خود فیصلہ کیا کہ اب وہ خود نگرانی کرے گا۔

رات گیارہ بجے مسز ملک کا فون آیا۔ "ہیلو ناہر ڈیئر کیسے ہو، کیا تم اس وقت آ سکتے ہو؟"

ناہر تو خود ہی چاہتا تھا وہ مزید جاننا چاہتا تھا ان کے بارے میں فوراً "او کے" کہہ کر فون بند کر دیا۔

ناہر پچھلی دروازے کے قریب کھڑا مشاہدہ کر رہا تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کہ مسز ملک نے آواز دی۔ "مسٹر ناہر اندر آ جایئے۔"

ناہر ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا۔ "جی فرمایئے اس وقت کیوں بلایا ہے آپ نے؟"

"آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے شاید آپ نے منع کیا ہے پولیس والوں کو ہمارا کاروبار اچھا چل رہا ہے آج کل۔"

"جی تمام معزز شہریوں کی حفاظت ذمہ داری ہے ہماری۔" ناہر بولا۔

ناہر کی نظر مسز ملک کے بازو پر پڑی ہاف آستین تھے اس لئے بازو پر بنا کوبرا کا نشان ظاہر ہو رہا تھا۔

وہ سوچ میں پڑ گیا مگر اسی لمحے مسز ملک کی آنکھوں سے تیز روشنی نکل کر ناہر کے دماغ تک پہنچی اور وہ احمقوں کی طرح اسے دیکھنے لگا اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا اس کا دماغ مسز ملک کی پیروی کر رہا تھا۔

مسز ملک اسے ایک تہہ خانے میں لے گئی وہاں ایک مجسمہ تھا بالکل اسی بھکاری کا مجسمہ جسے ناہر نے پینٹ کیا تھا اور حقیقی طور پر اس سے مل چکا تھا۔ "یہ میرے باپ کا مجسمہ ہے۔" اس نے مجھے بتایا تھا "تمہاری طاقت صرف وہی لوٹا سکے گا جو خیالاتی طور پر میری تصویر بنائے گا۔" میں نے کئی سال انتظار کیا اور آج تم میرے سامنے ہو مجھے مایوس نہ کرنا۔"

یہ الفاظ اس بھکاری کے تھے ناہر سوچنے سمجھنے کے باوجود بیٹا تو طور پر ویسا ہی کر رہا تھا جیسا وہ کہہ رہی تھی۔ اس نے اپنی انگلی سے خون نکال کر مجسمے پر ڈالا تو مجسمے میں حرکت پیدا ہوئی۔ حرکت کے ساتھ ہی مسز ملک نے اس مجسمے کے ہاتھ سے انگوٹھی اتار لی۔

وہ بڑی ہوشیاری سے اپنا مقصد پورا کر رہی تھی اور ناہر بے بس تھا۔

"بس اب آخری کام کرو اس مجسمے کو سجدہ کرو تا کہ میری کھوئی ہوئی طاقت مجھے مل جائے جلدی کرو اور سجدہ کر کے یہ ثابت کرو کہ جو تم نے کیا اپنی مرضی سے کیا۔"

ناہر جھکنے لگا وہ تقریباً زمین سے چند انچ کے فاصلے پر تھا کہ اس کے دل و دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔

"سجدے کے لائق بس وہی ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے کسی اور کے سامنے جھکنا شرک ہے۔"

"وہ تو وحدہ لاشریک ہے۔"

"رک جاؤ ناہر.... رک جاؤ۔ ناہر ایک دم سیدھا کھڑا ہو گیا اس پر مسز ملک کا جادو ختم ہو گیا تھا۔

میرے خدا تیرا شکر ہے تو نے مجھے گناہ عظیم سے بچا لیا۔" سامنے وہی تصویر والا چیتا کھڑا تھا اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

"ناہر سوار ہو جاؤ اس پہ۔" ناہر اس پہ بیٹھ گیا اور چیتا جست لگاتا ہوا بجلی کی تیزی سے باہر آ گیا۔ اس کا رخ ناہر کے گھر کی طرف تھا۔

گھر پہنچ کر ناہر نے دیکھا کہ چیتا پھر سے پینٹنگ بورڈ پر تصویر میں بدل گیا۔

رات کے دو بج رہے تھے ناہر کی امی سجدے میں نجانے کیا دعا مانگ رہی تھیں۔ "ناہر بیٹا تم آ گئے۔"

"جی امی آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں۔"

"ہاں بیٹا۔"

"میں نے بہت بھیانک خواب دیکھا تھا کہ تمہارے ارد گرد کئی سانپ منڈلا رہے ہیں اور تم ان کے گھیرے میں بے بس ہو میں اٹھی اور نوافل ادا کر کے تمہاری سلامتی کی دعا مانگ رہی تھی۔"

ناہر کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ "میری پیاری امی یہ آپ کی دعا ہی ہے جس نے مجھے پھر سے آپ کے سامنے لا کھڑا کیا ہے اور مجھے یقین ہے جب تک آپ کی دعا میرے ساتھ ہے کوئی بھی اپنے غلط عزائم میں مجھ پہ حاوی نہیں ہو سکے گا۔"

ناہر نے خواب دیکھا آج پھر وہی لڑکی جھیل کے کنارے بیٹھی ہے اور ساتھ ساتھ کچھ کہہ رہی ہے۔ مگر پہلے کی طرح آج وہ رو نہیں رہی۔ ایک دم وہ اٹھی اور ناہر کی طرف متوجہ ہوئی۔ "ناہر آپ آ گئے۔ شکر ہے آپ نے اس بھکاری مرد لعین کو سجدہ نہیں کیا ورنہ...... وہ ساحر مجھے مار ڈالتا اور تمام طاقتیں اس کی بیٹی اور وہ اسی کو مل جاتیں وہ بہت ظالم ہیں اس کے بعد انہوں نے جو تباہی مچانی تھی خدا

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

کی پناہ......"

ناہر کی آنکھ کھل گئی۔"آخر کون ہے یہ معصوم سی لڑکی؟" اگلے دن شام کو کانسٹیبل نے جو رپورٹ دی وہ حیران کن تھی۔

"سر! ہم ریل چکر کے پاس کھڑے تھے بس ایسے ہی ریل چکر میں بیٹھنے والے بچوں کی تعداد گننے لگا۔ وہ 26 تھے اور اترتے وقت 25 آخر ایک بچہ کہاں گیا؟ سر میں نے اس کے علاوہ اور کوئی غیر معمولی بات نہ دیکھی۔ نہ ہی غائب ہونے والے بچے کو کسی نے اٹھایا نہ ہی اس نے شور مچایا اور ریل چکر بھی بچوں کے اترنے کے بعد خالی تھا۔"

ناہر بڑی توجہ سے کانسٹیبل اکبر خان کی بات سن رہا تھا۔"ٹھیک تم مزید توجہ سے دیکھو وہاں اگر ہو سکے تو جب ریل چکر خالی ہو اسے غور سے مشاہدہ کرو۔ اصل چکر کیا ہے؟"

رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے ناہر بنگلے کے باہر موجود تھا اور تیسری مرتبہ دیواروں کو چیک کر رہا تھا کہیں ان میں شرارت سر کٹا تو نہیں چھوڑ گیا۔

اطمینان کر لینے کے بعد ناہر نے آرام سے بنگلے کی دیوار پھلانگی اور احتیاط سے چلتا ہوا ایک ایک کمرے کو چیک کر رہا تھا تمام کمرے اندر سے لاک تھے اچانک لیک کورا اس کے سامنے نمودار ہوا اور اس کی آنکھوں سے بالکل ویسی ہی شعاعیں نکلنے لگیں جیسی مسز ٹک کی آنکھوں سے نکلی تھیں، ناہر نے وہاں سے ہٹنا چاہا مگر وہ اپنے حواس سے بیگانہ ایک طرف لڑھک گیا۔

"وہ دن سے انسپکٹر ناہر غائب ہے۔" تمام عملہ اپنی پوری کوشش کے باوجود ناکام ہو چکا تھا۔ جگہ جگہ ناکا بندی کرا دی گئی تھی مگر کوئی سراغ نہ ملا۔

ناہر ہوش میں آ چکا تھا۔"مجھے یقین تھا جو بے تم ضرور ادھر کا رخ کرو گے" آخر تم بھی تو جاسوسی کے ماہر ہو اب بتاؤ کیا وہ آخری کام کرو گے اگر تم میرا آخری کام کر دو تو تم سینکڑوں بچوں کو موت سے بچا سکتے ہو ورنہ تم تو مرو گے ہی ساتھ ہی مجھے لیلن کو راضی کرنے کے لئے سینکڑوں بچوں کی بلی دینی ہوگی اگر بچا سکتے ہو تو بچا لو ان

بچوں کو۔"

ناہر کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا وہ لوہے کی مضبوط زنجیروں کے شکنجے میں تھا۔ ایک طرف اس کا اپنا ایمان تھا جو کہ اسی کی پہچان تھا ورنہ انسان ورنہ صفت شیطانوں سے اس میں کیا فرق رہ جاتا اور دوسری طرف کئی معصوم جانیں تھیں۔

کانسٹیبل اکبر ریل چکر کے قریب ہی کھڑا تھا اور ریل چکر چلانے والے جسے بچے انکل ٹومی کہتے تھے اس سے محو گفتگو تھا۔

"یار بچے بڑی خوشی سے تمہارے ریل چکر میں بیٹھتے ہیں، اکثر میرا دل کرتا ہے کہ میں بھی بیٹھوں مگر یہ سوچ کر اپنے خیال کا اظہار نہیں کرتا کہ تم لوگ مجھے احمق سمجھو گے۔"

"اچھا تمہارا بھی دل کرتا ہے کہ تم ریل چکر کے مزے لو۔"

"ہاں یار ابھی بچے نہیں ہیں کیا تم مجھے ایک چکر دے سکتے ہو۔"

"ارے نہیں مالکن ناراض ہوگی۔ تیرا وزن یہ چھوٹی چھوٹی سیٹیں کیسے برداشت کریں گی جاؤ کام کرو۔"

"دیکھو تم 80 روپے کا ٹکٹ دیتے ہو میں تمہیں ایک ہزار دیتا ہوں پورا اب دو گے مجھے جھولا۔" ٹومی سوچ میں پڑ گیا ابھی اس کا ساتھی نہیں آیا تھا اور کوئی بتانے والا موجود نہ تھا وہ ان ہزار روپوں کو اپنے کھاتے میں ڈال سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے مگر تھوڑی دیر بعد میں روک دوں گا۔"

ٹھیک۔" اکبر ریل چکر میں کھڑا ہو گیا۔ ریل چکر اتنی تیزی سے گھوما کہ پاس کھڑے ہونے والا شخص اندازہ کر پاتا تھا کہ کیا ہے اس نے بغور ہر ایک جگہ کو دیکھا وقت کم تھا آخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی وہ ہر سیٹ پر اپنے ہاتھ سے وزن ڈالتا اور آگے چل پڑتا، تقریباً 17 ویں سیٹ پر جیسے ہی اس نے ہاتھ کا وزن ڈالا سیٹ نیچے کو گرنے لگی نیچے جیسے کسی تہہ خانے کی طرف اس کا خیال ٹھیک نکلا جو بچہ اس سیٹ پر بیٹھتا وہ غائب ہو جاتا ریل چکر میں بچوں کو اس طرح کھچا کھچ بھر دیا جاتا کہ بچوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں؟ ـــ

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل رینج
- ایڈفری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

کو اتنی تیزی میں گھومتے ہوئے ریل چکر میں احساس ہی نہ ہو پاتا کہ کیا ہوا ہے۔

اچانک ریل چکر رک گیا۔ "چلو جلدی سے اترو، میرا ساتھی آ رہا ہے اور ویسے بھی بچوں کا وقت ہے جاؤ اب یہاں سے۔" ٹوپی اکبر سے مخاطب تھا۔

"ٹھیک ہے ٹوپی یار تمہارا شکریہ بہت مزا آیا واقعی اب پتا چلا بچے اتنی خوشی سے کیوں اس میں سوار ہوتے ہیں۔" اکبر نے ایک بچہ جو کہ اس کا پڑوسی تھا وہ کافی عقلمند بھی ہر وقت اکبر سے سوالات کرتا رہتا تھا۔

"انکل بتائیں نا پولیس کیسے بنتے ہیں، میں بھی پولیس بنوں گا۔"

اسے تیار کر لیا اپنے مشن کے لئے۔ "بیٹا تم کہتے ہونا کہ تم پولیس بننا چاہتے ہو تو پھر آج تمہارا امتحان ہے۔ اگر تم پاس ہو گئے تو تم پولیس بن جاؤ گے۔" بچہ خوشی خوشی تیار ہو گیا۔

کانسٹیبل اکبر نے بچے کو ایک سیل فون دیا اور کہا کہ "تم 17 ویں سیٹ پہ بیٹھ جانا اس کے بعد تمہارے ساتھ جو جو واقعات پیش آئیں تم مجھے آگاہ کرتے رہنا۔"

ادھر ناہر تین دن سے بھوکا پیاسا زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور مزید اس پر تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایک ڈھانچہ آ کر کوڑے برساتا "بول دعا کرے گا یا نہیں"

ویسے تو انہیں بچوں کی بلی دینے میں ابھی کوئی وقت نہ تھی۔ لیکن اگر ناہر اپنی مرضی سے وہ سب کرتا جیسا اسے کہا جاتا تو ان کو زیادہ طاقتیں ملتی ناہر جانتا تھا اگر وہ ایسا کر بھی لیتا ہے تو وہ بچوں کو نہ بچا سکے گا کیونکہ وہ مزید طاقتیں حاصل کرنے کے لئے بچوں کی بلی ضرور دیں گے۔

ریل چکر میں کانسٹیبل اکبر نے بہت ہوشیاری سے بچے کو 17 نمبر سیٹ کی طرف بڑھنے کو کہا جیسے ہی وہ بچہ 17 نمبر سیٹ پر بیٹھا وہ گہرائی میں اترتا چلا گیا۔

اب وہ گہرائی کے بجائے اوپر آنا شروع ہو گیا تھا۔

اور جیسے ہی وہ کچھ دیکھنے کے قابل ہوا وہ گھنے جنگل میں تھا۔

ایک ڈھانچے نے اسے کمر سے اٹھا لیا اور سامنے موجود بنگلے کی طرف لے گیا۔ اس نے سمجھا بچہ بے ہوش ہو چکا ہے

ڈھانچے نے باقی بچوں کے ساتھ جا کر اسے بھی لٹا دیا۔

جیسے ہی ڈھانچہ باہر سے دروازہ لاک کر کے وہاں سے ہٹا بچے نے سیل فون نکال کر اکبر کو ایک ایک بات بتائی سرگوشی کے انداز میں اور یہ بھی بتایا کہ اس کو وہاں پہنچنے میں زیادہ وقت نہ لگا اس کا مطلب ہے ٹھکانہ کہیں قریب ہی شہر میں ہے۔

اس نے باقی بچوں کو خاموش رہنے کو کہا اور کہا کہ تم سب آزاد ہونے والے ہو بس خاموش رہنا۔

دوسری طرف ناہر کی والدہ کی حالت بہت خراب تھی وہ رو رو کر دعا مانگ رہی تھی۔ "اے پالنے والے اے پروردگار میرا ناہر کے سوا اور کوئی نہیں ہے اسے اپنی حفظ و امان میں رکھنا لگ رحم فرما۔"

ناہر کے سامنے کھانا رکھا گیا تھا تین دن بعد ورشا سامنے کھڑی تھی۔ "اسی یہ زندہ رہے گا تو ہمارا کام ہو سکے گا پلیز اس کے ہاتھ کھولیں تاکہ یہ کھا سکے۔"

ناہر کے ہاتھ کھولے گئے مزید دو ڈھانچے اور ایک پہلوان اس کی نگرانی کر رہے تھے ناہر نے آہستہ آہستہ کھانا زہر مار کر کھانا شروع کیا مگر اس کی پوری توجہ سامنے ڈھانچوں اور اس پہلوان نما گارڈ پر تھی وہ آہستہ سے کھڑا ہوا اور اس گارڈ پر جھپٹا کافی موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ پھرتیلا نہ تھا ناہر نے جھٹکے سے اس کی بانہہ کا وار کر دیا اور گن فرش پر گر پڑی۔ ڈھانچوں کی آنکھوں سے شعاعیں نکلیں اور ناہر کو اپنی لپیٹ میں لینے لگیں مگر ناہر پرسکون تھا ناہر نے ڈھانچوں پر فائر کھول دیا جسے وہ ہڈیوں کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئے۔ باہر کافی شور تھا مگر اس طرف کوئی نہ آیا۔

"جلدی سے سیل فون دو مجھے جلدی کرو ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔" ناہر نے ڈھانچے کی طرف اشارہ کر کے اس گارڈ سے کہا۔ "ٹھیک ہے لو۔" اس نے سیل فون آگے بڑھا دیا ناہر نے ایک ہاتھ سے اس پر گن تان لی اور دوسرے سے وہ نمبر ملانے لگا۔

ادھر کانسٹیبل اکبر کی فون کی بیل مسلسل بج رہی تھی مگر وہ جس مشن پر جا رہا تھا وہ ایک لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا ناہر نے اس گارڈ کو عالم فانی سے رخصت کیا اور باہر آ گیا وہ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

پھر ایک کمرے کو غور سے دیکھ رہا تھا ایک کمرے سے بچوں کی ہلکی سی آواز کا شک گزرا اس نے دروازے کو زبردست لات ماری اور دو تین بار ایسا کرنے سے دروازہ کھل گیا سامنے سینکڑوں بچے چوزوں کی طرح ایک دوسرے کے اوپر پڑے تھے کافی بڑا کمرہ تھا ایک بچہ لپک کر آگے آیا "ناہر انکل آپ پولیس ہو ناں۔"

"مجھے اکبر انکل نے یہ سیل فون دیا تھا دیکھیں انہوں نے کہا تھا کہ میں انہیں راستے سے آگاہ کروں مگر مجھے اندازہ نہیں۔"

ناہر نے جلدی سے اس کے ہاتھ سے سیل فون لیا اور اکبر کا نمبر ڈائل کیا۔

"ہاں سناؤ بچے کسی قسم کا خطرہ تو نہیں، ہم جلد ہی تم لوگوں تک پہنچ جائیں گے مگر جگہ ٹریس کرنے میں وقت لگے گا۔" "راستہ میں بتا تا ہوں اکبر۔"

ناہر کی آواز پر اکبر چونک گیا۔ "سر آپ! آپ وہاں۔" "ہاں سنو غور سے۔"

ناہر نے راستہ سمجھایا اکبر کو۔ اکبر اور سب انسپکٹر پولیس نے بھاری نفری ساتھ لی اور بتائے گئے راستے پر گامزن ہو گئے مسز ملک کی حالت غیر ہو رہی تھی وہ خفیہ کیمرے میں سب کچھ دیکھ چکی تھی اور اس کے تمام کارندے ایک مشن پر گئے ہوئے تھے وہ مطمئن تھے اس طرف سے مگر اب مسز ملک بار بار رابطہ قائم کر رہی تھی۔

پولیس گاڑیاں شہر کے مشرقی طرف واقع جنگل سے گزر رہی تھیں۔ ایک طرف سے دو لینڈ کروزر نے بریک لگائی اور اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی گئی انہوں نے آتے ہی سب سے پہلے پولیس موبائل کے ٹائر ناکارہ کر دیئے۔

ناہر نے مسز ملک کے کمرے کا رخ کیا۔ مسز ملک بے چینی میں ٹہل رہی تھی۔ ناہر نے دروازہ لاتوں کے زور سے توڑا اور اندر داخل ہو گیا۔ "بتا چڑیل تو ایسا کس مقصد کے لئے کر رہی ہے تیری زندگی تو اب ختم ہے، بس ایک میرا آخری شک بھی یقین میں بدل دے۔ بتا کیا تو انسان ہے؟"

"ہاں انسان ہی ہوں قبیلہ شگان کی ملکہ ابرش سے میری دوستی ہے۔ میں اسے مدد کر کے طاقتیں حاصل کروں گی کہ ناہر تو تم میرے اشاروں پر چلیں گی۔"

"تیرا کھیل ختم ہو گیا مکروہ عورت تو نے کئی جانوں کی زندگی کو موت کی دہلیز پر لا کر، کئی انسانوں کو نہ زندہ رہنے کے قابل چھوڑا نہ مرنے کے۔"

"ناہر جو سے تو تے میرا جال مجھ پہ ہی پھینک دیا بس چند لمحے انتظار کرو تم بھی ان انسانوں کی لسٹ میں شامل ہو جاؤ گے جو مرنا چاہتے ہیں مگر مر نہیں سکتے، زندہ رہنا چاہو گے تو زندگی تم سے دور بھاگے گی۔"

ناہر نے ایک جمپ لگایا اور مسز ملک لہراتی ہوئی فرش پر گر گئی ناہر نے مضبوط رسی سے اس کو باندھ دیا اور بچوں کو لے کر باہر نکلا سامنے جنگل میں فائرنگ ہو رہی تھی ناہر نہ تو بچوں کو چھوڑ سکتا تھا نہ ہی جنگل کی طرف جائزہ لینے جا سکتا تھا اتنے میں ایک بچہ آگے آیا۔

"انکل آپ ہماری فکر نہ کریں، آپ دیکھیں جا کر کیا معاملہ ہے؟"

"نہیں بیٹا یہاں خطرہ ہے۔"

ناہر نے تھانے میں رابطہ کیا۔ "جلدی سے آدمی بھیجو اور بچوں کو باحفاظت پہنچانے کا انتظام کرو۔"

ناہر کے ہاتھ میں اکبر کا دیا ہوا سیل فون بج رہا تھا۔ "سر قریبی جنگل میں ہم پہ اچانک فائر کھول دیا گیا ہے، دو اہلکار شہید ہو چکے ہیں اور ان کے کئی افراد بھی مر چکے ہیں۔ مگر ہماری گاڑیوں کو ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔"

"تم فکر نہ کرو مزید نفری آ رہی ہے، میں بچوں کو باحفاظت بھجوا کر خود بھی آ رہا ہوں تمہاری طرف۔"

کافی دیر ہو گئی، بچے بھوک پیاس سے نڈھال تھے اوپر سے دوپہر کی دھوپ نے کسر پوری کر دی تھی اتنے میں ٹرک کی آواز آئی "رشید ٹرک کو آگے بنگلے والی جگہ لاؤ وہاں بچوں کو لانا خطرے سے خالی نہیں۔" ناہر نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

بچے اطمینان سے ٹرک میں سوار ہو گئے تھے اور شہر پر جاتے ہوئے ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے وہ موت

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کو شکست دے کر زندگی کے استقبال میں جا رہے ہیں۔

ناہر جنگل کی طرف بھاگا۔ مسز ملک کے کارندوں میں اچانک بھگدڑ مچ گئی ایک طرف سے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی گئی تھی ناہر نے فون پر اکبر سے رابطہ کیا "جنگل کے باہر گاڑیاں انتظار میں کھڑی ہیں تم بچنے والے ملنے اور زخمیوں کو لے کر اس طرف جاؤ ان کے ساتھ میں نمٹ لوں گا۔"

"OK سر لیکن ویسے بھی کئی نوجوانوں کی حالت سیریس ہے۔"

صرف دو آدمی مسز ملک کے بچے تھے وہ اس نامعلوم فرد کو تلاش کررہے تھے جس نے ان کے تقریباً 13 کارندوں کو نامعلوم موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔"

ناہر جھاڑیوں میں کراؤلنگ کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

"رک جاؤ اور آرام سے باہر آجاؤ تم ایک بھی فائر کھولنے کی غلطی نہ کرنا۔"

ناہر آرام سے باہر آگیا اور اس نے اطمینان کرلیا کہ وہ واقعی دو تھے اور فائر کھولنا اپنی زندگی کو داؤ پر لگانے کے مترادف تھا۔ ویسے تو وہ موت سے ڈرتا نہیں تھا مگر ابھی اس نے مسز ملک کو اس کے انجام تک پہنچانا تھا اور دوسری خواہش قبیلہ شاکان کی ملکہ ابرش تک پہنچنا تھا۔ جو کئی بار اس کے خوابوں میں آ چکی تھی۔

ناہر ان کے ساتھ چل پڑا ان کا رخ بنگلے کی طرف تھا مگر بنگلے میں آگ لگی ہوئی تھی اور شعلے آسمان سے باتیں کررہے تھے۔ ناہر نے دیکھا جس جگہ مسز ملک کا کمرہ تھا اصل میں آگ وہیں سے شروع ہوئی تھی اور باقی بنگلے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

نہ جانے کہاں سے ایک چیتا نمودار ہوا اور ان دونوں کارندوں کو چیر پھاڑ کرتا ہوا ناہر کے پاس رک گیا۔

چیتے نے ناہر کو اپنے مخصوص انداز میں اپنے اوپر بٹھایا اور بھاگ کھڑا ہوا اس کی رفتار بجلی کی سی تھی ناہر نڈھال ہو کر اپنے ہوش سے بیگانہ ہو گیا جب اس کے حواس بحال ہوئے تو ایک آواز سنائی دی۔

"اٹھو ناہر ہماری ملکہ ابرش اپنے محسن سے ملنا چاہتی ہے۔"

ناہر نے آنکھیں کھول دی سامنے وہ شخص تھا جس نے اسے چیتے کی پینٹنگ بنانے کو دی تھی۔

سامنے ہی خوبصورت جھیل تھی ناہر اٹھ بیٹھا بالکل وہی خواب والی جگہ مسحور کردینے والی خوبصورت جگہ۔

وہ شخص جا چکا تھا اور ناہر ادھر ادھر اس کے انتظار میں ٹہلنے لگا۔ مگر وہ نہ آیا۔

ناہر کو سامنے ایک خوبصورت خیمہ نظر آیا تو وہ ہچکچاتے ہوئے خیمے کے باہر جا کھڑا ہوا اور محسوس کرنے لگا کہ اندر کوئی ہے یا نہیں مگر خیمہ خالی تھا ناہر اس میں داخل ہو گیا۔

اب چاند نکل آیا تھا اور چاند کی روشنی میں وہ جگہ مزید خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ خیمے میں ہر طرح کے پھل اور میوہ رکھا تھا ناہر نے پھل کھائے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

ناہر آنکھیں بند کئے سوچوں کے سمندر میں ڈوبتا گیا کہ کیا ہوا ہے میرے ساتھ؟ کیا یہ حقیقت ہے یا کوئی خواب اب آگے کیا ہونے والا ہے؟

اتنے میں ایک آواز سنائی دی اسے جیسے کوئی اعلان کررہا ہو۔ "اگر کوئی ہے تو وہ جھیل کی طرف نگاہ نہ کرے شہزادی ابرش جھیل میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ تشریف لا رہی ہیں۔" ناہر ایک دم سے اٹھ بیٹھا اور خیمے کا پردہ ہٹا کر دیکھنے لگا۔

سامنے پریوں کا گروہ آتا دکھائی دیا ان کا رخ جھیل کی طرف تھا اس کے سامنے ملکہ ابرش کا چہرہ تھا بالکل ویسا ہی حسین۔

شہزادی ابرش ایک دم رک گئی۔ "آج میں جھیل میں نہیں جاؤں گی مجھے لگ رہا ہے، میرا محسن ناہر یہاں کہیں ہے۔" اس نے تالی بجائی اور وہی شخص جو ناہر کو یہاں چھوڑ کر گیا تھا حاضر ہوا۔

"جی فرمائیے۔"

اس نے مؤدب لہجے میں کہا۔ شہزادی نے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سے نجانے کیا کہا کہ وہ بھاگتے ہوئے خیمے کی طرف آیا اور ناہر کو اپنے ساتھ لے گیا۔ "چلیے ناہر صاحب آپ کو ملکہ بلا رہی ہیں۔"

ناہر اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا، وہ ایک پتھروں سے بنے محل میں داخل ہوئے اور ایک کمرے میں ناہر کو بٹھا دیا گیا چند منٹ بعد شہزادی ابرش ہاتھ میں تھال لئے کمرے میں داخل ہوئی ناہر ابرش کو دیکھ کر جیسے سکتے میں آ گیا اس کا خیالاتی پیکر حقیقت میں اس کے سامنے تھا۔

شہزادی نے اپنی کمر کو گھٹنوں تک ناہر کے سامنے شکریہ ادا کرنے والے انداز میں جھکایا۔ "ویسے تو میں قبیلے کی شہزادی ہوں ناہر مگر آپ نے مجھ پر احسان کر کے مجھے اپنی کنیز بنا لیا ہے۔

"میں آپ کے ساتھ آپ کی دنیا میں جانا چاہتی ہوں۔ آپ اپنا فیصلہ سنایئے کیا آپ مجھے لے کر جائیں گے۔"

ناہر ایک دم چونکا۔ "جی...... جی...... آپ...... میرے ساتھ...... ہاں۔"

"اگر آپ کو اعتراض ہے تو میں ضد نہیں کروں گی۔"

"نہیں شہزادی ابرش! آپ میرے ساتھ ضرور چلیں گی مگر۔"

"مگر کیا......؟ میرے والدین نے میری بھی کوئی بات نہیں ٹالی۔"

اتنے میں ایک خوبصورت مرد اور بالکل ابرش کی طرح ایک عورت کمرے میں داخل ہوئیں شاید وہ شہزادی کے والدین تھے۔

"ہم نے آپ کی بات سن لی ہے ابرش تم ضرور جاؤ۔ مگر جب وقت پتھر کا ہونے لگے اور تمہارے ناخن سفید پڑنے لگیں تو تم ضرور واپس آ جانا۔"

انہوں نے اپنے قبیلے کے مطابق ناہر اور ابرش کا نکاح کر دیا اور دعاؤں کے ساتھ دونوں کو رخصت کیا۔

☆......☆......☆

"دروازہ کھولئے امی جان۔"

ناہر کی امی ناہر کی آواز سن رہی تھی مگر شاید دروازے تک اٹھ کر جانے کی ہمت ان کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ جیسے تیسے وہ دروازے کے قریب پہنچی اور دروازہ کھول دیا سامنے ناہر اور ایک خوبصورت دلہن کے روپ میں ایک لڑکی کھڑی تھی بالکل ویسی ہی دلہن جو ناہر کے کمرے میں لگی تصویر میں تھی۔

محکمہ پولیس ناہر کے واپس آنے والے معاملے کو حل نہ کر سکے تھے ان کا خیال تھا کہ ناہر شاید بنگلے میں لگنے والی آگ کی نذر ہو چکا تھا مگر یہ حقیقت صرف ناہر ہی بتا سکتا تھا۔

ناہر نے کچھ دن سے مشاہدہ کیا کہ ابرش ہر وقت ناخنوں پر رنگ برنگی نیل پالش لگائے رکھتی ہے۔ "ابرش کیا بات ہے؟"

"یہ نیل پالش کا شوق تمہیں کب سے ہو گیا ہے، تمہیں پتہ ہے ناں کہ نیل پالش لگانے سے نماز نہیں ہوتی۔"

"ہاں! مگر بس میرا دل کرتا ہے۔"

ایک دن ناہر اپنے پینٹنگ روم میں ایک پینٹنگ پہ کام کر رہا تھا اور ابرش بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

ناہر باتیں کرتے کرتے تھک گیا مگر ابرش نے کوئی جواب نہ دیا۔ "کیا بات ہے مجھ سے ناراض ہو گیا؟" ناہر بولا۔

ناہر نے پلٹ کر دیکھا مگر ابرش نے کوئی تاثر نہ دیا نہ ہی وہ ہلی جلی تو ناہر نے اسے جھنجوڑ ڈالا۔ "اٹھو! ابرش میری بات کا جواب دو۔"

مگر ابرش تو پتھر کی بن چکی تھی اب ناہر سمجھا کہ وہ نیل پالش اپنے ناخنوں پر کیوں لگا کر رکھتی تھی ابرش واپس اپنے قبیلے میں نہ گئی بلکہ ناہر کے احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے خود کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کے حوالے کر دیا یعنی اس کی تخلیق میں سما گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

واصل جہنم

نعیم بخاری آکاش۔ اوکاڑہ

ہر سو رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا مسلط تھا، آبادی کے سارے لوگ نیند میں مدہوش تھے کہ ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا، ایسا خونی واقعہ شاید ہی کسی نے سنا یا دیکھا ہو کہ پھر اچانک دلوں کو دہلاتی گولی کی آواز گونجی۔

خود غرض، مطلب پرست کی ایک ناقابل یقین دل ہلا دینے والی لرزہ خیز انجام کرتی خونی کہانی

میں بہت ہی خوش تھا۔ کیونکہ میری بیوی ماں بننے والی تھی۔ صرف چند دنوں کی ہی تو بات تھی۔ پھر ہماری زندگی میں ایک ننھی سی جان کا اضافہ ہو جاتا۔ جس کی خواہش دنیا کے ہر میاں بیوی کو ہوتی ہے۔ انزہ بہت ہی اکیسا محسوس کر رہی تھی۔ اس نے ڈھیر سارے کپڑے، کھلونے اور جھولا خرید اتھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دنیا کی ہر چیز خرید لے...... اور اس کی خوشی میں، میں خوش تھا۔ آمدنی بھی محدود تھی۔

ویسے بھی اخباری رپورٹر کی آمدنی کا دارومدار دعاؤں پر ہوتا ہے۔ لیکن پتا نہیں یہ ہمارے بچے کی قسمت تھی کہ کہیں نہ کہیں سے روپوں کا بندوبست ہو ہی جاتا تھا۔ میں نے ایک دو ملٹی نیشنل کمپنیوں میں بطور رپورٹر انٹرویو دیا تھا لیکن ابھی تک کہیں سے بھی کال نہیں آئی تھی۔ پر میں پرامید تھا اور مجھے اپنے رب پر مکمل بھروسہ تھا کہ وہ میری محنت رائیگاں نہیں جانے دے گا۔

وہ منگل کا دن تھا شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا میں نے اپنی بیگم کی من پسند مٹن بریانی، آئس کریم اور کولڈ ڈرنک خریدا اور گھر آ گیا۔ گرمیوں کی خوشگوار شام تھی۔ بیگم چارپائی پر بیٹھی ایک فلمی میگزین کا مطالعہ کر رہی تھی۔ میں نے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

"انزہ نے اترا کر مجھے پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"چھوڑیں مجھے آپ نے تو چار بجے آنے کہا تھا۔"

میں نے پھر اسے بانہوں میں بھر لیا۔ "جان تمہارے لئے آئس کریم لانے گیا تھا...... دیکھو بریانی بھی لایا ہوں تمہاری من پسند......"

اس نے شوخی سے جواب دیا۔ "مجھے بہلائیں مت...... اتنا ہی خیال تھا تو مجھے باہر کھانے پر لے جاتے۔ کتنے دن ہو گئے ہیں، آپ مجھے کھانے نہیں لے گئے!"

"اچھا بھئی کل چلیں گے...... اور تمہاری ہلکی سی واک بھی ہو جائے گی۔" میں نے کہا تو انزہ خوش ہو گئی۔

ہم کبھی کبھار کسی درمیانے درجے کے ہوٹل میں چلے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے انزہ کافی خوش ہوتی تھی۔ "آپ بیٹھیں، میں برتن لاتی ہوں۔" اس نے مجھے بازو سے پکڑتے ہوئے کھینچا۔

"نہیں...... تم بیٹھو آرام کرو آج سارا کام میں کروں گا۔" میں نے کہا اور کچن میں آ گیا۔ بریانی کو برتن میں ڈال کر پیچھے رکھے پانی کا جگ اٹھایا اور صحن میں آ گیا۔ کھانا اور آئس کریم کھانے کے بعد میں نے اس کو صحن میں ہی تھوڑی سی واک کرائی۔ انزہ کی لیڈی ڈاکٹر کے مشورے پر میں انزہ کو روزانہ تقریباً 15 منٹ واک کراتا تھا۔ پھر سونے کے لئے لیٹے تو وہ میرے بازو پر سر رکھے ہی سو گئی۔

تقریباً ایک بجے کے قریب میری اچانک آنکھ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کھلی۔ وہ چارپائی پر موجود نہیں تھی میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے دائیں بائیں نظریں دوڑائیں تو ایک طرف اندھیرے میں وہ دیوار کو پکڑے کھڑی کراہ رہی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ اپنے سر کو جھٹکے دے رہی تھی۔ میں بھاگ کر اس کے قریب گیا اور پوچھا۔

"کیا ہوا؟ تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟" اس نے چہرہ میری طرف گھمایا اور بمشکل بولی "شہباز مجھے درد ہو رہا ہے۔" شدت تکلیف سے اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔

"تم نے شام کو دوائی لی تھی ناں......" میں نے فکرمندی سے پوچھا۔

"لی تھی......" وہ آہستہ سے بولی۔ میں نے اسے سہارا دیا اور چارپائی پر لٹاتے ہوئے پوچھا۔ "تم اندھیرے میں کھڑی تھی مجھے اٹھا دیتی۔" اس نے میری طرف دیکھا پھر ایک ہاتھ میرے گال پر رکھتے ہوئے بولی...... "میں نے سوچا چلنے سے درد ختم ہو جائے گا۔ اور آپ کو اس لئے ڈسٹرب نہیں کیا کہ آپ سارا دن مارے مارے پھرتے ہیں تھکے ہوئے ہوں گے۔"

مجھے اس پر بے اختیار ہی پیار آ گیا میں نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی اور پوچھا...... "کیا درد کم ہو رہا ہے۔"

"نن...... نہیں ...... ڈاکٹر کے پاس چلئے۔ میرے خیال میں وقت آ گیا ہے۔" وہ بولی تو میں تاخیر کئے بغیر باہر نکل گیا۔

کچھ ہی دوری پر مجھے رکشہ مل گیا۔ میں نے اس کو رکشے میں بیٹھایا اور ڈرائیور سے کہا۔ "چاچا کسی بھی نزدیکی اسپتال لے چلو اور رکشہ ذرا آہستہ چلانا......" ڈرائیور ذرا پکی عمر کا تھا اور صورتحال کو سمجھتا تھا۔

وہ کمال مہارت سے رکشہ چلاتے ہوئے ایک اسپتال میں لے آیا...... میں نے باہر نکل کر محسوس کیا کہ اسپتال آبادی سے ذرا ہٹ کر تھا۔ لیکن اس کی عمارت جدید طرز کی تھی باہر پارکنگ میں کوئی بھی گاڑی نہیں کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے ان باتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے انزہ کو سہارا دے کر نیچے اتارا۔ ہم جیسے ہی اسپتال میں داخل ہوئے تو استقبالیہ کاؤنٹر خالی تھا۔ ایک طرف ایک صوفے پر ایک ڈاکٹر اور نرس کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ ہم پر نظر پڑتے ہی وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور ہماری طرف بڑھے۔

ڈاکٹر کے قریب آتے ہی میں نے کہا...... "ڈاکٹر صاحب ...... ڈلیوری کیس ہے میری وائف کو شدید تکلیف ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ڈاکٹر نے کسی صابر نامی لڑکے کو آواز دی وہ لڑکا ایک کمرے سے نکلا وہ کچھ کھا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے اسٹریچر لانے کا کہا تو وہ لڑکا بھاگتا ہوا گیا اور راہداری سے ایک اسٹریچر کے ساتھ نمودار ہوا۔ اس وقفے میں کچھ عجیب سا لگا کیونکہ ڈاکٹر اور نرس کن انکھیوں سے انزہ کو دیکھ رہے تھے۔ کبھی کبھار وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے جیسے آپس میں کسی بات پر اتفاق کر رہے ہوں۔

اسٹریچر آیا تو میں نے انزہ کو اس پر لٹا دیا۔ صابر نامی لڑکا اسٹریچر کو دھکیلنے لگا ڈاکٹر نے انزہ کی نبض اور آنکھیں چیک کیں اور پیڈ پر کچھ لکھ کر نرس کو دیا اور اسٹریچر کے ساتھ چلنے لگا۔ جبکہ نرس ایک کمرے میں غائب ہوگئی تھی۔

میں نے ڈاکٹر سے کہا "ڈاکٹر صاحب ایڈمٹ فارم منگوالیں میں نام پتا لکھ کر سائن کردیتا ہوں۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے سر...... رات کو عملہ کم ہوتا ہے۔ ڈلیوری ہوجائے فارم تو صبح بھی بھرا جاسکتا ہے۔" ڈاکٹر نے خوش اخلاقی سے جواب دیا۔

لیکن پتا نہیں کیوں میں گھبرا رہا تھا میں نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ "آپ کا نام کیا ہے۔؟"

ڈاکٹر نے میری طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔ "عبدالقیوم...... فکر مت کریں سر یہ اسپتال شہر کا اچھا اسپتال ہے۔"

راہداری کے اختتام پر ایک کمرہ تھا صابر نامی لڑکا اسٹریچر کو کمرے میں لے گیا۔ انزہ سر اٹھا کر میری طرف دیکھ رہی تھی شاید وہ بھی گھبرا رہی تھی۔

جیسے ہی ڈاکٹر اندر جانے لگا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "ڈاکٹر صاحب یہ کمرہ آپریشن تھیٹر نہیں ہے۔" میں نے دریافت کیا۔

ڈاکٹر نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر آپ بہت اچھے ڈاکٹر ہیں یا بہت کچھ جانتے ہیں تو آپ خود ہی کیوں نہیں کر لیتے کیس اور ہاں داوے...... ڈلیوری کیس ہم آپریشن تھیٹر میں نہیں کرتے ہیں...... وہ صرف سرجیکل کے لئے مخصوص ہے۔" وہ رکا اور مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "اب کوئی اور سوال مسٹر...... یا میں اپنا فرض پورا کروں۔"

"سوری ڈاکٹر صاحب۔" میں نے شرمندگی سے جواب دیا۔

پھر ڈاکٹر نے ایک کمرے کی طرف انگلی کی اور بولا۔ "برائے مہربانی ویٹنگ روم میں تشریف رکھیے آپ کی ضرورت ہوگی تو آپ کو ضرور تکلیف دیں گے۔"

میں خاموشی سے راہداری میں اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ سامنے وہی نرس ہاتھ میں ٹرے لئے جس میں دوائیاں رکھی ہوئیں تھیں چلی آرہی تھی اس نے مجھے کراس کیا اور اسی کمرے میں غائب ہوگئی۔

میں نڈھال قدموں سے چلتا ہوا ویٹنگ روم میں داخل ہوا، کمرہ بہت ہی صاف ستھرا تھا، فرش چمک رہا تھا۔ مہنگے صوفے سلیقے سے رکھے ہوئے تھے۔ جبکہ ایک ٹی وی دیوار میں نصب تھا۔ میں ایک طرف صوفے پر ڈھے گیا اور آنکھیں موند کر اپنے پروردگار سے آفات سے نجات مانگنے لگا، بار بار انزہ کا معصوم چہرہ میرے سامنے آرہا تھا۔ ایک طرف مجھے پریشانی تھی تو دوسری طرف میں دل کو تسلی دیتا تھا کہ انشاء اللہ ہم ماں باپ بن جائیں گے۔

پھر پتا نہیں کب میری آنکھ لگ گئی...... صبح میری آنکھ شور سن کر کھلی ویٹنگ روم میں ایک بچہ رو رہا تھا جبکہ اس کا باپ اسے چپ کرانے میں مصروف تھا۔ وہاں پر ایک بزرگ بھی موجود تھے۔ کھڑکی میں سے دن کا اجالا نمودار ہوچکا تھا۔ میں نے وال کلاک پر ایک نظر دوڑائی صبح کے 8 بج رہے تھے۔ ویٹنگ روم میں موجود دونوں افراد نے میری طرف دیکھا اور پھر اپنی اپنی سوچوں میں گم ہوگئے۔

میں آنکھیں ملتا ہوا ویٹنگ روم سے نکلا اور استقبالیہ کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ کچھ مریض آجا رہے تھے جبکہ کچھ مریضوں کے عزیز ان سے ملنے کی غرض سے استقبالیہ ہال میں بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ اس وقت استقبالیہ کاؤنٹر پر ایک لڑکا اور لڑکی بیٹھے تھے۔ لڑکا کمپیوٹر پر اپنے کام میں مصروف تھا۔ میں نے لڑکی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کو مخاطب کرکے پوچھا؟

"مس! رات کو میری وائف ایڈمٹ ہوئی تھی۔ ذرا بتا سکتی ہیں کہ وہ کس وارڈ میں ہے۔؟"

لڑکی نے مسکراکر اثبات میں سر ہلایا۔ اور ایک رجسٹر نکال کر دیکھنے لگی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ بولی۔ "سر آپ کی وائف کا نام کیا ہے؟"

انزہ شہباز، رات کو ایک بجے کے قریب ہم آئے تھے ڈلیوری کیس تھا۔" میں نے جواب دیا تو لڑکی دوبارہ بولی۔ "سوری سر یہاں کوئی انزہ شہباز نام کا اندراج نہیں ہے۔ اور ویسے بھی کل رات کو دو ہی مریض آئے تھے ایک بچہ حزل نامی وہ ENT میں داخل ہوا ہے اور دوسرا اکمل خان ہے لیکن آپ کا اندراج نہیں ہے۔"

مجھے یاد آیا ہم نے ایڈمٹ فارم نہیں بھرا تھا، میں نے لڑکی کو بتایا۔ مجھے یاد آیا۔ "اصل میں ہم سے ایڈمٹ فارم نہیں بھروایا گیا تھا۔ شاید وہ گائنی وارڈ میں ہو۔ کیا آپ دیکھ کر بتا سکتی ہیں۔"

لڑکی مجھے گھور کر دیکھتی رہی۔ پھر بولی "ٹھیک ہے۔" اس کے بعد وہ رجسٹر کے مختلف اوراق ادھر سے ادھر کرتی رہی۔ پھر طنز سے بولی۔ "دیکھیں مسٹر یہ اسپتال ہے جہاں ایڈمٹ فارم کے بغیر مریض کا علاج ہی نہیں کیا جاتا۔ اور پورے گائنی وارڈ میں آپ کی مسز کا نام نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ صرف کل رات کی بات ہے۔ پھر میں پاگل نہیں ہوں کہ اپنی بیوی کو اسپتال لا کر بھول جاؤں۔ وہ کوئی کھلونا نہیں تھی۔" میری آواز ترش تھی اور اونچی بھی۔

کاؤنٹر پر بیٹھے لڑکے نے گھور کر میری طرف دیکھا۔ وہ اٹھ کر میرے قریب آگیا اور سخت لہجے میں بولا۔ "پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آپ کا گھر نہیں ہے ذرا آواز نیچی رکھیں۔ اور دوسری بات اگر اندراج نہیں ہے تو آپ ہم کیسے کر سکتے ہیں۔" پھر وہ رکا اور بولا۔ "ٹھیک ہے رات کو کسی ڈاکٹر سے آپ کی ملاقات ضرور ہوئی ہوگی، مجھے ان کا نام بتا دیں آپ کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔"

"عبدالقیوم..... ڈاکٹر عبدالقیوم تھے رات کو۔" میں نے فٹ سے کہا

لڑکے نے لڑکی کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ "اس نام کا ڈاکٹر تو کیا کوئی مریض بھی اسپتال میں نہیں ہے۔"

"واٹ یہ کیا مذاق ہے رات کو ڈاکٹر نے بولا تھا کہ رات کو عملہ کم ہوتا ہے ایڈمٹ فارم صبح بھر لیں گے۔ لیکن آپ کو مجھ پر شک ہو رہا ہے۔" میں نے دھاڑ کر کہا تو دونوں سیریس ہو گئے۔

"لیکن غلطی بھی تو آپ کی ہے سر۔" لڑکی نے کہا۔

"میں جانتا ہوں پر میری وائف کی طبیعت ایسی نہیں تھی کہ میں اس وقت ڈاکٹر کے ساتھ بحث کرتا۔" میں نے اپنی مجبوری بیان کی تو لڑکا بولا۔ "سر آپ میرے ساتھ آئیں میں آپ کو گائنی وارڈ لے چلتا ہوں شاید آپ کی وائف وہاں ہو۔" میں نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ لڑکا کاؤنٹر سے باہر آیا تو ہم گائنی وارڈ کی طرف چل پڑے۔ لیکن پتا نہیں کیوں میرا دل کسی انہونی کی پیشگوئی کر رہا تھا۔ گائنی وارڈ میں داخل ہوتے ہی لڑکا ایک طرف دروازے کے پاس رک گیا اور میں تیزی سے بیڈ پر لیٹی خواتین کو دیکھنے لگا۔ ایک ایک کرکے میں نے تمام بیڈ دیکھ لیے لیکن انزہ کہیں بھی نہیں تھی۔

میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ آنسو میری آنکھوں کے کنارے بھگو رہے تھے۔ لڑکا میری طرف آیا اور بولا۔ "سر آپ کی بیوی یہاں ہے؟" میں نے بمشکل نفی میں سر ہلا دیا۔

لڑکا کچھ دیر مجھے دیکھتا رہا اور بولا۔ "سر چلیں مریض ڈسٹرب ہو رہے ہیں۔" اور میں بوجھل قدموں کے ساتھ چلنے لگا میرے من میں ہزاروں وسوسے آرہے تھے۔ اور اپنی بے بسی پر شدید غصہ بھی۔ بھلا ایسے انزہ کس طرح غائب ہوسکتی ہے؟

واپس استقبالیہ کاؤنٹر پر آکر مجھے اچانک

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

یاد آیا۔ "دیکھیں کیا آپ مجھے اس کمرے میں جانے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ جہاں میری وائف کا کیس کیا گیا تھا۔" میری آواز التجائیہ تھی۔ لڑکے نے گھوم کر میری طرف دیکھا اور پھر اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "چلیں آپ کا شک دور کرنا ہمارے لئے مقصود ہے۔ ورنہ آپ اول فول بولنا شروع کردیں گے۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کردیا پھر لڑکے کے ساتھ میں چلتا ہوا راہداری میں بنے اسی کمرے کے قریب آ گیا جہاں گزشتہ شب انزہ کو پہنچایا گیا تھا۔ کمرے کے قریب رک کر میں نے کہا "یہی وہ کمرہ ہے۔"

لڑکے نے حیرانگی سے مڑ کر مجھے دیکھا اور بولا۔ "سر آپ کی کوئی بھی بات ذہن تسلیم نہیں کر رہا ہے۔ آپ جو بھی کہہ رہے ہیں میرے خیال میں وہ آپ کی نیند کی کمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ آپ جس کمرے کا کہہ رہے ہیں یہ کمرہ عملے کا اسٹاف ریسٹ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اگر کوئی مہمان آجائے تو ہم اس سے ملاقات اسی کمرے میں کرتے ہیں۔ پھر بھلا ڈلیوری کیس آپریشن تھیٹر کے بجائے ایک سادہ سے کمرے میں کیوں کیا جائے گا۔ جبکہ اس کے لئے آپریشن تھیٹر بنا ہوا ہے۔ جس میں تمام مشینری ہے۔"

میں نے بے بسی سے جواب دیا۔ "دیکھیں رات کو میں نے بھی ڈاکٹر سے یہی کہا تھا کہ "یہ کمرہ آپریشن تھیٹر نہیں۔"

جس پر انہوں نے جواب دیا کہ "آپریشن تھیٹر صرف سرجیکل کے لئے مخصوص ہے اور ڈلیوری کیس یہاں پر کئے جاتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اپنا شوق پورا کیجئے مکمل چھان بین کرلیں۔" لڑکے نے جھٹکے سے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ میں کمرے میں داخل ہوگیا کمرے کے ایک حصے کو کچن کا روپ دیا گیا تھا جبکہ ایک طرف بیڈ اور صوفہ رکھا ہوا تھا۔ یہ کمرہ کسی طور بھی آپریشن تھیٹر نہیں لگتا تھا۔ میں خاموشی سے باہر آ گیا۔

لڑکا تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا استقبالیہ کاؤنٹر کے قریب آ گیا اور بولا۔ "آپ میرا کافی وقت برباد کر چکے ہیں اب بہتری اسی میں ہے کہ آپ خاموشی اختیار کرلیں ورنہ میں سیکورٹی والوں سے کہہ دوں گا اور ممکن ہوا تو پولیس کو بھی اطلاع کرسکتا ہوں۔" وہ مجھے غصے سے وارننگ دے رہا تھا اور میں بے بس تھا۔

میرے پاس انزہ کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں تھا لہٰذا میں اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا باہر آ گیا۔ ہزاروں سوال میرا دماغ چاٹ رہے تھے۔ کہیں میں نیند میں چل کر تو اسپتال نہیں آ گیا؟ یا پھر انزہ خود ہی گھر نہ چلی گئی ہو؟ لیکن ایسا بھی ممکن نہیں تھا۔ بار بار جو میرے دماغ میں بات آرہی تھی وہ یہی تھی کہ انزہ کو اغوا کیا گیا ہے۔ اور اس میں اسپتال کا عملہ ملوث ہے لیکن بے بسی کی بات تو یہ تھی کہ میں کسی صورت بھی یہ ثابت نہیں کرسکتا تھا کہ انزہ اسی اسپتال سے اغوا ہوئی ہے میرا کوئی گواہ بھی نہیں تھا۔

رہ رہ کر میرے ذہن میں یہی خیال آرہا تھا کہ ایک دفعہ گھر جا کر تسلی کرلوں اس کے بعد پولیس اسٹیشن جاؤں گا اور رپورٹ درج کرادوں گا پھر دوسرے ہی پل میرے دل میں یہ خیال آیا کہ پولیس والوں کو بتانے سے کسی مسئلے کا حل نہیں نکلے گا۔ ایک تو وہ اخباری رپورٹروں سے ویسے ہی خار کھاتے ہیں۔ اور پھر ان کا منت ترلوں سے بھرنا پڑے گا اس کے بعد وہ معمول کی کارروائی کرتے اور اسپتال والوں سے بھی پیسے کھاتے اور ویسے بھی یہ ایک پرائیویٹ اسپتال تھا یہ لوگ کبھی بھی اپنے اسپتال کی ساکھ کو تباہ نہیں ہونے دیں گے اور اپنا پیچھا چھڑا لیں گے جبکہ میں مایوس ہی لوٹتا اس لئے بہتر یہی تھا کہ میں خود ہی کچھ نہ کچھ کروں لیکن ساری باتوں سے پہلے گھر جانا لازمی تھا۔

گھر خالی تھا کھانے کے برتن ابھی تک دھونے والے پڑے تھے ایک آئس کریم کا خالی ڈبہ پڑا تھا کمرہ بھی بالکل خالی تھا۔ اس کا مطلب تھا کل رات کو انزہ واپس نہیں آئی اسے اسپتال سے ہی اغوا کرلیا گیا تھا وہ بھی میری آنکھوں کے سامنے انتہائی چالاکی سے جال بچھایا گیا تھا کوئی بھی غلطی نہیں کی۔ نہ ہی چوکیدار نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہمیں دیکھا تھا۔ اسپتال کے عملے میں سے کسی فرد نے بھی ہمیں آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر، نرس اور صابر نامی لڑکا بھی پورے اسپتال میں نہیں تھا۔ دن کے 12 بج رہے تھے اور میرے دل میں ساری کارروائی کسی فلم کی طرح چل رہی تھی۔

اچانک ایک جھماکہ ہوا اور مجھے کوا مل گیا اور وہ کواہ رکشہ ڈرائیور تھا جو ہمیں اس اسپتال میں لے کر گیا تھا، میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا مجھے کچھ تیاری کرنی تھی۔ میں نے فون نکالا اور اپنے دوست حیدر کا نمبر ملانے لگا وہ بھی ایک اخباری رپورٹر تھا۔

اسلام وعلیکم! جی فرمایئے" رابطہ ہونے پر دوسری طرف حیدر بولا۔"

"یار حیدر ایک حادثہ ہوگیا ہے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔" میں نے حیدر سے کہا تو حیدر بے تکلفی سے بولا۔ ارے تو حکم تو کر جان بھی حاضر ہے۔

"تمہاری جان کی ضرورت نہیں ہے..... بس آج کی رات تمہارا ہینڈی کیم کیمرہ، پسٹل اور بائیک چاہئے اور اگلی صبح تمہارے پاس دھماکے دار خبر ہوگی جو تم کسی بھی ٹی وی چینل کو دے دینا۔"

حیدر نے پوری بات سنی اور پھر سنجیدگی سے بولا۔ "تینوں چیزیں حاضر ہیں جب مرضی لے لینا۔"

میں نے رابطہ منقطع کر دیا، رات کے تقریباً دو بج رہے تھے لیکن ابھی تک مجھے وہ ڈرائیور نظر نہیں آیا تھا میں نے بائیک سڑک کے کنارے کھڑی کی ہوئی تھی اور خود روشنی سے ہٹ کر اندھیرے میں کھڑا تھا۔ یہاں کھڑے کھڑے کافی دیر ہوگئی تھی میں کسی اور جگہ جا کر رکشہ ڈرائیور کو تلاش کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک روڈ کی جانب سے رکشہ آتا دکھائی دیا اور پھر وہ رکشہ سڑک کے ایک جانب آ کر رکا میں نے لائٹ کی روشنی میں فوراً اس پکی عمر کے شخص کو پہچان لیا۔ میں نے جلدی سے چادر سے منہ کو لپیٹ لیا تاکہ وہ مجھے پہچان نہ لے، جیسے ہی میں رکشے کے قریب گیا ڈرائیور نے مخصوص انداز میں پوچھا..... "جانا ہے

ایک پاکستانی (سندھی) نوجوان کی روداد، جس نے مسلم کش تنظیم "ٹرائی اسٹار" کا خاتمہ، اپنی اعلیٰ تعلیم، بے پناہ جسمانی طاقت اور ذہنی صلاحیتوں سے کیا۔ قدم قدم پر چونکا دینے والے مناظر، جاسوسیت کا طریقہ کار، خفیہ رازوں کے انکشافات اور مسلمانوں کے خلاف بننے والے عالمی منصوبوں کی مکمل معلومات، اس ناول کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔

ایک مکمل، دلچسپ اور

معلومات کا خزانہ ناول

کمین گاہ

ناول نگار: ڈاکٹر عبدالرب بھٹی

ہر جلد 320 صفحات پر مشتمل

قیمت فی جلد =/250 روپے

پبلشرز..... ظفر اکیڈمی، کتاب مارکیٹ،

اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 0345-2610434

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

صاحب۔" اس کے چہرے پر پیشہ ورانہ مسکراہٹ تھی۔

میں رک گیا اور بولا۔ "ہاں چاچا میری ایک عزیزہ کو ڈلیوری ہے ذرا جلدی چلیں۔" اس نے فوراً رکشہ اسٹارٹ کر لیا۔

میں نے بائیک پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں بائیک پر آگے آگے جاتا ہوں آپ پیچھے آجائیں۔"

"جی صاحب۔" ڈرائیور نے کہا تو میں نے بائیک اسٹارٹ کی اور اپنی مخصوص جگہ کی سمت چل دیا، رکشہ میرے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔

ایک زیر تعمیر مکان کے قریب میں رک گیا، وہ مکان آبادی سے ذرا ہٹ کر تھا اور میری کارروائی کے لئے نہایت ہی موزوں تھا میں بائیک سے اتر کر رکشہ کے قریب آیا اور بولا۔ "چاچا جی آپ کو میرے ساتھ آنا ہوگا مریضہ چل نہیں سکتی ہمیں اٹھا کر لانا ہوگا۔" چاچا نے رکشہ بند کیا اور نیچے اتر آیا۔

جیسے ہی وہ نیچے اترا میں نے پسٹل کی نال اس کی کمر میں گھسیڑ دی اور درشت لہجے میں بولا۔ "چاچا اگرچوں چراں کی تو میں گولی چلانے میں ہچکچاؤں گا نہیں۔ اس لئے خاموشی سے میرے ساتھ چلو۔"

"پپ ...... پپ ...... پر ...... بیٹا میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے اگر پیسے لینے ہیں تو لے لو میں شور نہیں کروں گا۔" چاچا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"میں نے پسٹل کا بٹ چاچا کے سر پر مارا تو وہ بلبلا اٹھا۔" بکواس بند رکھو اور خاموشی سے چلو چاچا۔" خاموشی سے چلنے لگا۔

زیر تعمیر مکان کے ایک کونے میں جانے کے بعد میں نے چاچا کو نیچے بیٹھا دیا اور خود ذرا ہٹ کر کھڑا ہو گیا پھر میں نے اپنی کارروائی شروع کی۔" چاچا میں تمہیں مارنے میں دیر نہیں لگاؤں گا اس لئے اگر جان پیاری ہے تو صرف اس کا جواب دینا جو میں پوچھتا ہوں۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"جی صاحب! آپ جو پوچھو گے میں بتاؤں گا۔" چاچا نے گڑگڑاتے ہوئے کہا وہ مجھے پہچان چکا تھا کیوں کہ میں چادر ہٹا کر ایک طرف رکھ چکا تھا۔

"کل رات تم مجھے اور میری حاملہ بیوی کو ایک پرائیویٹ اسپتال لے کر گئے تھے لیکن صبح میری بیوی غائب تھی۔ اسے یقیناً اغوا کیا گیا ہے لہٰذا سچ بتاؤ تم کیا جانتے ہو؟" میرے پوچھنے پر چاچا خاموش رہا تو میں نے پسٹل لہراتے ہوئے کہا۔ "جلدی سے جواب دو ورنہ ...... ناقابل برداشت کرو۔"

چاچا رک رک کر بولنے لگا۔ "بیٹا یہ سچ ہے کہ میں تمہاری بیوی کو اسی اسپتال میں لے کر گیا تھا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ لوگ عورتوں کو اغوا کر لیتے ہیں اور ان کے بچے کسی کو بیچ دیتے ہیں۔"

"اس میں تمہارا کتنا حصہ ہوتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بیٹا زیادہ نہیں صرف 5 ہزار روپے ملتے ہیں۔ میرا کام صرف حاملہ عورتوں کو اسپتال پہنچانا اور ان کو اطلاع دینا ہوتا ہے۔" چاچا نے جواب دیا۔

"تم اطلاع ان کو دیتے ہو جو اسپتال میں موجود تھے۔" میرے پوچھنے پر چاچا نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ...... میرے پاس ان کا فون نمبر ہے"

"وہ لوگ ڈلیوری کے بعد بچے اور اس کی ماں کو کہاں لے جاتے ہیں؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"پتا نہیں صاحب! میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ عورت کو اسپتال چھوڑو اور پھر غائب ہو جاؤ۔" اس نے جلدی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے!" میں نے حتمی فیصلہ کرتے ہوئے چاچا سے کہا۔ "آج بھی فون کرو اور بولو کہ تم ایک ڈلیوری کیس لے کر آرہے ہو اور وہ اکیلی عورت ہے اس کا شوہر دوسرے شہر میں ہے۔ اور ہوشیاری مت کرنا ورنہ ایک گولی ہی کافی ہے تمہارے لئے۔" چاچا نے اثبات میں سر ہلایا اور موبائل نکال کر نمبر ملانے لگا پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "صاحب ایک ڈلیوری کیس ہے۔" پھر دوسری طرف سے کچھ کہا گیا۔ اور چاچا نے جواب

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

دیا۔ ”تم میں جلدی آجاؤں گا آپ تیاری کرو.....“ یہ کہتے ہوئے چاچا نے رابطہ منقطع کر دیا۔ میں نے جھپٹ کر موبائل چھین لیا اور چاچا سے پوچھا۔ ”اس اسپتال میں کوئی اور بھی راستہ ہے اندر جانے کا؟“

چاچا نے جواب دیا۔ ہاں ہے ایک راستہ اسپتال کے پیچھے سے ہے، میں ایک دفعہ گیا تھا ایک اکیلی عورت کو لے کر وہ لوگ تہ خانے میں کیس کرتے ہیں بعد کا پتہ نہیں ہے۔“

”ٹھیک ہے چلو۔“ میں نے کہا اور ہم بائیک پر بیٹھ گئے..... رکشہ وہیں پر کھڑا کر دیا تھا۔ اسپتال سے ذرا ہٹ کر میں نے بائیک روکی اور ہم تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے اسپتال کے عقبی حصے کی جانب آگئے۔ یہاں پر درختوں کا بڑا جھنڈ تھا جبکہ نزدیک کوئی بھی مکان نہیں تھا۔ درختوں کے درمیان میں لکڑی کا چھوٹا سا کمرہ بنا ہوا تھا چاچا نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا پھر اس نے جھک کر زمین سے پلاسٹک کی شیٹ ہٹائی جس پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ نیچے ایک لکڑی کا پھٹا سا رکھا ہوا تھا چاچا نے وہ ہٹایا اور بولا۔ ”بیٹا اب میں جاؤں؟“

میں نے چاچا کو آگے دھکا دیا تو وہ سیڑھیوں سے لڑھکتا ہوا نیچے گر گیا میں جلدی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا۔ چاچا کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے اسے کھڑا کیا آگے ایک راہداری بنی ہوئی تھی جبکہ اس کے اختتام پر ایک دروازہ تھا اور دیوار میں ایک روشن دان بھی تھا جو زیادہ اونچا نہیں تھا۔ میں نے چاچا کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود آہستہ قدموں سے چلتا ہوا روشن دان کے قریب آ گیا۔ اور کیمرہ نکال کر روشن دان میں رکھ دیا جبکہ اس کی LCD اسکرین میں نے اپنی جانب رکھی تھی تاکہ اندر کی صورتحال کو دیکھ سکوں کیمرہ پورے کمرے کا ویو دے رہا تھا۔ ایک کرسی پر وہی عبدالقیوم نامی ڈاکٹر بیٹھا تھا جبکہ دوسری کرسی پر نرس براجمان تھی جو کہ سگریٹ کے کش لگا رہی تھی کمرے کے درمیان میں ایک لمبا سا میز رکھا ہوا تھا جس پر خون بکھرا پڑا تھا اور دوسرے اوزار بھی پڑے ہوئے تھے صابر ابھی تک منظر سے غائب تھا میں نے کچھ سوچتے ہوئے چاچا کا بازو پکڑا اور دروازے کو ایک لات رسید کی تو دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ ڈاکٹر اور نرس بے اختیار کھڑے ہوگئے۔ ”بیٹھ جاؤ ڈاکٹر۔“ میں دہاڑا.....

کمرے کے ایک جانب سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ یک لخت سیڑھیوں کا دروازہ کھلا اور صابر بھاگتا ہوا نیچے اترنے لگا۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی اس نے کمر کے پیچھے ہاتھ لے جانے کی کوشش کی پر میں نے مہلت نہیں دی اور ٹریگر دبا دیا اور گولی صابر کا سینہ چیرتی ہوئی نکل گئی۔ وہ منہ کے بل سیڑھیوں پر گرا۔ اور نیچے لڑھکتا ہوا فرش پر گر گیا۔ میں نے چاچا کو دھکا دے کر ڈاکٹر اور نرس کے قریب کر دیا وہ لوگ اچنبھے میں کھڑے مجھے دیکھ رہے تھے انہیں امید نہیں تھی کہ میں اچانک آ جاؤں گا یا پھر صابر کو پل بھر میں موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔

میں نے ڈاکٹر کو خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ”تم نے کیا سمجھا تھا کہ مجھے چکما دے دو گے اور میں اتنی جلدی اپنی بیوی کو بھول جاؤں گا۔“ وہ ابھی تک خاموش کھڑا تھا۔

”بولو میری بیوی کہاں ہے۔؟“ میں دہاڑا تو ڈاکٹر نے جواب دیا۔ ”دیکھو ہم بیٹھ کر بات کرتے ہیں اس طرح کسی مسئلے کا حل نہیں نکلتا۔“

”میں خوب جانتا ہوں کہ حل کیسے نکلتا ہے بس وہ بکو جو میں پوچھ رہا ہوں کیا میری بیوی کو بچہ ہوا تھا۔؟“ اس بار نرس بولی۔ ”جی ہاں وہ لڑکا تھا آپ کی بیوی بہت ہی خوش تھی۔“

”اب وہ دونوں کہاں ہیں؟“ میری آواز رندھ گئی تھی ڈاکٹر حالات کی سنگینی کو سمجھ گیا تھا اس لئے وہ چالاکی پر اتر آیا تھا۔ ”دیکھو پہلے یہ پسٹل ہٹا لو پھر ہم کچھ بتاتے ہیں۔“

”ہاں بیٹا ان کی بات مان لو اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے۔“ چاچا نے بھی ڈاکٹر کی تائید کی جبکہ میرا خون کھول رہا تھا میں نے ایک اور گولی چلائی اور چاچا کے منہ سے فلک شگاف چیخ نکلی اور وہ فرش

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

پڑ ڈیر ہوگیا، میں انزہ اور اپنے بیٹے کے اتنے قریب آ کر دسک نہیں لے سکتا تھا۔ ''چالاکی مت دکھاؤ ڈاکٹر..... قتل میرے لئے اب معمولی بات ہے، مجھے میری بیوی اور بچہ دے دو، میں قسم کھاتا ہوں کہ تم دونوں کو چھوڑ دوں گا۔'' میری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور میں جلد از جلد انزہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔

ڈاکٹر نے گردن جھکالی۔ ''میں معذرت خواں ہوں تمہارا بچہ ہم اسی رات بیچ چکے ہیں۔''

''بکواس..... اتنی جلدی ممکن نہیں ہے بیچ بتاؤ۔'' میں نے غصے سے کہا۔

''بیچ ہے ہم نے بچہ اسی رات فروخت کر دیا تھا۔'' اس بار نرس نے جواب دیا تھا۔

''تو پھر مجھے اس شخص کا نام بتاؤ تاکہ میں اپنا بچہ واپس لے سکوں۔''

''ہم نہیں جانتے..... خریدار کبھی بھی اپنا نام اور پتا نہیں بتاتے۔ بہرحال آپ کا بیٹا خوش رہے گا کیونکہ اسے خریدنے والا ایک رئیس زادہ تھا۔'' ڈاکٹر نے کہا تو میں غصے سے آگے بڑھا۔

''اس کا فیصلہ کرنے والے تم کون ہوتے ہو؟ وہ میرا خون تھا ہمارا خواب تھا اور میرا سہارا تھا جسے تم نے بے دردی سے ہم سے چھین لیا۔''

نرس نے التجا کی ''دیکھیں اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔''

''میری بیوی کہاں ہے.....؟'' میں نے سفاکی سے پوچھا؟ اس سوال پر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے۔ پھر ڈاکٹر نے جواب دیا۔ ''اب چاہے تو ہمیں مار دو لیکن بیچ یہی ہے کہ تمہاری بیوی مر چکی ہے اسے ہم نے مارا تھا۔''

میرے جسم سے جان نکل گئی میں نے میز کا سہارا لیا اور بمشکل پوچھا۔ ''کیا اس نے آخری بار کچھ کہا تھا؟''

اس بار نرس نے کہا۔ ''جی ہاں جب ہم بچہ فروخت کر رہے تھے تو آپ کی بیوی کو ہوش آ گیا تھا وہ گڑگڑا کر اپنا بچہ واپس مانگتی رہی اور کبھی وہ چیخ چیخ کر شہباز کو آواز دیتی تھی۔ جب ہم اسے زہر کا انجکشن لگانے لگے تو اس نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ ''صرف ایک بار اپنے شوہر کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ پھر چاہے مجھے جان سے مار دینا۔'' پر ڈاکٹر نے پرواہ کئے بغیر انجکشن لگا دیا۔

میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا میری انزہ مجھے دیکھنے کے لئے بے تاب تھی اور میں اتنا بدقسمت تھا کہ اپنی انزہ اور اپنے لخت جگر کو نہ بچا سکا۔ میں نے پھر سوال کیا۔ ''میری بیوی کی لاش کہاں ہے۔''

''ہم نے اس کے اعضاء نکال کر فروخت کر دیئے تھے جبکہ لاش ٹھکانے لگانے کی ذمہ داری صابر کی تھی اور اسے تم مار چکے ہو۔'' ڈاکٹر نے کہا

قسمت نے بھی میرے ساتھ کتنا عجیب مذاق کیا تھا میرا بیٹا بھی پتا نہیں کس کے پاس تھا اور میں اپنی بیوی کی لاش کو بھی سپرد خاک نہیں کر سکتا تھا۔ پتا نہیں کس گناہ کی سزا ملی تھی مجھے، جو میرا ہنستا بستا گھر منٹوں میں اجڑ گیا، اب میری زندگی کا مقصد بھی ختم ہو گیا تھا۔

میں نے اچانک دو فائر کر کے ڈاکٹر اور نرس کو جہنم واصل کر دیا، میں نے جیب سے موبائل نکالا اور حیدر کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف سے حیدر نے فون اٹھایا۔

''حیدر میرے دوست۔'' میں نے اس کی بات کا انتظار کئے بغیر بولنا شروع کر دیا۔ ''افتخار اسپتال میں میری بیوی کو قتل اور میرے نومولود بچے کو فروخت کر دیا گیا ہے میں گناہگاروں کو ان کے انجام تک پہنچا چکا ہوں اس واقعہ کی ساری ویڈیو ریکارڈنگ تمہیں اسپتال کے پیچھے حصے میں موجود تہہ خانے میں بنے کیمرے میں مل جائے گی اللہ حافظ میرے دوست۔''

دوسری طرف سے حیدر مجھے پکارتا رہا پھر میں نے اس کی بات سنے بغیر رابطہ منقطع کر دیا اور ریوالور اپنی کنپٹی پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

آزمائش

شائستہ سحر۔ راولپنڈی

نوجوان نے جیسے ہی سونے کی اینٹ اٹھائی تو وہ اینٹ اچانک آگ کا جلتا ہوا انگارہ بن گئی اور نوجوان کے ہاتھ سے چمٹ گئی اور لاکھ کوشش کے باوجود بھی وہ اینٹ ہاتھ سے الگ نہ ہوئی اور پھر اچانک......

رات کے گھٹا ٹوپ اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے والے اندھیرے میں جنم لینے والی کہانی

میرا نام ندیم ہے اور میں آج اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں جس کے قدموں میں دنیا کی ہر آسائش ہے روپے پیسے کی ریل پیل ہو رہی ہے کہ میں سمجھ ہی نہیں پاتا یہ دولت کی برسات کہاں سے ہو رہی ہے۔ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہوں کامیابیاں میرے قدم چومتی ہیں اور لوگ حسرت زدہ ہو کر میری قسمت پر رشک کرتے ہیں۔

مگر چند سال پہلے ایسا نہ تھا، چند سال پہلے میں ایک ایسا نوجوان تھا جو مفلسی اور بے روزگاری کی وجہ سے بدترین حالات سے دوچار ہو کر ہر جگہ سے مایوس ہو چکا تھا قریب تھا کہ میں کسی اعلیٰ سیاسی شخصیت کے دفتر کے سامنے جا کر خودسوزی کر لیتا مگر ان حالات میں مجھے ایک فرشتہ نما انسان ملا جس نے مجھے مایوسی کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی سے منور کر دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

وہ ہستی میرے لئے کس قدر اہم ہے، اس کا اندازہ آپ کو میری بپتا پڑھ کر ہوگا۔

گریجویشن کرنے کے بعد مجھے انتھک کاوشوں کے بعد ایک دفتر میں انتہائی کم تنخواہ پر ملازمت ملی جس سے گزارہ انتہائی مشکل سے ہوتا تھا۔ مگر میں نے اسے بھی غنیمت جانا اور پوری توجہ سے اپنا کام کرنے لگا۔ مجھے نہیں معلوم کہ دفتر کے مالک کو مجھ سے کیا رنجش ہوئی اور اس نے بلاوجہ ہی مجھے ملازمت سے نکال دیا۔ یہ بات میرے لئے کسی قیامت سے کم نہ تھی۔ مجھے آج بھی وہ تکلیف دہ مناظر یاد ہیں جب میں نے اس دفتر کے مالک کے سامنے بلکتے ہوئے منت سماجت کی تھی اور یہی نہیں بلکہ اپنی انا کو روند کر اس کے آگے ہاتھ تک جوڑے تھے اپنی نوکری کو بچانے کے لئے میں جو کچھ کرسکتا تھا وہ میں نے کیا۔

مگر جب انسان سفاکی اور خود غرضی پر اتر آئے تو وہ شیطان کو بھی پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اس پر بھی کسی بات کا اثر نہ ہوا اور اس نے مجھے وہاں سے زبردستی نکال دیا۔

اس دن کے بعد کئی ماہ تک میں مختلف دفاتر کے چکر کاٹتا رہا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا گھر میں نوبت فاقوں تک پہنچ گئی تھی تنگ آ کر میرے بوڑھے اور بیمار والد نے باہر محنت مزدوری شروع کر دی تھی، جب وہ دن بھر کام کر کے تھکے ہارے رات کو گھر لوٹتے تو میں ان کی حالت دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو جاتا اور اپنی زندگی پر لعنت و ملامت کرنے لگتا۔ میری زندگی اجیرن ہو چکی تھی بوڑھے ماں باپ اور چھوٹے بہن بھائیوں کی پریشانی مجھے کسی پل بھی چین نہ لینے دیتی تھی۔

ایک شام مجھے اپنا ایک قریبی دوست ملا۔ جس نے مجھے ایک بزرگ کے متعلق بتایا اس کا کہنا تھا کہ "وہ بزرگ جس کے لئے دعا بھی کرتے ہیں وہ فوراً قبول ہو جاتی ہے۔"

میں اتنا زیادہ فقیروں پر یقین نہیں رکھتا تھا کیونکہ کئی فراڈ لوگ بھی یہ روپ دھار کر لوگوں سے پیسے بٹورتے ہیں مگر دوست کے اصرار پر میں اس کے ساتھ ان بزرگ کی طرف روانہ ہو گیا وہ بزرگ آبادی سے بہت دور ایک ویران جنگل میں تشریف فرما تھے۔ میں جب وہاں پہنچا تو لوگوں کا ایک ہجوم وہاں جمع تھا کتنی عجیب بات تھی اس ویران جگہ پر بھی لوگ ان کے فیض سے فیض یاب ہونے کے لئے بڑی تعداد میں آتے تھے۔ اس ہجوم سے گزرتا ہوا ان بزرگ کے سامنے بیٹھ گیا۔ ان کی عمر تقریباً ستر سال کے قریب تھی۔ مجھے اس وقت ان کی ہستی سے جو عقیدت محسوس ہو رہی تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ اور ایک ایک کر کے سارے لوگ چلے گئے۔

جب وہ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے انتہائی دکھ سے کہا۔ "میں اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو چکا ہوں شاید میں ہوں ہی بدنصیب میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا اگر مجھے دو دن تک کوئی اچھی نوکری نہ ملی تو میں خودکشی کرلوں گا۔"

میری بات کے اختتام پر ان بزرگ نے فوراً میری طرف دیکھا، ان کی نگاہوں میں میرے لئے ہمدردی اور خفگی کے ملے جلے تاثرات تھے اور پھر وہ بولے۔ "خبردار آئندہ کبھی خودکشی کا ارادہ مت کرنا، زندگی خدا کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے، اس کی قدر کرو۔ جو تقویٰ اور یقین لے کر تم میرے پاس آئے ہو کیا اس توکل اور یقین سے تم نے خدا سے کبھی دعا کی؟"

ان کی بات سن کر میں نے اپنا سر جھکا لیا۔

وہ پھر بولے۔ "ہم مسلمان خدا سے دعا تو کرتے ہیں مگر اس اندیشے کے ساتھ کہ یہ دعا خدا جانے قبول ہوگی کہ نہیں اگر مکمل تقویٰ کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ کبھی رد نہیں ہوتی۔"

"جی آپ بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں۔" میں نے تائید میں سر ہلا دیا۔

وہ پھر گویا ہوئے۔ "میں نہیں کہتا کہ میں خدا کا برگزیدہ بندہ ہوں بلکہ میں تو خود کو بہت گناہگار سمجھتا ہوں مگر میں تمام انسانوں کے لئے جو بھی دعا کرتا ہوں مجھے یقین ہوتا ہے وہ دعا خدا ضرور قبول کرے گا۔" پھر ان بزرگ نے ہاتھ اٹھا کر میرے لئے دعا کی۔

اور کیسی انہونی بات تھی کہ اگلے ہی دن مجھے ایک اچھی ملازمت مل گئی، میں جس قدر خوش تھا بتا نہیں سکتا اسی خوشی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

میں نے شکرانے کے نوافل ادا کئے اور ان بزرگ کے لئے کپڑوں کا ایک جوڑا خرید اور مٹھائی کا ڈبہ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عقیدت سے ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے سرشار لہجے میں بولا۔

"آپ کی دعا کی وجہ سے مجھے بہت اچھی نوکری مل گئی ہے۔"

"اللہ تیرا شکر ہے۔" وہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولے۔

"باباجی میں یہ کپڑوں کا جوڑا اور مٹھائی کا ڈبا آپ کے لئے لایا ہوں۔" وہ چیزیں ان کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔

وہ اشارے سے مجھے روکتے ہوئے بولا۔ "مجھے یہ سب نہیں چاہئے بیٹا تمہارا خلوص اپنی جگہ، میری طرف سے یہ دونوں چیزیں کسی مستحق انسان کو دے دینا، میری تم سے بس اتنی گزارش ہے کہ تم جب بھی خدا کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ تو مجھے ضرور یاد کر لینا اور میری بخشش کے لئے ضرور دعا کرنا۔"

میں حیران کن نگاہوں سے ان کو دیکھنے لگا، دوسروں کے لئے دعا مانگ کر ان کی پریشانی دور کرنے والا خدا جانے خود کس پریشانی کا شکار تھے۔

میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ "مگر آپ تو خود خدا کے نیک بندے ہیں بھلا آپ کو کیا کسی کی دعا کی ضرورت ہوگی۔"

بزرگ نے میری اس بات پر یوں مجھے دیکھا جیسے میں بہت بڑا احمق ہوں اور حقیقتاً میری یہ بات احمقانہ ہی تھی۔ پھر یکدم ان کے چہرے پر دکھ اور پریشانی کی ملی جلی کیفیات ابھرنے لگیں۔ میں بغور ان کے چہرے پر ظاہر ہونے والے تغیر کو دیکھ رہا۔

وہ بڑے دکھی لہجے میں بولے۔ "ضروری نہیں کہ خدا کی شب و روز عبادت کرنے والا قرب الٰہی حاصل کر لے، کبھی کبھی مجھے لگتا ہے میں خدا سے بہت دور ہوں..... کاش مجھے بخش دیا جائے، میری اس خطا کو معاف کر دیا جائے، جس نے میری زندگی کا سکون برباد کر دیا تھا۔ اگر خدا کی یاد میں، میں مصروف نہ رہوں تو

ڈائجسٹوں کی دنیا میں ایک اور خوب صورت اضافہ

خواتین کی بہترین کہانیوں کا انتخاب

ماہنامہ صائمہ کراچی

تازہ شمارہ شائع ہو گیا ہے

جس میں نامور رائٹرز کی کہانیاں، افسانے، ناول اور سچ پر مبنی بہت سی کہانیاں، اور بہت کچھ جو آپ پڑھنا چاہتی ہیں ابھی اپنے کسی بھی قریبی بک اسٹال یا ہاکر سے نام لے کر طلب فرمائیں۔

معزز خواتین! آپ سب کے لئے سنہری موقع ہے کہ آپ دیگر رسالوں میں اپنی تحریریں بھیج کر انتظار کی گھڑیاں گن رہی ہیں۔ لہٰذا اپنی تحریریں صائمہ میں ارسال کریں۔ پہلی فرصت میں آپ سب کی تحریریں شامل اشاعت ہوں گی۔

قیمت فی شمارہ ——— -/50روپے صرف

تحریریں بھیجنے کا پتہ

نورانی آرکیڈ میزانائن فلور دتن ملا ؤنمبر 3 کراچی

PH:32711915

0334-3649610

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

بے چینی مجھے پاگل کر دیتی ہے۔"

"بابا جی ایسا کیا ہوا ہے آپ سے جو آپ اتنے پریشان ہیں؟" میرے اس سوال پر ان بزرگ کی آنکھوں میں نمی اتر آئی اور وہ مشکل سے بولے۔ "بیٹا میں خدا کا وہ گنہگار بندہ ہوں جس نے خدا کے انتہائی نیک اور برگزیدہ بندے کو دھوکا دینے کی کوشش کی۔ میں نے ان کا اعتماد توڑا بہت دل دکھایا ان کا۔"

"ایسا کیا ہوا ہے آپ سے؟" میں نے اپنا سوال دہرایا تو وہ اپنی روداد سنانے لگے۔

"آج سے کئی سال پہلے میں تمہاری طرح کا ہی لا ابالی سا نوجوان ہوا کرتا تھا۔ مجھے سیاحت کا بڑا شوق تھا اور صدیوں پرانے کھنڈرات سے مجھے جنون کی حد تک دلچسپی تھی۔ میں جیسے ہی بلوغت کی عمر کو پہنچا اپنے گھر سے نکل گیا، شہر شہر گاؤں گاؤں کی سیر کی جس جگہ جاتا وہیں چھوٹا موٹا کام کر لیتا اور اپنی ضروریات پوری کر لیتا، مجھے کسی چیز کی فکر نہیں تھی کھلے آسمان تلے جہاں جگہ ملتی سو جاتا۔

ایک روز یونہی گھومتے پھرتے میں ایک ویران علاقے میں داخل ہو گیا یہ کوئی پہاڑی علاقہ تھا جہاں دور دور تک بڑے قد آور پہاڑ موجود تھے۔ مگر انسانی آبادی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ وہاں میری دلچسپی کے لئے کچھ نہ تھا اس لئے میں نے واپس پلٹ جانا مناسب سمجھا ابھی میں اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے ہی والا تھا کہ اچانک آسمان سرخ ہونے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سرخی، تاریکی میں بدلنے لگی، امکان تھا بہت شدید طوفان کا! میں آسمان کے حالات دیکھ کر پریشان ہو گیا اور کسی پناہ گاہ کی تلاش میں پہاڑوں کی طرف بڑھنے لگا۔

دفعتاً اس قدر شدید طوفانی آندھی چلی کہ مجھے محسوس ہوا میرا وجود اس آندھی میں سنبھل نہیں پائے گا، میں نے بہت مشکل سے خود کو سنبھالا اور گرتا پڑتا ایک پہاڑی ٹیلے کی طرف بھاگا اس پہاڑ میں ایک غار تھا جو اس طوفان سے بچنے کے لئے بہترین پناہ گاہ محسوس ہو رہا تھا۔ میں بھاگتا ہوا اس غار کے اندر داخل ہوا، غار کے اندر مکمل تاریکی اور خاموشی تھی۔

مگر پھر اچانک ہی اس غار کے اندر روشنی پھیلنے لگی، میں نے غور کیا تو اس غار کے اندر سرنگ میں سے آ رہی تھی، میں اس سرنگ کی جانب بڑھ گیا، وہ روشنی میری رہنمائی کرنے لگی وہ سرنگ لمبا راستہ جیسے ہی ختم ہوا مزید ایک غار آ گیا، میں جیسے ہی اس غار میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر حیرت اور خوشی کے مارے اچھل پڑا، کیونکہ غار میں سونے کی اینٹوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا اس سونے کی چمکتی ہوئی روشنی سے گویا میری آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔

میں بے قابو ہو کر اس سونے پر ٹوٹ پڑا مگر میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ اس قدر بھیانک ہوگا۔

میں نے جیسے ہی سونے کی اینٹوں کو چھونا چاہا کوئی چیز آ کر میری گردن کے ساتھ لپٹ گئی اور میرے منہ سے چیخ نکل گئی اور میں بدحواس ہو کر زمین پر گر پڑا۔

دفعتاً اس کا منہ میرے سامنے آیا تو میری آنکھیں پھٹنے کی حد تک پھیل گئیں وہ ایک خوفناک سانپ تھا جو اپنی سرخ آنکھوں سے بڑے غضب ناک انداز سے مجھے گھور رہا تھا۔

میں دونوں ہاتھوں سے اس سانپ کی مضبوط گرفت سے اپنی گردن چھڑانے لگا مگر اس کی گرفت سے چھٹکارا پانا میرے بس سے باہر تھا وہ پلک جھپکتے ہی میری گردن کی ہڈیاں توڑ سکتا تھا یا اپنے خطرناک پھن سے مجھے ڈس سکتا تھا، مجھے اپنی موت یقینی نظر آ رہی تھی کہ میں نے آنے والے اذیت ناک لمحات کے لئے خود کو تیار کرتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

یکلخت عجیب بات ہوئی اس سانپ نے جھٹکے سے میری گردن سے الگ ہو گیا اور پھنکارتا ہوا یوں میری نظروں سے اوجھل ہو گیا جیسے وہاں کبھی اس کی موجودگی نہیں تھا۔ میں اپنی گردن کو سہلاتا ہوا زمین پر بیٹھ گیا اور اپنی بے ترتیب سانسوں کو درست کرنے لگا، چند لمحے پہلے جو کچھ میرے ساتھ ہوا تھا وہ غیر یقینی تھا۔ میں سر جھکائے خود پر بیتنے والے حالات پر غور کرنے لگا۔ اس خطرناک زہریلے سانپ کا حملہ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ میں سنبھل نہیں پایا تھا اور اس کی خوفناک گرفت میں ماہی بے آب کی طرح

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تڑپ رہا تھا ممکن تھا وہ مجھے مار ہی ڈالتا، پر پتہ نہیں کیوں اس نے ایسا نہ کیا۔ "آخر کس نے اسے ایسا کرنے سے روکا؟"

جیسے ہی یہ سوال میرے دماغ میں ابھرا میرے کانوں میں بالکل ویسی اور ہلکی آواز گونجنے لگی، جیسے کوئی منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ رہا ہو۔ جیسے ہی مجھے اس بات کا احساس ہوا میں نے فوراً سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو ایک بے حد نورانی چہرے والے بزرگ جائے نماز پر بیٹھے ورد وظائف میں مشغول تھے، ان کے چہرے سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اس قدر خوب صورت اور روشن کرنیں کہ جن کے سامنے اس سونے کی چمک بھی ماند پڑ گئی تھی، بلاشبہ یہ وہی روشنی تھی جس کی رہنمائی میں، میں اس غار تک پہنچا تھا۔ میں بے حد حیران ہوا اور فوراً اٹھ کر بزرگ کی داہنی جانب بیٹھ گیا۔

"یہاں کیوں آئے ہو تم؟" تھوڑی دیر بعد ان بزرگ کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ وہ آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔ مگر ان کو میری موجودگی کا اندازہ تھا۔

میں بھٹک گیا تھا طوفان سے بچنے کے لئے یہاں پناہ ڈھونڈنے آ نکلا۔ میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب طوفان تھم چکا ہے جاؤ اور یہاں واپس کبھی لوٹ کر مت آنا۔" ان بزرگ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" میں نہایت ادب سے بولا۔

"بولو۔" اس بار ان کے لہجے میں نرمی تھی۔

"میں ایک غریب انسان ہوں، یہاں بہت سا سونا پڑا ہے اگر آپ اجازت دیں تو اس میں سے کچھ اپنے ساتھ لے جاسکتا ہوں؟" میں نے ڈرے ہوئے انداز سے پوچھا۔

تو وہ بولے۔ "حقیقی غریب وہ ہوتا ہے جس کے پاس ایمان کی دولت نہیں ہوتی جب ایمان کی دولت انسان کو حاصل ہو جائے تو وہ دنیا کا سب سے امیر انسان بن جاتا ہے۔ اس انسان کو کسی چیز کی کمی نہیں رہتی، دنیا کے سب پوشیدہ خزانے سمٹ کر اس کے قدموں میں آ جاتے ہیں مگر اس شخص کو سوائے اپنے رب کی رضا اور خوشنودی کی طلب کے سب بیکار لگتا ہے کیونکہ اس کا دل لالچ اور ہوس سے پاک ہو جاتا ہے۔"

"تو آپ کیا کہتے ہیں آپ مجھے اجازت دیں گے کچھ سونے کو ساتھ لے جانے کی؟"

میں ان کی اس قدر خوب صورت باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

وہ بزرگ بولے۔ "یہاں سے صرف تم پانچ سونے کی اینٹیں لے جا سکتے ہو مگر یہ جو سامنے سونا پڑا ہے اس میں سے نہیں، تمہیں واپس اسی غار میں جانا ہوگا جس سے گزر کر تم یہاں آئے ہو۔"

میں بڑا خوش ہوا اور اپنا سفری تھیلا اٹھا کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اسی غار میں پہنچ گیا جس میں طوفان سے بچنے کے لئے آیا تھا۔ اس وقت اس غار میں تاریکی تھی مگر اب وہ غار مکمل روشن تھا۔ وہ کیسی روشنی تھی، میں کچھ نہ سمجھ سکا اور اس وقت مجھے کسی اور چیز پر غور کرنے کی فرصت ہی کہاں تھی، میرے سر پر تو لالچ کا بھوت سوار تھا، مجھے کسی اور چیز کا ہوش ہی کہاں تھا۔

اس غار میں بے شمار سونے کی اینٹوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا، اتنا سونا میں نے کبھی اپنی زندگی میں نہیں دیکھا تھا سب کچھ ایک خواب سا محسوس ہو رہا تھا اپنا یہ وہم دور کرنے کے لئے میں نے خود کو دو تین بار چٹکی بھی کاٹی، میں نے فوراً اپنا سفری تھیلا سامنے رکھا اور سونے کی پانچ اینٹیں اٹھا کر اس میں ڈال دیں اور جیسے ہی میں اس غار سے نکلنے کے لئے آگے بڑھا ایک شیطانی خیال نے گویا میرے قدموں کو جکڑ لیا۔

"وہ بزرگ تو دوسرے غار میں اپنی عبادت میں مگن ہیں اور یہاں کوئی اور میرے سوا اور نہیں تو کیوں نا مزید سونا اپنے تھیلے میں ڈال لوں کسی کو کیا پتہ چلے گا..... مگر وہ سانپ!"

اس سانپ کا خیال آتے ہی میں نے خوفزدہ انداز سے چاروں طرف دیکھا مگر اس سانپ کا کہیں نام ونشان نہیں تھا، اپنی اچھی طرح سے تسلی کرنے کے بعد میں دوبارہ سونے کی اینٹوں کی طرف بڑھا اور جیسے ہی میں نے ایک اینٹ کو اٹھایا تو وہ سونے کی اینٹ میرے ہاتھ لگتے ہی آگ کا جلتا ہوا انگارہ بن گئی، اور بے ساختہ میرے منہ سے بڑی دلخراش چیخ نکلی۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

میں نے ہاتھ کو جھٹکتے ہوئے اس انگارے کو نیچے پھینکنا چاہا مگر وہ انگارہ تو گویا میرے ہاتھ سے چپٹ گیا تھا میں متواتر چیختے ہوئے زمین پر گر گیا اور اس انگارے والے ہاتھ کو پکڑ کر زمین پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا اسی اثنا میں وہ بزرگ اچانک میری آنکھوں کے سامنے آ گئے۔

"میں نے کہا تھا صرف پانچ اینٹیں اٹھانا یہاں سے دیکھ لیا اپنی لالچ اور کسی دوسرے کے اعتبار کو دھوکا دینے کا نتیجہ!"

"تم کیا سمجھتے ہو کہ میں خدا کی عبادت میں مشغول ہوں تو مجھے دنیا کی کچھ خبر نہیں مگر تم لوگ نہیں جانتے جو شخص خدا کی یاد میں غرق ہوتا ہے خدا اس کو ایسا فہم عطا کرتا ہے جس کو سمجھنا تم جیسے بندوں کو کچھ شعور نہیں۔"

"بابا جی مجھے معاف کردیں، خدارا مجھے معاف کردیں، میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔" میں شدید تکلیف میں روتے ہوئے بولا۔

ان بزرگ نے منہ میں کچھ پڑھ کر جیسے ہی میرے ہاتھ پر پھونک ماری وہ آگ کا انگارہ فوراً میرے ہاتھ پر سے غائب ہوگیا اور شدید تکلیف اور جلن بھی ختم ہوگئی میں روتے ہوئے ان کے قدموں میں گر گیا۔

"اب کوئی فائدہ نہیں نوجوان! لالچ میں آ کر تم نے سب کچھ کھو دیا اگر تم میری بتائی ہوئی ہدایت پر عمل کرتے تو یہ سب خزانہ تمہارا ہوتا مگر افسوس تم نے شیطان کی پیروی کی۔"

میں روتے ہوئے گڑگڑایا۔ "بابا جی مجھے معاف کردیں مجھے اپنے دست فیض میں لے لیں۔"

مگر میں اپنا اعتماد کھو چکا تھا اور اپنے اندر سر اٹھانے والے شیطان پر قابو نہ پا سکا تھا وہ بزرگ اور سونا پلک جھپکتے ہی پہلی میری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہوئے جیسے وہاں کبھی تھے ہی نہیں۔

پھر اس روز کے بعد وہ بزرگ کبھی مجھے دوبارہ نظر نہیں آئے۔ اس واقعے کے بعد میرا اس دنیا سے دل بالکل اچاٹ ہوچکا تھا کہیں میرا دل نہیں لگتا تھا اپنے اندر کی اس بے چینی کو ختم کرنے کے لئے میں نے باقاعدگی سے نماز پڑھنا شروع کردی تو گویا دل کو سکون مل گیا۔ اسی سکون میں ہر لمحہ رہنے کے لئے میں نے زیادہ سے زیادہ خود کو ذکر الٰہی میں مشغول کرلیا۔ مگر جب بھی ان بزرگ کا دل میں خیال آتا ہے تو میں ندامت میں ڈوب جاتا ہوں۔

کاش وہ بزرگ مجھے پھر مل جاتے تو میں ان سے معافی مانگ سکتا۔ مجھ سے جو خطا ہوئی یہی سوچ کر کانپتا ہوں خدا مجھے بخشے گا کہ نہیں۔"

وہ بزرگ چپ ہوئے اور اپنی آنکھوں میں اترنے والی نمی کو صاف کرنے لگے۔ میں چپ رہا میرے پاس ان کے لئے کہنے کو کچھ نہ تھا۔ مگر میں ان کے لئے خدا سے دعا میں معافی کی درخواست ضرور کرسکتا تھا۔

میں نے یہی کیا اور مسلسل کئی روز تک ان بزرگ کے لئے دعا کرتا رہا۔ پھر ایک دن مجھے پتہ چلا ان بزرگ کا انتقال ہوگیا ہے۔ مجھے بے حد دکھ اور افسوس ہوا یوں لگا جیسے میرا اپنا بہت قریبی اس دنیا سے چلا گیا ہو۔ میں نے مشکل سے خود کو سنبھالا اور ان بزرگ کے جنازے میں شریک ہوا۔ جنازے میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ شریک تھے اور کتنی عجیب بات تھی ان بزرگ کی میت سے اٹھنے والی خوش گوار خوشبو نے وہاں موجود ہر شخص کی سانسوں کو معطر کردیا تھا۔

اس روز شدید گرمی تھی مگر پھر اچانک ہلکی ہلکی بارش شروع ہوگئی یقیناً آسمان بھی ان کی موت پر سوگوار تھا۔ ان بزرگ کا مزار بنایا گیا اور آج بھی اس مزار سے اٹھنے والی خوشبو دور دور تک محسوس ہوتی ہے اور جو لوگ بھی ان کے مزار پر دعائیں مانگنے آتے ہیں وہ لازمی قبول ہوتی ہیں۔ جس شخص کے اتنے عقیدت مند ہوں اور خدا اس کے ذریعے اپنی مخلوق کو اپنی رحمت سے نواز رہا ہو۔ وہ شخص کیسے بخشا نہیں گیا ہوگا۔ مجھے یقین ہے پہاڑ کے غار میں ملنے والے ان بزرگ نے ان کو بہت پہلے ہی معاف کردیا ہوگا۔ تب ہی خدا نے ان کو اپنی ہدایت اور رحمت سے نوازا تھا۔ اور اس قدر زیادہ عزت دی تھی۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

قوسِ قزح

قارئین کے بھیجے گئے پسندیدہ اشعار

دل دھڑکتا ہے تو صرف تیرے لئے ہی ورنہ
خاک کا ڈھیر ہوں، اس خاک میں کیا رکھا ہے
آندھیاں ایسی اٹھیں کہ بجھ گئے سورج لیکن
اک دیا ہم نے بہر طور جلا رکھا ہے
(ساحل دعا بخاری.....بصیر پور)

سفر یادوں کا دل سے بھلایا نہیں جاتا
دکھ اپنا کسی کو پھر سنایا نہیں جاتا
جا کے پھر کوئی آتا نہیں ہے زمانے میں
اندھیری راہوں میں یوں چراغ جلایا نہیں جاتا
(محمد اسلم جاوید.....فیصل آباد)

خشک ہونٹوں پہ میرے اپنے لب تر رکھ دے
میرے ساقی مرے صحرا پہ سمندر رکھ دے
(شرف الدین جیلانی.....ٹنڈو الہ یار)

پھر یوں ہوا کہ نکلے کسی کی تلاش میں
پھر یوں ہوا کہ خود کو نہ پائے تمام عمر
پھر یوں کہ اور کسی کے نہ ہو سکے
پھر یوں ہوا کہ وعدے نبھائے تمام عمر
(سلمان احمد.....کراچی)

ہو گئی درد سے آشنا زندگی
جب چلی چھوڑ کر بے وفا زندگی
کس قدر خوف سے دھڑکن رک گئی
دے رہی ہے یہ کیسی سزا زندگی
(عارفہ عمر دراز.....نواب شاہ)

جب یاد میری آئے تو لوٹ آنا
جب دنیا ستائے تو لوٹ آنا
تمہارے لئے سپنوں کی دنیا کے سارے غم ندیم
جب قدم لڑکھڑائے تو لوٹ آنا
(مصباح کریم.....چترکی)

تم میری سوچ ہو کوئی اور تمہیں سوچے تو سوچے کیوں
تم میری چاہت ہو کوئی اور تمہیں چاہے تو چاہے کیوں
(عامر.....ٹنڈو آدم)

بچھلی رفاقتوں کے تقاضے بدل گئے
جھڑتے تھے جن سے پھول وہ لہجے بدل گئے
ہم سے جدا ہو کر تو اتنا نہ ہو خوش ندیم
یہ جان لو کہ ہم بھی کب کے بدل گئے
(ملک ندیم ساگر.....شاہ پور چاکر)

قیامت ہے تیرا یوں بن سنور کے سامنے آنا
ہمارے دل کی چھوڑ آئینے پہ کیا گزرتی ہوگی
(محمد عاصم اشفاق.....صادق آباد)

تیرے جانے کے بعد کون روکتا مجھے
میں نے جی بھر کے خود کو برباد کیا
(محمد عارف.....صادق آباد)

حسن کردار سے نور مجسم ہو جا
کہ ابلیس بھی تجھے دیکھے تو مسلمان ہو جائے
(رضوان حسین.....رحمت آباد فیصل آباد)

عشق کرنے کے بھی آداب ہوا کرتے ہیں
جاگتی آنکھوں کے بھی کچھ خواب ہوا کرتے ہیں
ہر کوئی رو کے دکھائے یہ ضروری تو نہیں
خشک آنکھوں میں سیلاب ہوا کرتے ہیں
(طاہرا اسلم بلوچ.....سرگودھا)

پرکھنا مت پرکھنے سے کوئی اپنا نہیں رہتا
کسی بھی آئینے میں دیر تک چہرہ نہیں رہتا
بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا
کہ دریا جب سمندر سے ملتا ہے تو دریا نہیں رہتا
(انتخاب: کاشف حمید کاوش.....بدو موڑی ملکرام)

ہر لفظ کو کاغذ پہ اتارا نہیں جاتا
ہر نام سر عام پکارا نہیں جاتا
ہوتی محبت میں بھی کچھ راز کی باتیں
ایسے ہی تو اس کھیل میں ہارا نہیں جاتا
لکھ کر ہمارا نام زمین پر مٹا دیا
ان کا تھا کھیل خاک میں ہم کو ملا دیا
(انتخاب: آرشیہ نیازی.....بٹ موڑی)

تیری یاد آئی تو رو دیا جو تو مل گیا تجھے کھو دیا
میرے سلسلے بھی عجیب ہیں تجھے چھوڑ کر تجھے ڈھونڈنا
(فیضان ملک.....رحیم یار خان)

☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

غزل

گھر گھر کی خاک اڑائی ہمیں محبت راس نہ آئی
قدم قدم پہ ٹھوکر کھائی ہمیں محبت راس نہ آئی
سارا زمانہ جب سوتا ہے چپکے چپکے دل روتا ہے
چین گنوایا نیند گنوائی ہمیں محبت راس نہ آئی
دل دیتا ہے صدائیں تجھ کو ڈھونڈ رہی ہیں آنکھیں تجھ کو
اپنا مقدر تیری جدائی ہمیں محبت راس نہ آئی
ہم دونوں کے دل اندر رنجش سے جب نفرت آئی
اپنوں نے پھر آگ لگائی ہمیں محبت راس نہ آئی
چل چل پاؤں پھول گئے ہیں گھر کا رستہ بھول گئے ہیں
دور نظر سے منزل پائی ہمیں محبت راس نہ آئی
رت پھولوں کی جب بھی آئی صورت تیری نظر نہ آئی
ارمانوں نے آگ لگائی ہمیں محبت راس نہ آئی
چندا کو میں تاک رہا ہوں، امرہ جاگ رہا ہوتا
یاد ہے تیری اور تنہائی ہمیں محبت راس نہ آئی
چاندنی راتیں جب بھی آئیں دل کے سوئے زخم جگا گئیں
دل دیتا ہے رو رو دہائی ہمیں محبت راس نہ آئی
خون جگر سے دیا جلا کے چلنا پڑا مجھے ساتھ ہوا کے
عشق میں تیرے گنوائی ہمیں محبت راس نہ آئی
(حکیم خان حکیم..... کالی پور موسیٰ)

ہم کو تم سے ہے شکایت برملا
یہ بھی ہے انداز الفت برملا
جاتے رہتے ہیں کدھر آپ آج کل
راس ہے کیوں غیر صحبت برملا
دیکھ کر ہم کو بھی اب رکتے نہیں
چہرے پہ ہے حیرت برملا
حوصلہ ہے، تو کرو اظہار بھی
جذبہ ہے پیش قیمت برملا
خامشی کو چھوڑ کر کچھ بول اٹھیں
جرم ہو جائیں نہ ثابت برملا
یہ حیا کی سرخی کچھ ظاہر کرے
دیجیے اب، ہم کو رخصت برملا
جایئے بس آپ کہہ نہ پائیں گے
ہے ہمیں خانم سے چاہت برملا
(فریدہ خانم..... لاہور)

چہروں پہ حسن پھولوں میں شگفتگی نہ رہی
تیرے بغیر کسی شے میں دلکشی نہ رہی
یہ اپنی دنیا فردوس بریں سے کم نہیں ہے
زمانے میں اگر کہیں یہ بے کسی نہ رہی
ہماری انجمن میں تم یوں آ کے چلے گئے
پھر اس کے بعد جہاں میں روشنی نہ رہی
نہ دوش پینے پہ ہوگا نہ پھر پلانے پہ
لبوں کے جام پلاؤ کہ مے کشی نہ رہی
صلہ یہ دیا ہے پھولوں کو ان کی خوشبو کا
کہ سٹے جاتے ہیں جب ان میں تازگی نہ رہی
برسوں سے ہے انتظام زندگی برہم سا
تم اپنا طرز وفا بدلو کہ برہمی نہ رہی
کسی کے دل میں چاہت نہیں ہے جاوید
یہ زیست ہے یوں پھر ایسی زندگی نہ رہی
(محمد اسلم جاوید..... فیصل آباد)

ٹوٹ گئے ہیں خواب سہانے لوگوں کے
لٹ گئے سب انمول خزانے لوگوں کے
دنیا والے کرتے ہیں سب اپنے نفع نقصان کی بات
کوئی بھی دکھ درد نہ جانے ہم پریشان لوگوں کے
ڈوبا ہوا ہے ہر کوئی بشر سوچ کے سمندر میں
اب کون آئے گا واجد بار اٹھانے لوگوں کے
چارہ گروں کے ہاتھ بندھے ہیں ہونٹ سلے ہیں
موت کھڑی ہے ظالم آج سرہانے اپنے لوگوں کے
ہاتھ رنگے ہیں جن کے آج خون ناحق سے
آئے ہیں وہ سوگ منانے اب اپنے لوگوں کے
کب سے لگی ہیں سب کی نظریں امید کی راہوں پہ
اب آئے کوئی بھاگ جگانے غریب غم زدہ لوگوں کے
ان کو مٹا دیں گے واجد اغیار اور اپنے لوگ
باقی دنیا میں رہ جائیں گے درد منانے اپنے لوگوں کے
(پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی..... کراچی)

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

بنا کے کسی اور کا انہیں لے چلی قسمت
خود کھو گئے تجھے ڈھونڈنے والے اب تو
بڑی مشکل سے ہے یہ بات بھی ہم نے
اپنی قسمت میں نہیں ہیں اجالے اب تو
ایسے ٹوٹے ہیں بکھر کر ہم تیرے ہاتھوں سے
کوئی نہیں جو آ کے ہمیں سنبھالے اب تو
بہت راج کیا ہے دل کی جاگیر پہ تو نے
تجھے کوئی تو میرے دل سے نکالے اب تو
وقت رفتہ بہت دور لے چلا ہے ہم کو
کرو گے کیسے اپنی جفاؤں کے ازالے اب تو
غم ہجراں میں تیرے نجانے کب دم نکلے
ہمیں چپکے سے آ کے منا لے اب تو
(شائستہ سحر۔۔۔راولپنڈی)

مجھے اپنی ہستی کی شرم ہے تیری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دل کو میں کیا کہوں اسے پھر بھی شوق وصال ہے
انہیں ضد ہے عرض وصال سے مجھے شوق عرض وصال ہے
وہی اب بھی ان کا جواب ہے وہی اب بھی میرا سوال ہے
تیری یاد میں ہوا جب سے گم تیرے گمشدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے
(اے اے خان۔۔۔۔بہاولپور)

جو گزر گئی تھیں محبتیں جو حیات ہے وہی عشق ہے
بے نشہ بہت ہی جیت میں پر جو مات ہے وہی عشق ہے
چلا بہت ہی دور تک میرے سنگ سنگ میرے ہم قدم
مجھے کیا خبر تھی میں بے خبر جو میرے ساتھ ہے وہی عشق ہے
کبھی رنگ و نور کی چھاؤں میں کبھی خوشبوؤں کی پناہوں میں
میرے سر پہ سایہ فگن جو رحمتوں کی برسات ہے وہی عشق ہے
مجھے تھام رکھا ہے جس نے ہے میرا وہی پروردگار میرا آسرا
ظلمتوں کی رات میں جس ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے وہی عشق ہے
مجھے اب کسی کی جستجو نہیں میری بت پرستوں کی سی خو نہیں
میں نے مانا تو بھی مان لے جو لاشریک ذات ہے وہی عشق ہے
جو کہہ دے کن تو جہاں ہے جو کہہ دے کن انساں ہے
زماں و مکاں کا ہے بادشاہ جس کی کائنات ہے وہی عشق ہے
آزمائشوں کے سلسلے ہیں جو روز و شب و آہ و بکا
تو جان لے پیا مگر یہ جو سر پہ غم کی رات ہے وہ عشق ہے
(پیا سحر۔۔۔میاں مدینہ، گجرات)

تیرے سامنے ہے ذرہ ذرہ تیری ذات واقف حال ہے
میں بڑا سخی مجھے بخش دے میرے دل کو سخت ملال ہے
میری نیند آنکھوں سے دور ہے میرا ماضی اتنا خراب ہے
یہ کرم ہے اب جہاں تیرا تجھے اختیار ہے سب کا سب
میرا تجھ سے اتنا سوال ہے تو معاف کر تو کریم ہے
تو رب عظیم و جلال ہے تو رب عظیم و جلال ہے
(فلک لیشان۔۔۔رحیم یار خان)

اپنی داستان ہم سے کوئی کرے یا نہ کرے
ہماری زبان سے داستان بے اختیار نکل جاتی ہے
سمجھ نہیں آتا کہ کیا کرے ان داستانوں کا
کہ لکھنے بیٹھ جاؤں تو شام بھی ڈھل جاتی ہے
سوچ سمجھ کر کرتی ہوں ہر بات پھر بھی
لگتا ہے کہ ہر بات اس بات میں مل جاتی ہے
ہم میں اتنا حوصلہ کہاں ہے اے گلشن دیکھنا
ہر شمع پروانوں کی خاطر بھی جل جاتی ہے
(بلقیس خان۔۔۔۔پشاور)

چل چلتے ہیں اس پار صنم
جہاں لہروں کی خاموشی ہو
جہاں سانسوں کی مدہوشی ہو
جہاں جذبوں کی بے ہوشی ہو
جہاں آنکھوں سے سرگوشی ہو
چل چلتے ہیں اس پار صنم
اک نئی آس لگانے کو
اک دل کی آگ بجھانے کو
اک دوجے میں کھو جانے کو
اک پل کے نام ہو جانے کو
چل چلتے ہیں اس پار صنم
جہاں آسان ساری راہیں ہو
جہاں اک دوجے کی بانہیں ہو
جہاں لب سرد سی آہیں ہو
جہاں پیار کی سمجھ نگاہیں ہو
چل چلتے ہیں اس پار صنم
چل چلتے ہیں اس پار صنم
(ارم مجاز۔۔۔۔کراچی)

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

ریزہ ریزہ سپنوں والے ٹوٹے چہرے آدھے لوگ
جانے والے کب آتے ہیں کیوں کرتے وعدے لوگ
آس میں بیٹھی شہزادی کی مانگ میں چاندی جھانک چکی
اتنی دیر سے کیوں آتے ہیں، آخر یہ شہزادے لوگ
پیار کی راہ پہ پاگل تھا سے اندھا دھند چل پڑتے ہیں احسان
ناسمجھی میں مر جاتے ہیں ہم سے سیدھے سادے لوگ
(احسان سحر۔۔۔میانوالی)

ملتے ہو نہ بات کرتے ہو، تم کیسی محبت کرتے ہو
روتے ہو نہ ہنستے ہو، تم کیسی محبت کرتے ہو
یہ عارض و گل پہ چہرہ کھلا گلابی
تم کب بنتے سنورتے ہو تم کیسی محبت کرتے ہو
کبھی لبوں پہ غصہ ہوتا ہے کبھی لبوں پہ پیار ہوتا ہے
پیار جتاتے بھی ہو تم کیسی محبت کرتے ہو
کبھی پاس ہو کر بھی تم غلط سے شکوہ کرتے ہیں
اب کہاں روز ملتے ہو، تم کیسی محبت کرتے ہو
تمہیں دیکھے بنا تو دن کٹتا نہیں ہے کاش
پھر جانے کی بات کرتے ہو تم کیسی محبت کرتے ہو
(شرف الدین جیلانی۔۔۔ٹنڈو الہ یار)

میری تنہائی کا احوال سنا تو بولے
ہم نے بھی عمر گزاری ہے بنا ساتھی کے
ہم کو بھی رات کا ہر چاند رلا دیتا تھا
ہم بھی تنہائی کے لمحوں میں تڑپے تھے بہت
ہم کو بھی تھی کسی ہرجائی سے ایسی الفت
اپنی ہر سانس پہ اک نام سجا رکھے تھے
ہم بھی اس عشق کی آتش میں سلگتے تھے بہت
لوگ ہم کو بھی کہتے تھے کہ سودائی ہے
موسم گل میں یہ کانٹوں کا تمنائی ہے
نقش کچھ اس طرح آنکھوں میں بسایا ان کا
میری تنہائی میں بھی لطف ہے رعنائی ہے۔۔۔۔!
(شگفتہ ارم درانی۔۔۔پشاور)

اترا کہاں پہ چاند میرا دیکھتا رہا میں
کرنے اس کا دیدار ادھر ادھر گھومتا رہا میں
بہت بے چین کیے رکھا اس کے نہ ملنے نے
جس سے ملنے کو ہزار ہا طریقے سوچتا رہا میں

اک ذرہ و جواہر کے نایاب خزانے کی طرح
گم کر کے خود کو اسے ہی کھوجتا رہا میں
کب کا کہیں ٹھہرا ہے جانے کب پھر سے ابھرے گا
سوچ کے یہ عمر بھر اس کا انتظار کرتا رہا میں
لیکن قریب رہ کر بھی وہ نظروں سے دور تھا
پانے کیلئے جس کو در بدر یوں پھرتا رہا میں
(طارق محمود۔۔۔اٹک)

کم سکا ہم سے لیکن ملا کیجئے
کچھ تو رسم محبت ادا کیجئے
کون کہتا ہے ہم سے بھلا کیجئے
کیجئے کچھ بھی چاہے برا کیجئے
بڑھ گیا ہے جنوں ایک حد سے مرا
میرے مرنے کی اب تو دعا کیجئے
مانگنے سے بھی اب موت آتی نہیں
ایسی صورت میں پھر کوئی کیا کیجئے!
دم تڑپ تڑپ کر نکل جائے گا
قید الفت سے مجھ کو رہا کیجئے
اس نے پوچھا کہ تصویر کا کیا کروں
میں نے بھی کہہ دیا کہ جلا دیجئے!
(محمد مراد قریشی۔۔۔حضرو)

وہ مجھ سے روز ملتا رہا کیا رہا کیا نصیب تھا
وہ بھی مجھے دن کہ آئینہ میرا رقیب تھا
میری طلب میں پھول تھے کانٹے ملے مجھے
جس کو رفیق سمجھا تھا، میرا رقیب تھا
اک شخص مر گیا ہے جسے دیکھنے کے بعد
کہنے کو لوگ کہتے رہیں وہ طبیب تھا
میں داستان اپنی سنانے چلا مگر
جو شخص بھی ملا مجھے اپنی خطیب تھا
میں نے تلاش یار میں کتنے سفر کیے
ملتا جو کوئی دوست کہاں یہ نصیب تھا
نظریں جھکائے آج وہ بیٹھا تھا سامنے
اس کے خوش رہنے کا عالم عجیب تھا
جو دور دور مجھ سے رہا راز ہر گھڑی
وہ شخص میرے دل کے نہایت قریب تھا
(انتخاب: آویشہ نیازی۔۔۔ہڈ موڑ شکرام)

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

دنیا تیری عقبیٰ تیرا
شہ رگ سے نزدیک ہے ایسا
ہر کوئی منگتا تیرے در کا
جو مانگے ہے سب کو دیتا
تیرے لطف کے سب محتاج
خشک اور تر ہر تیرا راج
رنج و راحت تیرے دم سے
ہم زندہ ہیں تیرے کرم سے
تو واحد تو رب جلیل
وہ جگ تیرا عکس جمیل
(چوہدری قمر جہاں علی پوری...ملتان)

خواب آنکھوں میں کیا مہکتا ہے
میرا سارا ہی گھر مہکتا ہے
جب بھی اس کا خیال آتا ہے
زندگی کا سفر مہکتا ہے
کوٹ پہ اس کا پھول ہے اب تک
دل کا سارا نگر مہکتا ہے
وہ تصور میں اب بھی ہے دیکھو
کتنا شام و سحر مہکتا ہے
اس نے رکھے تھے بھول کر پاؤں
ایک عرصے سے در مہکتا ہے
اسکی تصویر بن گئی ماتھا
انگلیوں میں ہنر مہکتا ہے
(قدسیہ ناز...راولپنڈی)

میرے مرنے کے بعد میری کہانی لکھنا
کیسے برباد ہوئی میری جوانی لکھنا
اور لکھنا کہ میرے ہونٹ خوشی کو ترسے
کیسے برسا میری آنکھوں سے پانی لکھنا
اور لکھنا کہ اسے انتظار تھا بہت دیر تک تیرا
مگر آخری سانس میں دو ہچکیوں کی روانی لکھنا
لکھنا کہ مرتے وقت کی اداکاری رہی تمنا تجھ کو
ہاتھ باہر تھے کفن سے یہ نشانی لکھنا
(مصباح کریم...چکری)

تم کو یہ بتادوں میں
دل کے رشتے کی دیواروں میں
کوئی دراڑ آ جائے
دل کی بستی پہ اچانک
بدگمانی کے بادل چھا جائیں
تو میری بات مان لینا
تم ان کو برسنے نہ دینا
کسی طرح سے دعاؤں سے
ان کو برسنے سے پہلے ہی
اپنی بستی دل کے
آسمان سے ہٹا دینا
کہ اک بار بدگمانی کی
بارش برس جائے
تو باقی کچھ نہیں رہتا
باقی کچھ نہیں بچتا
اجڑ جاتی ہے دل کی
آباد بستی تک
دل پہ بار بار سے
کبھی آباد نہیں ہوتا
(مریم ماہ منیر...لاہور)

کٹ گئی کیسے شب نہیں معلوم
ہو گئی صبح کب نہیں معلوم
کون تھا جاں بلب نہیں معلوم
کس نے ڈھایا غضب نہیں معلوم
رات بھر تو تھا تصور میں
گل ہوئی شمع کب نہیں معلوم
ایک پل میں جو بھا گیا من کو
اس کا نام و نسب نہیں معلوم
حال دل اس سے کہہ تو دیتا ہوں
بات کہنے کا ڈھب نہیں معلوم
دشت سے کہہ رہا تھا دیوانہ
وحشتوں کا سبب نہیں معلوم
اس بدن کے قفس میں سانسوں کی
ڈور ٹوٹے گی کب نہیں معلوم
جانے کس موڑ پہ ملے شاکر
وہ جو بچھڑا تھا اب نہیں معلوم
(ڈاکٹر شاکر کاشمیری...لاہور)

میں بھیگی جو سر شام
سمندر کی لہروں سے اوپر دور افق میں
سورج کے ڈوبتے لمحے
یہ سوچتی ہوں
چند ساعتوں بعد
مکمل اندھیرا چھا جائے گا
پھر رات گہری تک
کتنے پنچھی گھر کا رستہ بھولیں گے
کتنے مسافر اپنی منزل سے بھٹکیں گے
نئی صبح تک تو نہ جانے کیا کچھ
ہو جائے گا
سب کچھ اک دم رک جائے گا
میں بھی بالکل پگلی ہوں
جو یہ سوچتی رہتی ہوں
حالانکہ ہر شب چاند کی آمد
یہ اعلان کرتی ہے
سب کچھ ویسے چلتا رہے گا
میں بھی بالکل پاگل ہوں
کیا کیا سوچتی رہتی ہوں
(عطیہ ذاہرہ...لاہور)

کون آیا ہے دل کے آنگن میں
پھول کھلنے لگے ہیں گلشن میں
میرے سینے پہ ہاتھ تو رکھو
ہے بہت شور دل کی دھڑکن میں
جس سے مل کر قرار آیا ہے
تو ہی پہلا ملا ہے جیون میں
بھیگ کر آج تیز بارش میں
آگ تو نے لگا دی ساون میں
تو نے مہکا دیا ہے یوں ایسا
جیسے خوشبو بسی ہے چندن میں
(ریحانہ آفاق...حیدرآباد)

☆☆

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

زندان کی روح

شہزادہ جائمزیب عباسی۔کراچی

اچانک کمرے میں ایک ہیولہ نمودار ہوا، جس نے آہستہ آہستہ ایک خوبرو حسینہ کی شکل اختیار کرلی، اس کے چہرے اور سر سے خون بہہ رہا تھا اور وہ بہتا ہوا خون اس کے چہرے کو تحیر انگیز اور خوفناک بنا رہا تھا۔

ایک دولت کے پجاری کی عبرت انگیز اور حیرت انگیز خونی اور ناقابل فراموش حقیقی روداد

علینہ اپنے روم میں موسیقی سے لطف اندوز ہو رہی تھی، وہ مزمو گنگناتے ہوئے میٹرس پر لیٹی منہ سے بلبلے بنا رہی تھی کہ ڈور بیل کی آواز سنائی دی۔ بیل کی آواز سنتے ہی وہ کسمساتے ہوئے بیڈ سے اتری اور بیرونی دروازے پر جا پہنچی۔ "کون؟" اس نے دروازے پر پہنچ کر پوچھا۔

ان دنوں شہر کے حالات کافی خراب تھے۔ اس لئے اس کے والدین نے سختی سے تاکید کر رکھی تھی کہ ان کی غیر موجودگی میں کسی اجنبی کے لئے ہرگز دروازہ نہ کھولے۔ اس کے ممی پاپا، اکرام شاہ کے گھر تعزیت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اکرام شاہ علینہ کے والد قدیر خان کا قریبی دوست تھا۔ گزشتہ روز اکرام شاہ کی اہلیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ علینہ اس قسم کے سوگوار ماحول میں جانے سے کتراتی تھی۔ اس لئے گھر پر اکیلی ہی رہ گئی اور قدیر خان اور ان کی اہلیہ کلثوم اسے سمجھا بجھا کر چلے گئے۔

قدیر ایک رپورٹر تھا اس کے علاوہ اینکر پرسن اور سیاسی تجزیہ نگار بھی تھا۔ وہ ایک بڑے اخبار سے منسلک ہونے کے ساتھ ساتھ، ایک نجی ٹی وی چینل سے بھی وابستہ تھا۔ اس کے اندر موضوع اور چبھتے ہوئے سوالات داغنے کی زبردست صلاحیت تھی۔

وہ اکثر شہر میں ہونے والے جرائم کے خلاف برسر پیکار رہتا تھا۔ اکثر ایماندار پولیس افسران اس کی رپورٹ اور معاونت سے کارروائی کر کے جرائم پیشہ افراد کو کیفر کردار تک پہنچاتے تھے۔ علینہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی۔

"پوسٹ مین آپ کے نام رجسٹری ہے ریسیو کر لیں۔" باہر سے جواب دیا گیا۔

شام کے چار بجے کسی پوسٹ مین کے آنے کا کون سا وقت ہے؟ یہ سوچتے ہوئے اس نے الجھے ہوئے ذہن کے ساتھ دروازہ کھولا ہی تھا کہ نوارد اسے دھکیلتے ہوئے گھر میں داخل ہو گیا۔ علینہ نے چیخنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ نوارد نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور اسے گھسیٹتے ہوئے بیڈروم میں لے گیا۔

وہ ایک دراز قد اور تنومند شخص تھا۔ جو پوسٹ مین کی مخصوص وردی میں ملبوس تھا۔ شانے سے ایک تھیلا سا لٹکا ہوا تھا اس کے چہرے پر گھنی داڑھی اور آنکھوں پر موٹے فریم کی عینک موجود تھی۔ ناک کے نتھنے غیر معمولی پھیلے ہوئے تھے۔ اس نے کمرے کا دروازہ لات مار کر بند کیا اور علینہ کو بیڈ پر دھکیل دیا۔ اب اس کے ہاتھ میں تیز دھار خنجر موجود تھا۔ جو اس نے چشم زدن میں اپنی پنڈلی سے نکالا تھا۔

"تت تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" علینہ نے اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

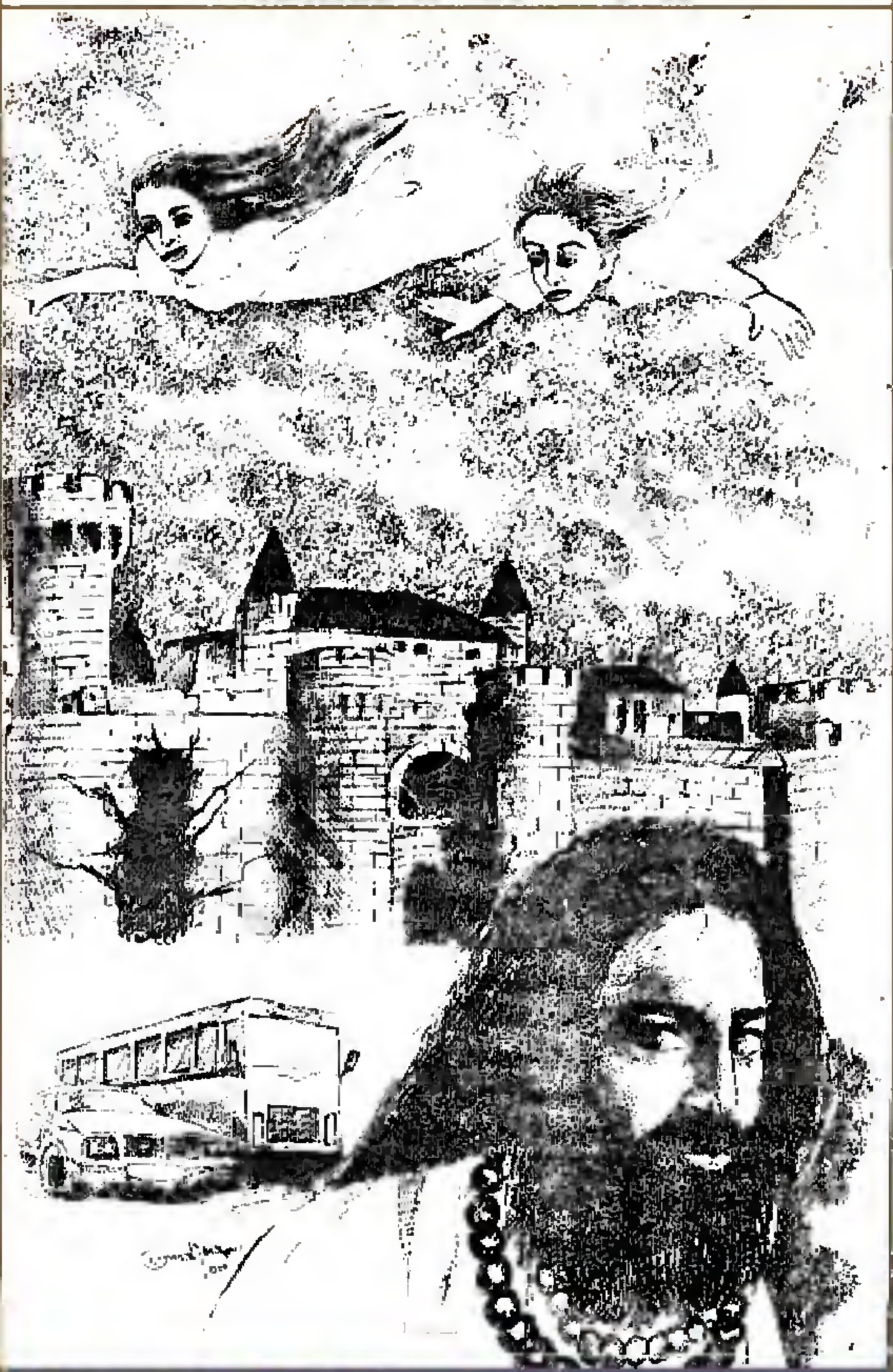

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

خوفزدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اس نے لبادے کے ہاتھ میں موجود خنجر کی وجہ سے چیخنے چلانے سے گریز کیا تھا۔

لبادے نے اپنے شانے سے لٹکا تھیلا اتار کر ایک طرف رکھا اور اس کی بات کا جواب دیئے بغیر اپنے تھیلے سے جدید ترین خودکار ڈیجیٹل کیمرہ نکال کر سنگار میز پر اس انداز سے رکھا کہ کمرے کا وہ حصہ بخوبی ریکارڈ ہوسکے جہاں علینہ موجود تھی۔ وہ کیمرہ آن کرکے بھوکی علینہ پر ٹوٹ پڑا۔

علینہ اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پیر چلاتے ہوئے چیخنے چلانے لگی۔ ”چیخو اور زور سے چیخو۔ مجھے تمہاری چیخیں سکون دیں گی۔“ وہ ہذیانی ہنسی، وہ کوئی جنونی معلوم ہورہا تھا۔ جسے علینہ کی چیخ و پکار لطف دے رہی تھی۔ علینہ کو دبوچے ہوئے اس نے اس کے لباس کی دھجیاں بکھیر دیں۔ ”خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو۔“ وہ چیختے چلاتے ہوئے اس کے آگے گڑگڑانے لگی۔

وہ جنونی اس کی چیخ و پکار سے بے نیاز اس پر حاوی ہوتے ہوئے اسے کسی وحشی جانور کی طرح نوچ کھسوٹ رہا تھا۔

علینہ نے مچلتے ہوئے اپنے ہاتھ کے لمبے ناخنوں سے اس جنونی کا چہرہ نوچ ڈالا۔ جنونی کراہا اور اشتعال میں آکر علینہ کے چہرے پر زوردار تھپڑ رسید کردیا۔ جنونی نے ہوس کی آگ بجھانے کے بعد اس نے خنجر کی نوک سے علینہ کے سینے پر چیرا لگایا تو وہ ایک بار پھر چیخی اور تڑپ کر اسے اپنے اوپر سے دھکیل کر جان بچانے کے لئے کمرے میں ادھر ادھر بھاگنے لگی۔ وہ جنونی قاتل اس صورتحال سے بہت خوش تھا۔ اسے چوہے بلی کے اس کھیل میں لطف آرہا تھا۔ اس نے جھپٹ کر ایک بار پھر علینہ کو دبوچا اور بیڈ پر پٹخ کر اسے بے بس کرکے خنجر کی نوک اس کے جسم پر نقش و نگار بنانے لگا۔ جیسے جیسے علینہ کی چیخیں بلند ہورہی تھیں اور اس کے جسم سے بہنے والا خون اس کے قاتل کے جوش و خروش میں اضافہ کررہا تھا۔

علینہ کا پورا جسم لہولہان ہوچکا تھا۔ اخراج خون کے باعث اس پر اس قدر کمزوری غالب آچکی تھی کہ اب اس میں چیخنے چلانے کی بھی ہمت نہ رہی تھی۔ وہ بے بس پڑی اپنی ادھ کھلی آنکھوں سے اس درندے کو دیکھ رہی تھی جو خنجر کی نوک سے اس کے بے لباس جسم پر نقش و نگار بنا رہا تھا۔

علینہ کی مزاحمت ختم ہوتے ہی قاتل کا دل اس کھیل سے اکتا گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے علینہ کے سر کے بال اپنی مٹھی میں جکڑے اور تیز دھار خنجر اس کے گلے پر پھیر دیا۔ پھر اس نے کسی ماہر قصاب کی طرح اطمینان سے علینہ کا سر دھڑ سے الگ کردیا اور اس کا کٹا ہوا سر تھیلے میں ڈال کر کیمرہ اٹھایا اور خاموشی سے گھر سے باہر نکل گیا۔

اس جنونی قاتل کے گھر سے نکلنے کے کچھ دیر بعد پولیس موبائل کے ہوٹر سے فضا گونج اٹھی۔ علینہ کے چیخ و پکار کی آواز سن کر اس کے کسی پڑوسی نے پولیس ایمرجنسی کو فون کیا تھا۔ یہ بھی اس کی مہربانی تھی ورنہ ہمارا معاشرہ اس قدر بے حس ہوچکا ہے کہ ایک قاتل درجنوں افراد کے سامنے اطمینان سے کسی کو قتل کرکے فرار ہوجاتا ہے اور ان درجنوں افراد کی ہمت نہیں ہوتی کہ اسے روک سکیں اور نہ ہی کوئی گواہی دینے کو تیار ہوتا ہے۔ اور پولیس جو کہ اصل مجرم کو گرفتار کرنے کے بجائے عام شہریوں کو ہراساں کرتی ہے۔

پولیس اس لرزہ خیز واردات کے آدھے گھنٹے بعد اپنی روایتی سستی سے پہنچ چکی تھی۔ سب انسپکٹر شاہد علی علینہ کے بغیر سر کی لاش دیکھتے ہی لرز اٹھا۔ ادھر قدیر خان اور کلثوم اپنی گاڑی میں گھر کے دروازے پر پہنچ چکے تھے۔ گیٹ پر پولیس اہلکاروں اور ایمبولینس کو کھڑا دیکھ کر ان کا دل انجانے خوف سے لرز اٹھا۔

”کیا ہوا؟ تم لوگ یہاں کیا کررہے ہو؟“ قدیر نے دھڑکتے دل سے ایک پولیس کانسٹیبل سے استفسار کیا۔

”آپ کون!“ پولیس کانسٹیبل نے اسے گہری نگاہ سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں قدیر خان ہوں اور یہ میرا گھر ہے۔“

”آپ کے کسی پڑوسی نے اطلاع دی تھی کہ اس گھر سے کسی لڑکی کے چیخنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ ہم یہاں پہنچے تو اندر کسی نوجوان لڑکی کی عریاں سر کٹی لاش ملی ہے۔ اسے بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔“ پولیس کانسٹیبل کے جواب سے اسے ایسا لگا جیسے آسمان ٹوٹ کر اس کے سر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

آ گرا ہو۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا بیڈ روم میں داخل ہوا۔ علینہ کی خون چکاں لاش دیکھتے ہی اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ جبکہ روتی چلاتی کلثوم وہیں گر کر بے ہوش ہو چکی تھی۔

دوسروں کی خبریں شائع کرنے والا خود ایک خبر بن گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے علینہ کی لاش کو دیکھ رہا تھا۔ پولیس اہلکاروں نے علینہ کا عریاں جسم ایک چادر سے ڈھانپ دیا تھا۔ انسپکٹر شاہد علی لاش کا معائنہ کر رہا تھا۔ اس کی نگاہ علینہ کے ہاتھوں پر پڑی اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ علینہ کے لمبے لمبے ناخنوں میں گوشت کے ذرات لگے نظر آ رہے تھے۔ گویا مزاحمت کے دوران مقتولہ نے قاتل کو نوچا تھا۔

کچھ دیر بعد علینہ کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے روانہ کر دیا گیا۔ کمرے سے فنگر پرنٹ کے نشانات اٹھائے گئے۔ قاتل کی شرٹ کا ایک پھٹا ہوا ٹکڑا بھی کمرے سے ملا تھا۔

انسپکٹر ایک ذہین پولیس افسر تھا۔ اس نے بوگیر کتے کی مدد سے قاتل تک پہنچنا چاہا۔ قاتل کے لباس کا ٹکڑا سونگھتے ہی کتا ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بھونکنے لگا۔ وہ کتے کی زنجیر تھامے مقتولہ کے گھر سے باہر نکلا۔ کتے کی زنجیر شاہد علی کے ہاتھ میں تھی اور کتا بھونکتے ہوئے ایک سمت بھاگ رہا تھا۔

قدیر خان پولیس اہلکاروں کے ہمراہ پولیس موبائل میں موجود تھا۔ ان کے پیچھے میڈیا کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد بھی تھے۔ ان کا یہ سفر کچھ دیر بعد ایک گھر کے سامنے اختتام پذیر ہوا۔ کتے کو اس گھر کے دروازے پر رک کر بھونکتے دیکھ کر انسپکٹر بھونچکا رہ گیا۔ ”یہ تو SHO صاحب کا گھر ہے۔“ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

دیگر پولیس اہلکار، قدیر خان اور پریس رپورٹر اور فوٹو گرافر بھی اپنی گاڑیوں سے اتر چکے تھے۔ ڈور بیل بجتے ہی دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا ادھیڑ عمر گھریلو ملازم تھا۔ اس نے تعجب سے پولیس اہلکاروں اور پریس رپورٹرز کو دیکھا۔ غالباً اس کی سمجھ سے بالاتر تھا کہ پولیس نے ایس

ایچ او کا گھر کیوں گھیرے میں لے رکھا ہے۔

”انور صاحب کہاں ہیں۔“ انسپکٹر نے پوچھا۔

”بیگم صاحبہ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی تھی۔ صاحب کچھ دیر پہلے انہیں اسپتال لے گئے ہیں۔“ ملازم نے جواب دیا۔

ادھر کتا بے قراری سے گھر کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ کتے سمیت انسپکٹر گھر میں داخل ہوا، دیگر افراد بھی اس کے پیچھے اندر آ چکے تھے۔ کتا مکان کی عقبی سمت جا پہنچا۔ وہاں ڈاکٹے کا یونیفارم پڑا تھا۔ جس کی شرٹ آستین سے پھٹی ہوئی تھی۔ پریس فوٹو گرافر تصویریں کھینچنے لگے۔ انسپکٹر نے اعلیٰ افسران کو اطلاع دینے کے بعد ایس ایچ او انور علی کا نمبر ملایا۔

”ہاں شاہد علی کیا بات ہے؟“ دوسری طرف سے SHO کی آواز سنائی دی۔ ”سر ہمارے علاقے میں ایک لڑکی کا لرزہ خیز قتل ہوا ہے۔ مقتولہ مشہور صحافی قدیر خان کی اکلوتی بیٹی ہے۔ وہاں ہمیں قاتل کے لباس کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ملا۔ ہم نے بوگیر کتے کی مدد حاصل کی، کتا ہمیں آپ کے گھر تک لے آیا ہے۔ آپ کے گھر کی عقبی سمت سے قاتل کا لباس بھی ملا ہے۔“ انسپکٹر سرد لہجے میں بولا۔

”کیا بکواس ہے، ہم میں ابھی آتا ہوں۔“ SHO کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی اور اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ کچھ دیر بعد SHO انور علی ان کے سامنے تھا جبکہ انسپکٹر شاہد علی اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایس ایچ او کے چہرے پر ناخنوں کے نشان موجود تھے۔

☆......☆......☆

شام کا وقت تھا اور موسم انتہائی خوشگوار تھا۔ بادلوں کے ٹکڑوں نے مدھم چاندنی کو ڈھانپ رکھا تھا۔ ایسے خوشگوار موسم میں تمیں سالہ آسیہ وسیع عریض شاندار حویلی کی چھت پر موجود منڈیر پر اپنے دونوں ہاتھ جمائے کھڑی تھی۔ وہ سردار سکندر میرانی کی سب سے بڑی بیٹی اور غیر شادی شدہ تھی۔ سردار سکندر اس دیہی علاقے کا مالک، دولت مند اور بااثر شخص تھا۔ اس کے دو بیٹے نوید اور آفتاب جبکہ تین بیٹیاں آسیہ، فوزیہ اور کرن تھیں۔ کرن ان سب سے چھوٹی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تھی۔ ایک روز اسے بخار چڑھا اور مناسب دیکھ بھال اور علاج نہ ہونے کے باعث اس کا انتقال ہوگیا۔ یہ اس پسماندہ علاقے کا سب سے بڑا المیہ تھا۔

یہاں عورت کو بھیڑ بکری سے بھی کمتر سمجھا جاتا تھا۔ یہاں بہت سی فرسودہ اور جاہلانہ رسومات پر عمل کیا جاتا تھا۔ تویہ میراثی نے شہر سے اپنی پسند کی شادی کی تھی۔ دل بھر جانے کے بعد شادی کے ایک سال بعد ہی اسے کاری قرار دے کر قتل کر ڈالا۔ اس سے دہرا فائدہ ہوا۔ ایک تو بیوی سے نجات مل گئی۔ دوسرا اپنے ایک مخالف مراد کو کالا قرار دے کر مار ڈالا۔

ان باپ بیٹوں کے نزدیک غریب کیڑے مکوڑوں سے بھی بدتر تھے۔ شہر میں بھی ان کی شاندار کوٹھی تھی جس میں وہ باپ بیٹا آکر عیاشی کے لئے کچھ دن قیام کرکے اپنے علاقے میں لوٹ آتے تھے۔

آسیہ کی عمر 30 سال ہونے کے باوجود اس کی شادی نہ ہوسکی تھی۔ اس کی شادی نہ ہونے کا یہ سبب نہ تھا کہ اس کے لئے کوئی رشتہ نہیں آیا۔ کئی معزز گھرانوں کے خوب صورت لڑکوں کے رشتے اس کے جوان ہوتے ہی آنے لگے تھے۔ لیکن اس کا باپ اور بھائی نہیں چاہتے تھے کہ وہ زمین و جائیداد کا ایک حصہ لے کر پرائے گھر چلی جائے۔ اس لئے اس کی شادی عجیب و غریب رواج کے سبب قرآن سے کرکے اسے گھر پر بٹھا رکھا تھا۔ قرآن آخری مقدس کتاب ہے۔ لیکن بعض لوگ قرآن پاک کو بھی اپنی بے جا ضرورتوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اس حویلی کی چار دیواری میں روتے روتے آسیہ کے آنسو خشک ہوچکے تھے۔ کوئی اس کے دکھ کا مداوا کرنے والا نہ تھا۔ جذبات کے کوڑے کھا کھا کر وہ ہسٹریا کی مریض بن چکی تھی۔ احتجاج پر باپ اور بھائیوں نے کئی بار وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا۔ عورت کو وہ پاؤں کی جوتی سمجھتے تھے، وہ اپنی اس زندگی سے تنگ آچکی تھی اور خودکشی کی نیت سے حویلی کی چھت پر موجود تھی۔ اسی وقت حویلی کے ایک کمرے سے اس کی بہن فوزیہ اور اس کی ماں باہر نکلیں اور ان کی نظر چھت پر موجود آسیہ پر پڑی۔ "باجی نیچے آجاؤ۔ بابا جان نے دیکھ لیا تو غضب ہوجائے گا۔" فوزیہ نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا۔

آسیہ کوئی جواب دیئے بغیر منڈیر پر جا چڑھی اور بلند و بالا حویلی کی چھت سے نیچے کود گئی۔ فضا اس کی آخری کربناک چیخ سے گونج اٹھی تھی۔

فوزیہ اور اس کی ماں چیختی ہوئی اس کی خون آلود لاش کے قریب جا پہنچیں۔

"کیوں چیخ رہی ہو؟" سردار سکندر اور اس کے بیٹے چیخوں کی آواز سن کر اپنے اپنے کمروں سے باہر آچکے تھے اور ناگوار نظروں سے ان ماں بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔ جو آسیہ کی لاش سے لپٹی بین کررہی تھیں۔ "باجی نے چھت سے کود کر خودکشی کرلی ہے۔" فوزیہ روتے ہوئے بولی۔

"تو یہ اس کی لاش خاموشی سے دفنادو۔" سردار سکندر نے حکم صادر کیا اور رات کی تاریکی میں اس کے کارندوں نے بنا کفن دفن کے حویلی کے تہہ خانے میں فرش کھود کر اسے کسی جانور کی طرح گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ یہ تہہ خانہ حویلی کا زندان تھا۔ جہاں ان کے مخالف اور نافرمان افراد کو قید کرکے اذیتیں دے کر ہلاک کیا جاتا۔ یہاں ایسی ہی نہ جانے کتنی ظالمانہ قدریں پر فوزیہ اور اس کی ماں احتجاج بھی نہ کرسکیں، وہ جانتی تھیں کہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی پاداش میں انہیں بھی زندگی سے محروم کردیا جائے گا۔

آسیہ کی موت کو چھ ماہ بیت چکے تھے، ارد گرد کے گاؤں دیہاتوں سے ان کے ہم پلہ گھرانوں سے فوزیہ کے لئے رشتے آنے لگے تھے۔ سکندر نے آنے والے رشتوں سے جان چھڑانے کے لئے اس کی شادی بھی قرآن پاک سے کردی۔

فوزیہ کے ذہن میں آندھیوں کے جھکڑ چلنے لگے۔ گویا اسے بھی تنہا جذبات کی آگ میں جلتے ہوئے زندگی گزارنی تھی یا پھر اپنی بہن کی طرح ہسٹریا کا شکار ہوکر خودکشی کرلیتی اور اسے بھی زندان میں دفن کردیا جاتا۔

اپنے باپ سکندر کے ظالمانہ اور جاہلانہ رسم و رواج کے خلاف اس کے دل میں بغاوت جنم لینے لگی۔ اسی بغاوت کو عملہ جامہ پہنانے کے لئے اس کی نگاہ انتخاب

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

حویلی کے ملازم محمود پر پڑی جو سردار سکندر کے جانثاروں میں سے ایک تھا۔ قبول صورت اور چھریرے بدن کا مالک محمود کم گو شخص تھا۔ حویلی کے گھریلو کام کاج کے علاوہ وہ سردار کے محافظ دستے میں بھی شامل تھا۔

اس کی ماں رضیہ گاؤں کی خوب صورت ترین لڑکی تھی، یہ ان دنوں کی بات ہے جب سکندر نوجوان ہوا کرتا تھا اور تعلیم کے سلسلے میں شہر گیا ہوا تھا۔ گاؤں آنے پر رضیہ پر نظر پڑی تو دل تھام کر رہ گیا۔ اس نے ایک روز سر راہ روک کر اپنا مدعا بیان کیا۔ رضیہ ایک باکردار عورت تھی جس نے اسے جھڑک دیا۔ وہ شہر چلا گیا۔ جب واپس لوٹا تو رضیہ کی شادی ہو چکی تھی اور وہ ایک بیٹے کی ماں بھی بن چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس کے حسن و جمال میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

سکندر نے ایک بار پھر اس کا راستہ روک کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ رضیہ نے سب کے سامنے اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔ ان دنوں سکندر کا باپ زندہ تھا۔ جو اخلاق اور کردار کے حوالے سے بہترین انسان تھا۔ اس نے سکندر کو ڈانٹا کہ آئندہ کسی کی بہن بیٹی کی طرف بری نظر سے نہ دیکھے، پھر سکندر کی شادی ہو گئی۔

دو سال بعد ہی سکندر کا باپ دنیا سے کوچ کر گیا۔ سیاہ و سفید کا مالک ہوتے ہی اس نے محمود کے باپ کو قتل کروا دیا اور رضیہ کو زبردستی اٹھا کر حویلی میں لے آیا۔

عورت کی عزت ہی اس کا سب کچھ ہوتی ہے۔ رضیہ یہ بے عزتی برداشت نہ کر پائی۔ اور خودکشی کر لی۔ ان دنوں محمود چار سال کا تھا۔ سکندر اسے حویلی میں لے آیا۔ اور اپنا غلام بنا لیا۔ وہ سکندر کے زیر سایہ پل کر جوان ہوا۔ اسے اصلیت کا علم نہیں تھا۔ وہ سکندر کو اپنا محسن سمجھتا تھا۔ جس نے ایک یتیم بچے کی پرورش کی لڑائی بھڑائی اور اسلحے کو استعمال کرنے کی ٹریننگ دینے کے بعد اسے سکندر کے محافظ دستے میں شامل کر لیا گیا۔ وہ حویلی کا خدمت گار بھی تھا۔

محمود کو فوزیہ نے ایک روز راہداری میں گھیر لیا یہ پہلا موقع تھا جب وہ اس کے سامنے آئی تھی۔ محمود ٹھٹھکا گیا۔

"جی بی بی سائیں۔"

ماں

☆ ماں کی قدر وہ جانتا ہے جو اس سے محروم ہے۔

☆ ماں ایک خوشبو ہے جس سے یہ جہاں مہک اٹھتا ہے۔

☆ ماں ایک دعا ہے جو ہمیشہ سر پہ تنی رہتی ہے۔

☆ ماں ایک آہ ہے جو سیدھی عرش پہ جاتی ہے۔

☆ ماں دنیا میں جنت ہے اور آخرت میں بھی۔

☆ ماں اگر عورت کے روپ میں آ جائے تو تباہی ہو جاتی ہے۔

☆ ماں ایک ایسی ہستی ہے جو خود گیلے پہ سوتی ہے اور بچے کو سوکھے پہ سلاتی ہے۔

(محمد عمران۔ کراچی)

"محمود میں تمہیں کیسی لگتی ہوں؟" فوزیہ نے اس کی براؤن آنکھوں میں جھانکتے ہوئے استفسار کیا۔

"ک..... کیا..... مطلب؟" وہ گھبرایا۔

"تم اتنے نا سمجھ تو نہیں! میں نے پوچھا ہے! میں تمہیں کیسی لگتی ہوں۔"

"بی بی سائیں آپ مالک ہیں اور مالک غلام کو اپنی جان سے بھی عزیز ہوتا ہے۔" وہ بدستور نظریں جھکائے ہوئے بولا۔ اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اپنی آقازادی سے نظریں ملاتا۔ اس کے علاوہ اسے سردار سکندر کا بھی ڈر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سردار کے بیٹوں یا خود سردار کے کانوں میں اس بات کی بھنک بھی پڑ گئی کہ محمود نے فوزیہ سے بات چیت کی تھی تو اسے زندہ زمین میں گاڑ دیا جائے گا۔

"محمود میرا باپ ظالم اور بے رحم انسان ہے۔ بابا کی آپ کے بعد مجھے بھی زندہ در گور کرنا چاہتا ہے۔ مجھے اس خونی زندان سے نکال کر دور کہیں لے جاؤ۔" وہ دلبرداشتہ لہجے میں بولی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"خدا را آپ روئیں مت۔" اس کا دل تڑپ گیا۔

"تو پھر میں آج رات کو تمہارے کمرے میں آؤں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

گی میرا انتظار کرنا۔" فوزیہ نے کہا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

محمود کی الجھن دو چند ہو گئی۔ اس کا کمرہ حویلی کی پچھلی سمت میں تھا۔ وہ رات کو دیر سے اپنے کمرے میں گیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ کمرے میں دیر سے آنے کا مقصد یہ تھا کہ فوزیہ کہیں بچ بچا کر موقع پا کر اس سے ملنے نہ پہنچ جائے۔

اگر سردار سکندر کو اس بات کا علم ہو جاتا تو اسے بے دردی سے قتل کر دیا جاتا۔ یہ بات بھی سچ تھی کہ فوزیہ اسے اچھی لگتی تھی۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ فوزیہ اس چاند کی طرح ہے جو آسمان کی بلندیوں پر ہے اور اس کی دسترس سے باہر ہے۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ جب چاند ہی اس کی گود میں خود گرنا چاہتا ہو۔

نصف شب کے بعد کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ اس نے دھڑکتے دل سے دروازہ کھولا۔ دروازے پر فوزیہ ایستادہ تھی۔ وہ دروازہ کھلتے ہی اندر داخل ہوئی اور دروازہ بھیڑ دیا۔ "بی بی سائیں رات کے اس پہر یہاں آ کر آپ نے اچھا نہیں کیا۔ اگر بڑے صاحب کو اس بات کا علم ہو گیا تو ہم دونوں جان سے جائیں گے۔" وہ گمبھیر لہجے میں بولا۔

"مجھے بی بی سائیں مت کہو نام سے پکارو۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ اور مجھے موت کا بھی ڈر نہیں، روز روز مرنے سے بہتر ہے۔ انسان ایک بار ہی مر جائے۔" وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔ اس کے بدن سے اٹھنے والی دھیمی آنچ محمود کے دل و دماغ پر اثر انداز ہونے لگی۔

"فوزیہ یہ سب باتیں فلموں اور کہانیوں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ حقیقت میں پیار کی جیت مشکل ہے۔ آج تک جتنے بھی پریمی گزرے ہیں سب بے چارے عشق کے چکر میں مارے گئے۔" محمود کی پیشانی عرق آلود ہو چکی تھی۔ فلموں اور کہانیوں میں بھی وہی کچھ لکھا ہوتا ہے۔ جو اس معاشرے میں ہوتا ہے اور کہانیاں لکھنے والوں کے سینے میں بھی تنھا سا دل دھڑکتا ہے وہ جو کچھ محسوس کرتے ہیں وہی لکھتے ہیں۔

فوزیہ نے ایک قدم آگے بڑھایا اور محمود کا دایاں ہاتھ تھام لیا۔ اس کی نرم گداز ہتھیلی کے لمس سے محمود کے بدن میں چیونٹیاں سی رینگ گئیں۔ وہ اس قیامت آگیں شب کی تمام تر جولانیوں میں گم ہو کر اس کے اور اپنے درمیان معاشرتی فرق کو یکسر فراموش کر بیٹھا۔ ویسے بھی اس کے کنوارے جسم کی بھینی بھینی مسحور کن خوشبو کے ہالے میں گم اس کا اپسرائی وجود اس کے ہوش و حواس چھین چکا تھا۔

محمود نے بے اختیار فوزیہ کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ فوزیہ کے گداز جسم کی آنچ محمود کو بے قابو کر چکی تھی۔ اس نے اپنے تشنہ لبوں کو فوزیہ کے گالوں سے لگا دیا۔ سرور کی ایک سرپھری لہر اس کے بدن میں سرایت کر گئی۔ اس نے لمحہ بھر کے لئے اپنے لب اس کے گال سے ہٹائے اور فوزیہ کے چاند چہرے کو دیکھا۔ وہ شرمائی لجائی ہوئی نظریں جھکائے کھڑی تھی۔ محمود نے اپنی بانہوں کا گھیرا مزید تنگ کرتے ہوئے اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔

ادھر فوزیہ اپنی مرمریں بانہیں اس کے گلے میں حمائل کر چکی تھی۔ محمود نے اس کا ہیئر کلپ کھول دیا۔ اس کی زلفیں بکھر کر محمود کے چہرے پر سایہ فگن ہو گئیں اور اس کی سانسوں کی تپش بڑھ گئی۔

محمود نے اپنے جلتے بجھتے ہونٹ اس کے لبوں پر رکھے ہی تھے کہ فوزیہ تڑپی اور اسے ایک طرف دھکیل دیا۔ وہ لڑکھڑا کر چارپائی پر گر پڑا۔ "ایک تو تم مردوں میں یہ عادت بڑی خراب ہے، کلائی تھامتے ہی گلے کا ہار بن جاتے ہو۔"

وہ ہنسی مگر محمود کچھ کہنے یا سننے کے قابل کہاں تھا۔ اس پر فوزیہ کے حسن کا جادو چل چکا تھا۔ وہ اپنی نشیلی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں زندگی سرسرا رہی تھی۔ چہرے پر آس اور امید کے کئی رنگ جھلملا رہے تھے۔ وہ اتنی خوب صورت تھی کہ اسے دیکھنے کے بعد کوئی دوسرا چہرہ دل کو نہیں بھاتا تھا۔ محمود کو اپنی قسمت پر رشک ہونے لگا۔ وہ اٹھا اور اسے اپنے پاس بیٹھا کر دیکھنے لگا۔ "محمود مجھے اس زندان سے رہائی دلا دو۔" اس نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

”ٹھیک ہے کل رات ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔“

وہ اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے بولا۔ وہ کچھ دیر تک پیار بھری باتیں کرتے رہے۔ پھر فوزیہ اس سے رخصت ہو کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

دوسرے روز نصف شب کے قریب وہ اس کے کمرے میں پہنچی اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس تھا۔ جس میں اس کے چند کپڑے تھے۔ حویلی کے مکین محو خواب تھے۔ وہ فوزیہ کا ہاتھ تھام کر کمرے سے باہر نکلا اور کوریڈور میں چلنے لگا۔ وہ دونوں ہی اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ اگر حویلی کے کسی مکین نے انہیں دیکھ لیا تو ان کا زندہ بچنا محال ہوگا۔ ابھی وہ فوزیہ کا ہاتھ تھامے احاطے میں پہنچا ہی تھا کہ جہاں تھا وہیں تھم گیا۔ اس کے سامنے حویلی کا پہرے دار جاوید موجود تھا۔ اس کے ہاتھ میں بارہ بور کی رائفل موجود تھی۔

”ذلیل انسان تم حویلی کی ناموس پر ہاتھ ڈال کر زندہ یہاں سے نہیں جا سکو گے۔“ وہ سانپ کی طرح پھنکارا محمود نے برق سرعت سے اپنے دائیں پاؤں کی ٹھوکر اس کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں ماری وہ لوہے کی آواز نکالتا ہوا رکوع کے بل جھکا۔ محمود کے گھٹنے کا بھرپور وار اس کے چہرے پر پڑا۔ جاوید کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ الٹ کر پشت کے بل گرا۔ محمود نے جھپٹ کر اس کے ہاتھوں سے گرنے والی رائفل اٹھائی اور رائفل کے کندے کا بھرپور وار جاوید کے سر پر کیا۔ جاوید کی آخری چیخ بلند اور لرزہ خیز تھی۔

محمود جانتا تھا کہ جاوید کی چیخوں کی آوازیں سن کر حویلی کے مکین جاگ چکے ہوں گے اور مسلح پہرے دار چوکنے ہو چکے ہوں گے۔ بڑے جان گسل لمحات تھے۔ وہ دونوں دوڑتے ہوئے حویلی کے احاطے میں بنے اصطبل میں داخل ہوئے۔ محمود نے کالے رنگ کا ایک تنومند گھوڑا کھولا اور فوزیہ کو بٹھا کر خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر اسے حویلی کے مین گیٹ کی طرف دوڑا دیا۔ سامنے سے دو رائفل بردار دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ محمود نے رائفل سیدھی کی اور ٹریگر دبا دیا۔ بارہ بور کے کارتوس کے چھرے ایک رائفل بردار کے سینے میں اور دوسرے کے چہرے پر لگے۔ وہ چیختے ہوئے جہنم رسید ہو گئے۔

گھوڑا حویلی کے گیٹ پر پہنچ چکا تھا۔ یہاں بھی ایک رائفل بردار موجود تھا۔ اس کی چلائی ہوئی گولی محمود کے شانے کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ اس نے جوابی فائر کیا۔ گولی رائفل بردار کی پیشانی میں لگی اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح گرا۔ محمود نے گھوڑے سے چھلانگ لگا کر پھاٹک تھا گیٹ کھولا اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر اسے سرپٹ دوڑا دیا۔

فائرنگ اور چیخوں کی آوازوں نے حویلی میں ہلچل مچا دی تھی۔ لائٹس آن ہو چکی تھیں اور للکارنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے حویلی سے دور ہوتا جا رہا تھا۔

اچانک اسے عقب میں کسی گاڑی کی آواز سنائی دی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ پیچھے آنے والی جیپ تھی جس پر سات آٹھ افراد سوار تھے ان میں سے کچھ جیپ پر کھڑے تھے۔ جیپ سے آگے چار پانچ کتے بھونکتے ہوئے آ رہے تھے۔ محمود نے ایک ہاتھ سے گھوڑے کی لگام تھامی اور دوسرے ہاتھ سے فائر کیا۔ اس کا مقصد محض یہ تھا کہ ان کے پیچھے آنے والے سردار سکندر کے کارندے جان جائیں کہ اس کے پاس بھی ہتھیار موجود ہیں۔ اس ہوائی فائر کے جواب میں ان پر برسٹ فائرنگ کی گئی۔

محمود نے گھوڑے کو لہرا کر خود کو بچایا۔ اب گھوڑا زگ زیگ انداز میں دوڑ رہا تھا۔ اس کے بعد بھی ان پر لگاتار کئی فائر ہوئے۔

بڑی اعصاب شکن صورت حال تھی۔ فوزیہ کے لئے تو یہ صورت حال بالکل ان دیکھی اور وحشت ناک تھی۔ اس کا تو جیسے سانس رکا ہوا تھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے گھوڑے کی گردن سے چپکی ہوئی تھی۔ محمود نے ایک بار پھر مڑ کر جیپ کی طرف فائر کیا۔ خوش قسمتی سے اس کا نشانہ کامیاب رہا اور دھماکے سے جیپ کا اگلا ٹائر برسٹ ہو گیا اور جیپ لہراتی ہوئی ایک درخت سے ٹکرائی۔ وہ گھوڑے کو اونچے نیچے راستوں پر بھگاتا چلا جا رہا تھا۔

بدقسمتی سے موسم کے تیور بھی بدل چکے تھے۔ بارش تو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نہیں ہوئی لیکن بادلوں کے گرجنے کی آواز اور بھی کبھار بجلی کے چمکنے سے قرب و جوار روشن ہو جاتے۔ اور پھر گہری تاریکی چھا جاتی، محمود کو ڈر تھا کہ اندھیرے میں کہیں گھوڑا ٹھوکر لگ جانے کے باعث نہ گر جائے ایسی صورتحال میں وہ دونوں بھی زخمی ہو سکتے تھے۔ اس گہری تاریکی میں بھی کبھار اسے اپنے پیچھے دور سے روشنی بھی دکھائی دے رہی تھی۔ جو جگنو کی طرح تھی، غالباً یہ سردار سکندر کے کارندے تھے۔ جو موت کے ہرکاروں کی طرح ان کے پیچھے تھے۔ کچھ دیر بعد گرج چمک کے ساتھ بارش بھی شروع ہو گئی۔

محمود گھوڑا دوڑاتے ہوئے فوزیہ کے گداز وجود کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ اس کے جسم کی مسحور کن مہک اس کے رگ و جاں میں اتر رہی تھی۔

"ہم کہاں جائیں گے؟" فوزیہ منمنائی۔ اس کی آواز واضح طور پر خوف سے کپکپا رہی تھی۔ ان کے پیچھے لپکنے والی روشنیاں قریب آتی جا رہی تھیں۔ فوزیہ بھی اس صورتحال کو بھانپ کر ہراساں ہو چکی تھی۔

ایک جگہ گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور وہ دونوں گرتے چلے گئے۔ خوش قسمتی سے وہ دونوں خودرو جھاڑیوں میں گرے تھے اس لئے انہیں کوئی گہری چوٹ نہیں لگی تھی۔ فوزیہ گرتے وقت بے اختیار چیخ پڑی تھی، گرنے کی وجہ سے رائفل محمود کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی، زخمی گھوڑا ایک طرف پڑا ہنہنا رہا تھا۔ یہ بھی ان کی خوش قسمتی تھی کہ گرتے وقت وہ گھوڑے تلے آ کر نہیں دب گئے تھے۔ خودرو جھاڑیوں میں گرنے کی وجہ سے معمولی چوٹیں آئی تھیں، گھوڑا سواری کے قابل نہیں رہا تھا۔ رائفل نہ جانے کہاں گری تھی، اندھیرے میں ڈھونڈنے کے باوجود نہیں ملی۔ وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر بھاگنے لگے۔ اب وہ جنگل کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔

فوزیہ بھاگنے کے سبب ہانپ رہی تھی۔ اس کی سانسوں کی لے بھی تیز تھی۔ ایک جگہ رک کر انہوں نے چند لمحوں کے لئے آرام کیا۔ اور پھر دوڑنے لگے۔ ان کے کپڑے بارش کے باعث بری طرح بھیگ چکے تھے۔

اچانک دوڑتے دوڑتے فوزیہ چیختی ہوئی گر گئی۔ محمود نے سہارا دے کر اسے اٹھایا۔ وہ درد کی شدت سے کراہ رہی تھی۔ "محمود اب مجھ سے بھاگا نہیں جائے گا۔" وہ ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ محمود نے اس کے پاؤں کا معائنہ کیا، خوش قسمتی سے کوئی گہری چوٹ نہ تھی۔ چند لمحے پاؤں کو مسلنے سے وہ چلنے کے قابل ہو گئی۔ وہ دوبارہ آگے بڑھ گئے۔

اچانک ایک فائر ہوا۔ اور ایک گرجدار آواز سنائی۔ "رک جاؤ۔"

محمود بولنے والے کو لب و لہجے سے پہچان چکا تھا۔ یہ سردار سکندر کا خاص کارندہ سہراب تھا۔ اب رکنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے فوزیہ کو جھاڑیوں کے جھنڈ میں بیٹھایا اور اسے خاموشی سے وہیں چھپے رہنے کی تاکید کر کے خود ایک اونچے گھنے درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے دشمن خودکار ہتھیاروں سے لیس تھے جبکہ وہ خالی ہاتھ تھا۔ پنڈلی سے فقط ایک خنجر بندھا تھا۔ کچھ دیر بعد ٹارچ کی روشنی دکھائی دی۔ یہ ایک تنومند شخص تھا۔ جو ایل ایم جی گن اٹھائے اس درخت کے نیچے سے گزرنے لگا۔ جس کی شاخ پر محمود براجمان تھا۔ اس نے چھلانگ لگائی اور اس کی پشت پر پہنچ کر اسے ہیڈ لاک میں جکڑ لیا۔ اس کا ایک ہاتھ دشمن کے منہ پر تھا۔ پھر اس نے زوردار جھٹکا دیا۔ کڑاک کی آواز ابھری اور تنومند شخص بریدہ چھپکلی کی طرح زمین پر گر پڑا۔

محمود اس کی ایل ایم جی گن اٹھا کر قریبی درخت کی آڑ میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد چند افراد کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ ساتھ ہی ٹارچوں کی روشنی بھی دکھائی دی۔ یہ سہراب کے ساتھی تھے پھر انہوں نے اپنے ساتھی کی لاش دیکھ لی۔ "یہ ہمارے سکھائے ہوئے داؤ پیچ ہم پر ہی الٹ رہا ہے۔" ان میں سے ایک حیرت سے بولا، اب وہ چوکنے ہو چکے تھے۔

اگلے لمحات اس جنگل میں تہلکہ خیز تھے۔ دونوں اطراف سے ایک دوسرے پر فائر کئے گئے۔ کم از کم چار افراد محمود کی ایل ایم جی گن کی گولیوں کا شکار ہو چکے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

محمود واپس پلٹا اور گن اٹھا کر شانے سے لٹکا کر فوزیہ کے قریب جا پہنچا۔

"تم ٹھیک تو ہو۔" اس کے خون آلود کپڑے دیکھ کر فوزیہ گھبرا گئی۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا، ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکلنا ہوگا۔ سردار کے دیگر کارندے بھی ہمارے پیچھے ہوں گے، وہ بوکیر کتوں کی مدد سے ہمیں کھوج لیں گے۔" محمود نے کہا اور اس کا ہاتھ تھام کر تیزی سے چلنے لگا وہ بنا رکے چلتے رہے۔

رات کے آخری پہر وہ اس جنگل سے متصل پہاڑی علاقے میں پہنچ چکے تھے۔ تھکن سے ان کا برا حال تھا۔ لیکن وہ بغیر رکے اس تنگ سی پگڈنڈی پر چل رہے تھے کہ اچانک کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سن کر مڑے۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا وہ چیخیں اسی طرف آ رہی تھیں۔ ان کے آگے بھاگتے ہوئے بوکیر کتے تھے جو شور مچاتے ہوئے انہی کی طرف آ رہے تھے۔ ان دونوں نے اپنی رفتار تیز کر لی لیکن پستی سے بلندی کا سفر دشوار تھا جبکہ موت کے کارندے پہاڑ تک پہنچ چکے تھے۔ یہ تعداد میں چھ سات افراد تھے۔ ان کے ساتھ سردار سکندر اور اس کے بیٹے بھی تھے۔ وہ خاصی اونچی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ چکے تھے۔

اسی وقت فائر ہوا گولی محمود کے شانے کو چھوتی ہوئی گزر گئی، کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی قریب آتی جا رہی تھیں۔ ان پر اکا دکا فائر بھی کیے جا رہے تھے بڑے سنگین لمحات تھے۔ وہ کسی بھی وقت ان برستی گولیوں کا شکار ہو سکتے تھے۔

بالآخر ایک گولی محمود کی ٹانگ میں لگی تو وہ چیختا ہوا گرا۔ فوزیہ بھی چلائی، بوکیر کتے بھی ان تک پہنچ چکے تھے جو غراتے ہوئے محمود پر حملہ آور ہو گئے۔

سردار سکندر اس کے بیٹے اور ان کے کارندے اس کا گھیراؤ کر چکے تھے، ان کے چاروں طرف موت تھی۔ جس راستے سے وہ آئے تھے وہاں سے واپس پلٹنا ناممکن تھا۔ جبکہ پہاڑ کی دوسری سمت تیز رفتار دریا بہہ رہا تھا۔ محمود زخمی تھا اور کتے بری طرح اسے بھنبھوڑ رہے تھے۔ سہراب نے سکندر کے اشارے پر مخصوص انداز میں سیٹی بجائی اور کتے محمود سے الگ ہو کر کچھ فاصلے پر چلے گئے۔ محمود لڑکھڑاتے ہوئے اٹھا اور فوزیہ کا ہاتھ تھام لیا۔ بری طرح گھائل محمود ان کے گھیرے میں تھا۔ سردار سکندر کے ہاتھوں میں وہ خنجر بھی دکھائی دے رہا تھا۔ جس سے محمود نے اس کے کارندوں کو جہنم رسید کیا تھا۔

"گندی نالی کے کیڑے تیرے جرموں کی فہرست بہت طویل ہے۔ تو نے ہمارا سکھایا ہوا سبق میرے ہی کارندوں پر آزمایا، میرے بہت سے آدمی مارے حویلی کی عزت پر ہاتھ ڈالا۔ میں تیری لاش کو قبر تک نصیب نہیں ہونے دوں گا۔ برسوں پہلے تمہارے باپ کو بھی میں نے تڑپا تڑپا کر مارا تھا۔ تمہاری ماں کی عزت بھی میں نے ہی خراب کی تھی۔" سردار سکندر کے الفاظ نے اسے ششدر کر دیا تھا۔

اسی لمحے سکندر نے آگے بڑھ کر اس کے پیٹ میں خنجر گھونپ دیا۔ محمود کربناک انداز میں چیخا۔

"بابا جانی اسے مت ماریں۔" فوزیہ چلائی تو بیٹے نے تھپڑ رسید کرتے ہوئے فوزیہ کو اپنی طرف کھینچا۔

ادھر سردار سکندر نے لڑکھڑاتے ہوئے محمود کے سینے پر دوسرا فرنٹ کک رسید کی تو وہ چیختا ہوا بلند و بالا پہاڑ سے نیچے گرتا چلا گیا۔

اور پھر فوزیہ کو حویلی کے تہہ خانے میں واقع زندان میں قید کر دیا گیا تھا۔

محمود والے حادثے کو چار پانچ ماہ بیت چکے تھے۔ وہ ہر وقت گم سم سی رہتی تھی۔ وہ بدن لاغر ہوتی جا رہی تھی، اسے شبہ نہیں یقین تھا کہ اسے سلو پوائزن دیا جا رہا ہے۔ یہ سلو پوائزن اس کھانے میں شامل کیا جاتا تھا جو تینوں وقت پابندی سے اس زندان میں حویلی کی ملازمہ لے کر آتی تھی۔ آسیہ کی خودکشی کے بعد فوزیہ کا ایک دم مارا جانا سردار سکندر کو سب کی نظروں میں لا سکتا تھا۔

آج اکتیس دسمبر کی رات تھی۔ 31 دسمبر کو آسیہ نے اپنے باپ اور بھائیوں کے مظالم سے تنگ آ کر خودکشی کی تھی۔ نصف شب کے قریب حویلی لرزہ خیز چیخوں سے اچانک گونج اٹھی۔ چیخوں کی یہ آواز نسوانی تھی۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

سردار سکندر اور اس کے بیٹے بھی چیخوں کی آواز سن کر بیدار ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے کمروں کے دروازے کھولے اور شش در رہ گئے۔ خوف اور دہشت سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، کوریڈور میں آسیہ خون میں لت پت کھڑی تھی۔ اس کا سر اسی طرح پچکا ہوا تھا۔ جس طرح سال پہلے چھت سے کودنے کے بعد اس کا سر پچکا تھا اس کی شکل و صورت کافی بھیانک دکھائی دے رہی تھی۔

آسیہ کو دیکھ کر اپنے کمروں میں جا گھسے اور دروازے اندر سے لاک کر دیے، آسیہ مسلسل چیخ رہی تھی، چیخوں کی آوازیں سن کر دو راتفل بردار محافظ بھی وہاں آ گئے، آسیہ کو دیکھ کر وہ ڈر اور خوف سے لرزنے لگے، انہوں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے گولیاں بھی چلائیں لیکن یہ گولیاں بے اثر رہیں۔

آسیہ چیختی ہوئی دونوں ہاتھ پھیلائے ان کی طرف بڑھی تو وہ دونوں خوف کے مارے اپنی جگہ ساکت کھڑے تھے۔ وہ جیسے ہی ان کے قریب پہنچی، دونوں رائفل بردار لہرا کر کوریڈور میں گرے اور بے حس و حرکت ہو گئے۔

اب آسیہ کی روح چیختی چلاتی ہوئی کمروں کے دروازے بجا رہی تھی۔ اس گھمبیر اور خوفناک صورتحال میں حویلی کے مکین اپنی اپنی جگہ خوف سے دبکے ہوئے تھے۔ سردار سکندر تو اس قدر سہا ہوا تھا کہ اپنے بیڈ کے نیچے جا چھپا تھا۔ خوف و ڈر سے تھر تھر کانپ رہا تھا اسے ایسا لگ رہا تھا کہ آسیہ کی روح کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ڈر اور خوف سے اس کی حرکت قلب بند ہو جائے گی۔

آسیہ اب آفتاب کے کمرے کے دروازے پر جا پہنچی تھی۔ آفتاب بیڈ پر خوف سے گٹھڑی بنا کپکپا رہا تھا۔ پھر اس نے ناقابل یقین اور خوفناک منظر دیکھا۔ کمرے کا دروازہ مقفل ہونے کے باوجود آسیہ اس کے کمرے میں داخل ہو چکی تھی اور اب دونوں ہاتھ پھیلائے غراتی ہوئی اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ گویا وہ اس کا گلا گھونٹنا چاہتی تھی۔

وہ بیڈ سے اترا اور لرزتا کانپتا ہوا دروازے کی طرف دوڑا، آسیہ کی روح، اس کی راہ میں حائل ہو گئی، وہ کھڑکی کی طرف جانے کے لئے دیوار کے ساتھ چپکتا ہوا، بھاری بھرکم الماری کے قریب سے گزرنے لگا۔ آسیہ نے فلک شگاف چیخ ماری بھاری بھرکم الماری خود بخود آفتاب کے اوپر جا گری، اور پھر آسیہ کے ہاتھ نے لمبا ہو کر آفتاب کو جکڑ لیا پھر آفتاب اوپر ہوا میں معلق ہو گیا کہ اچانک وہ نیچے فرش پر اوندھے منہ گرا اور اتنے میں اس کے ساتھ ہی آسیہ غائب ہو گئی اور چیخوں کی آواز ختم ہو گئی۔

ماحول پر سکوت چھا چکا تھا۔ کچھ دیر بعد حویلی کی لائٹس آن ہو گئیں۔ سردار سکندر، اس کی بیوی اور نوید اپنے کمروں سے باہر نکل کر کوریڈور میں آ گئے، حویلی کے پہرے دار بھی پہنچ چکے تھے۔ کوریڈور میں دو پہرے داروں کی لاشیں پڑی تھیں۔

جن کی آنکھیں خوف اور دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں۔

وہ آفتاب کے کمرے سے بھاری بھرکم الماری کے گرنے اور آسیہ کی چیخوں کی آوازیں سن چکے تھے۔ سکندر نے آفتاب کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ جب کافی دیر تک دستک دینے کے باوجود دروازہ نہ کھلا تو مسلح پہرے داروں نے اس کے حکم پر کمرے کا دروازہ توڑ دیا۔

اندر کا منظر خوفناک اور دل خراش تھا۔ آفتاب کی کچلی ہوئی لاش بھاری بھرکم الماری تلے دبی ہوئی تھی۔ اس کی ماں یہ منظر دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئی، سکندر پر سکتے کی سی کیفیت طاری تھی، اس کا جوان بیٹا روح کے انتقام کا شکار ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ آفتاب کو خاندانی قبرستان میں دفنا دیا گیا۔

ظلم اور دہشت کا نشان سکندر آسیہ کی روح سے خوفزدہ تھا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں آفتاب کے بعد آسیہ کی روح اسے بھی اپنے انتقام کا نشانہ نہ بنا ڈالے۔

وہ سہراب کے مشورے سے گاؤں کی مسجد کے پیش امام بشیر چانڈیو کے پاس جا پہنچا۔ وہ پرہیزگار اور دین دار شخص تھے۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ روحوں کے حاضرات کا علم بھی جانتے ہیں وہ گاؤں کے دکھی لوگوں کا بلامعاوضہ روحانی علاج کرتے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سکندر نے اپنا مسئلہ ان کے سامنے بیان کیا اور بولا۔

"ایک بدروح حویلی میں آگھسی ہے اس نے میرے جوان بیٹے کو مار ڈالا ہے اور میری جان کے درپے ہے خدا کے لئے میری مدد کریں، میں آپ کو منہ مانگے پیسے دوں گا۔"

باریش پیش امام صاحب نے اسے اپنی جلالی آنکھوں سے دیکھا کچھ دیر کے لئے آنکھیں بند کیں اور قدرے توقف سے آنکھیں کھول کر بولے۔ "مجھے کسی کے روپے پیسے کی ضرورت نہیں، میرے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ جسے تم بدروح کہہ رہے ہو وہ تمہاری بیٹی کی روح ہے، جس نے تمہارے ظلم سے تنگ آکر خودکشی کرلی تھی۔ اور تم نے اسے بنا کفن کے نماز جنازہ پڑھائے بغیر خاموشی سے گڑھا کھود کر دفنا دیا تھا۔ یہ سب تمہاری کرنی کا پھل ہے جو تمہیں دنیا میں ہی مل رہا ہے۔ تم نے اپنے جاہلانہ خود ساختہ عقیدے سے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے۔ قرآن پاک اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے۔ جسے انسانوں کی ہدایت اور بھلائی کے لئے اتارا گیا۔

لیکن تم نے اپنی دولت کا معمولی سا حصہ بچانے کے لئے اپنی بیٹیوں کا نکاح قرآن پاک سے کردیا۔ اس کے علاوہ تمہارے سر پر بہت سے بے گناہوں کا خون بھی ہے، تمہاری حویلی کے زندان میں کئی بے گناہوں کی لاشیں دفن ہیں۔ زندان کی روح تمہارے خاندان کی دشمن ہے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ فوراً سے پیشتر یہ حویلی چھوڑ دو۔" وہ سرد لہجے میں بولے۔

سکندر حویلی لوٹ آیا وہ پیش امام صاحب کی باتوں سے جان چکا تھا کہ اس کے دل کا بھید جاننے والا کوئی معمولی انسان نہیں، اس کا کہا سچ ثابت ہوسکتا ہے۔

"سکندر نے اپنی جان بچانے کے لئے حویلی اور گاؤں کو خیرباد کہہ دیا۔ سہراب سمیت کچھ کارندوں کو حویلی کی دیکھ بھال کے لئے وہیں چھوڑا اور گاؤں سے رخصت ہوگیا۔ وہ خود اپنی فیملی سمیت لینڈ کروزر میں تھا جبکہ کچھ مسلح کارندے اس کے پیچھے جیپ میں تھے۔ وہ گاؤں کی حدود سے نکل کر کئی گھنٹوں بعد شہری حدود میں داخل ہوگئے۔ ایک جگہ ٹریفک سگنل کی بتی سرخ ہوئی اور ڈرائیور نے گاڑی روک لی۔

فوزیہ پچھلی نشست پر ماں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اچانک اس نے اپنی سائیڈ والا دروازہ کھولا اور چشم زدن میں گاڑی سے باہر نکل گئی، یہ سب کچھ غیر متوقع تھا، اس سے پہلے کہ سکندر سنبھلتا یا کچھ سمجھتا وہ سڑک کی دوسری طرف لوگوں کی بھیڑ میں گم ہوچکی تھی۔

☆.....☆.....☆

قدیر شہر کی معروف ترین سڑک پر کار ڈرائیو کررہا تھا۔ علینہ کے بہیمانہ قتل کے بعد اس کی دنیا اندھیر ہوچکی تھی۔ بوکیر کتوں کا انسپکٹر نواز علی کے گھر تک پہنچا نواز علی کے گھر سے قاتل کا لباس ملنا اور اس کے چہرے پر موجود خراشیں اسے قاتل ثابت کررہی تھیں۔

قدیر نے بپھر کر اس پر حملہ بھی کردیا تھا لیکن پولیس اہلکاروں اور میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد نے اسے پکڑ لیا۔ حالات اور شواہد نواز علی کو قاتل ثابت کررہے تھے اور معاملہ میڈیا سے تعلق رکھنے والے فرد کا تھا۔ نواز علی کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ چہرے پر موجود خراشوں کے بارے میں نواز علی نے بتایا کہ یہ خراشیں ایک مجرم سے گتھم گتھا ہوتے ہوئے آئی ہیں۔ اسے معطل کردیا گیا اور تفتیش کی گئی۔

مقتولہ کے ہاتھوں کے ناخنوں میں موجود قاتل کے گوشت کے ریشوں کا ڈی این اے (DNA) ٹیسٹ کرایا گیا تب یہ انکشاف ہوا کہ گوشت کے یہ ریشے نواز علی کے نہیں تھے۔

سب چکرا کر رہ گئے۔ تو پھر قاتل کون تھا؟ نواز علی کو چھوڑ دیا گیا اور قدیر خان کے احتجاج کے باوجود بحال بھی کردیا گیا۔

نواز علی کے رہا ہونے کے بعد ملک کے مختلف شہروں سے بہت سی دیگر دوشیزائیں بھی اغوا ہوئیں اور پھر ان کی بھی گلا کٹی بغیر سر کے لاشیں ملیں۔ جن کو تشدد کرنے کے بعد وحشیانہ طریقے سے قتل کردیا گیا تھا۔

پولیس اور قانون نافذ کرنے والے ادارے قاتل کا سراغ لگانے میں ناکام رہے تھے۔ میڈیا پر قانون نافذ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کرنے والے اداروں کی کارکردگی پر کڑی تنقید کی جا رہی تھی۔ قدیر خان بیٹی کے صدمے سے شاید پاگل ہو جاتا۔ ایسے میں اسے پرویز نے حوصلہ دیا۔ پرویز بھی پریس رپورٹر تھا اور اسی اخبار سے منسلک تھا جس میں قدیر ڈیوٹی کر رہا تھا۔ وہ پچیس سالہ تنومند نوجوان تھا۔ پرویز کے والدین انتقال کر چکے تھے اور وہ شہر کے ایک پوش علاقے میں تنہا رہائش پذیر تھا۔

سگنل کی بتی گرین ہونے پر قدیر نے گاڑی سائیڈ میں روکی۔ اچانک ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ ایک طرف سے ایک خوب صورت لڑکی دوڑتی ہوئی آئی۔ وہ کافی خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ اس نے کار کا عقبی دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ وہ نہ صرف بیٹھ چکی تھی بلکہ اس نے خود کو پچھلی نشست پر دراز کر لیا تھا۔

قدیر نے مڑ کر تعجب سے اسے دیکھا۔ اس کی عمر انیس بیس سے لگ بھگ تھی۔ انتہائی حسین و جمیل بدن جیسے سانچے میں ڈھلا ہوا اس کا حسین چہرہ اس وقت خوف سے زرد پڑ رہا تھا۔ "خدا کے لئے میری مدد کرو۔ وہ مجھے مار دیں گے۔" وہ لرزاں آواز میں بولی۔

"کون لوگ ہیں وہ؟" قدیر نے پوچھا۔

"وہ مجھے مارنا چاہتے ہیں۔ وہاں گاؤں میں بھی مجھے انہوں نے قید کر رکھا تھا۔" لڑکی نے جواب دیا۔

اسی وقت کچھ لوگ نظر آئے۔ ان میں سے دو نے رائفلیں اٹھا رکھی تھیں۔ وہ متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ لڑکی کی بات کی تصدیق ہو چکی تھی۔ کہ وہ سچ کہہ رہی ہے۔ واقعی کچھ لوگ اس کے پیچھے تھے۔ لڑکی بھی انہیں دیکھ چکی تھی۔ وہ نشست پر بچھ اور سمٹ گئی۔ دونوں نشستوں کے درمیان گاڑی کا غلاف پڑا تھا۔ قدیر نے پھرتی سے غلاف اٹھا کر لڑکی کے اوپر پھیلا دیا۔

تلاش کرنے والے افراد مختلف گاڑیوں کی کھڑکیوں سے اندر جھانک رہے تھے۔

لڑکی غلاف کے نیچے سے بولی۔ "گاڑی چلائیں۔ ہیں وہ لوگ ادھر ہی آ جائیں۔"

"کیسے چلاؤں دیکھ نہیں رہیں۔ سگنل کی بتی سرخ ہے۔ تم بس خاموشی سے لیٹی رہو۔" قدیر نے کہا۔

تلاش کرنے والے ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ ان میں سے دو سڑک کی دوسری طرف چلے گئے جبکہ دو راتفل بردار افراد باتیں کرتے ہوئے اس کی گاڑی کی طرف آئے۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ "وہ مصیبت زیادہ دور نہیں گئی ہوگی۔ یہیں کہیں چھپی بیٹھی ہوگی۔ وہ یہاں کے راستے سے آگاہ نہیں۔"

دوسرا تشویش زدہ لہجے میں بولا۔ "لیکن اگر وہ نہ ملی تو سردار سکندر ہمارا حشر نشر کر دے گا۔"

ایک نے بنا کسی تکلف کے اس کی کار کی کھڑکی سے چہرہ لگایا اور اندر جھانکنے کی کوشش کی۔ قدیر نے اپنی طرف کا شیشہ اتار کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ "کیا بات ہے پہلوان کسے ڈھونڈ رہے ہو؟ اور یہ ہاتھوں میں مہلک ہتھیار لئے سرعام کیوں گھوم رہے ہو؟"

"ہم سردار سکندر کے ذاتی محافظ ہیں۔ تم نے کوئی لڑکی تو نہیں دیکھی، وہ سردار سکندر کی بیٹی ہے اور اس کا ذہنی توازن درست نہیں۔ وہ ٹریفک سگنل پر گاڑی سے اتر کر اچانک بھاگ نکلی ہے۔" ان میں سے ایک نے دھیمی لب و لہجے میں کہا۔

"سردار سکندر کا ذاتی محافظ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ تم سرعام سڑکوں پر اسلحہ لے کر گھومو اور دوسروں کی گاڑیوں کی تلاشی لیتے ہوئے انہیں پریشان کرو۔ یہ تمہارا گوٹھ نہیں شہر ہے۔ جاؤ۔ یہاں سے ورنہ پولیس کو فون کر دوں گا۔ میرا تعلق پریس سے ہے۔" اس نے اپنا ہاتھ ڈیش بورڈ پر رکھے موبائل فون کی طرف بڑھایا۔

دونوں گارڈز کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ انہوں نے غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھا اور آگے بڑھ گئے۔ لڑکی پچھلی نشست پر غلاف کے نیچے ساکت پڑی تھی۔

اس دوران سگنل کی بتی گرین ہو گئی۔ قدیر نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ کچھ ہی دیر میں وہ اس سڑک سے کافی فاصلے پر پہنچ چکے تھے۔ قدیر نے گاڑی بغلی سڑک پر موڑی اور فٹ پاتھ کے قریب روک دی۔ "اب بتاؤ تم کون ہو؟ اور یہ کیا چکر ہے؟" اس نے مڑ کر کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

لڑکی نے غلاف میں سے ڈرتے ڈرتے سر باہر نکالا۔ اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ تم ان لوگوں سے چھپ کیوں رہی ہو؟"

"میرا نام فوزیہ ہے۔" اس نے بھیگی پلکوں سے اپنی روداد سنا ڈالی۔ جسے وہ حیرت سے سنتا رہا اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ کوئی باپ ایسا ہوسکتا ہے جو اپنی بیٹی کی جان لینا چاہتا ہو۔ لیکن وہ سردار سکندر کے دیہی علاقے کے رسم و رواج کے بارے میں بھی جانتا تھا۔

"دوست تم میری بیٹی علیزہ کی طرح ہو۔ وہ بھی تمہاری طرح خوب صورت تھی، میں تمہیں اپنے گھر لے چلتا ہوں، وہاں میری بیوی ہے جو تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔" قدیر خان نے کہا اور اپنی گاڑی آگے بڑھادی۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے گھر کے دروازے پر تھا۔ اس نے ڈوربیل پر انگلی رکھ دی۔ کلثوم اس کے ساتھ اس خوب صورت لڑکی کو دیکھ کر چونک پڑی اور سوالیہ نگاہوں سے قدیر خان کی طرف دیکھا۔ "بیگم ہم باپ بیٹی کو اندر آنے بھی دو گی یا دروازے پر کھڑا رکھو گی؟" اس نے کہا اور کلثوم کو وہیں حیران و پریشان کھڑا چھوڑ کر فوزیہ سمیت ڈرائنگ روم میں آگیا۔ "کلثوم ہمیں ہماری بیٹی اللہ نے دوبارہ لوٹا دی ہے۔" کلثوم کو اپنے پیچھے آتا دیکھ کر اس نے کہا اور فوزیہ کی روداد اسے سنا ڈالی، کلثوم کی آنکھوں میں آنسو آگئے، اس نے فوزیہ کو سینے سے لگالیا، کچھ ہی دیر میں وہ دونوں بے تکلف ہوچکی تھیں، انہیں دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان کی پہلی ملاقات ہے۔ باتوں باتوں میں فوزیہ بھی ان کے بارے میں سب کچھ جان چکی تھی۔ انہیں باتوں میں مشغول دیکھ کر قدیر خان مسکرایا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

علیزہ کی موت کے بعد قدیر نے آج پہلی بار کلثوم کو ہنستے بولتے دیکھا تھا اس سے پہلے وہ ہمیشہ گم صم رہتی تھی۔

فوزیہ دیہی علاقے کی رہنے والی تھی لیکن ذہین لڑکی تھی جلد ہی وہ یہاں کے طور طریقے جان گئی۔ وہ قدیر خان کو بابا اور کلثوم کو امی جان کہنے لگی تھی۔ قدیر خان نے فوزیہ کو موبائل فون بھی لے کر دے دیا تھا۔ جسے استعمال کرنے کا طریقہ اسے کلثوم نے سمجھایا تھا۔ کبھی کبھار کلثوم اسے اپنے ساتھ باہر بھی لے جاتی تھی۔ البتہ قدیر خان نے کئی مرتبہ کلثوم کو سمجھایا کہ "فوزیہ کو گھر سے باہر زیادہ مت لے جایا کرو، سردار سکندر بھی اسی شہر میں ہے۔ اگر اس نے فوزیہ کو دیکھ لیا تو فوزیہ کے ساتھ ساتھ ان کا جینا بھی دشوار ہوجائے گا۔"

اِدھر علیزہ کے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے بھی قدیر خان بے چین تھا۔

پچھلے دنوں ایک اور لڑکی اس درندے کی درندگی کا شکار ہوگئی تھی۔ اسے سو فیصد یقین تھا کہ ایس ایچ او لودا زعلی وہ جنونی قاتل ہے، وہ اسے رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتا تھا اس روز وہ اپنے ساتھی رپورٹر پرویز کے ساتھ کیفے ٹیریا میں بیٹھا کہہ رہا تھا۔ "یار سمجھ میں نہیں آتا اس جنونی قاتل کو کیسے رنگے ہاتھوں پکڑوں، مجھے تو پورا یقین ہے کہ لودا زعلی ہی وہ قاتل ہے۔"

قدیر! جس جنونی قاتل کو ملک بھر کے قانون نافذ کرنے والے ادارے تلاش نہیں کرسکے، اسے ہم کیسے ڈھونڈیں گے دوسری بات یہ کہ SHO لودا زعلی ہی وہ جنونی قاتل ہے تو مجھے اس پر یقین نہیں DNA ٹیسٹ سے وہ بے گناہ ثابت ہوچکا ہے۔" پرویز نے کافی کا مگ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

قدیر خان کچھ دیر سوچتا رہا اور کافی کے گھونٹ بھرتا رہا۔ پھر ایک دم اپنی کرسی سے اچھلا۔ "میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔"

"وہ کیا؟" پرویز نے پوچھا۔

"پولیس کی اب تک کی تفتیش سے پتہ چلا ہے کہ علیزہ کے علاوہ اس سفاک قاتل نے جتنی بھی لڑکیوں کو بے رحمی سے قتل کیا ہے، وہ تقریباً سبھی ماڈرن اور ورکنگ گرل تھیں۔ جو مختلف دفاتر، یونیورسٹی، کالجز یا اسی قسم کے دوسرے پیشوں سے منسلک تھیں۔ ان میں سے کچھ کا تعلق شوبز سے بھی تھا۔ پچھلے دنوں ماڈل ٹاؤن کے علاقے میں قتل ہونے والی نرگس ٹی وی ڈراموں کی ایکٹرس تھی۔

ہم کسی ماڈرن لڑکی کو معاوضے پر ہائر کریں گے، جو

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

مختلف پبلک مقامات پر گھومے گی۔ ہوسکتا ہے اس جنونی قاتل کی نظریں اس لڑکی پر پڑیں اور وہ اسے شکار کرنے کی کوشش کرے۔ ایسی صورت میں ہم اسے ٹریس کرلیں گے۔ مجھے پورا یقین ہے سب انسپکٹر شاہد علی اس جنونی قاتل کی گرفتاری کے لئے ہمارا ساتھ دے گا۔" قدیر خان نے تفصیل سے اپنا منصوبہ بیان کیا۔

کچھ ہی روز میں قدیر نے یاسمین نامی لڑکی کو اپنا ساتھ دینے کے لئے قائل کرلیا۔ وہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی سے وابستہ تھی اور خوب صورت خدوخال کی مالک تھی۔ معاوضے سے زیادہ ایڈونچر کے چکر میں اس نے ان کا ساتھ دینے کی ہامی بھرلی۔ وہ آفس ٹائم کے بعد مختلف پبلک مقامات پر گھومتی اور قدیر خان اور شاہد علی مناسب فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب کرتے۔ کسی بھی خطرناک صورت حال سے نمٹنے کے لئے وہ تیار تھے۔ ان دونوں سے کچھ فاصلے پر دوسری گاڑی میں پرویز بھی یاسمین کی نگرانی کرتا رہتا۔ تقریباً ایک ہفتے تک ان کی محنت بے سود رہی، آٹھویں روز یاسمین ماڈرن ڈریس میں ایک پارک میں موجود تھی کہ اچانک اسے اپنی پشت پر کسی کی آنکھوں کی تپش کا احساس ہوا۔ اس کی حساسات ایسی تیز تھیں۔ یا اس کی چھٹی حس نے اسے چوکنا کردیا تھا کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے۔

پارک میں اس وقت بہت سے افراد موجود تھے۔ اس نے سب کا جائزہ لیا۔ مگر کوئی ایسا نہ تھا جو اس کی طرف متوجہ ہوتا۔ وہ چند لمحے پارک میں گھومنے کے بعد باہر نکلی اور اپنی کار کی طرف بڑھی، کار کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے گردو پیش کا جائزہ لیا۔ مگر اب بھی اسے ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ جس پر اسے شبہ ہوتا کہ وہ اس میں دلچسپی لے رہا ہو۔ کچھ فاصلے پر انسپکٹر شاہد اور قدیر خان کھڑے اس کی نگرانی کررہے تھے۔ ان میں سے کچھ فاصلے پر کالکس میں پرویز بھی موجود تھی۔ یہ دیکھ کر اس کا حوصلہ بڑھا کہ وہ اکیلی نہیں وہ تینوں اسے تحفظ دینے کی غرض سے موجود تھے۔

وہ اپنے اپارٹمنٹ تک آئی۔ کار پارکنگ میں پارک کی شاہد علی اور قدیر خان نے دور سے اسے الوداعی اشارہ کیا اور گاڑی آگے بڑھادی۔ پرویز کی کالکس بھی ان کے پیچھے تھی۔ وہ گنگناتی ہوئی اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی، دروازہ لاک کیا اور نہانے چلی گئی، یہ اس کا معمول تھا۔ ڈیوٹی سے آنے کے بعد اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی وہ غسل کرتی تھی، وہ اس اپارٹمنٹ میں تنہا رہتی تھی۔ ماں باپ کا کچھ عرصہ قبل انتقال ہوچکا تھا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی، خوب صورت بھی تھی، اس لئے جلد ہی ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازمت مل گئی۔

وہ شاور کے نیچے کھڑی نہارہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ گنگنا بھی رہی تھی کہ اچانک اسے ایسا لگا جیسے اسے کوئی دیکھ رہا ہو۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور دھک سے رہ گئی، باتھ روم کے کھلے ہوئے دروازے میں ایک تنومند شخص کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر گھنی داڑھی اور آنکھوں پر موٹے فریم کی عینک موجود تھی۔ ناک کے نتھنے غیر معمولی پھیلے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ چیختی وہ شخص اسے برق رفتاری سے دبوچ چکا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ یاسمین کے منہ پر جم گیا۔ ایک ناگوار بو کے احساس کے ساتھ وہ بے ہوش ہوکر اس کی بانہوں میں جھول گئی۔

اسے ہوش آیا تو خود کو ایک آراستہ کمرے میں بیڈ پر پڑے پایا۔ حیرت انگیز طور پر لباس اس کے جسم پر لباس بھی موجود تھا۔ یہ وہی کپڑے تھے جو اس نے نہانے سے پہلے اتار کر ہینگر سے لٹکائے تھے۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی، بیڈ سے کچھ فاصلے پر سنگھار میز تھی وہاں ایک پرس بھی موجود تھا، وہ بخوبی اس پرس کو پہچانتی تھی، یہ اس کا اپنا پرس تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ خوف زدہ ہونے کے ساتھ ساتھ حیران بھی تھی۔ جس وقت اس جنونی قاتل نے اسے اغوا کیا تھا۔ وہ بے لباس تھی۔

اغوا کنندہ نے اسے اس کے کپڑے پہنائے، اس کا پرس بھی لیا۔ پھر اسے کس طرح اپارٹمنٹ سے باہر لے گیا۔ اور اب کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور وہ شخص غائب تھا۔ وہ بیڈ سے اتر کر سنگھار میز کے قریب آئی اپنا پرس اٹھایا۔ دایاں ہاتھ پرس میں ڈالا اور حیرت سے اچھل پڑی، اس کا موبائل فون بھی پرس میں موجود تھا۔

اس نے دھڑکتے دل سے قدیر خان کا نمبر ملایا۔ بیل

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

جا رہی تھی۔ لیکن کوئی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ اس نے دو تین دفعہ ٹرائی کیا۔ لیکن دوسری طرف سے کال ریسیو نہ کی گئی۔ اس نے موبائل فون دوبارہ پرس میں رکھا اور دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔

لیکن کمرے سے باہر نکلنا اسے نصیب نہیں ہوا، دروازے میں وہی جنونی قاتل کھڑا استہزائیہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ جنونی قاتل اندر داخل ہوا اور کمرے کا دروازہ اندر سے لاک کر دیا۔ "کک کون ہو تم؟ اور مجھے یہاں لانے کا کیا مقصد ہے؟" یاسمین نے گھبراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"تم مجھے کوئی بھی نام دے سکتی ہو۔ میں وہی ہوں میں وہی ہوں جسے ٹریس کرنے کے لئے ان دونوں صحافیوں اور انسپکٹر شاہد علی نے تمہیں ہائر کیا تھا۔" وہ ہنسا۔

"تت تمہیں کیسے پتہ چلا؟" یاسمین نے متوحش انداز میں پوچھا۔

"اتفاق سے وہ دونوں صحافی کیفے ٹیریا میں جس وقت پلاننگ کر رہے تھے اس وقت میں ان سے پیچھے ایک دوسرے ٹیبل پر موجود ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر تو میں سائے کی طرح ان کے پیچھے رہا۔ ایک ہفتہ تک میں جان بوجھ کر تمہیں نظر انداز کرتا رہا۔ تاکہ وہ تم سے لاپرواہ ہو جائیں۔ تم جس وقت پارک میں تھیں ان کے ساتھ ساتھ میری بھی تم پر نظر تھی۔ میں خاموشی سے پارک سے باہر نکلا، تمہاری کار کی ڈگی کھولنا میرے لئے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ میں تمہاری گاڑی کی ڈگی میں چھپ کر با آسانی تمہارے اپارٹمنٹ میں پہنچ گیا۔ پھر تمہیں کلوروفارم کے ذریعے بے ہوش کر کے یہاں لے آیا۔ تمہاری سہولت کے لئے تمہارا پرس بھی میں ساتھ لے آیا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ اس میں موبائل فون موجود ہے۔ پھر بھی میں نے رسک لے کر تمہیں موقع بھی دیا کہ کسی کو اپنی مدد کے لئے بلا سکو۔

لیکن بدقسمتی سے تم ناکام رہی ہو۔ دراصل مجھے شکار کو دوڑا دوڑا کر مارنے میں زیادہ مزہ آتا ہے۔" اس نے کہا اور اطمینان سے ایک طرف رکھے صوفے پر بیٹھ گیا۔ جبکہ یاسمین اپنی جگہ پر کھڑی خوف سے لرز رہی تھی۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ جنونی قاتل اس سے چوہے بلی والا کھیل رہا ہے۔ جس طرح بلی چوہے کو دبوچ کر چھوڑتی ہے اور پھر دبوچتی ہے بالآخر اسی طرح اسے مار ڈالتی ہے۔"

"تم یہ سب کیوں کر رہے ہو۔ تمہیں بے گناہ اور معصوم لڑکیوں کو اس قدر بے دردی سے مار کر کیا ملتا ہے۔ تم خود سوچو اگر تمہاری ماں یا بہن کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرے تو تم پر کیا گزرے گی۔" یاسمین نے ہمت کر کے پوچھا۔ وہ اسے باتوں میں لگا کر سوچنے کا موقع حاصل کرنا چاہتی تھی۔

"بہت چالاک ہو مجھے باتوں میں لگا کر یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب سوچنا چاہتی ہو۔ لیکن یہاں آنے کے بعد لڑکی کا صرف جسم ہی باہر جاتا ہے۔ سر یہیں رہ جاتا ہے۔" اس نے سفاک لہجے میں کہا اور پھر قدرے توقف سے بولا۔

"اب رہا سوال یہ کہ میں ایسا کیوں کرتا ہوں؟ اس کی داستان بہت لمبی چوڑی ہے۔ میں تمہیں مختصر بتا دیتا ہوں، میرا تعلق ایک پوش گھرانے سے تھا۔ میرے ڈیڈی بزنس مین تھے انہوں نے اپنی پسند سے ایک ابھرتی ہوئی ماڈل گرل سے شادی کی، میری ممی کا ماڈلنگ کی دنیا میں نام تھا۔ میرے ڈیڈ نے شادی کے کچھ عرصے بعد ہی ان سے ماڈلنگ کا پیشہ چھڑوا دیا۔ جس کا ممی کو بہت رنج تھا۔ شادی کے سال بعد میں پیدا ہوا، اس کے دوسرے سال ایک بہن پیدا ہوئی۔ دو بچوں کی پیدائش کے باوجود ممی کی حسن و جوانی قائم و دائم تھی۔ ڈیڈ اکثر کاروباری سلسلے میں کئی کئی دنوں کے لئے ملک سے باہر چلے جاتے ان کی غیر موجودگی میں ایک شخص ہمارے گھر آتا۔ رات بھر ممی کے کمرے میں رہنے کے بعد صبح سویرے وہ رخصت ہو جاتا۔

مثل مشہور ہے۔ سو دن چور کے اور ایک دن کوتوال کا۔ ان دنوں ڈیڈی کاروبار کے سلسلے میں شہر سے گئے ہوئے تھے، ہم دونوں بہن بھائی اپنے کمرے میں تھے۔ ڈیڈی اچانک غیر متوقع طور پر پچھلی سمت سے گھر میں داخل ہوئے اور اپنے بیڈ روم میں جا پہنچے، شاید انہیں شک ہو گیا تھا۔ آشنا نے اس سے پہلے کہ ڈیڈی کچھ کرتے پسٹل بیڈ سے اٹھایا اور گولی چلا دی جو ڈیڈی کے دل میں پیوست ہو گئی۔ وہ شخص انہیں قتل کر کے چلا گیا۔ میری ماں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

www.paksociety.com

ہوشیاری سے ایک کہانی تیار کی کہ ہمارے گھر میں ڈاکو گھس آئے تھے جنہوں نے مزاحمت پر ڈیڈی کو گولی ماردی۔

ڈیڈی کی تمام دولت اور جائیداد کی مالک میری ماں بنی۔

میرے دل میں ماں کے خلاف نفرت دن بدن بڑھتی جارہی تھی۔ کرن میری بہن کو ایک روز تیز بخار چڑھا اور وہ اسی بخار میں مرگئی۔ میں ماں کے کرتوت دیکھتے دیکھتے جوان ہوگیا۔ سب سے پہلا قتل میں نے اپنی ماں کا کیا۔ یہ میری نوجوانی کا پہلا قتل تھا۔ میں نے اس کی لاش کے کئی ٹکڑے کئے، دوسرا قتل میں نے اس کے آشنا کا کیا۔ اور پھر کچھ عرصے بعد وہاں سے جائیداد بیچنے کے بعد میں نے اس شہر کا رخ کیا۔

یہیں مجھے ایک لڑکی ملی، مجھے اس سے محبت ہوگئی، لیکن وہ بھی بے وفا نکلی، وہ فلرٹ تھی، مالدار آسامیوں کو پھانستی تھی، میں اسے اپنے اسی گھر میں لے آیا اور نشاط انگیز لمحات کے دوران اسے خنجر کے پے در پے وار کرکے قتل کردیا یہ میرا تیسرا قتل تھا، لیکن اس لڑکی کو قتل کرتے وقت مجھے بہت سرور ملا، پھر تو ایک نشہ سا چھا گیا۔ میں ہفتے پندرہ دن بعد کسی نہ کسی لڑکی کو قتل کرکے اس کا سر محفوظ کرلیتا ہوں۔"

اس نے اپنی روداد مکمل کی، اسی دوران یاسمین کا موبائل فون بجا۔ اس نے جلدی سے شولڈر بیگ میں ہاتھ ڈال کر موبائل فون نکالا ہی تھا کہ اس قاتل نے یاسمین سے موبائل فون چھین لیا اور اسکرین پر نمبر دیکھا۔ "او وقدیر خان کی کال ہے۔" اس نے کہا اور موبائل فون ایک طرف پھینک دیا۔ "اب اسے بھی چیخنے دو اور خود بھی چیخو مجھے حسین دوشیزاؤں کی چیخیں سرور دیتی ہیں۔ اس کمرے میں کیمرہ بھی آن ہے تمہاری فلم بھی ریکارڈ ہورہی ہے۔ اور بے فکر رہو یہ فلم میں دکھاؤں گا کسی کو نہیں۔ لیکن ان گنت فلمیں میرے پاس محفوظ ہیں۔" وہ کرسی سے اٹھا اور شیطانی ارادے سے اس کی طرف بڑھا۔

"خدا کے لئے مجھے یہاں سے جانے دو۔" وہ گھگھیاتے ہوئے بولی۔

لیکن اس کی التجاؤں کا اس جنونی قاتل پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس نے جھپٹ کر اسے کسی باز کی طرح دبوچ لیا۔ اور پل بھر میں اسے بے لباس کرڈالا وہ چیخی چلائی خود کو اس کی حیوانی گرفت سے نکالنے کی کوشش کی، مگر وہ جانور جامے سے باہر ہوچکا تھا۔ اس نے یاسمین کو اٹھا کر بیڈ پر پٹخ دیا اور خود اس پر لد گیا۔ وہ اس کے ہوس کے پنجوں میں ثناؤن مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ شرمناک حالت میں بیڈ پر پڑی تھی۔

جنونی قاتل اس کے اوپر سے اٹھا اور شوکیس کی دراز سے خنجر نکال کر اس کی طرف بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں خنجر دیکھ کر وہ خوف ودہشت سے چلانے لگی۔ عزت تو لٹ چکی تھی اب زندگی بھی خطرے میں تھی۔ اس کی چیخ وپکار سن کر میں نے خوشی سے سرشار ہوتے ہوئے اسے دبوچ لیا۔

خدا کے لئے مجھے مت مارو۔" وہ روتی ہوئی اپنی زندگی کی بھیک مانگنے لگی۔ جنونی قاتل نے اسے زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے خنجر سے اس کے سینے پر چرکا لگایا اس کے سینے سے خون بہنے لگا۔ وہ اذیت سے چیختی چلی جارہی تھی۔ جنونی قاتل نے خنجر کا ایک اور بھرپور وار کیا۔ وہ تڑپی اور مزاحمت کے طور پر اپنے لمبے ناخنوں سے اس کے چہرے پر خراشیں ڈالیں۔ جنونی قاتل نے اس پر خنجر کا ایک اور وار کیا اس بار یاسمین نے چیختے ہوئے اس کی کلائی میں دانت گاڑ دیئے اور اس قدر زور سے کاٹا کہ قاتل چیخ پڑا اور اس کے ہاتھ سے خنجر نکل گیا۔ یاسمین نے برہنگی کی پرواہ کئے بغیر دروازے کی طرف بھاگنا چاہا مگر اس درندے نے ایک بار پھر اسے دبوچ لیا۔ اور خنجر سے اس کے جسم پر جگہ جگہ کٹ لگاتا چلا گیا۔ یاسمین کے جسم سے بہنے والا خون اور اس کی کربناک چیخیں قاتل کو لطف اندوز کررہی تھیں۔ کچھ دیر بعد اس کی کٹی پھٹی لاش فرش پر پڑی تھی۔ قاتل نے اس کا سر دھڑ سے الگ کیا اور اپنی کلائی کو مسلنے لگا۔ اسے اپنے چہرے پر پڑنے والی خراشوں سے سخت جلن ہورہی تھی اور کلائی میں سخت تکلیف ہورہی تھی،

اب اسے مقتولہ کا دھڑ بھی کسی ویران مقام پر پھینکنا تھا۔

اسی وقت مقتولہ کا موبائل فون بجا تو قاتل نے اٹھا کر زور سے دیوار پر دے مارا، اور پھر اپنے زخم کی ڈریسنگ کرنے لگ گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

SCANNED BY DIGESTPK

☆......☆......☆

اچانک قدیر کے موبائل فون کی بیل بجی تو اس نے اسکرین پر نمبر دیکھا یا انسپکٹر شاہد علی کا تھا۔ قدیر نے کال ریسیو کی۔ "قدیر صاحب غضب ہو گیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ایک ویران مقام سے ایک نوجوان لڑکی کی بغیر سر کے لاش ملی ہے، جسے وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے، لاش کے پاس سے ایک شولڈر بیگ بھی ملا تھا۔ جس میں مقتولہ کا آئی ڈی کارڈ بھی ملا ہے۔ آپ کو یہ جان کر میری طرح بہت افسوس ہوگا کہ مقتولہ کوئی اور نہیں بلکہ یاسمین ہے۔" دوسری طرف سے انسپکٹر نے ہذیانی لہجے میں کہا۔

اور قدیر کو یوں لگا جیسے آسمان ٹوٹ کر اسی کے سر پر آ گرا ہو، وہ لاشعوری طور پر خود کو یاسمین کے قتل کا مجرم سمجھنے لگا اور سوچنے لگا کہ اگر وہ یاسمین کو ہائر نہ کرتا تو وہ جنونی قاتل کے ہتھے نہ چڑھتی۔

"ہیلو کہاں گم ہو گئے۔" قدیر کی طرف سے خاموشی پا کر انسپکٹر نے کہا۔

"شاہد علی وہ لڑکی میری وجہ سے ماری گئی ہے نہ میں اسے اس راہ پر لگاتا اور نہ جنونی قاتل اسے قتل کرتا۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"حوصلہ رکھو اس کی موت شاید اسی طرح لکھی تھی۔ اگر چاہو تو پولیس اسٹیشن آ جانا میں تمہیں وہیں ملوں گا۔" انسپکٹر نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

اسی وقت قدیر کا موبائل فون دوبارہ بجا اس بار پریس رپورٹر پرویز تھا۔ اس نے بھی اسے وہی اطلاع دی جو کچھ دیر پہلے انسپکٹر دے چکا تھا۔

اس اثنا میں فوزیہ ناشتہ تیار کر کے لا چکی تھی۔ اس کا دل رکھنے کے لئے اس نے مختصر سا ناشتہ کیا اور پولیس اسٹیشن جا پہنچا، SHO نواز علی اپنے کمرے میں ہی موجود تھا۔ انسپکٹر شاہد بھی وہیں تھا۔ "مسٹر قدیر خان آپ پریس کے بندے ہیں لیکن سچ تو یہ ہے کہ وہ لڑکی آپ ہی کی وجہ سے اس وحشی قاتل کی بربریت کا شکار ہوئی ہے۔"

قدیر خان نے شرمندگی سے نگاہیں جھکا لیں اسے واقعی اپنی ناقص منصوبہ بندی پر شرمندگی تھی، پھر اس نے سر اٹھا کر نواز علی کی طرف دیکھا، اس کی کلائی پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ "آپ کی کلائی پر کیا ہوا ہے؟" قدیر خان نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کل میری موٹر سائیکل سلپ ہو گئی تھی، سڑک پر گرنے سے وہاں پڑا ہوا کانچ کلائی میں چبھ گیا۔" نواز علی نے جواب دیا۔

"ایس ایچ او صاحب جب بھی کوئی لڑکی قتل ہوتی ہے آپ زخمی کیوں ہو جاتے ہیں، علینہ جب قتل ہوئی آپ کے چہرے پر خراشوں کے نشان تھے اور جب یاسمین کا قتل ہوا تو آپ کی کلائی زخمی ہے۔" قدیر خان تند لہجے میں بولا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" نواز علی نے اسے غصے سے گھورا۔

"میرا مطلب ہے SHO صاحب کہ وہ جنونی قاتل تم ہو۔" قدیر خان کا انداز جارحانہ ہو گیا، نواز علی بھی اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اس سے پہلے کہ نوبت ہاتھا پائی تک جا پہنچتی، شاہد علی اسے پولیس اسٹیشن سے باہر لے گیا۔ "آپ اچھی خاصی عمر کے سمجھدار انسان ہیں اور صحافی بھی ہیں، پھر بغیر ثبوت کے کسی پولیس آفیسر پر الزام لگانے کا مطلب بھی آپ جانتے ہیں، پہلے بھی تفتیش میں ایس ایچ او صاحب بے گناہ ثابت ہوئے تھے۔" شاہد علی نے قدیر کو سمجھانا چاہا۔

"مجھے سب معلوم ہے اس قسم کی تفتیش کے بارے میں۔" قدیر خان کا اشتعال اب تک کم نہیں ہوا تھا۔

شام سات بجے اخبار کے دفتر روانہ ہوا۔ مقتولہ کی پوسٹ مارٹم رپورٹ آ چکی تھی، اس پر واضح طور پر درج تھا کہ "مقتولہ کے انگلیوں کے ناخنوں میں کسی کے گوشت کے ذرات پائے گئے ہیں۔" قدیر کو نواز علی پر شک ہی نہیں پورا یقین تھا کہ وہ قاتل ہے لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کی بات کا کوئی یقین نہیں کرے گا۔ اس نے پرویز کا نمبر ملایا لیکن اس کا نمبر آف تھا، وہ اس کے اپارٹمنٹ میں گیا، وہاں بھی تالا لگا ہوا تھا۔ اس کے پڑوسی نے بتایا۔ "وہ گاؤں چلا گیا ہے۔"

اسی طرح ایک ہفتہ گزر گیا۔ جنونی قاتل نے اب

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تک کوئی دوسرا شکار نہیں کیا تھا۔

پھر فوزیہ کے شب و روز قدیر خان کے گھر میں گزر رہے تھے۔ کبھی کبھی اسے محمود کی یاد آتی تو وہ اداس ہو جاتی۔ لیکن اسے معلوم تھا دنیا سے جانے والے کبھی لوٹ کر واپس نہیں آتے۔ وہ کلثوم کو بھی اپنی داستان حیات سنا چکی تھی۔ جب بھی فوزیہ اداس ہوتی تو کلثوم سمجھ جاتی کہ اسے محمود کی یاد آ رہی ہے، وہ اسے سیر و تفریح کی غرض سے لے کر گھر سے نکل جاتی تاکہ اس کا دل بہل جائے۔

آج بھی فوزیہ اداس تھی اسے شدت سے محمود یاد آ رہا تھا۔ کلثوم نے اسے اس حال میں دیکھا تو معمول کے مطابق اسے لے کر گھر سے باہر نکل گئی۔ قدیر خان گھر پر ہی تھا اس لئے کلثوم نے ٹیکسی میں جانا مناسب نہ سمجھا ویسے بھی وہ اچھی ڈرائیور تھی۔ کچھ دیر ایک پارک میں وقت گزارنے کے بعد وہ شارع فیصل پر واقع ایک سپر اسٹور کے سامنے رکی، کافی سارا سامان خریدنے کے بعد سامان سے لدی پھندی ہوئی فوزیہ کے ہمراہ اپنی کار کے قریب پہنچی، سامان ڈکی میں رکھا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔

کار سڑک پر سبک رفتاری سے رواں دواں تھی کہ ان کی گردن کی پشت سے لوہے کی ایک سرد نال آ لگی۔ دونوں نے مڑ کر دیکھا اور ششدر رہ گئیں، پچھلی نشست پر ایک تنومند شخص بیٹھا تھا۔ اس کی چہرے پر گھنی داڑھی اور آنکھوں پر موٹے فریم کی عینک موجود تھی۔ ناک کے نتھنے غیر معمولی پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں موجود پسٹل کی نال کلثوم کی گردن کی پشت سے لگی ہوئی تھی۔

"کک کون ہو تم؟ اور کیا چاہتے ہو؟" کلثوم نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"بڑی بی خاموشی سے گاڑی چلاتی رہو ورنہ تم دونوں کو گولی مار دوں گا۔ تم مجھے شکاری کے نام سے مخاطب کر سکتی ہو۔ میں شکار کی غرض سے اس شاپنگ مال کے گرد منڈلا رہا تھا جہاں تم گئی ہوئی تھیں۔ تم دونوں کے آنے سے پہلے میں خاموشی سے تمہاری گاڑی میں گھس کر پچھلی نشست کے پائیدان میں سمٹ کر لیٹ گیا۔ اس نے کہا

اور پھر بولا۔ "گاڑی لیفٹ سائیڈ میں لے لو۔" کلثوم نے قدرے ہچکچاتے ہوئے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔

اب وہ اس شخص کے بتائے ہوئے راستے پر چل رہی تھی۔ کچھ دیر بعد کار ایک سنسان سڑک پر پہنچ گئی۔ "اب گاڑی روک دو۔" اس نے حکم دیا اور کلثوم نے گاڑی سائیڈ پر روک دی۔ سڑک کے کنارے ایک دوسری کار کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔ جنونی قاتل نے بڑی سرعت سے پسٹل کا دستہ کلثوم کے سر پر رسید کیا۔ کلثوم کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

فوزیہ نے چیخنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اس شخص نے دوسرے ہاتھ میں دبا رومال اس کے منہ سے لگا دیا۔ کلوروفارم کی ناگوار بو سے وہ لمحہ بھر میں ہوش و حواس سے محروم ہو گئی۔

فوزیہ کو ہوش آیا تو خود کو ایک آراستہ کمرے میں بیڈ پر پڑے پایا۔ اس سے کچھ فاصلے پر وہ شخص اطمینان سے کرسی پر بیٹھا تھا۔ "کون ہو تم؟ اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" فوزیہ چلائی۔

"میں وہی جنونی قاتل ہوں جس کی تلاش میں ملک بھر کی پولیس سرگرداں ہے۔" وہ ہنسا اور فوزیہ کا چہرہ خوف و دہشت سے زرد پڑ گیا۔ قدیر خان اور کلثوم کی زبانی وہ اس جنونی قاتل کے بارے میں سن چکی تھی۔

قدیر خان کی بیٹی علینہ بھی اس جنونی قاتل کی بربریت کا شکار ہوئی تھی۔

"مجھے جانے دو میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔" وہ رونے لگی۔

"خاموش چپ ہو جاؤ، تمہارے یہ آنسو مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتے، مجھے دنیا کی ہر عورت سے نفرت ہے۔" قاتل چیخ کر چلایا۔

"عورتوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔" فوزیہ نے خوف سے لرزتے ہوئے پوچھا۔ اور اس جنونی قاتل نے ہذیانی لہجے میں اپنی کہانی دہرا دی اور پھر وہ کرسی سے اٹھا اور شیطانی ارادے سے فوزیہ کی طرف بڑھا۔

فوزیہ ہراساں نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

جان جانے کا اتنا خوف نہیں تھا۔ جتنا عزت کے لٹ جانے کا ڈر۔ اسے معلوم تھا پہلے اسے یہ جنونی قاتل بے آبرو کرے گا پھر اسے اذیت ناک موت سے دوچار کرے گا۔

جنونی قاتل نے جست لگائی اور اسے دبوچنا چاہا تو فوزیہ نے جھکائی دے کر خود کو بچایا اور ایک طرف ہوگئی۔

"بہت خوب تم دوسری لڑکیوں کی نسبت بہت پھرتیلی ہو۔ ویسے بھی مجھے آسان شکار اچھے نہیں لگتے۔" وہ خوشگوار انداز میں ہنسا، اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ اس نے ایک بار پھر چھلانگ لگائی۔ اس بار وہ فوزیہ کو دبوچنے میں کامیاب ہوگیا۔ "چھوڑو مجھے۔" وہ چلائی۔ اور پھر اس نے خود کو چھڑانے کے لئے ہاتھ پیر چلائے۔ مگر اس جنونی قاتل کی گرفت مضبوط تھی۔ اسی وقت فوزیہ نے اپنے بائیں گھٹنے کا زوردار وار اس کی ٹانگوں کے بیچ کیا تو وہ "اوغ" کی آواز نکالتا ہوا دوہرے بل جھک گیا۔

فوزیہ دروازے کی طرف بھاگی اور دروازہ کھولنا چاہا مگر جنونی قاتل حیرت انگیز طور پر سنبھل چکا تھا۔ بلاشبہ وہ زبردست اسٹیمنا کا مالک تھا، اس نے ایک بار پھر چھلانگ لگائی اور اسے دبوچنا چاہا مگر فوزیہ اپنی جگہ سے ہٹ چکی تھی۔ وہ دروازے سے جا ٹکرایا۔ جنونی قاتل کے حلق سے کراہ نکلی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ فوزیہ کی زبردست مزاحمت جہاں اسے لطف دے رہی تھی وہیں اس کے اشتعال میں بھی اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اسے دبوچنا چاہا۔ اس بار وہ اپنی کوشش میں کامیاب رہا۔

دونوں اوپر نیچے گتھم گتھا ہوکر فرش پر گرے۔ فوزیہ نے اس کی گرفت سے نکلنے کی بھرپور کوشش کی۔ یہ قاتل کے ہاتھوں میں اس کی بائیں ٹانگ تھی۔ اس نے دوسرے پاؤں کی ٹھوکر قاتل کے منہ پر ماری۔ قاتل کے منہ سے سسکی نکلی۔ اس کے ہونٹ زخمی ہوگئے تھے۔ فوزیہ چکنی مچھلی کی طرح اس کی گرفت سے نکل چکی تھی۔

"بہت خوب اچھے بلی کے اس کھیل میں مزہ آرہا ہے۔" اس نے فوزیہ کو مخاطب کرتے ہوئے جست لگائی اور اسے اپنی مضبوط بانہوں میں دبوچ کر بیڈ کے قریب لے جا کر بیڈ پر پھینکتے ہوئے خود بھی اس پر چھلانگ لگادی۔

فوزیہ نے اسے اپنے اوپر سے دھکیلنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ فوزیہ کی مزاحمت جاری تھی۔ لیکن صاف دکھائی دے رہا تھا کہ اس کی مزاحمت اس چڑیا کی مانند ہے۔ جسے باز اپنے بے رحم پنجوں میں دبوچ چکا ہوتا ہے۔ وہ وحشی بھیڑیا اس پر حاوی ہوتا جارہا تھا۔ جبکہ فوزیہ بے بسی سے چیخ رہی تھی۔

☆......☆......☆

چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ درد و تکلیف اور مدہوشی کے درمیان اسے دور سے چمکتی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر روشنی کی طرف دیکھا۔ یہ بارہ بائی بارہ کا کمرہ تھا اور وہ ایک بیڈ پر موجود تھی۔ قریب ہی ایک کرسی پر کسی حور سے مشابہ ایک حسین و جمیل لڑکی موجود تھی۔ وہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ "خدا کا شکر ہے تم ہوش میں آگئے۔" لڑکی اسے ہوش میں آتا دیکھ کر کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس نے بیڈ سے اٹھنے کی کوشش کی اور بے اختیار کراہ کر رہ گیا۔ اس کا پورا جسم پٹیوں میں جگہ جگہ سے جکڑا ہوا تھا۔

"لیٹے رہو اٹھنے کی کوشش مت کرنا۔ تم بری طرح زخمی ہو۔ تمہیں آج پانچ دن بعد ہوش آیا۔" وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولی۔ پھر قدرے توقف سے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم ہوش میں آگئے ہو، کیا نام ہے تمہارا اور تم دریا میں کیسے گرے تھے؟ وہ تو تمہاری قسمت اچھی ہے کہ پاپا فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ٹہلنے کے لئے دریا کی طرف نکل گئے اور تمہیں دریا کے پانی میں بہتے ہوئے دیکھا، وہ ریٹائرڈ فوجی ہونے کے ساتھ ماہر تیراک بھی ہیں۔ انہوں نے بڑی مشکل سے تمہیں دریا سے نکالا۔ تم بری طرح زخمی تھے۔ تمہاری ٹانگ میں گولی لگی اور پیٹ میں خنجر کا زخم تھا اور بلندی سے گرنے کی وجہ سے پورا جسم جگہ جگہ سے زخمی تھا۔

نبض بالکل آہستہ چل رہی تھی۔ وہ تمہیں گھر لے آئے، میں ڈاکٹر ہوں۔ تمہارے بچنے کی امید بہت کم تھی۔ اور یہاں سے شہر بہت دور تھا۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ تمہیں شہر کسی اسپتال میں پہنچایا جاتا۔ میں نے اللہ کا نام لے کر تمہارا علاج شروع کیا۔ اور اللہ کا شکر ہے کامیاب

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

رہی۔شاید تمہاری زندگی باقی تھی۔" وہ بولتی چلی گئی۔

غالباً وہ اکثر لڑکیوں کی طرح باتونی تھی۔لیکن اس وقت اس کے لئے کسی فرشتے سے کم نہیں تھی۔اسی وقت ایک ادھیڑ عمر دراز قد ورزشی جسم کا مالک شخص کمرے میں داخل ہوا اور ان کی طرف بڑھا۔ "پاپا یہ ہوش میں آ گئے ہیں۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے بولی۔

"اور تم نے اس کے ہوش میں آتے ہی اس کے کان کھانا شروع کر دیئے۔" اس شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو آپ کے خیال میں، میں بہت بولتی ہوں۔" اس نے منہ پھلاتے ہوئے کہا۔

"ارے بھئی میں تو مذاق کر رہا تھا۔" وہ لڑکی کے سر پر چپت مارتے ہوئے اس کے قریب آ بیٹھا۔

"ینگ مین سب سے پہلے ہم اپنا تعارف کرواتے ہیں پھر تمہارے بارے میں تفصیل سے جانیں گے۔میرا نام ہارون رشید ہے اور میں ریٹائرڈ فوجی ہوں، یہ میری بیٹی ہے،میمونہ اسے ڈاکٹر بننے کا شوق تھا۔اس لئے میں اسے شہر لے گیا تھا یہ بہت ذہین بچی ہے۔اپنی ذہانت سے اس نے اپنے مقصد کو پالیا۔پچھلے سال اس کی ماں اور میری بیوی کا انتقال ہو گیا۔یہ بہت افسردہ اور ملول تھی۔ میں اسے کچھ دن کے لئے آب وہوا کی تبدیلی کے لئے اپنے اس گاؤں فیروز آباد لے آیا۔یہ میرا آبائی گاؤں ہے۔یہیں میرے آباؤ اجداد اپنی آخری آرام گاہوں میں موجود ہیں۔اس روز اتفاق سے میں دریا پر جا پہنچا اور تمہیں دریا میں بہتے دیکھا۔" وہ اپنا تعارف کرواتے ہوئے بولا۔

"میرا نام محمود ہے۔" زخمی شخص نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے نحیف آواز میں اپنی روداد سنا ڈالی۔جسے وہ دونوں باپ بیٹی حیرت اور دلچسپی سے سنتے رہے۔

"واؤ فنٹاسٹک یہ تو کوئی بالکل فلمی سچویشن ہے۔ہیرو ہیروئن اور ظالم سماج۔" میمونہ نے شرارتی انداز میں کہا اور محمود مسکرا اٹھا۔

فیروز آباد نامی یہ گاؤں اس کے گاؤں سے کچھ کوس کے فاصلے پر واقع تھا۔اس کے شب و روز وہیں گزرنے لگے۔کچھ ہی روز میں اس کے زخم بھرنے لگے اور وہ خاصا بہتر نظر آنے لگا۔لیکن اسے مکمل صحت یاب ہونے میں خاصا وقت لگ گیا۔

وہ دونوں باپ بیٹی بہت مہربان تھے۔انہوں نے اس کی کسی اپنے کی طرح دیکھ بھال کی۔محمود نے صحت یاب ہوتے ہی جانے کی اجازت طلب کی اور کہا۔"اب میں اپنے گاؤں جاؤں گا نہ جانے فوزیہ کس حال میں ہوگی، کہیں اس کے ظالم باپ نے اسے مار نہ دیا ہو۔"

"جاؤ بیٹا خدا تمہارا حامی و ناصر ہو لیکن اپنا خیال رکھنا کیونکہ جس طرح کے حالات تم نے بتائے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔" ہارون رشید نے کہا اور محمود ان دونوں باپ بیٹی سے مل کر وہاں سے نکل گیا۔

وہ پیدل سفر کر رہا تھا اس لئے اپنے گاؤں تک پہنچتے پہنچتے اسے شام ہو گئی۔وہ گاؤں کی حدود میں داخل ہوا ہی تھا کہ نسوانی چیخوں کی آواز سنائی دی، یہ چیخیں ایک جیپ سے سنائی دے رہی تھیں جو خاصے فاصلے پر گرد اڑاتی ہوئی اس کچے راستے پر آ رہی تھی، اس نے کچی سڑک کے کنارے پڑے چند پتھر اٹھائے اور ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا سڑک ٹوٹی پھوٹی اور ناگفتہ حالت میں تھی اس لئے جیپ کی رفتار خاصی کم تھی۔جیپ کی پچھلی نشست پر دو رائفل بردار موجود تھے۔ان کے بیچ ایک سہمی ہوئی خوب صورت لڑکی تھی۔

فرنٹ سیٹ پر سردار سکندر کا دست راست سہراب موجود تھا۔جبکہ ایک قوی ہیکل شخص ڈرائیو جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔غالباً وہ اس لڑکی کو زبردستی اغوا کر کے لے جا رہے تھے اور لڑکی اپنے بچاؤ کے لئے چیخ چلا رہی تھی۔اس کی چیخ و پکار گاؤں کے اگر کسی فرد نے سنی بھی ہوگی تو اس کی ہمت نہیں ہوگی کہ سردار سکندر کے کارندوں کا راستہ روکتا۔ جیپ جیسے ہی اس کے قریب پہنچی۔

محمود نے درخت کی آڑ سے نکل کر ایک پتھر پوری قوت سے جیپ کی طرف پھینکا اور دوبارہ درخت کی آڑ میں چھپ گیا۔پتھر خاصا وزنی اور نوکیلا تھا۔اور پوری قوت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

سے پھینکا گیا تھا۔ اور ڈرائیور کی بدقسمتی کہ پتھر اس کے سر پر لگا۔ وہ کربناک انداز میں چیخا اور اسٹیئرنگ پر ڈھلک گیا۔ جیپ اس کے کنٹرول سے باہر ہو کر لہراتی ہوئی سڑک کے کنارے ایک درخت سے ٹکرا کر رک گئی۔ جیپ چونکہ آہستہ تھی اس لئے ڈرائیور کے علاوہ کسی کو بھی جسمانی چوٹ نہیں لگی۔

لمحاتی جھٹکے سے سنبھلتے ہی سہراب جیپ سے اترا اور ہولسٹر سے پسٹل نکال کر پتھر پھینکنے والے کو چند ناقابل اشاعت گالیاں دے کر للکارا۔ "بزدل اب چھپ کیوں گیا ہے ہمت ہے تو باہر نکل۔"

محمود درخت کی آڑ سے نکلا اور اس کی طرف بڑھا۔

سہراب حیرت سے اچھل پڑا۔ "تت تم زندہ ہو؟" وہ استعجاب انگیز حیرت سے بولا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سردار سکندر نے محمود کے پیٹ میں خنجر پیوست کیا تھا۔ پھر اس کے سامنے ہی محمود اس بلند وبالا پہاڑ سے دریا میں جا گرا تھا۔

"ہاں میں تم سب کی موت! اب تمہارے ظلم کے دن گنے جا چکے ہیں۔" محمود نے مستحکم لہجے میں کہا۔

"موت کو سامنے دیکھ کر تم پاگل ہو چکے ہو؟" سہراب ہنسا اور ٹریگر دبا دیا۔

محمود بجلی کی سی تیزی سے ایک پاؤں کی ایڑی پر گھوما، دوسرے پاؤں کی ٹھوکر نے سہراب کے ہاتھوں سے پسٹل اڑا دیا۔ سہراب اس پر جھپٹا مگر محمود کے طاقتور گھونسے نے اسے زمین چٹا دی۔ وہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا، دونوں رائفل بردار لڑکی کو چھوڑ کر جیپ سے اترے اور ٹریگر دبانا چاہا۔

"نہیں رک جاؤ میں اسے خود سبق سکھاؤں گا۔ اس نے سہراب پر ہاتھ اٹھایا ہے۔" وہ غصے سے دہاڑا اور کسی جنگلی بیل کی طرح محمود پر پل پڑا۔ اس کی آہنی ضربات کو محمود نے بآسانی اپنے جسم پر سہا اور اچھل کر جمپ سائیڈ کک اس کے سینے پر رسید کی وہ تقریباً اڑتا ہوا سا جیپ کے بونٹ سے ٹکرا کر واپس پلٹا۔ محمود نے دائیں ایڑی پر گھوم کر ہوشربا یوکن ٹیچ اس کی کنپٹی پر رسید کیا۔

سہراب کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا اور وہ نشے میں دھت شرابی کی طرح ڈول رہا تھا۔ دونوں رائفل بردار سکتہ زدہ سے لڑائی دیکھنے میں محو تھے۔

محمود نے ایک طرف جست لگائی، وہاں سہراب کے ہاتھوں سے گرا ہوا پسٹل پڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ رائفل بردار سنبھلتے پے درپے دو فائر ہوئے۔ ایک گولی ایک رائفل بردار کی پیشانی میں جبکہ دوسری گولی دوسرے کے سینے میں دل کے مقام میں پیوست ہو گئی۔ محمود دوبارہ سہراب پر پل پڑا تھا۔ کچھ ہی دیر میں سہراب کسی حقیر کیچوے کی طرح زمین چاٹ رہا تھا۔ "بتاؤ فوزیہ کہاں ہے ورنہ گولی چلا دوں گا۔" وہ اس کی کنپٹی پر پسٹل کی نال رکھتے ہوئے بولا۔

"میں سب کچھ بتا دوں گا مجھے مارنا مت۔" موت کو سامنے دیکھ کر سہراب گھگھیا اور تمام روداد بیان کر ڈالی۔

اکتیس دسمبر کی رات کس طرح آسیہ کی روح نے آفتاب کو مارڈالا اور سردار سکندر اہل خانہ کے ساتھ گاؤں چھوڑ کر بھاگ گیا پھر پتہ چلا کہ فوزیہ بھی راستے میں سکندر کی گاڑی سے بھاگ نکلی تھی تاحال اس کا سراغ نہیں مل سکا۔"

"تم اگر زندہ رہے تو نہ جانے کتنے گھر اجاڑ دو گے۔" محمود نے سفاک لہجے میں کہا اور ٹریگر دبا دیا۔ پسٹل سے نکلنے والی گولی سہراب کی کنپٹی میں جا گھسی۔

لڑکی انہیں آپس میں برسر پیکار ہوتا دیکھ کر آزاد ہوتے ہی بھاگ نکلی تھی۔

اب محمود کو فوزیہ کی تلاش میں شہر جانا تھا۔ اس کے پاس نہ ہی رقم تھی اور نہ کوئی گاڑی پیدل سینکڑوں کلومیٹر جانا ناممکن تھا۔ اس کا حل بھی اس کے دماغ نے سوچ لیا۔ اور وہ مغرب کی سمت چل دیا۔ وہاں سے ایک ریلوے لائن گزرتی تھی۔ اس نے سوچا اگر قسمت نے ساتھ دیا تو کسی چلتی ہوئی ٹرین میں سوار ہو جائے گا۔ دور سے ریلوے ٹریک نظر آ رہی تھی۔ پھر ٹرین کے وسل کی آواز سنائی دی اس نے دوڑنا شروع کر دیا اور عین اس وقت ریلوے لائن پر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب گاڑی دھیمی رفتار سے وہاں سے گزر رہی تھی۔ یہ مال گاڑی تھی۔ اس کی رفتار کم تھی۔ اس نے مال گاڑی پر چڑھنے کی کوشش کی اور بمشکل اس میں کامیاب ہو ہی گیا۔ اس کے اضافے سے بے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نیاز مل گاڑی لمحہ بہ لمحہ رفتار پکڑتی جا رہی تھی۔ کئی گھنٹوں کے سفر کے بعد جب مال گاڑی شہر کے اسٹیشن پر رکی تو صبح ہوچکی تھی وہ خاموشی سے ریلوے ٹریک پر اترا اور کافی لمبا چکر کاٹ کر ریلوے اسٹیشن کی حدود سے باہر نکل گیا۔ یہ روشنیوں کا شہر اس کے لئے اجنبی تھا۔ جہاں لوگوں کا ایک اژدہام عام تھا۔

سڑکوں پر گاڑیوں کا ایک ہجوم تھا۔ اسے کچھ نہیں آ رہا تھا کہ فوزیہ کو کہاں ڈھونڈے۔ وہ تو اللہ پر توکل کر کے شہر پہنچ گیا تھا۔ کئی گھنٹوں سے کچھ کھایا پیا بھی نہیں تھا۔ اسے پیاس کے ساتھ ساتھ بھوک بھی لگ رہی تھی۔ جیب میں پھوٹی کوڑی تک نہیں تھی۔ وہ ایک سادہ لوح دیہاتی تھا کسی سے مانگتے ہوئے یا چوری کرنے کی اس کا ضمیر اجازت نہیں دے رہا تھا۔ سڑک کنارے نصب ایک پانی کے نلکے سے پانی پیا۔ اور کچھ دیر پارک میں گزری۔ اس اثنا میں اذان کی آواز سنائی دی، وہ پارک سے نکل کر مسجد میں چلا گیا۔ باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد صدق دل سے دعا مانگ کر مسجد سے نکل کر ایک طرف چل دیا۔ اس کی کوئی منزل کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ شہر کی انجان سڑکوں پر پیدل چل رہا تھا کہ اچانک ایک گاڑی کے بریک چرچرائے تو وہ چونک کر مڑا اور جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا اس سے کچھ فاصلے پر ڈبل کیبن ویگن کھڑی تھی جس میں ڈرائیور سمیت چار افراد موجود تھے۔ دو کے ہاتھ میں رائفلیں جبکہ فرنٹ سیٹ پر موجود شخص خالی ہاتھ تھا۔ وہ کوئی اور نہیں اس کے ازلی دشمن کا بیٹا نوید تھا۔ جو خشمگیں نظروں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔

دراصل نوید اپنے کارندوں کے ساتھ وہاں سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر سڑک کے کنارے چلتے محمود پر پڑی۔ اس نے ڈرائیور کو گاڑی روکنے کا حکم دے دیا۔ رائفل بردار افراد نوید کے اشارے پر گاڑی سے اترے اور محمود نے ایک طرف دوڑ لگا دی۔ وہ دونوں رائفل بردار بھی اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ سڑک پر موجود لوگ حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ لیکن ان کے ہاتھوں میں موجود رائفلوں کی وجہ سے کسی میں ہمت نہ تھی کہ وہ انہیں روکتا۔ بھاگتے بھاگتے ان میں سے ایک نے فائر بھی کیا اور خوش قسمتی سے اس کا نشانہ خطا ہوگیا۔

ادھر نوید کے اشارے پر ڈرائیور نے گاڑی بھی محمود کے پیچھے دوڑا دی تھی۔ وہ محمود کے زندہ نظر آنے پر حیران تھا اور اسے ہر قیمت پر قتل کردینا چاہتا تھا۔ گزشتہ روز حویلی سے کی جانے والی فون کال میں سردار سکندر کو اطلاع دی گئی تھی کہ گاؤں میں موجود سہراب سمیت اس کے دیگر کارندوں کو کسی نے قتل کردیا تھا اس وقت تو وہ نہیں سمجھے کہ کس نے سکندر کے کارندوں کو ہلاک کرنے کی ہمت کی ہے۔ اب محمود کو دیکھتے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ انہیں ضرور محمود نے ہی مارا ہوگا۔

محمود بھاگتے ہوئے ایک گلی میں گھس چکا تھا۔ یہ تنگ سی گلی تھی۔ جس میں کسی گاڑی کا داخل ہونا ناممکن تھا۔ رائفل بردار اس سے خاصے فاصلے پر تھے پھر یہ گلی دائیں سمت مڑ گئی۔ دوسری گلی خاصی کشادہ تھی۔ یہ پوش علاقہ تھا۔ دونوں اطراف خوب صورت بنگلے بنے ہوئے تھے۔ محمود نے پلٹ کر دیکھا۔ رائفل بردار اب تک اس کے پیچھے اس گلی میں نہیں پہنچے تھے۔ اس نے سوچا اگر اسی طرح بھاگتا رہا تو ان مسلح افراد کے ہتھے چڑھ جائے گا اور نوید اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ بہتر یہی ہے کہ جان بچانے کے لئے کسی کے گھر کود جائے، یہ سوچتے ہی اس نے ایک بنگلے کی احاطے کی دیوار پھلانگی اور اندر داخل ہوگیا۔ دیوار کے ساتھ ساتھ مختلف پھولوں کے پودے تھے۔ وہ کیاری میں ان پودوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ گلی میں کسی کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی، اور قدموں کی چاپ اس بنگلے کے گیٹ کے سامنے رکی اور کسی شخص کی درشت آواز سنائی دی۔

”وہ خبیث کہاں چلا گیا۔ میرے خیال میں وہ ان بنگلوں میں سے کسی میں پناہ لے چکا ہے۔“

ایک دوسری آواز سنائی دی۔ ”پھر کیا کریں۔ وہ چھوٹے سردار آ رہے ہیں ان سے مشورہ کرتے ہیں، وہ جیسا کہیں گے ویسے ہی کریں گے۔“ ان میں سے ایک نے کہا اور پھر ان کے جانے کی آواز سنائی دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

محمود اپنی جگہ سے اٹھا ہی تھا کہ ٹھٹک کر رک گیا۔ اندر ایک کمرے سے کسی لڑکی کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ اسے یہ آواز اور لب و لہجہ فوزیہ کا لگ رہا تھا۔ وہ فوزیہ کا ڈر بھول کر بے دھڑک کچن سے ہوتا ہوا کوریڈور میں داخل ہوا اور اس کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ جس سے چیخ کی آواز سنائی دی تھی۔ اندر خاموشی چھا گئی۔ مگر کمرے کا دروازہ نہیں کھلا اس نے دوبارہ دستک دی۔ "کون ہے؟" اندر سے بھاری لب و لہجے میں پوچھا گیا۔

"دروازہ کھولو۔" وہ غراہٹ آمیز آواز میں بولا۔

دروازہ کھلنے پر تاخیر پر اس کا شک یقین میں بدلتا جارہا تھا۔ اور پھر دروازہ کھلا اور ایک تنومند شخص باہر نکلا جنگلی داڑھی اور موٹے فریم کی عینک جھکی ہوئی ناک کے ساتھ وہ عجیب ہیبت کا شخص دکھائی دیتا تھا۔ "کون ہو تم؟ اور میرے گھر میں اس طرح کیوں گھسے ہو؟" وہ شخص آگ بگولا ہوگیا۔ لیکن محمود اسے دھکیلتا ہوا کمرے میں داخل ہوچکا تھا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے اس کمرے سے کسی لڑکی کے چیخنے کی آواز سنائی دی تھی۔ بتاؤ وہ لڑکی کہاں ہے؟" محمود کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑا رہا تھا۔

مگر اس وقت اس کمرے میں اس شخص کے علاوہ کوئی بھی موجود نہ تھا۔ ٹی وی ٹرالی پر رکھے ٹی وی پر ایک ہارر فلم چل رہی تھی۔ "او تو یہ بات ہے۔ اس ہارر فلم میں لڑکی کی چیخیں سن کر تم نے میرے دروازے پر دستک دی۔" وہ شخص مسکرایا۔ اور محمود کے چہرے پر شرمندگی کے تاثرات نظر آنے لگے پھر وہ ایک دم چونکا بیڈ کی شکن آلود چادر پر کانچ کی کچھ چوڑیاں ٹوٹی پڑی تھیں۔

"اب بتاؤ تم کون ہو؟ اور میرے گھر میں اس طرح گھسنے کا مطلب کیا ہے؟" اس شخص نے اسے غضب ناک تیوروں سے گھورا۔

"میری زندگی خطرے میں ہے اور میرے کچھ دشمن میرے پیچھے پڑے ہیں۔ ان سے جان بچانے کے لئے میں تمہارے گھر میں داخل ہوا تھا۔" محمود نے جواب دیا۔ اور اس شخص کے چہرے کے تاثرات نارمل ہوگئے۔ اسی وقت ڈور بیل کی آواز سنائی دی۔ "تم یہیں ٹھہرو میں تمہارے دشمنوں کو ٹال کر آتا ہوں۔" وہ شخص اسے وہیں چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ جبکہ محمود جلدی جلدی کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ اس نے بیڈ کے نیچے جھانکا۔ لکڑی کی بھاری بھرکم الماری کو کھول کر دیکھا۔ مگر واقعی کمرہ خالی تھا۔ اس شخص کی واپسی تین چار منٹ بعد ہوئی۔

"وہ واقعی خطرناک لوگ تھے میری بات پر یقین نہیں کررہے تھے کہ تم یہاں نہیں۔ بڑی مشکل سے انہیں ٹالا ہے۔ تم کچھ دیر یہیں ٹھہرو پھر ان کے جانے کے بعد چلے جانا۔" اس شخص نے کہا۔

"میرا نام محمود ہے؟ کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟"

"تمہارا میرے بارے میں جاننا ضروری نہیں۔ ویسے بھی کون سا ہمیں دوبارہ ملنا ہے۔ تم آؤ میرے ساتھ میں تمہیں باحفاظت باہر نکالتا ہوں۔" وہ شخص رکھائی سے بولا۔ اور اسے لئے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہاں ایک کار موجود تھی۔ "تم عقبی نشست پر لیٹ جاؤ۔ تاکہ تمہارے دشمن باہر ہوں تو تمہیں دیکھ نہ سکیں۔" وہ شخص کار کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔

محمود سمٹ کر پچھلی نشست پر لیٹ گیا۔ اس شخص نے بنگلے کا بیرونی دروازہ کھولا اور گاڑی باہر نکال کر دروازہ مقفل کرکے گاڑی میں آبیٹھا اور راستے میں لوپیا اور اس کے کارندے کہیں بھی دکھائی نہ دیئے۔ اس کی نظر پچھلی نشست پر لیٹے ہوئے گاڑی کے پائیدان پر پڑی وہاں ایک خوب صورت سا موبائل فون پڑا تھا۔ نہ جانے محمود کے دل میں کیا آئی کہ موبائل فون اٹھایا اور اپنے کرتے کی سائیڈ کی جیب میں ڈال دیا۔

یہ موبائل فون فوزیہ کا تھا۔ جو قدیر خان نے اسے لے کر دیا تھا۔ جنونی قاتل نے اسے بے ہوش کرکے مہران کار سے اپنی گاڑی کی پچھلی نشست پر ڈالا اور اپنی کمین گاہ میں پہنچ کر جب اسے اٹھانے لگا تو فوزیہ کے لباس سے موبائل فون نکل کر پچھلی نشست کے پائیدان میں جاگرا۔ جنونی قاتل کو اس بات کی خبر نہ ہوسکی۔

"تمہارے دشمن موجود نہیں اب تم اٹھ کر بیٹھ سکتے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہو۔“ اس شخص نے کہا اور محمود اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جنونی قاتل نے اسے اپنے علاقے سے کافی دور اتارا اور دوبارہ اپنی کمین گاہ کی جانب روانہ ہوگیا۔

تقدیر کے کھیل بھی نرالے ہوتے ہیں۔ محمود اپنی عزیز جان محبوبہ تک پہنچ کر واپس لوٹ آیا تھا اور اب جنونی قاتل واپس جا کر اس کا حشر خراب کرنے والا تھا۔ اس کی گاڑی کے جاتے ہی محمود نے اپنے کرتے کی جیب سے موبائل فون نکالا۔ کسی قدیر خان نامی شخص کی دس مس کالز تھیں۔ وہ بیچارا اب تک اس بات سے لاعلم تھا کہ یہ موبائل فون اسی فوزیہ کا ہے جسے ڈھونڈنے کے لئے وہ گاؤں سے شہر آیا ہے۔ اس نے موبائل فون جیب میں رکھنا چاہا اسی وقت موبائل فون بجا۔

”فوزیہ بیٹی کہاں ہو تم؟“ دوسری طرف سے گھبرائی لہجے میں کہا گیا اور محمود حیرت سے اچھل پڑا۔

”جی میں محمود بول رہا ہوں۔“

”یہ موبائل فون میری بیٹی کا ہے، تمہیں کہاں سے ملا؟“ دوسری طرف سے قدیر خان نے پوچھا۔ اور محمود نے اسے بتایا کہ کس طرح وہ دشمنوں سے اپنی جان بچانے کے لئے ایک گھر میں گھسا اور وہاں کیا ہوا اور موبائل فون اس کے ہاتھ کیسے لگا۔

”تم کہاں ہو جلدی بتاؤ؟“ قدیر خان نے پوچھا۔

”سر میں اس علاقے کا واقف نہیں۔“

”تمہارے آس پاس کوئی خاص جگہ یا مقام ہو تو بتاؤ؟“

”سر میں جہاں کھڑا ہوں وہاں سڑک کی دوسری طرف اسٹار ریسٹورنٹ ہے۔“

”اوکے تم وہیں ٹھہرو میں آتا ہوں۔“ قدیر خان نے عجلت میں کہا اور رابطہ منقطع کردیا۔

محمود اب تک نہیں سمجھا تھا کہ یہ اس کی محبوبہ فوزیہ کی بات کررہا ہے وہ اس سوچ میں تھا کہ ہوسکتا ہے قدیر خان کی بیٹی کا نام بھی فوزیہ ہو اور پھر قدیر خان نے یہ بھی تو کہا تھا کہ میری بیٹی کا موبائل تمہارے پاس کہاں سے آیا تو وہ وہیں رک کر الجھے ہوئے ذہن سے قدیر خان کا انتظار کرنے لگا۔

☆.....☆.....☆

جنونی قاتل لمحہ بہ لمحہ اس پر حاوی ہوتا جارہا تھا۔ اور وہ چیخ رہی تھی اسی وقت کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ جنونی قاتل بڑبڑا کر اس سے الگ ہوا اب اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔ فوزیہ نے دوبارہ چیخنا چاہا۔ مگر قاتل نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اسے دبوچ کر کمرے کے ایک کونے میں لے گیا۔ وہ مچلی مگر جنونی قاتل کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

ادھر دروازے پر کوئی مسلسل دستک دے رہا تھا۔ جنونی قاتل نے دیوار کے ایک کونے میں نصب چھوٹا سا لیور دبایا سرر کی آواز کے ساتھ فرش چارپائی چارپائی کے قریب سرک گیا اس نے فوزیہ کو نمودار ہونے والے خلا میں دھکیلا اور لیور دوبارہ دبا دیا۔ فرش خودکار طریقے سے سرک کر دوبارہ اپنی جگہ پر آچکا تھا۔

جنونی قاتل نے ٹی وی اسٹارٹ کی۔ اس چینل پر اس وقت بادہ قسم چل رہی تھی۔ اس نے اپنا لباس درست کرکے دروازہ کھول دیا۔ سامنے محمود موجود تھا جو اتفاق سے وہاں پہنچ چکا تھا پھر وہ ولید کے کارندوں کو ٹالنے کے بہانے اپنے گھر سے لے گیا تا کہ واپس آکر اپنا ادھورا کام پورا کرسکے۔

ادھر فوزیہ چیختی ہوئی اس تہہ خانے میں جا گری۔ اسے معمولی چوٹیں آئی تھیں۔ تہہ خانے میں گھپ اندھیرا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کی آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہوگئیں، تہہ خانے میں شدید بو اور بساند تھی اس کا جی متلانے لگا وہ چند قدم آگے بڑھی ہی تھی کہ کسی گول چیز سے ٹھوکر کھا کر گری اس نے ٹٹول کر دیکھا تو یہ تربوز نما شے تھی۔ ہاتھ پھیرنے اور غور سے دیکھنے پر وہ بے ساختہ چیخ چلی گئی اس کا سارا جسم سنسنا اٹھا تھا۔ یہ انسانی سر تھا جس سے بے شمار کیڑے رینگ رہے تھے اس تہہ خانے میں ایسے بے شمار سر ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔ یہ سب ان مظلوم عورتوں کے سر تھے۔ جو اس جنونی قاتل کا شکار بن چکی تھیں۔ ان میں سے بہت سے انسانی سر خاصے پرانے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

تھے۔ ان ہی کٹے ہوئے سروں کی بدبو اور بساند اس تہہ خانے میں پھیلی ہوئی تھی۔ وہ خوف دہشت سے لرز رہی تھی۔ یہ وسیع و عریض ہال نما تہہ خانہ تھا۔ جس میں جا بجا انسانی سر پڑے تھے۔ وہ ان سروں کو دیکھتے ہوئے ڈر اور خوف سے چیخ رہی تھی۔ اور یہ سوچ کر خوف سے کانپ رہی تھی کہ اس جنونی قاتل کے دوبارہ یہاں پہنچتے ہی اس کا سر بھی ان کٹے ہوئے سروں کے درمیان پڑا ہوگا۔

وہ کافی دیر تک ان سروں سے ٹکراتی گرتی پڑتی اس تہہ خانے میں گھومتی رہی، اچانک اس کی نظر وہاں کی سمت کی دیوار پر نصب روشن دان پر پڑی اور روشن دان زیادہ بلند نہیں تھا۔ اور اس میں لگے سریے زنگ آلود تھے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ان سریوں پر زور آزمائی کرنے لگی۔ یہاں اس کوشش میں اس کے ہاتھ زخمی بھی ہوئے۔

جب زندگی داؤ پر لگی ہو تو انسان جان بچانے کی سر توڑ کوشش کرتا ہے۔ اس نے بھی ہمت نہیں ہاری اور بالآخر اس کی کوشش بار آور ثابت ہوگئیں۔ وہ لوہے کی ایک سلاخ کو اکھاڑنے میں کامیاب ہوگئی۔ اب اس نے دوسری سلاخ پر زور آزمائی شروع کردی۔ کچھ دیر بعد وہ اس سلاخ کو بھی اپنی جگہ سے اکھاڑ چکی تھی۔

فوزیہ اپنی پتلی کمر کی بدولت اس روشن دان سے باہر نکل آئی اور خود کو اس گھر کے عقب میں گھنی جھاڑیوں میں پایا۔

اسی وقت اسے محسوس ہوا کہ تہہ خانے کا دروازہ کھلا ہے۔ گویا جنونی قاتل لوٹ آیا تھا اور تہہ خانے میں داخل ہورہا تھا۔ وہ دوڑتے ہوئے بہت دور آگئی۔ بھاگتے ہوئے وہ مڑ مڑ کر دیکھ رہی تھی کہیں جنونی قاتل اس کے پیچھے تو نہیں ایک بار جو اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔

اچانک کسی گاڑی کے بریک چرچرائے۔ ڈرائیور نے اسے دیکھ کر بروقت بریک لگائے تھے لیکن اس کے باوجود بھی اس کا جسم سامنے سے آنے والی کار سے ٹکرایا اور وہ ہوش و حواس سے عاری ہوگئی۔

☆......☆......☆

وہ اس ریسٹورنٹ کے باہر کھڑا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد اسے مہران کار اپنی طرف آتی دکھائی دی۔ یہ قدیر خان اور سب انسپکٹر شاہد علی تھے۔ گاڑی اس کے قریب رکی۔ اور وہ دونوں گاڑی سے اتر کر اس کی طرف بڑھے۔ محمود سے مصافحہ کرنے کے بعد وہ اسے لیتے ہوئے ریسٹورنٹ میں داخل ہوگئے۔

محمود نے انسپکٹر شاہد علی کے استفسار سے اس گھر کا محل وقوع تفصیل سے بتایا۔ جہاں جنونی قاتل رہتا تھا اور وہ تینوں اسی مہران کار میں جنونی قاتل کے گھر پہنچ گئے۔ انسپکٹر نے اپنے افسران اعلیٰ کو اطلاع دے دی تھی اور قدیر خان نے اپنے ساتھی رپورٹر پرویز کو فون پر اطلاع دے کر کہا وہ فوٹوگرافر کے ہمراہ جنونی قاتل کی رہائش گاہ تک پہنچ جائے۔ وہ کچھ ہی دیر میں اس جنونی قاتل کے گھر پہنچ چکے تھے لیکن انہیں نہ ہی فوزیہ ملی اور نہ ہی وہ جنونی قاتل۔

کچھ ہی دیر میں پولیس اور میڈیا سے متعلق افراد بھی آچکے تھے۔ بالآخر ذہین پولیس انسپکٹر شاہد علی نے تہہ خانے دریافت کرلیا، اندر جاتے ہی ان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ جا بجا کئی عورتوں کے کٹے ہوئے سر پڑے تھے جن سے رگیں لٹک رہی تھیں۔ پولیس فوٹوگرافر ادھر ادھر تصویریں کھینچ رہے تھے۔ قدیر خان کا نجی ٹی وی چینل لائیو ٹیلی کاسٹ کررہا تھا۔ پرویز اس چینل کے ساتھ ساتھ تھا۔ گھر کی مکمل تلاشی لی گئی۔ لیکن قاتل کی کوئی شناخت نہ مل سکی، کٹے ہوئے انسانی سر مردہ خانے بھجوا دیئے گئے اور کوٹھی سیل کردی گئی۔ محمود، عابد خان اور شاہد علی کے ہمراہ جنونی قاتل کی رہائش گاہ سے باہر آچکا تھا۔ ”جوان تم نے کہاں جانا ہے ہمارے ساتھ چلو ہم تمہیں چھوڑتے ہوئے نکل جائیں گے۔“ انسپکٹر نے کہا۔

”سر میں اس شہر میں اجنبی ہوں، میرا یہاں کوئی نہیں، میں کسی کی تلاش میں یہاں آیا تھا اور اتفاق سے اس جنونی قاتل تک جا پہنچا اور اتفاق کی بات یہ بھی ہے کہ مجھے جس لڑکی کی تلاش ہے اس کا نام بھی فوزیہ ہے۔“ محمود نے کہا اور قدیر خان چونک پڑا۔ ”تو پھر ایسا کرو میرے ساتھ میرے گھر چلو وہیں تمہاری کہانی بھی سنوں گا۔ ویسے بھی تم اس جنونی قاتل کو دیکھ چکے ہو۔ گویا تم اس کیس کے گواہ بھی ہو۔“ قدیر خان نے کہا اور اس کے منع کرنے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کے باوجود اسے اپنے گھر لے گیا۔ اور ثریا بیگم کو چائے بنانے کو کہا۔ انہیں کسی راہ گیر نے گاڑی میں بے ہوش دیکھ کر اسپتال پہنچایا تھا۔

ثریا کے موبائل فون میں قدیر خان کا نمبر دیکھ کر اس راہ گیر نے قدیر خان کو کال کی تھی ثریا نے ہوش میں آتے ہی قدیر خان کو بتایا کہ فوزیہ کو جنونی قاتل نے اغوا کرلیا ہے۔ قدیر خان نے فوزیہ کا نمبر بار بار ڈائل کیا مگر کال ریسیو نہ ہوئی، یہ وہی وقت تھا جب جنونی قاتل اسے اپنی کوٹھی میں لے جا چکا تھا۔ پھر کافی دیر بعد اس نے فوزیہ کا نمبر ڈائل کیا تو اس کا رابطہ محمود سے ہوگیا۔

ثریا بیگم کے چائے لانے تک محمود نے اپنی روداد تفصیل سے سنا ڈالی تھی۔ فوزیہ بھی اپنی کہانی دونوں میاں بیوی کو بتا چکی تھی اس لئے ان سے کچھ نہیں چھپایا تھا۔ قدیر خان سمجھ گئے یہ وہی محمود ہے جس کا ذکر اکثر فوزیہ کرتی رہتی تھی۔ "تم بیٹھو میں ابھی آیا۔" وہ محمود کو وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں گئے جب واپس لوٹے تو ان کے ہاتھ میں ایک تصویر تھی، انہوں نے تصویر محمود کے ہاتھ میں تھمادی۔

"یہ تو میری فوزیہ ہے۔" وہ حیرت سے اچھل پڑا۔ اور قدیر خان نے اسے بتایا کہ کس طرح فوزیہ انہیں ملی اور انہوں نے اسے اپنی بیٹی بنالیا۔

محمود کے دل و دماغ میں آندھیوں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ فوزیہ اور اس جنونی قاتل کو کہاں ڈھونڈے، کہیں اس جنونی قاتل نے فوزیہ کو قتل تو نہیں کردیا، یہ سوچتے ہی اس کا دل ڈوبنے لگا۔

اسی وقت قدیر خان کا موبائل فون بجا۔ اسکرین پر دیکھا کوئی اجنبی نمبر تھا۔ قدیر خان نے کال ریسیو کی۔ "ہیلو کیا آپ قدیر خان صاحب بول رہے ہیں؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"جی لیکن آپ کون" قدیر خان نے پوچھا۔

"میں ایڈووکیٹ اشتیاق احمد ہوں۔ آج جب میں اپنے گھر کی طرف جارہا تھا ایک لڑکی میری گاڑی سے ٹکرائی، چوٹیں معمولی تھیں میں اسے گھر ہی لے آیا، میرے پڑوس میں ڈاکٹر شیر علی ہیں انہوں نے لڑکی کی ڈریسنگ کی اس نے ہوش میں آتے ہی اپنا نام فوزیہ بتایا ہے اور آپ کا نمبر دے کر کال کرنے کو کہا وہ نہ جانے کیوں بہت خوفزدہ نظر آرہی ہے۔ پلیز آپ جلدی آجائیں۔ میری اہلیہ بھی بچوں کے ساتھ اپنے میکے گئی ہیں۔" اشتیاق احمد نے کہا۔

"آپ اپنا ایڈریس بتائیں۔" قدیر خان نے کہا اور اشتیاق احمد نے اپنا ایڈریس بتا کر رابطہ منقطع کردیا۔

"شکر ہے فوزیہ خیریت سے ہے۔" قدیر خان نے کہا اور ثریا اور محمود کو بتایا کہ ان کی اشتیاق احمد سے کیا گفتگو ہوئی۔

پھر انہوں نے شاہد علی کو فون کرکے تمام تفصیلات بتائیں۔

"آپ گھر پر ہی رہیں میں فوراً آرہا ہوں۔" انسپکٹر شاہد علی نے کہا۔ "ایس ایچ او نواز علی کو مت بتانا ہوسکتا ہے وہ ہم سے پہلے وہاں پہنچ جائے۔" قدیر خان نے کہا۔ "اور تو آپ سب تک ایس ایچ او صاحب کو قاتل سمجھ رہے ہیں۔" شاہد علی ہنسا اور رابطہ منقطع کردیا۔

قدیر خان نے دوسری کال پرویز کو کی اور اسے تمام صورت حال بتا کر کہا کہ وہ بھی وہاں پہنچ جائے تاکہ فوزیہ کے بیان کے بعد جنونی قاتل پر ہاتھ ڈالا جاسکے۔ شاہد علی تقریباً بیس منٹ بعد پہنچا تو وہ دونوں تیار ہی بیٹھے تھے۔ آگے کا سفر انہوں نے تیز رفتاری سے طے کیا۔ اشتیاق احمد کی جہاں رہائش تھی وہ جنونی قاتل کی کمین گاہ سے کچھ ہی فاصلے پر تھا۔ شاہد علی نے گاڑی اشتیاق احمد کے گھر سے کچھ فاصلے پر روکی۔ اس کے گھر کے قریب ایک ہنڈا اکارڈ کھڑی تھی ابھی وہ تینوں گاڑی سے اترے ہی تھے کہ اشتیاق احمد کے گھر سے فائر کی ہولناک آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی فوزیہ کی چیخ بھی سنائی دی۔

وہ تینوں گھر کی طرف بھاگے دروازہ اندر سے لاک تھا۔ وہ تینوں احاطے کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوگئے۔ کسی بھی ناخوشگوار صورتحال سے نمٹنے کے لئے شاہد علی نے اپنا پسٹل نکال لیا تھا جبکہ محمود اور قدیر خان خالی ہاتھ تھے۔ اسی وقت فوزیہ کی چیخ پھر سنائی دی۔ وہ تینوں انجام سے بے پروا کوریڈور میں بھاگتے ہوئے اس کمرے میں داخل ہوگئے جہاں سے فوزیہ کی چیخ سنائی دی تھی۔ اسی لمحے فائر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY | PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

ہوا اور پسٹل شاہد علی کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ یہ فائر جنونی قاتل نے کیا تھا۔ گولی شاہد علی کے پسٹل والے ہاتھ میں لگی تھی۔ شاہد علی نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پسٹل اٹھانا چاہا دوسرا فائر ہوا اس بار گولی شاہد علی کی دائیں ٹانگ میں لگی تھی وہ چیختا ہوا گر پڑا۔ کمرے میں اشتیاق احمد کی لاش بھی پڑی تھی۔ اس سے کچھ فاصلے پر جنونی قاتل کھڑا تھا۔ اس نے فوزیہ کی گردن سے چپڈلاک لگا رکھا تھا اور خود اس کی آڑ میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑے پسٹل کی نال کا رخ ان کی جانب تھا۔ فوزیہ کے کپڑے جگہ جگہ سے جنونی قاتل کی دست درازی سے پھٹے ہوئے تھے۔

"محمود مجھے اس درندے سے بچاؤ۔" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

"خبردار آگے مت بڑھنا ورنہ اس لڑکی سمیت تم سب کی لاشیں بچھا دوں گا۔" جنونی قاتل غرایا۔

شاہد علی ٹانگ میں لگنے والی گولی کے باعث بے ہوش ہو چکا تھا۔ محمود اور قدیر خان کی نظریں اس جنونی قاتل پر جمی ہوئی تھیں۔ اور وہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر سوچ رہے تھے اس صورتحال سے کیسے نمٹیں، وہ خطرناک مجرم درجنوں لڑکیوں کا قاتل تھا اور کسی چیتے کی طرح چوکنا تھا۔ پھر اس جنونی قاتل نے پسٹل کا رخ محمود کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ محمود برق سرعت سے ایک طرف ہو گیا۔

جنونی قاتل کا نشانہ خطا ہو چکا تھا لمحہ بھر کے لئے اس کے بازو کی گرفت فوزیہ کے گلے پر کم ہوئی اور فوزیہ نے اپنی دائیں کہنی کا وار اس کی پسلیوں پر کیا تو وہ کراہتا ہوا پیچھے ہٹا۔ فوزیہ نے چشم زدن میں قریب ہی رکھی میز پر سے بھاری ایش ٹرے اٹھا کر سر پر ماری، جنونی قاتل کے منہ سے چیخ نکلی اور پسٹل ہاتھوں سے نکل گیا، اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

محمود اس کے ہاتھ سے پسٹل نکلتا دیکھ کر اس پر چھلانگ لگا چکا تھا۔ وہ دونوں گتھم گتھا ہو کر گرے، جنونی قاتل نیچے تھا جبکہ محمود اس کے سینے پر بیٹھا گھونسے برسا رہا تھا۔ اس جنونی قاتل نے اپنے دونوں ہاتھوں سے محمود کی کلائیں تھامیں اور دائیں پاؤں کو اس کے سینے پر رکھ کر جھٹکا دیا۔ محمود اس کے اوپر سے اڑتا ہوا سا ایک طرف جا گرا، جنونی قاتل قلابازی کھا کر کھڑا ہو چکا تھا اور مارشل آرٹ کے کھلاڑیوں کے سے اسٹائل سے اسٹانس بنائے کنگ فو کی ہارس پوزیشن میں کھڑا تھا، محمود نے پینترا بدلتے ہوئے چھلانگ لگائی اور زوردار جمپ سائیڈ کک اس کے سینے پر رسید کی، جنونی قاتل نے اس سے بھی زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کیا اور کامیابی سے بلاک کرتے ہوئے زوردار گھونسہ محمود کے چہرے پر رسید کر دیا اور ساتھ ہی اپنا بایاں گھٹنا محمود کی دونوں ٹانگوں کے بیچ مارا۔

محمود کے حلق سے دبی دبی سی چیخ نکلی اور درد کی کٹیلی سی لہر اس کے پورے بدن میں سرایت کر گئی۔ محمود نے دانت پیستے ہوئے کھڑی ہتھیلی کا وار اس کی ناک پر کیا۔ وہ چہرہ کا رخ بدل کر اس کا وار خطا کرنے میں کامیاب ہو گیا اور ساتھ ہی ایک زوردار پنچ رسید کیا جو محمود کے جبڑے پر پڑا۔ اس کا دماغ جھنجھنا اٹھا اس جنونی قاتل کا ہاتھ خاصا بھاری تھا۔ محمود نے اس کا وار اسی پر الٹتے ہوئے اپنا گھٹنا پوری قوت سے اس کی زیر ناف جڑ دیا۔ وہ بلبلا کر ایک قدم پیچھے ہٹا، پھر رکوع کے بل جھک گیا۔ محمود پنجوں کے بل اچھلا اور اس کی کہنی کا وار جنونی قاتل کی پشت پر پڑا۔ جنونی قاتل نیچے گرا اور مغلظات بکتا ہوا اٹھنے کی کوشش کی مگر محمود اس کے سر کے بال پکڑ کر اس کا سر اٹھا کر زمین پر پٹخ چکا تھا۔ جنونی قاتل کی ناک فرش سے ٹکرائی اور پورے بدن کو جھٹکا سا لگا۔ محمود نے تب تک اپنا ہاتھ نہیں روکا جب تک جنونی قاتل کا تڑپتا ہوا بدن ساکت نہیں ہو گیا۔

جنونی قاتل اوندھے منہ فرش پر ساکت پڑا تھا۔

محمود فوزیہ کی طرف مڑا قدیر خان بھی جنونی قاتل کو بے حس و حرکت دیکھ کر اس کے قریب آ چکا تھا۔

اچانک کمرے میں بجلی سی کوندی۔ جنونی قاتل کسی چھلاوے کی طرح اچھلا تھا۔ اور محمود پر آن گرا اس کا سر زوردار آواز سے محمود کے سر سے ٹکرایا اور محمود کی آنکھوں کے سامنے سورج طلوع ہو گیا۔ اس کے لئے نیم مردہ جنونی قاتل کا لیٹے لیٹے یوں اسپرنگ کی طرح اچھلنا استعجاب انگیز تھا۔ مگر یہ وقت سوچنے کے لئے مناسب نہیں تھا۔ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

کا وجود جنونی قاتل کے دیوہیکل وجود تلے دب کر رہ گیا۔

اس نے اس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مڑ مڑ کر اپنے طاقتور گھونسوں سے محمود کا بھرکس نکال دیا وہ اس کے چہروں پر گھونسوں کے ساتھ ساتھ اپنے گھٹنوں سے اس کی لاتوں اور گھٹنوں پر بھی وار کر رہا تھا۔ اس کے چاروں ہاتھ پیر مشینی انداز میں چل رہے تھے۔ محمود نے سر جھٹکا اور اپنے اوسان ٹھکانے رکھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے سے رقص کرنے لگے تھے اور ذہن پر دھندسی چھانے لگی تھی۔ اس کا پورا چہرہ خون آلود ہو چکا تھا۔ پھر وہ نیم جان ہو گیا اور ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے، جنونی قاتل نے دو چار گھونسے اس کے چہرے پر مزید جڑ دیئے اور فاتحانہ انداز میں اس کے ساکت وجود پر سے اٹھا۔ محمود کو اس کے ہاتھوں زیر ہوتا دیکھ کر قدیر خان جنونی قاتل پر جھپٹا اس نے گھوم کر زوردار ہاتھ قدیر خان کی کنپٹی پر رسید کیا۔ قدیر خان لہراتا ہوا گرا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔

جنونی قاتل اب خوف سے سہمی ہوئی فوزیہ کی طرف بڑھا اور اس کی کلائی پکڑ لی اور استہزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے بولا۔ ”مجھے دنیا کی ہر عورت سے نفرت ہے میں جب تک زندہ ہوں اپنے ہاتھوں سے ہر لڑکی کو اس بے رحمی سے ماروں گا۔“ اس نے چیختی چلاتی فوزیہ کو فرش پر پٹخا اور اسے دبوچ لیا، کمرہ فوزیہ کی چیخوں اور فریادوں سے گونج اٹھا۔ وہ اس پر حاوی ہوتا جا رہا تھا۔

اچانک محمود کے جسم میں فوزیہ کی چیخوں سے تحریک پیدا ہوئی۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے اٹھا اور فوزیہ پر سوار جنونی قاتل کو اس کے جسم سے گھسیٹ کر اتارتے ہوئے زوردار گھونسہ اس کے چہرے پر رسید کیا۔ جنونی قاتل نے سنبھلنے کی کوشش کی، محمود نے اچھل کر جمپ فرنٹ کک اس کے جبڑے پر ماری۔ وہ لڑکھڑا کر پشت کے بل گرا اور دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی، محمود فضا میں اچھلا اور گھوم کر پے در پے کئی ککس اس کے جسم پر رسید کیں جنونی قاتل دوبارہ گر پڑا، محمود چھلانگ لگا کر اس پر سوار ہو چکا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ جنونی قاتل کے چہرے پر جمائے، اس کی انگلیاں جنونی قاتل کی آنکھوں پر جا لگیں، اس نے ساعت بھر کی بھی تاخیر نہ کی اور پوری قوت سے اس کی آنکھوں میں انگلیاں پیوست کر کے اس کی آنکھ کی پتلی نوچ ڈالی۔

جنونی قاتل چیخ چیخ کر ادھر ادھر اپنا سر پٹخ رہا تھا۔

محمود پر خون سوار ہو چکا تھا۔ یہ انسان نما جانور درجنوں معصوم لڑکیوں کی عصمتوں اور زندگیوں کا قاتل تھا۔ اس نے اپنی تسکین کے لئے نہ جانے کتنی لڑکیوں کو انتہائی بے دردی سے مارا تھا۔

محمود نے اپنے بدن کی تمام تر طاقت کو اپنی انگلیوں میں مرتکز کرتے ہوئے اس کی آنکھ کی پتلی کو نوچ ڈالا محمود کا ہاتھ لیس دار رطوبت سے لتھڑا ہو چکا تھا۔ قاتل کی آنکھیں محمود کی انگلیوں میں دبی ہوئی تھیں اور کمرہ جنونی قاتل کی چیخوں سے گونج رہا تھا۔ اس کا جسم بری طرح جھٹکے کھا رہا تھا۔ محمود نے اس کی آنکھ ایک طرف پھینک کر اس پر گھونسوں کی بارش کر دی۔ کچھ ہی دیر میں جنونی قاتل کے کس بل ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ وہ نڈھال سے ایک طرف پڑا اکھڑے اکھڑے سانس لے رہا تھا۔

محمود اسے چھوڑ کر فوزیہ کی طرف بڑھا تو وہ دوڑ کر اس کے سینے سے لپٹ گئی اور سسکنے لگی۔

انسپکٹر شاہد علی اور قدیر خان ہوش میں آ چکے تھے بساط کا رخ پلٹتا دیکھ کر وہ خوشی سے کھل اٹھے زخمی شاہد علی لنگڑاتے ہوئے اٹھا اور نیم مردہ جنونی قاتل کی طرف بڑھا۔

محمود کے ساتھ زوردار جھڑپ میں اس کی نقلی بھی داڑھی اکھڑ چکی تھی جسے شاہد علی نے کھینچ کر اس کے چہرے سے اتارا۔ غیر معمولی پھیلے ہوئے ناک سے اسپرنگ نظر آ رہا تھا۔ شاہد علی نے انگلیوں کی مدد سے ننھا سا اسپرنگ اس کی ناک کے نتھنوں سے نکالا اب وہ جنونی قاتل کی گردن ٹٹول رہا تھا، پھر اس نے ایک معمولی سے ابھار کو محسوس کر کے اس کے چہرے پر موجود جعلی اتار دی، اگلا ہی لمحہ کمرے میں موجود افراد کے لئے حیرت انگیز تھا۔

جنونی قاتل کوئی اور نہیں، قدیر خان کا ساتھی رپورٹر پرویز تھا۔

وہ بری طرح زخمی تھا اور جانتا تھا کہ اب مزاحمت کے قابل نہیں، شاہد علی نے اپنی جیب سے ننھا سا ٹیپ ریکارڈر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

نکال لیا تھا اور اب اس کا اعتراف جرم ریکارڈ کررہا تھا۔
اس نے اکھڑی ہوئی سانسوں میں جو بتایا اس کا لب لباب یہ تھا کہ بیوی کی اصلیت سامنے آتے ہی ماں اور اس کے آشنا کے قتل کے بعد اس نے ہر عورت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کردیا۔ چند لڑکیوں کو قتل کرنے کے بعد اسے اس کام میں لذت آنے لگی۔ وہ میک اپ کے ذریعے بوقت ضرورت چہرہ بدل دیتا اور بھی کسر ناک کا اسپرنگ چڑھی داڑھی اور عینک پوری کردیتی وہ با آسانی رپورٹر کے بھیس میں رہ رہا تھا۔ اس نے جعلی کاغذات سے پوش علاقے میں نئے نام سے گھر بھی لے رکھا تھا جس کے تہہ خانے میں وہ لڑکیوں کے کٹے ہوئے سر جمع کرتا تھا۔
علینہ سمیت اس نے کئی لڑکیاں اپنی تسکین کے لئے قتل کیں۔ علینہ کو قتل کرکے اس نے اپنا لباس جان بوجھ کر SHO نواز علی کے گھر کے عقبی سمت پھینکا۔ اپنے لباس کا ٹکڑا بھی اس نے خود ہی جائے وقوعہ پر پھینکا تھا۔ اس کا مقصد پولیس کو راہ سے بھٹکانا تھا۔ جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی رہا۔
قدیر خان سمیت سارے نواز علی پر شک کرتے رہے اور وہ اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کرتا رہا۔
اس کا بیان ریکارڈ کرنے کے بعد انسپکٹر شاہد علی نے ایمرجنسی پر کال کرکے پولیس طلب کی، اسی لمحے اچانک قدیر خان نے فرش پر پڑا پسٹل اٹھایا اس سے پہلے کہ شاہد علی اسے روکتا اس نے پے در پے کئی فائر کرکے دھرتی کو جنونی قاتل کے مکروہ وجود سے نجات دلادی۔
"یہ آپ نے کیا کیا؟" شاہد علی نے کہا۔ "یہ زندہ رہنے کے قابل نہیں تھا۔" قدیر خان نے جواب دیا۔
اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور دو مسلح افراد اندر داخل ہوئے، یہ نوید اور سردار سکندر تھے۔ "ذلیل انسان تم زندہ بچ گے اور نہ ہی یہ لڑکی اس نے تمہارے ساتھ گھر سے بھاگ کر میری عزت کا جنازہ نکال دیا۔ تم کیا سمجھتے تھے اس شہر میں تمہیں کوئی نہیں ڈھونڈ سکتا۔ میرے کارندے تمہیں شہر بھر میں ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ آج جب تم اس رپورٹر کے ساتھ یہاں آرہے تھے تو میرا ایک کارندہ تمہیں دیکھ کر تمہارا پیچھا کرنے لگا تمہارے اس گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے ہمیں فون کیا اور ہم یہاں پہنچ گئے۔ یہ گھر اس وقت میرے کارندوں کے گھیرے میں ہے۔" سردار سکندر غصے سے بے قابو ہورہا تھا۔
"سردار سکندر فوزیہ نے مجبوراً گھر سے باہر قدم نکالا۔ یہ سب تمہارے جاہلانہ اور فرسودہ رسم و رواج کا نتیجہ ہے۔ تم ایک گمراہ اور ظالم انسان ہو تم نے کتنے گھروں کو اجاڑا، تمہارے مظالم سے تنگ آکر خود تمہاری بیٹی نے خودکشی کرلی۔ جاہل انسان تم خود کو مسلمان کہتے ہو لیکن تمہارے پاس میرے اس سوال کا کیا جواب ہے قرآن ہماری رہنمائی اور ہدایت کے لئے اتارا گیا ہے اور تم نے اپنی جائیداد کا معمولی حصہ بچانے کے لئے قرآن پاک کے ساتھ اپنی بیٹیوں کا نکاح پڑھوادیا۔ کاروکاری میں اپنی بہو کا قتل کرنے والے بھی تم ہی ہو۔ تم نے جوان بیٹے کی موت سے سبق نہیں سیکھا۔" محمود بولتا جارہا تھا۔
"بابا سائیں جلدی سے اپنا کام ختم کریں یہ ہمارا گوٹھ نہیں شہر ہے۔ یہاں گولیاں بھی چلتی ہیں کسی بھی وقت پولیس پہنچنے والی ہوگی۔" نوید بے چینی سے بولا۔
اسی وقت پولیس موبائل کے ہوٹرز کی آواز گونجی یہ ایک سے زائد پولیس موبائلز تھیں۔ پولیس موبائلز کے ہوٹر کی آواز سن کر سکندر بوکھلا گیا اور ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھادیا۔ محمود برق رفتاری سے اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا جبکہ قدیر خان اسے گولی چلاتا دیکھ کر فوزیہ کے سامنے آچکا تھا۔ گولی قدیر خان کے سینے میں لگی۔ وہ دونوں باپ بیٹا بدحواس ہوکر باہر کی طرف بھاگے۔ پولیس نے گھر کو گھیر لیا تھا۔ ان دونوں اور اس کے کارندوں کو روکنے کی کوشش کی گئی، جنہوں نے پولیس پر فائر کئے۔ ان کی فائرنگ سے ایک پولیس اہلکار مارا گیا، جوابی فائرنگ میں سردار سکندر کے کارندے گولیوں کا شکار ہوگئے۔ نوید اور سکندر جان بچانے کے لئے دو مختلف سمتوں میں بھاگے۔ ایک پولیس اہلکار کی گولی بھاگتے ہوئے نوید کے سر میں لگی اور وہ منہ کے بل زمین پر گر کر ڈھیر ہوگیا۔ جب کہ سکندر فرار ہونے میں کامیاب ہوچکا تھا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

SCANNED BY DIGESTPK

پولیس اہلکار اندر داخل ہو چکے تھے۔ قدیر خان کو فوراً ہی ایک گاڑی میں ہوسپٹل روانہ کر دیا گیا۔ پولیس انچارج نواز علی بھی پولیس کے ساتھ ہی تھا۔

محمود اور فوزیہ کے بیان لیے گئے۔ فوزیہ نے تمام کہانی بتانے کے ساتھ بتایا کہ قدیر خان نے جب پرویز کو اطلاع دی کہ فوزیہ اشتیاق احمد کے گھر پر ہے تو وہ فوراً ہی وہاں پہنچ گیا اور مزاحمت پر ایڈووکیٹ کو قتل کر دیا۔ شاہد علی نے جنونی قاتل کی ریکارڈ کی ہوئی گفتگو بھی پولیس کے حوالے کر دی۔

سردار سکندر کی تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مارے گئے۔ لیکن وہ اپنے آبائی گاؤں فرار ہو چکا تھا۔ محمود سے تفتیش کے دوران ہی پولیس سردار سکندر کے آبائی گاؤں کے بارے میں جان چکی تھی۔ فوراً ہی وہاں جانے کے لیے پولیس پارٹی تشکیل دی گئی۔ اس میں شاہد علی خان اور نواز علی بھی تھے۔ انہوں نے رہنمائی کے لیے محمود کو بھی ساتھ لیا کیونکہ وہ مقامی بندہ تھا اور گلی کوچوں سے خوب واقف تھا وہ جس وقت گاؤں کی حدود میں داخل ہوئے رات کے دس بج رہے تھے۔

مقامی پولیس کو بھی ساتھ لیا گیا اور سردار سکندر کی حویلی کو گھیرے میں لے لیا گیا تھا۔ اس کے محافظ احاطے میں چوکنے کھڑے تھے اور سردار سکندر اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ پولیس حویلی کو گھیرے میں لے چکی ہے۔

ٹہلتے ٹہلتے سکندر کی نظر کیلنڈر پر پڑی اور وہ ششدر رہ گیا۔ آج 31 دسمبر کی رات تھی اسی رات آسیہ نے خودکشی کی تھی اور اکتیس دسمبر کی ہی ایک رات اس کی روح نے آفتاب کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

سکندر کے جسم میں خوف و دہشت کی ایک لہر سرایت کر گئی اور ذہن میں پیش امام بشیر چانڈیو کے الفاظ گونجنے لگے۔ وہ پولیس کے خوف سے جان بچانے کے لیے اس حویلی میں گھس آیا تھا۔ جہاں رہنے سے پیش امام صاحب نے منع کیا تھا۔

سکندر کمرے کے دروازے سے باہر نکلنے ہی والا تھا کہ حویلی خوفناک چیخوں سے گونج اٹھی وہ خوف سے لرز اٹھا۔

☆......☆......☆

اسی وقت میگا فون پر نواز علی کی آواز گونجی۔ ”سردار سکندر تمہاری حویلی کو پولیس نے گھیر لیا ہے تمہارے بھاگنے کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں، تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ خود کو قانون کے حوالے کر دو۔

جواب میں فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ یہ فائر سکندر کے کارندوں نے کیے تھے۔ اب دو طرفہ فائرنگ شروع ہو چکی تھی۔ سردار سکندر سہما ہوا کمرے کے ایک کونے میں کھڑا تھا۔

اچانک کمرے میں ایک ہیولہ نمودار ہوا، جس نے رفتہ رفتہ آسیہ کی شکل اختیار کر لی، اس کے چہرے اور سر سے خون بہہ رہا تھا اور بہتا ہوا خون اس کے چہرے کو خوفناک بنا رہا تھا۔

سکندر چیختا ہوا بھاگا ہی تھا کہ چھت پر موجود بھاری بھرکم فانوس اس پر آن گرا تو وہ آخری بار کربناک انداز میں چیخا۔

حویلی کے در و دیوار بری طرح لرز رہے تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے خوفناک زلزلہ آ چکا ہو، اور پھر اس ہال نما کمرے کی چھت گر گئی، جہاں سکندر کی لاش موجود تھی۔ سکندر کے بچے کارندے گرفتار ہو چکے تھے اور کچھ مارے گئے تھے۔

پیش امام صاحب کے مشورے پر حویلی کے زندان میں مدفن لاشوں کو نکال کر نماز جنازہ پڑھانے کے بعد گاؤں کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ پھر کبھی زندان کی روح حویلی میں دکھائی نہ دی۔

فوزیہ سردار سکندر کی وارث تھی۔ محمود سے شادی کے بعد حویلی میں مقیم ہو گئی، قدیر خان زندہ بچ گیا تھا۔ قدیر خان اور ثریا بیگم گاؤں میں ان دونوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ قدیر خان نے اخبار کی جاب کو خیر آباد کہہ کر اس پسماندہ گوشے میں اسکول کھول لیا ہے وہ جانتا تھا کہ تعلیم ہی جہالت، توہمات اور فرسودہ رسومات کا خاتمہ کر سکتی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY
www.paksociety.com
www.paksociety.com

SCANNED BY DIGESTPK

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے — امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

کیا آپ کی دعا قبول ہو سکتی ہے؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے 212 مرتبہ مختلف مقامات پر دعا مانگنے کی ترغیب انسانوں کو دی ہے اور وہ اپنی مقدس کتاب میں کہتا ہے کہ تم مجھ کو پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا (سورۃ المومن ۴۰ آیت ۶۰)

اگر آپ دعا مانگ، مانگ کر تھک چکے ہیں اور آپ کی دعا قبول نہیں ہوتی تو جب تمام وسائل و ظاہری ذرائع بھی کسی انسان کی حاجت کو پورا کرنے میں ناکافی ثابت ہوتے ہیں یا اس کی جانب سے کی جانے والی تمام تر کوششیں اس کی کسی تکلیف یا مشکل کو حل کرنے میں بالکل ہی ناکام ہو جاتی ہیں تو اس کو اپنی بے چارگی کا احساس شدت سے ہوتا ہے اور اس کے اندر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ کسی فوق الفطری اقتدار کی مالک ہستی دنیاوی اصلاح میں کسی سپریم پاور سے رجوع کرنا اب اس کے لئے ناگزیر ہے اور انسان کا کسی اقتدار کی مالک ہستی کو سپریم پاور تسلیم کر کے اس سے مدد مانگنا ہی دراصل قبولیت دعا ہے اور انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اب جبکہ اس کے مہیا کردہ ذاتی ذرائع اور اسباب ناکام ہو چکے ہیں اور وہ مجبور ہے کہ اس ہستی سے مدد مانگی ہی جائے کہ انسان کے دعا مانگنے کا محرک بنتی ہے۔

چنانچہ انسان اسی ذریعہ و ہستی کو پکارتا ہے، ہر جگہ ہر وقت ہر حال میں کبھی تنہائیوں میں، کبھی مجمع میں، کبھی با آواز بلند اور کبھی چپکے چپکے اور اس پکار کے پس پردہ دراصل انسان کا یہ عقیدہ کارفرما ہوتا ہے کہ وہ جس ہستی کو پکار رہا ہے وہ ہستی نا صرف اسے دیکھ رہی ہے بلکہ اس کے دل کی بات بھی سن رہی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ اعتماد کہ وہ ہستی اسی بات پر بلاشبہ قادر بھی ہے کہ پکارنے والا کہیں بھی ہو اس کی پکار سن کر اس کی مدد کو پہنچ کر اس کی مشکل آسان کر سکتا ہے اور ایسی مہربان ہستی صرف وہی ہے جس کو وہ اس وقت پکار رہا ہے کسی بھی انسان کے اس عقیدے سے خود بخود قرآن مجید میں اس کی تائید ہو جاتی ہے کہا جاتا ہے جمعہ کے ۲۴ گھنٹوں میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے جسے قبولیت کی گھڑی کہا جاتا ہے مگر آج تک کوئی یہ نہ بتا سکا کہ اس کا صحیح وقت کیا ہے یہ سعادت ڈاکٹر حشمت جاہ صاحب کو حاصل ہوئی کہ انہوں نے جفر جامع کی مدد سے جمعہ کی قبولیت کی گھڑی کا صحیح وقت اخذ کر کے پوری امت مسلمہ پر یہ احسان عظیم کیا ہے جس کا صلہ ہم صدیوں تک نہیں اتار سکیں گے جس طرح پانچ انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اسی طرح دعا کے وقت میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے ہر ملک شہر اور علاقے میں دعا کا وقت مختلف ہوتا ہے جو جدول آپ کو دی جائے گی وہ صرف 52 ہفتوں پر مشتمل ہوں گی کہ جمعہ کے علاوہ بھی آپ پورے ہفتے اسی وقت قبولیت دعا کے لئے اللہ تعالیٰ سے رجوع کر سکتے ہیں، قبولیت دعا کی جدول کا ہدیہ 600 روپے اگر آپ اپنا اسم اعظم نکلوانا چاہتے ہیں جس کا ورد کرنے کی وجہ سے پھر کسی عمل یا وظیفہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی اس کا ہدیہ 600 روپے، اگر آپ مالی طور پر پریشانی کا شکار ہیں تو جیب خالی نہ رہنے کا عمل طلب کریں اس کا ہدیہ 600 روپے ہے اور کسی فرد کو جن جادو کا سامنا ہے تو نقش الحاجات طلب کریں اس کا ہدیہ 600 روپے ہے، اگر کوئی بھی کام کرنے سے پہلے خراب ہو جاتا ہے یا کام کے دوران خراب ہوتا ہے یا کام ختم ہونے سے پہلے خراب ہوتا ہے تو اس کے لئے مرغ مشکل کشا جو بہتے پانی میں نیت کر کے ڈالنا ہوگا اس کا ہدیہ 600 روپے ہے اور اگر آپ قرآنی کمپیوٹر بنانا چاہتے ہیں تو اس کے تین کورس ہیں ہر کورس کا ہدیہ 600 روپے ہے، اس کے علاوہ ہر کام میں کامیابی اور ناکامی کے لئے استخارہ خود کرنا چاہتے ہیں تو 52 ہفتوں پر مشتمل جدول ہر ملک شہر اور علاقے کی تیار کی گئی ہے جو پورے 365 دن کام آئے گی اس کا ہدیہ 1200 روپے ہے، یہ رقم مکتبہ عالم العلوم اور مکتبہ علوم الاعمال کے زیر اہتمام چھپنے والے سپاروں اور اسلامی مطبوعات پر لگائی جائے گی، اس کے لئے ڈاکٹر حشمت جاہ اپنی خوشی کا الگ سے کوئی معاوضہ وصول نہیں کریں گے۔ مزید تفصیلات کے لئے جوابی لفافہ کے ساتھ جواب طلب فرمائیں، رقم منی آرڈر کرتے وقت اس بات کو ضرور مدنظر رکھیں کہ جو رقم آپ ارسال کر رہے ہیں وہ کس مد میں ہیں جو چیز آپ طلب کر رہے ہیں ان کا نام لکھیں منی آرڈر اور خط و کتابت کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں۔

اقبال احمد مدنی

مکتبہ روحانی سائنس، ورثن ٹاورز، اردو بازار کراچی

اوقات ملاقات: بذریعہ فون صبح 10 سے 11، موبائل فون: 0346-2271015 اتوار تعطیل

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY
www.paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں؟ ۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook

fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

SCANNED BY DIGESTPK

طرح بھی چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔ انہی دنوں مشتاق احمد کی بیوی سلمٰی کے ساتھ ایک مسئلہ ہو گیا تھا۔ سلمٰی دو مرتبہ امید سے ہوئیں۔ مگر دونوں ہی بار اولاد نہ ہو سکی۔ جس کی وجہ سے سلمٰی کا ذہنی توازن بگڑنے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر بہت جلد ان کی گود ہری نہ ہوئی تو یہ اپنا ذہنی توازن کھو سکتی ہیں۔

بہر طور اس بات نے مشتاق احمد کو پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔ خیر انہوں نے اپنے کالج سے ایک ماہ کی چھٹی لی اور مچھن آباد آ گئے۔ یہاں آ کر ان کی بیوی کی طبیعت نے کچھ سنبھالا لیا۔ مگر جہاں کہیں بھی وہ کسی بچے کو دیکھتی اس کی آواز سنتی تو فوراً بے قرار ہو جاتی تھیں۔ مہینہ پورا ہوا تو مشتاق احمد نے مچھن آباد سے واپسی کا سفر باندھا..... فضا اور ماحول کی خوشگوار تبدیلی نے سلمٰی پر اچھا اثر ڈالا تھا۔

بہر طور وہ واپس ہوئے اور رات کا پہر تھا ہونے پر سہاگ کہ ایسے موسم میں موسلا دھار بارش نے آن گھیرا۔ وہ ابھی تک مچھن آباد کی ہی حدود میں تھے کہ اچانک ان کی کار کا انجن بند ہو گیا۔ شاید کار کے کاربوریٹر میں پانی چلا گیا تھا۔ ہر طرف ویرانی اور بیابانی اس پر برستی بارش اور ہر سو گھور تاریکی کا راج تھا۔ مشتاق احمد کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک نگاہ پچھلی سیٹ پر ڈالی۔ جہاں ان کی بیوی سلمٰی سو رہی تھی۔ وہ اسٹیئرنگ پر ہاتھ جمائے ہونٹ بھینچے بیٹھے رہے۔ اور بارش کے رکنے کا انتظار کر رہے تھے کہ پھر جلد ان کی مراد بر آئی۔ بارش کم ہوتے ہوتے تقریباً بند ہو گئی..... وہ کار کے ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹارچ نکال کر کار سے باہر نکل گئے۔

باہر ہر طرف تاریکی کا راج تھا۔ بارش کے بعد موسم عجیب ہو گیا تھا۔ مشتاق احمد اگرچہ مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ لیکن بہر طور فطرتاً اس ویرانے بیابان اور اندھیرے میں انہیں ہیجان آمیز اضطراب ضرور محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ٹارچ کی روشنی میں کار کا بونٹ اٹھا کر اس کی خرابی دیکھنے لگے۔ خرابی معمولی تھی۔ جو چند منٹوں میں دور ہو گئی تھی۔ انہوں نے بونٹ بند کیا۔ اور کار کی ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھولنا ہی چاہتے تھے کہ اچانک چند گز کے فاصلے ایک تیز اور کرب ناک کراہ سنائی دی تو وہ دہل گئے۔ یوں اندھیری رات اور ویرانے میں کسی انسان کی کراہ اچھے بھلے انسان کا دماغ ماؤف کر سکتی ہے۔ اگر کراہ دوبارہ نہ ابھرتی تو مشتاق احمد اسے اپنا وہم ہی سمجھتے۔ پھر وہ کراہ اب بتدریج آہوں میں بدل رہی تھی۔ مشتاق احمد نے اپنا دل مضبوط کیا اور آواز کی سمت ٹارچ کی روشنی پھینکتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ایک لمحے کو ان کے جی میں آیا کہ وہ یہاں سے واپس لوٹ جائیں۔ مگر پھر ان کا دل نہ مانا۔

"آہوں اور اذیت ناک سسکیوں سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ جیسے کوئی بہت تکلیف میں ہو۔ واضح طور پر اب پراسرار اور کربناک آواز نسوانی معلوم ہوتی تھی اور مشتاق احمد اسی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ بالآخر وہ اس جگہ پہنچ گئے۔ لیکن وہاں کا منظر دیکھتے ہی وہ بری طرح ٹھٹک گئے۔

ٹارچ کی روشنی میں انہوں نے جو بھیانک منظر دیکھا۔ وہ اچھے خاصے مضبوط دل گردے والے انسان کو کپکپانے کے لئے کافی تھا..... مشتاق احمد بھی یہ دل ہلا دینے والا منظر دیکھ کر لرز گئے تھے.......

کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے کیچڑ میں ایک عورت انتہائی جان کنی کے عالم میں پڑی سسک رہی تھی۔ اور اس کے قریب ہی ایک بہت چھوٹا سا بچہ پڑا تھا۔ کیچڑ میں خون کی بھی کافی آمیزش نظر آ رہی تھی۔ وہ عورت انتہائی اذیت میں معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اس وقت وہ بڑی مشکل سے سانس لے رہی تھی اور پھر اس سے پہلے کہ متحیر کھڑے مشتاق احمد اس جاں بہ لب لٹی پٹی عورت کی طرف بڑھتے اس گھائل عورت نے ایک آخری جھٹکا لیا اور ساکت ہو گئی۔ وہ مر چکی تھی۔ تاہم مشتاق احمد ڈگمگاتے قدموں سے ذرا قریب ہو گئے۔

قریب پڑا وہ بچہ اب اپنی ننھی آواز سے رو رہا تھا۔ مشتاق احمد کو کچھ نہ سوجھا انہوں نے بچے کو اٹھا لیا۔

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY